بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفاتیح الاعجاز [illegible]

شرح گلشن راز

کا

اُردو ترجمہ

مرتبہ و مترجمہ

مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب کامل ایم۔اے۔بی۔ٹی

لیکچرار۔گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ۔کالج لائل پور

شیخ مُبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ چھپوایا

بار دوم

تعداد ۵۰۰

قیمت [illegible]

فہرست مضامین

قیامت ہو تئی بر پا نظام زندگانی میں
دل پر شوق و صدت آ گئی اور بیچارانی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ

تصوّف

لفظ تصوّف تصوّف صُوف سے مشتق ہے۔ صوف اون کو کہتے ہیں، چونکہ پہلے صوفی اون کے بُنے ہوئے موٹے کپڑے پہنتے تھے گویا ان کے اور عام مسلمانوں کے درمیان یہ لباس مابہ الامتیاز تھا۔ اس لئے ان کو "صُوف پوش" یا "صُوفی" کہنے لگے، اور ان کے اعمال و افعال کو "تصوّف"۔

بعض کے نزدیک تصوّف صَرَف سے مشتق ہے۔ جس کے معنے "کنارہ پکڑنا اور منہ پھیرنا" ہیں۔ چونکہ واصلانِ الٰہی ماسویٰ اللہ سے کنارہ کشی اور روگردانی کرکے فنا فی اللہ ہوجاتے ہیں۔ اس واسطے ان کے فعل کا نام تصوّف ٹھہرا، بہرحال صوفیوں کی اصطلاح میں تصوّف یہ ہے، کہ دل کو نفسانی آلائشوں اور جسمانی خواہشوں سے پاک کریں۔ اور اشیاء عالم کو خدا کا مظہر جانیں۔

تصوف کیونکر پیدا ہوا

اس کے متعلق مختلف رائیں ہیں جن میں سے اکثر غلط ہیں اور اکثر ناقص ہیں جتنے مضمون میری نظر سے گذرے ہیں۔ اُن میں سے سب سے بہتر اور مکمل علامہ سر محمد اقبال کا محققانہ مضمون ہے[1] چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

"اس بات کی تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ آٹھویں صدی کے آخیر اور نویں صدی کے پہلے نصف میں اہل اسلام کے حالات کو غور سے مطالعہ کریں۔ کیونکہ اسلامی تصوف کی ہستی اسی وقت سے شروع ہوتی ہے۔"

(۱) اس زمانہ کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ سیاسی تغیّر و تبدّل کا زمانہ تھا۔ آٹھویں صدی کے پچھلے نصف میں کئی بغاوتیں ہوئیں جو بنی اُمیہ کے زوال کا باعث تھیں۔ ان کے علاوہ زندیقوں اور دوسرے بدعتیوں کو قتل کیا گیا جو سیاسی مقاصد کو مدنظر رکھ کر مذہب کے پردے میں کام کرتے تھے۔

پھر نویں صدی کے شروع میں امین اور مامون کی خانہ جنگیاں ظہور میں آئیں۔ اس کے بعد بابک کی بغاوت واقع ہوئی۔ جس نے اسلامی علم ادب کے بہترین زمانہ کو تہ و بالا کر دیا، مامون کے زمانہ حکومت کے شروع میں ایک اور سنسنی خیز واقعہ پیش آیا یعنی تحریک شعوبیہ جس کے ساتھ ساتھ طاہری صفاری اور سامانی خاندانوں کی خود مختار حکومتیں قائم ہوگئیں۔

ایسے وقت میں مذہبی اور عالمانہ رنگ میں زندگی بسر کرنے والوں کے لئے سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ دُنیا کے کاروبار کو چھوڑ کر گوشۂ تنہائی میں گذارہ کریں پھر جوں جوں فارس کو آزادی حاصل ہوتی گئی، اس کے ساتھ ساتھ ان صوفیوں اور زاہدوں کی فراخ دلی بڑھتی گئی، اور وہ "ہمہ اوست" کے قائل ہوتے گئے۔

---

[1] The Development of Metaphysics in Persia. ص

(۲) بشار ابن برد فارس کا اندھا شاعر جو آگ کو خدا مانتا تھا، اور تمام ان خیالات کا مذاق اڑاتا تھا جو فارس کے سوا کسی دوسرے ملک سے پیدا ہوں، اس نے الحاد پھیلانا شروع کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام جو زیادہ تر معقولات پر مبنی تھا اس میں رُوحانیت کی ضرورت پیش آئی، جیسا کہ القشیری کے رسالہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(۳) تیسرا سبب یہ ہے کہ آٹھویں صدی کے شروع میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فرقے پیدا ہو گئے، جو سرتاپا زہد خشک سے پُر تھے، اور احساس اور رُوحانیت کو ان میں بالکل دخل نہ تھا۔

(۴) مامون کی تحریک سے مختلف اسلامی فرقوں میں مناظرے شروع ہو گئے اور اشاعرہ اور معتزلہ کے جھگڑے تو حد سے گذر گئے، اس لئے امن پسند لوگ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے اور اپنے آپ کو ان معمولی اختلاف کے جھگڑوں سے بالا سمجھنے لگے۔

(۵) مذہبی جوش آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کے دورِ عباسیہ کے شروع میں ظاہرداری رہ گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں دولت و ثروت عام ہو گئی تھی، جس سے لوگوں میں اخلاق کی کمزوری اور مذہب سے بے پرواہی پیدا ہو گئی۔

(۶) عیسائی راہبوں کی عملی زندگی کا نمونہ سامنے موجود تھا جو ظاہر میں بڑا دل خوش کن ہے گو حقیقت میں مذہب اسلام سے کوسوں دُور ہے۔"

اس وقت اسلام کی یہ حالت تھی جو اوپر بیان ہوئی، اور ان تمام اسباب کے میل جول سے تصوف پیدا ہوا، اور انہی میں پرورش پائی۔

قرآن مجید سے ثبوت

یہاں ایک اور بات قابل غور ہے، اسلام میں زندگی کا معیار تصوف کے بالکل خلاف ہے اسلام تو یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ دُنیا میں رہو، چلو پھرو، کھاؤ پیو اور سب کام کرو

اوران سب کے باوجود خدا کو بھی یاد کرو، صوفیوں نے سب کچھ ترک کر دیا۔ اس لئے ان کو ضرورت پڑی کہ قرآن مجید سے اس کا ثبوت تلاش کریں، چنانچہ انہوں نے مندرجہ ذیل آیات پیش کیں :-

(۱) کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا و یزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ؀ [۵۱]

صوفی کہتے ہیں کہ حکمت جس کا ذکر کتاب سے الگ ہے، وہ کتاب میں شامل نہیں ہو سکتی اور وہ باطنی علوم تھے جو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سکھائے، اوران سے پھر دنیا میں پھیلے۔

(۲) الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ؀ [۵۲] یہاں سے اللہ تعالیٰ پر ایمان بالغیب فرض ہے مگر وہ کیا اور کہاں ہے؟ اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتے ہیں :-

(۳) وفی الارض اٰیٰت للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون [۵۳]

یعنی وہ تمہارے روح میں ہی ہے۔

(۴) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ؀ [۵۴] اس لئے نفکر ضروری ہے۔

---

۵۱ پ ۲۔ ۲ع۔ ترجمہ۔ جیسا ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے، جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے اور تمہاری اصلاح کرتے اور تم کو کتاب یعنی قرآن اور حکمت سکھلاتے اور تم کو ایسی ایسی باتیں بتاتے جو پہلے سے تم کو معلوم نہ تھیں۔

۵۲ پ ۱۔ ۱ع۔ ترجمہ۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے (راہِ خدا میں بھی) خرچ کرتے ہیں۔

۵۳ پ ۲۶۔ ۸ع۔ ترجمہ۔ یقین لانے والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں اور خود تم میں بھی تو کیا تم کو سوجھ نہیں پڑتا؟

۵۴ پ ۲۶۔ ۶ع۔ ترجمہ۔ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

تصوف میں تبدیلی

تصوف جس وقت پیدا ہوا اُس وقت زمانہ اور تھا آب اور ہے، اس لئے تصوف میں زمانہ کے مطابق تبدیلی ضروری ہے۔

میری دانست میں ترکِ دُنیا کی تلقین سب سے زیادہ غور طلب ہے، مشائخ نے ترک تعلقات دُنیا پر جس قدر زور دیا تھا، وہ کوئی خانہ ساز حکم نہ تھا، بلکہ قرآن شریف اور احادیث کے متواتر احکام کی بموجب یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ اور اس پر زیادہ تاکید اس زمانہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ زوروں پر تھا۔ اور دولت و دُنیا ایک سیلاب کی طرح ان کے قبضہ میں آرہی تھی اس وقت مشائخ نے ضروری سمجھا، کہ ترک تعلقات دُنیا کی ہدایت شدّ و مدّ سے کریں۔ تاکہ مسلمان دولت کی مصروفیت میں خدا کو نہ بھول جائیں۔

مگر اس وقت بھی ان کی نصیحت یہی ہوتی تھی کہ دولت سے محبت نہ بڑھاؤ اور محض اسی کے غلام نہ بن جاؤ، اور کوئی بزرگ یہ نہ فرماتا تھا کہ دولت کا حاصل کرنا حرام و ناجائز ہے، اگر ایسا حکم دیا جاتا تو حصول دولت کا یہ میلان عام ہرگز ترقی نہ کرتا۔

آجکل ہم بحیثیت قوم کے مفلس و نادار ہو گئے ہیں اور رزق کی تنگی نے ہم سب کو پراگندہ خاطر کر دیا ہے، اور عبادت رب میں ذوق کی کمی بھی اس افلاس عام کے سبب بڑھ گئی ہے اس واسطے ضرورت ہے کہ مشائخ بجائے ترک دُنیا کے ہر مرید کو نصیحت کریں کہ جائز روزی اپنی محنت سے کماؤ، اور کوئی شخص نکما نہ رہے۔ کیونکہ وقت ایسا آنے والا ہے کہ ہر شخص قانوناً مجبور کیا جائیگا کہ اپنی روزی خود کما کر کھائے۔ آئیوالا زمانہ کسی شخص کو تارک دُنیا اور بیکار نہ رہنے دے گا، لہٰذا عقلمندی یہی ہے کہ ہم لوگ پہلے سے تیار ہو جائیں اور قانون کے جبر کا شکار نہ بنیں جس سے ہم کو طرح طرح کی ذلتیں برداشت کرنے کا اندیشہ ہے۔

دوسری بات میرے ذہن میں یہ آتی ہے کہ عہد قدیم میں جو طریقے ریاضتوں اور مجاہدوں کے رائج تھے اُن میں بھی قدرے تبدیلی ہونی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ زیادہ روزے نہ رکھوائے جائیں اور ترک حیوانات پر اصرار نہ کیا جاوے، کیونکہ لوگوں کی جسمانی حالت بہت کمزور ہو گئی ہے اور افلاس عام نے ان کو از حد ناتوان کر دیا ہے۔ روزے اور ترک حیوانات کا مجاہدہ ان کو فائدہ کی جگہ نقصان پہنچائے گا، کیونکہ ان مجاہدات کی ضرورت اس واسطے پڑتی تھی کہ لوگوں کے بدن میں خون کثرت سے ہوتا تھا اور وہ عمدہ عمدہ غذائیں کھاتے تھے۔ آج بدن میں خون رہتا ہے، نہ اچھی غذا میسر آتی ہے، اچھی کیا بُری غذا بھی پیٹ بھر کر نہیں ملتی اور قدرتاً ہر شخص مجاہدات اور ریاضت میں مبتلا ہے، آجکل تو یہ طریقہ مناسب ہے کہ ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو پوری مگر سادہ اور زود ہضم غذا ملے، تاکہ وہ ذکرِ الٰہی اطمینان اور سلامتی حواس سے کر سکیں[1]۔

تصوّف کیا ہے؟

خیر یہ ایک فروعی بات تھی، اب یہ امر غور طلب ہے کہ تصوّف اصل میں ہے کیا؟

تصوّف دراصل صحیح خیال کا نام ہے، یعنی جو خیال قائم کیا جائے وہ اصل حالت بن جائے۔ مثلاً اگر توکل کا مقام درپیش ہو تو یہ حالت طاری ہو جائے کہ انسان تمام عالم سے قطعاً بے نیاز ہو جائے، اس کو صاف نظر آئے کہ جو کچھ ہوتا ہے پردۂ تقدیر سے ہوتا ہے۔ جس طرح کٹ پتلیوں کے تماشے میں جس شخص کی نظر تاروں پر ہوتی ہے، اس کو نظر آتا ہے کہ پتلیاں گو سینکڑوں طرح کی حرکت کر رہی ہیں، لیکن ان کو فی نفسہٖ حرکت میں مطلق دخل نہیں ہے، بلکہ یہ تمام کرشمے اُس کے ہیں جو تاروں کو حرکت دے رہا ہے، اسی طرح عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے ایک چھپے بازیگر کے اشاروں پر ہو رہا ہے۔

اِس امر کو جانتے سب ہیں، لیکن جس شخص پر یہ حالت طاری ہوتی ہے

---

[1] تسکین احساس از حضرت خواجہ حسن نظامی۔

وہ درحقیقت تمام عالم سے بے نیاز ہوجاتا ہے، بلکہ رفتہ رفتہ اس کی قوت ارادی سلب ہوتی جاتی ہے، اور وہ بالکل اپنے آپ کو رضائے الٰہی پر چھوڑ دیتا ہے ایک صوفی سے کسی نے پوچھا کہ کیسے گذرتی ہے؟ بولے کہ آسمان میری ہی مرضی پر حرکت کرتا ہے، ستارے میرے ہی کہنے کے موافق چلتے ہیں۔ زمین میرے ہی حکم سے دانے اگاتی ہے، بادل میرے ہی اشاروں پر برستے ہیں۔

سائل نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیونکر؟ فرمایا کہ میری کوئی خواہش نہیں بلکہ جو کچھ وقوع میں آتا ہے وہی میری خواہش ہے، اس لئے جو کچھ ہوتا ہے میری ہی خواہش کے موافق ہوتا ہے۔

اس بنا پر فنا کی یہ حقیقت ہے کہ سالک اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اور ذات الٰہی میں فنا ہوجائے، یہی مقام ہے جس میں منصور نے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی نے سبحانی ما اعظم شانی کہا تھا، اور اس حالت میں ایسا کہنا محل الزام نہیں؛

محمود شبستری نے اس نکتہ کو ایک نہایت عمدہ تشبیہ سے سمجھایا ہے وہ کہتے ہیں ؎ [۵]

روا باشد انا الحق از درختے
چرا نبود روا، از نیک بختے

یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسےٰؑ نے درخت پر جو روشنی دیکھی تھی وہ خدا نہ تھی، لیکن اس سے آواز آئی کہ "انا ربک" یعنی میں تیرا خدا ہوں، جب ایک درخت کو خدائی کا دعویٰ اس بنا پر جائز ہے کہ وہ خدا کے نور سے منور ہوگیا تھا، تو انسان جو قدرت الٰہی کا سب سے بڑا مظہر ہے، ایک خاص مقام پر پہنچ کر کیوں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا؟ [۵]

---

[۵] سوانح مولینا روم از مولینا شبلی نعمانی۔

ایک اعتراض کی تردید

یہاں صرف ایک اور بات قابل ذکر ہے عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ صوفیوں کے بعض اشغال واذکار غیر مسلم اقوام سے لئے گئے ہیں یا ان کے اشغال کے طریقوں سے مشابہ ہیں اس واسطے جائز نہیں ہیں، لیکن اس میں معترضین کی بڑی غلطی ہے ان کو اپنے مذہب اسلام کی حقیقت سے بھی زیادہ واقفیت نہیں ہے ۔ کیونکہ اسلام کوئی نو ایجاد مذہب نہیں ہے، بلکہ مذاہب قدیم کی ایک اصلاح یافتہ صورت ہے اور قرآن نے خود صفائی سے اس کا اقرار کیا ہے۔ کہ یہ دین ادیانِ سابقہ کا پاک شدہ خلاصہ ہے، جو دین ابراھیمؑ کا تھا موسیٰؑ کا تھا وہی دین یہ اسلام ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ادیانِ گذشتہ میں جو اضافے اور تحریفات خود غرض لوگوں کی طرف سے ہوگئیں تھیں ان کو اسلام نے مٹادیا اور دین کی ایک اصلاح شدہ صورت مسلمانوں کو دیدی۔

پس اگر ذکر الٰہی کے بعض طریقے غیر مسلم اقوام سے لئے گئے ہوں یا غیر مسلم اقوام سے مشابہ ہوں اور ان میں کوئی بات شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو یا ان میں توحید کے اثر کی مخالفت نہ پائی جاتی ہو یا اسلامی اخلاق کی برعکسی ان میں موجود نہ ہو تو ان کو اپنے اندر لے لینے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور شریعت نے اس کے خلاف کوئی حکم ممانعت کا نہیں دیا۔[۵]

---

[۵] تسکین احساس از خواجہ حسن نظامی۔

گلشن راز کے مختلف ایڈیشنوں اور دوسرے تذکروں میں کچھ کچھ حالات ملتے ہیں۔ مگر کسی میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہے اصل کتاب سے لیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب شوال ۷۱۷ھ ہجری میں لکھی گئی۔ خراسان کے مشہور و معروف امیر سید حسینی نے عرفان کے اسرار و رموز کے متعلق ۱۵ سوال لکھ کر تبریز میں بھیجے۔ نامہ بر نے جب یہ سوالات بزرگان تبریز کے سامنے پیش کئے۔ تو انہوں نے مل کر مشورہ کیا۔ اور شیخ محمود شبستری سے ان کا جواب لکھنے کی درخواست کی۔ ان میں شیخ محمود کے پیر شیخ امین الدین تبریزی بھی تھے۔ اس لئے انکار نہ کر سکے۔ اور جواب لکھنا شروع کیا۔ چونکہ سوالات نظم میں تھے اس لئے جوابات بھی نظم میں لکھے، اور اس کا نام گلشن راز رکھا ہے[1]

---

[1] یہ سب حالات سبب تصنیف میں مذکور ہیں۔ دیکھو بیت ۳۴ تا بیت ۷۱

۲۔ گلشن راز کی قدر دانی

جس زمانہ میں گلشن راز لکھی گئی تھی۔ قریب قریب اسی زمانہ میں تصوف وسلوک کے متعلق چند اور مثنویاں بھی لکھی گئی تھیں۔ مثلاً اوحدی کرمانی کی مصباح الارواح، اوحدی مراغی کی جام جم۔ امیر حسینی کی کنز الرموز وغیرہ۔ لیکن برخلاف اُن کے گلشن راز کو قبول عام حاصل ہوا، اور بڑے مشاہیر علماء مثلاً تاج الدین رداعی قاضی میر حسن یزدی، حاجی ابراہیم سبزواری اور شیخ محمد نور بخشی وغیرہ نے اس پر شرح و حواشی لکھے، ان میں شیخ محمد[1] کی شرح سب سے زیادہ مشہور اور مستند سمجھی جاتی ہے۔

اہل یورپ کو گلشن راز کے نام سے آشنا ہوئے کم و بیش چار سو سال گزرے ہیں، یورپ کے مصنف ڈاکٹر برنیئر نے جس نے شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہندوستان کی سیاحت کی تھی، گلشن راز کا سب سے پہلے ذکر کیا ہے، اس کے بعد مذہب و فلسفہ کی متعدد تصنیفات میں اس کا ذکر آیا ہے۔

انیسویں صدی کے شروع میں ہامر پرگستال نے اس کا ترجمہ جرمنی زبان میں کیا، جو ۱۸۳۸ء میں چھپ کر شائع ہوا ہے، اس کے بیالیس سال بعد ونفیلڈ نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا، اور اصل فارسی متن کے ساتھ ۱۸۸۰ء میں بمقام لندن اسے چھپوا کر شائع کیا[2]۔

---

[1] یعنی مولانا لاہجی، موجودہ کتاب اسی شرح کا ترجمہ ہے۔

[2] میرے پاس ونفیلڈ کا صرف ترجمہ اور نمبر ہے، اس میں اصل متن نہیں، جو کلکتہ میں ۱۸۷۶ء میں طبع ہوا ہے اس کا مفصل حال اسی دیباچہ میں مذکور ہے۔

۳۔ شیخ محمود شبستری مصنف گلشن راز

آذربائیجان میں تبریز کے قریب سات فرسخ کے فاصلہ پر شبستر نام ایک قصبہ آباد ہے، شیخ محمود یہاں کے رہنے والے تھے، ان کے والد کا نام عبدالکریم بن یحییٰ تھا اور وہ ذی علم وصاحب تقویٰ بزرگ تھے؛ والہ داغستانی کا بیان ہے کہ ان کو کمال اسمٰعیل اصفہانی سے قرابت تھی ٭

تاریخ وتراجم کی کتابوں میں شیخ محمود کا لقب سعدالدین تحریر ہے لیکن مولانا شمس الدین محمد لاہجی نے اپنی کتاب گلشن راز میں نجم الدین لکھا ہے، اور قاضی نوراللہ شوستری نے اپنی کتاب مجالس المومنین میں اسی آخرالذکر قول کی اتباع کی ہے ٭

گناؤ فلوگل کی تحقیقات کے موافق ہلاکو خاں (۶۵۴ء تا ۶۶۳ء) کے عہد حکومت میں شیخ محمود کی ولادت ہوئی ہے اور سن تمیز کو پہنچنے کے بعد تبریز میں آکر انھوں نے علم حاصل کیا ٭

شیخ محمود کو ابتدائے عمر سے تصوف کے ساتھ دلبستگی تھی، اُس زمانہ میں شیخ امین الدین ایک مشہور بزرگ تبریز میں رہتے تھے، شیخ محمود نے تبریز میں آنے کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرتے رہے ٭

۷۲۰ء میں جب کہ آل چنگیز کے اخیر فرمانروا سلطان ابوسعید (۷۱۶ء تا ۷۳۶ء) کی حکومت تھی شیخ محمود نے انتقال کیا، اور اپنے وطن شبستر میں مدفون ہوئے، ان کا مزار مدت تک زیارت گاہ خاص وعام تھا ٭

گلشن راز کے علاوہ شیخ محمود کی اور بھی تصنیفات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

رسالہ شاہد۔ سعادت نامہ۔ حق الیقین۔

بعض تذکروں سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ محمود نے مثنویات کے علاوہ غزلیات و رباعیات بھی لکھی تھیں، لیکن وہ اس وقت ناپید ہیں۔ مجالس العشاق اور ہفت اقلیم میں چند رباعیاں تحریر ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

جز آتش عشق در دلم سوز مباد — جز عارض او شمع شب افروز مباد
روزے کہ دلم شاد نباشد از غمش — در گردش ایام من آں روز مباد

در دیر مغاں صراحی و جام نماند — نہ آغاز اثر و نشاں نہ انجام نماند
کو پیر مغاں و زاہد گوشہ نشیں — کز مسجد و میخانہ بجز نام نماند

رسالہ شاہد کا ذکر مجالس العشاق میں آیا ہے لیکن اس وقت ناپید ہے۔ سعادت نامہ منظوم ہے اور گلشن راز کے بعد لکھا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ایک نفیس نسخہ انگلستان کے دار الخلافہ میں محفوظ ہے، جس کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

حمد بفضل خدائے عز و جل
ہست بر بندہ واجب از اول

حق الیقین فی معرفت رب العالمین آٹھ ورق میں چھوٹا سا رسالہ ہے۔ صوفیہ کرام اسے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ شیخ نے اس میں عرفان و حقائق کے مسائل اور رموز بیان کئے ہیں۔ حاجی خلیفہ نے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ ذوالفقار اردستانی نے اپنی کتاب دبستان مذاہب میں عقاید صوفیہ کا بیان کرتے ہوئے وحدانیت اور صفات باری تعالے کے مضامین اس سے اقتباس کئے ہیں۔ یہ رسالہ کمیاب ہے۔ حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ میں اس کا ایک نسخہ فن تصوف میں ۲۳۳ پر موجود ہے۔ اس کے مضامین آٹھ ابواب پر منقسم ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

باب اول - در ظہور ذات حق تعالےٰ و بیان مقام معرفت،
باب دوم - در ظہور صفات حق تعالےٰ و بیان مقام علم،
باب سوم - در مظاہر تنزلات و مراتب آن،
باب چہارم - در حقیقت وحدت و وجوب او،
باب پنجم - در ممکن الوجود و کثرت او،
باب ششم - در تعیین حرکت و تجدد ذات،
باب ہفتم - در حکمت تکلیف و جبر و قدر،
باب ہشتم - در معاد بیان حشر و نشر و حقیقت فنا و بقا،

ڈاکٹر ایتھے نے مراۃ المحققین کو بھی جو تصوف کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے شیخ کی تصنیف میں شمار کیا ہے لیکن حقیقت میں یہ رسالہ شیخ کی تصنیف سے نہیں ہے، اس کے مصنف کا اگرچہ نام معلوم نہیں ہے لیکن مولانا اعجاز حسین لکھنوی نے کشف الحجب والاستار میں بصراحت بیان کیا ہے کہ اس کو کسی شیعہ عالم نے تصنیف کیا ہے، اور دسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان میں اس کی تصنیف عمل میں آئی ہے،

۳ شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی اللاہجی النوربخشی

شیخ محمد کا نام شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی اللاہجی النوربخشی ہے، علاقہ گیلان میں بمقام لاہجان پیدا ہوئے، سید العارفین سید محمد نوربخش کے اعظم خلفاء سے تھے، اور اپنے مرشد کے ساتھ رے میں رہا کرتے تھے، ۸۶۹ھ میں جب ان کا انتقال ہوگیا تو وہاں سے شیراز میں چلے آئے اور یہاں اپنی سکونت کے لئے عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرائی، جو اس وقت تک موجود ہے اور خانقاہ نوریہ کے نام سے مشہور ہے، ۹۱۱ھ میں شیخ محمد لاہجی کا انتقال

ہوا اور اسی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔

ارباب تذکرہ نے شیخ محمد کو فارس کے مشاہیر شعرا میں شمار کیا ہے۔ اسیری ان کا تخلص تھا۔ دیوان متداول ہے۔ اس کے علاوہ شیخ محمد نے ایک ضخیم مثنوی بحر رمل میں نظم کی ہے، جس کا نام اسرار الشہود ہے اور اس میں مسئلہ وحدت وجود کے اس ـ ار و نکات بیان کئے ہیں۔

گلشن راز کی شرح شیخ محمد نے سنہ ۸۷۷ھ کے اخیر ایام میں لکھی ہے۔ اس کا نام مفاتیح الاعجاز ہے۔ اس میں تصوف کے دقیق مسایل کمال تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

قاضی نور اللہ شوستری کا بیان ہے کہ شیخ محمد نے جب یہ شرح ختم کی، تو اسے دیکھنے کے لئے مولانا عبد الرحمٰن جامی کے پاس ہرات میں روانہ کیا۔ مولانا جامی نے کتاب دیکھنے کے بعد شیخ محمد کو جو خط لکھا، اس کے عنوان پر مندرجہ ذیل رباعی تحریر کی۔

اے فقر تو نور بخش ارباب نیاز — خرم ز بہار خاطرت گلشن راز
یک بارہ نظرے بر من قاسم انداز — شاید کہ برم راہ حقیقت ز مجاز

۵- امیر سید حسین سادات

امیر سید حسینی قرن ہفتم کے مشاہیر صوفیاء سے ہیں۔ انکا پورا نام مولد ... الدین حسین بن عالم بن ابی الحسن الحسینی ہے۔ ولایت طخارستان ان کا وطن تھا۔ غور کے قریب ایک قریہ میں جس کا نام گزیو ہے پیدا ہوئے۔ کسی تذکرہ نویس نے ان کا سن ولادت نہیں لکھا۔ لیکن خود ان کی ایک تصنیف نزہۃ الارواح سے ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۶۷۱ھ میں ان کی ولادت ہوئی ہے کیونکہ کتاب مذکور کی اخیر فصل میں تحریر ہے کہ وہ سنہ ۷۱۱ھ میں تصنیف ہوئی ہے اور اس وقت

سید امیر حسینی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔
حکیم محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ امیر سید حسین سلطان العارفین شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے، اور اکثر تذکرہ نویسوں نے اسی روایت پر اتفاق کیا ہے، لیکن حقیقت میں یہ واقعہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ امیر سید حسین کی ولادت سے پانچ یا چھ سال پہلے ۶۶۵ھ یا ۶۶۶ھ میں شیخ بہاء الدین زکریا نے انتقال فرمایا ہے، (آئین اکبری جلد سوم ص۱۷۰، تاریخ فرشتہ جلد دوم ص۴۰۹)
مولانا جامی اور ان کی اتباع میں غیاث الدین خوند میر نے لکھا ہے، کہ امیر سید حسین شیخ رکن الدین ابوالفتح (المتوفی ۷۳۵ھ) بن شیخ صدر الدین (المتوفی ۶۸۴ھ) بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے، یہ روایت قرین قیاس ہے کیونکہ شیخ رکن الدین اور امیر سید حسین دونو معاصر ہیں۔
امیر سید حسین سن تمیز کو پہنچنے کے بعد ملتان میں آکر شیخ رکن الدین کے مرید ہوئے، اور یہاں ایک عرصہ مقیم رہنے کے بعد پیر کے ایما سے خراسان چلے گئے، اس زمانہ میں ہرات، خراسان بلکہ وسط ایشیا کا مرکز اور علم و فن کا معدن تھا امیر سید حسین نے یہاں آکر سکونت اختیار کی اور اسی جگہ انتقال فرمایا، شہر کے باہر مصرخ نام ایک محلہ ہے، وہاں سید السادات عبداللہ بن جعفر طیار کے گنبد کے باہر ان کی لاش مدفون کی گئی،
ارباب تذکرہ نے سنہ وفات میں کسی قدر اختلاف کیا ہے، خوند میر نے ۱۶۔ شوال ۷۱۸ھ لکھا ہے، نفحات الانس اور تاریخ فرشتہ میں ۶ شوال ۷۱۸ھ تحریر ہے،
دولت شاہ سمرقندی نے ۷۱۹ھ بیان کیا ہے، زمانہ حال کے ایک بلند پایہ مصنف صنیع الدولہ حکیم محمد حسن خاں نے اپنی کتاب منتظم ناصری میں دولت شاہ کی اتباع کی ہے،
مولانا جامی اور دولت شاہ نے امیر سید حسین کی حسب ذیل تصنیفات

کے نام لکھے :-

کنز الرموز، زاد المسافرین، طرب المجالس، نزہۃ الارواح، سعی الارواح اور صراط المستقیم یہ کتابیں چھپ گئی ہیں اور ہر جگہ ملتی ہیں۔

(زمانہ جولائی ۱۹۲۲ء)

۶ - موجودہ ایڈیشن

کے متعلق ضروری عرضداشت

اس میں اصل فارسی متن، اس کا اُردو ترجمہ اور مولانا لاہجی کی شرح کا اُردو ترجمہ شامل ہے،

۱- متن - تمام مطبوعہ نسخوں میں اس قدر غلطیاں اور اختلافات ہیں کہ دو چار نسخوں کی موجودگی میں پتہ نہیں چلتا کہ کسی خاص بیت کے لئے کس خاص نسخہ پر اعتبار کیا جائے۔ اس پر بھی بس نہیں۔ بعض ابیات ایک نسخے میں ہیں، دوسرے میں نہیں ایا ہیں تو اُن میں اس قدر تحریف ہے کہ دونوں کو ایک نہیں کہہ سکتے، چنانچہ ایک ایک بیت پر گھنٹوں سر مارنا پڑتا ہے خیال تھا کہ مسٹر ونفیلڈ کے ایڈیشن سے یہ مشکل کسی قدر آسان ہو جائے گی، مگر ان کا انگریزی ترجمہ دیکھ کر اس قدر دل کھٹا ہوگیا کہ وہ ایڈیشن تلاش کرنے کی زحمت ناگوار اور ناقابل برداشت ہوگئی۔ ہاں البتہ ان کے ترجمہ سے کہیں کہیں ترتیب ابیات میں بدلی گئی ہے،

لـه مسٹر براؤن نے اپنی لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد سوم کے صفحہ ۱۴۸ پر عبدالرزاق لاہجی لکھا ہے مگر یہ بالکل غلط معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مولانا عبدالرزاق کاشی کے نام سے یہ غلطی پڑی ہے دیکھو بیت ۱۳۵ کی شرح ۱۲

ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے تمام نسخوں کا مقابلہ کر کے ایک صحیح نسخہ تیار کیا گیا ہے اور ابیات کو باقی عبارت سے ممتاز جلی قلم میں لکھوا گیا ہے، زیادہ آسانی کے لئے ضروری ضروری اعراب اور اضافتیں بھی دی گئی ہیں کیونکہ بعض جگہ صرف انہی کے اختلاف سے معنے بدل جاتے ہیں، سب سے زیادہ یہ کہ ہر ایک بیت کے لئے نمبر مقرر کر دیا ہے، تاکہ ابیات کی تعداد اور ترتیب میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہ رہے، اور جا بجا ایک دوسرے بیت کا حوالہ دینے میں آسانی ہو،

۲۔ ترجمہ۔ ہر ایک بیت کے نیچے لفظ ترجمہ لکھ کر اس بیت کا آسان اُردو ترجمہ دیا گیا ہے، اس میں محاورہ اور فصاحت کی خاطر مطلب کا خون نہیں کیا گیا بلکہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ سلاست اور عام فہمی کو قائم رکھتے ہوئے جس قدر ممکن ہو اصل عبارت سے قریب قریب لفظوں میں مطلب ادا کیا جائے کیونکہ ترجمہ سے صرف یہی غرض نہیں کہ مطلب ادا ہو جائے، بلکہ یہ بھی ہے کہ اصل عبارت کے پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو،

ترجمہ عام طور پر مولانا لاہجی کی شرح کے مطابق کیا گیا ہے اکثر ابیات کی شرح اس قدر واضح اور مکمل ہے، کہ ترجمہ فضول معلوم ہوتا ہے، مگر ترجمہ صرف ان اصحاب کے لئے ہے جو کسی وجہ سے شرح کو مطالعہ نہ کر سکیں، مثلاً ایسے طالب علم جو ایک دو دفعہ شرح کو دیکھ چکے ہوں، پھر دہراتے وقت ابیات کے ساتھ صرف ترجمہ ہی دیکھتے جائیں تو وقت بھی بچ جائے گا اور اعادہ بھی ہو جائیگا یا ایسے مبتدی جنہوں نے گلشن راز کو پہلی دفعہ پڑھنا ہو، ان کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے متن اور ترجمہ پر عبور کر لیں اور پھر شرح کو دیکھنا شروع کریں، اگر پہلے سے شرح شروع کر دیں تو شروع شروع میں ہی گھبرا کر دل برداشتہ ہو جائیں گے ترجمہ میں اکثر مسٹر ونفیلڈ کے انگریزی ترجمے سے بھی مدد لی گئی ہے، جس کا اعتراف اور شکر یہ لازم ہے،

۱۳؎ شرح ۔ اس میں مولانا لاہجی کی شرح کا اردو ترجمہ ہے اس ترجمہ کی بنیاد مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز مطبوعہ بمبئی پر ہے کیونکہ یہ نسخہ عام طور پر مل سکتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اصل شرح کا خلاصہ ہے اور اس قدر غلطیوں سے بھرا ہوا ہے کہ اس کو دیکھ کر افسوس آتا ہے کہ ایک صاحب کمال کے کمال کو کاتبوں اور کتب فروشوں کی خود غرضی اور بے پرواہی نے خاک میں ملا دیا ۔ خدا کسی کو ہمت دے کہ اس کا مکمل اور صحیح ایڈیشن نکال سکے ۔

شرح میں جس قدر آیات، احادیث یا دوسرے مصنفوں کے اشعار و اقوال آئے ہیں، ان سب کو برقرار رکھا گیا ہے ، ساتھ ساتھ ان کا اردو ترجمہ بھی دے دیا ہے ، آیاتِ قرآنی میں پارے اور رکوع کے حوالے کا بھی التزام کیا گیا ہے مثلاً اگر کوئی آیت تیسرے پارے کے چوتھے رکوع میں واقع ہوتی ہے تو اس کے لئے یہ علامت لکھ دی ہے (پ ۳ ۔ ع ۴) غرض یہ ہے کہ اگر مزید اطلاع کی ضرورت ہو تو مطلوبہ آیات آسانی سے مل جائیں ۔

عربی عبارت خط نسخ میں لکھی گئی ہے اور ساتھ ساتھ اعراب بھی دیدئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو ۔

تصوف کی اکثر اصطلاحوں کی تشریح شارح نے شرح میں دی ہوئی ہے اور ایک ایک اصطلاح کتاب میں کئی کئی بار آتی ہے اس لئے میں نے تمام اصطلاحوں کو جمع کرکے حروف تہجی کی ترتیب سے بطور انڈکس کتاب کے آخیر پر لگا دیا ہے تاکہ ایک اصطلاح کا بار بار حوالہ دینا پڑے ، لہٰذا مطالعہ کے وقت اگر کوئی لفظ تشریح طلب نظر آئے تو فوراً انڈکس دیکھیں ۔ وہاں سے معلوم ہو جائے گا کہ اس لفظ کی تشریح کس بیت کے ذیل میں ملے گی ۔

۷ موجودہ ایڈیشن کے ماخذ

۱۔ گلشن راز مطبوعہ شلخ فتح الکریم مبئی۔ ۱۸ × ۲۲ کی تقطیع کے ۶۲ صفحوں پر ختم ہوتی ہے، اس میں صرف متن ہے، کاف عربی اور کاف فارسی، یائے مجہول اور معروف میں بہت کم تمیز ہے، جس سے مبتدیوں کو پڑھنے میں دقت پیش آتی ہے، مگر کسی شاعر کی نظر سے گذری ہوئی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ دوسرے ایڈیشنوں کی نسبت اس میں وزن اور قافیہ ردیف کی غلطیاں بہت کم ہیں۔ عربی عبارتیں بھی نستعلیق خط میں لکھی ہوئی ہیں، اور اس طرح خلط ملط کی ہوئی ہیں، کہ ان کو سمجھنا کارے دارد ہے،

اس سے صرف متن کی تیاری میں مدد لی گئی ہے،

۲۔ گلشن راز قلمی، ایسا معلوم ہوتا ہے، کسی صاحب مذاق نے اسے بمبئی ایڈیشن سے تبرگا نقل کیا ہوا ہے، کیونکہ حرف حرف اس سے ملتا ہے۔

۳۔ مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز، یہ نسخہ لاہور میں چھپا ہوا ہے، مگر لاہور کا صرف نام ہی ہے، ورنہ بمبئی ایڈیشن کی نفظ بلفظ نقل ہے، صرف اس قدر اضافہ ہے کہ روح کی جگہ نوح اور انسان کی جگہ حیوان یا زمین کی بجائے آسمان درج کر دیا ہوا ہے، گویا کتاب کو مہمل اور بے معنی بنانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، کتب فروش انہی عالموں کی طفیل کھاتے ہیں، مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے ذمے ان کا بھی کوئی حق ہے، جب ایسی علمی کتاب چھپوائی جائے، تو ضروری ہے کہ کسی عالم کی نظر سے گذر کر چھپے، مگر ان کتب فروشوں کا لالچ اور غرور انہیں اجازت نہیں دیتے، کہ کسی عالم سے درخواست کریں یا انہیں کچھ معاوضہ دے کر کام کرالیں،

یہاں متن بھی ہے اور شرح بھی، لیکن متن شرح سے زیادہ غلطیوں

سے بھرا ہوا ہے، اور شرح متن سے زیادہ، تاہم موجودہ شرح اسی کتاب کا ترجمہ ہے، کوشش تو یہ کی گئی ہے، کہ ان غلطیوں کی تصحیح کرنے کے بعد ترجمہ کیا جائے، اگر یہ ناظرین کرام خود ہی دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں کامیابی کہاں تک ہوئی ہے۔

یہ ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات پر چھپی ہوئی ہے، اخیر میں ایک خاتمہ طبع ہے، جو کسی صاحب نے بمبئی ایڈیشن کے لئے لکھا ہوگا، کیوں کہ اس سے یہی پایا جاتا ہے گو یا جون بدل گئی لباس نہیں بدلا۔

اس کتاب پر ۱۹۱۲ء لکھا ہوا ہے، مگر معلوم نہیں کہ یہ تاریخ اس لاہور ایڈیشن کی ہے یا یہ بھی بمبئی ایڈیشن سے نقل کی ہوئی ہے۔

۴۔ مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز قلمی۔ یہ نسخہ دربار عالیہ فضلیہ قادریہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

غالباً جلد ساز کی لاعلمی یا بے پروائی سے ورق آگے پیچھے لگے ہوئے ہیں بڑی محنت سے ان کی درست ترتیب معلوم کی گئی، افسوس یہ ہے کہ نامکمل ہے، چنانچہ اس میں صرف بیت نمبر ۶۵ سے لے کر نمبر ۱۴۵ تک کی شرح ہے، اور کل ۱۵۲ صفحات ہیں۔ ابتدا اور انتہا دونوں نہیں، صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت پرانی کتاب ہے اور کسی عالم کی لکھی ہوئی ہے۔ ابیات سرخ لکھے ہوئے ہیں اور شرح سیاہ۔

مطبوعہ ایڈیشن سے اس کا مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ مطبوعہ ایڈیشن میں مکمل شرح نہیں ہے بلکہ اس کا خلاصہ ہے، خلاصہ تو کسی نہ کسی طرح کیا ہوا ہے۔ کیونکہ بعض بعض ابیات کی شرح کا خلاصہ پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اتنی لمبی چوڑی عبارت کو چند الفاظ میں کیونکر سمیٹ دیا مگر کھائی چھپائی والوں کی مہربانی سے صحیح عبارت کہیں ملتی ہی نہیں۔ ایسی حالت میں خلاصہ کے حسن و قبح کا صحیح اندازہ لگانا محال ہے۔

۵۔ گلشن راز کا انگریزی ترجمہ از ای۔ ایچ۔ ونفیلڈ۔ ایم۔ اے مطبوعہ کلکتہ۔ یہ سنہ ۱۸۸۰ء کا چھپا ہوا ہے۔ دیباچہ کے علاوہ ۱۰۷ صفحوں پر ترجمہ ختم ہوتا ہے دیباچہ کے ۱۶ صفحے ہیں۔ دیباچہ میں مصنف کے حالات اور گلشن راز کا خلاصہ اور ان پر محققانہ بحث ہے تصوف اور فلسفہ یونان کا مقابلہ خوب کیا ہے۔

ترجمہ کے ساتھ ساتھ ضروری نوٹ بھی دئے ہوئے ہیں۔ ترجمہ بھی بہت اچھا ہے، مگر اکثر جگہ غلطیاں ہیں۔ جس کی زیادہ تر یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے پاس بھی کوئی مستند ایڈیشن موجود نہیں تھا۔ انھوں نے خود کوئی ایڈیشن تیار کر کے لندن میں چھپوایا۔ مگر میری نظر سے نہیں گزرا۔ تاہم ترجمہ کے مطالعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بہت کچھ مفید نہیں ہو گا۔

میں چونکہ اپنے ترجمہ میں اس ترجمہ کو بھی دیکھتا رہا ہوں۔ اس لئے شروع شروع میں مجھے خیال تھا کہ اس کی غلطیوں کی تصحیح یہاں کر دوں تاکہ جو صاحب اس ترجمہ کو پڑھیں انہیں فایدہ پہنچے۔ مگر آگے چل کر معلوم ہوا کہ ایسا کرنے کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ دو چار صفحے کافی نہیں۔

۶۔ (The secret rose gorden)

یہ فلورنس لیڈر صاحب کی تصنیف ہے۔ لنڈن میں سنہ ۱۹۲۰ء میں چھپا ہے اور چھوٹی تقطیع کے ۹۲ صفحوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں مفصل فہرست مضامین ہے۔ پھر مصنف کے حالات اور خلاصہ مضامین ہے اس سے آگے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

یہ ترجمہ نہیں بلکہ گلشن راز کے خیالات کو انگریزی نظم میں ادا کیا گیا ہے، یہ کتاب صرف اُن انگریزی دان اصحاب کے لئے مفید ہو سکتی ہے جو فارسی سے بالکل بے بہرہ ہوں مگر فارس والوں سے دلچسپی رکھتے ہوں۔

دیباچہ شارح

کتاب کے شروع میں شارح علیہ الرحمۃ کا دیباچہ ہے جس میں حمد و نعت اور شرح کا شان نزول درج ہے۔ حمد و نعت میں صنعت براعۃ استہلال استعمال کی ہوئی ہے اور شان نزول میں دوستوں کا الحاح و اصرار۔ ان کے سوا اور کوئی مفید مطلب بات نہیں۔ اس لئے اس کا ترجمہ درج نہیں کیا گیا۔

چونکہ ہر ایک فیض جو فیاض مطلق سے پہنچتا ہے۔ اسماء الٰہیہ کی وساطت سے ہی پہنچتا ہے۔ اس واسطے مصنف ؒ نے تبرکاً اور حدیث نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے اپنی کتاب کی ابتدا علیم حکیم (حق تعالےٰ) کے نام سے کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

۱- بنام آنکہ جاں را فکرت آموخت   چراغ دل بنور جاں برافروخت

ترجمہ- (شرع) اس کے نام سے (ہے) جس نے جان کو سوچنا سکھایا اور دل کے چراغ کو جان کے نور سے روشن کیا،

شرح- چونکہ تمام ارباب ملل متفق ہیں کہ سب سے اعلیٰ مطلب معرفت الٰہی ہے جو خواص کو استدلال (منطقی) سے اور اخص کو کشف سے حاصل ہوتی ہے کشف عبارت ہے انفصال و اتصال (یعنی خدا کا ظہور ان کو نظر آتا ہے جو دنیاوی علایق سے اپنے آپ کو الگ کر لیں (انفصال) اور خدا سے مل جائیں اتصال) اور دونوں فریق (خواص و اخص) کے نزدیک معرفت الٰہی کا راستہ فکر سے طے ہوتا ہے، فکر ایک سیر معنوی ہے ظاہر سے باطن کی طرف اور انسان کا باطن (یعنی روح) معانی کا ادراک کرنے والا اور علوم خداوندی کا سکھلانیوالا ہے اور علوم خداوندی (کی شان) وہ ہے کہ ملاء اعلیٰ (ملائکہ) اور انبیاء اولیاء کا علم خداوند تعالےٰ کے علم بے پایاں میں سے ایک قطرہ ہے پس اس نعمت

(یعنی معرفت بطریق فکرت) کی عظمت کے سبب فرمایا۔ "بنام آنکہ جان را فکرت آموخت" اور خدا تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ کی تصریح نہ فرمائی اور لفظ تحمید اسواسطے استعمال نہیں کیا کہ کمال انعام و فضل کی صفات پر حمد[1] الٰہی ہے اور بزرگ نعمتوں کا ذکر ہی گویا پوری حمد و ثنا کے برابر ہے[2] انسان کی انسانیت دل سے ہے (اِنَّمَا الْمَرْءُ بِاَصْغَرَیْہِ قَلْبِہٖ وَلِسَانِہٖ) کیونکہ دل روحانی علم و کمال کی فضیلت کی جگہ اور ظہورات الٰہی کے تقلب اور حالات ذاتی کے ظہور کا محل ہے اسلئے فرمایا "چراغ دل بنور جان برافروخت" اور چراغ دل بنور جان کہنے کی یہ وجہ ہے کہ قلب روح سے فیضیاب ہوتا ہے اور دل کو چراغ سے اسلئے نسبت دی کہ اندھیرے میں صرف چراغ کے لو سے چیزیں دکھائی دیتی ہیں اسیطرح کثرت کی تاریکی میں دل کی صفائی کے سوا وحدت حقیقی حاصل نہیں ہوسکتی نور کو جان سے اس واسطے نسبت دی کہ وہ (جان) تجرد کی صفائی سے جلا کی ہوئی ہے اور تعلقات کی کدورت سے پاک ہے اور انسان کامل (جو نظراً سب سے اول اور عملاً سب سے آخر ہے) کے طریق کے مطابق منعم حقیقی کی اس قیمتی [illegible] کا پہلے ذکر کیا۔ جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے (یعنی فکر) اور پھر اس نعمت کا جو کل انسان اور باقی عالم (یعنی دیگر حیوانات) پر شامل ہے اور یہ اس لئے کہ آدم کی خصوصیت اور جملہ عالم پر اس کا تقدم ذاتی معلوم ہو فرمایا۔

---

[1] جس حدیث کی طرف شروع میں اشارہ ہے اسمیں لفظ حمد موجود ہے آنحضرت فرماتے ہیں کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ (ہرایک مہتم بالشان کام جو اللہ تعالےٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جاوے ناتمام رہتا ہے) حمد کے معنی یہاں عام طور پر تسمیہ یعنے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لیتے ہیں۔

[2] نعمتوں کا ذکر حمد کے برابر اس طرح ہے کہ جب کوئی آدمی کسی سے یہ کہے کہ فلاں شخص مجھ پر بڑا مہربان ہے اس نے مجھے یہ و یہ دیا تو گویا وہ اس کی مہربانیوں کا شکر [illegible] کرتا ہو

[3] دیکھو بیت نمبر ۱۰۱۸

۲۔ ز فضلش ہر دو عالم گشت روشن ز فیضش خاکِ آدم گشت گلشن

ترجمہ۔ اس کے فضل سے دونو عالم روشن ہو گئے اور اسی کے فیض سے خاکِ آدم (جسمِ آدم) گلشن بن گیا۔

شرح۔ تجلی ظہوری کی دو قسمیں ہیں عام اور خاص۔ اوّل کو تجلی رحمانی کہتے ہیں۔ کیونکہ بلا خصوصیت تمام موجودات اس میں شامل ہے اور اسی رحمت کو رحمتِ امتنانی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ بغیر کسی نیک عمل کے سب کو وجود عطا کیا۔ اور فضل سے یہی تجلی مراد ہے۔ اور ہر دو عالم سے مراد غیب و شہادت۔ کیونکہ اسی تجلی کے ذریعے انوار وجود سے روشن ہوئے۔

قسم دوم یعنی تجلیِ خاص کو تجلیِ رحیمی کہتے ہیں۔ جس سے مومنوں صدیقوں اور صاحب دلوں کو معنوی کمالات کا فیض پہنچتا ہے۔ اس تجلی کو فیض سے تعبیر کیا ہے۔ اور اسی تجلی میں کافر مومن سے اگناہ گار فرمانبردار سے، ناقص کامل سے ممتاز ہے۔ اسی فیض خاص نے طینتِ انسانی کو گلشن بنایا۔ اور ہزار در ہزار گلوں کو معرفت اور تعینات کے رنگ سے مزین کر کے اس گلشن میں کھلایا۔

چونکہ کمال ذاتی وصفاتی کا اظہار قدیم بدیر کامل الارادہ (حق سبحانہٗ) کے ارادہ اور قدرت سے واقع ہوا ہے (یعنی مجبوراً یا اتفاقاً نہیں) اسلئے فرمایا۔

۳۔ توانائے کہ در یک طرفۃ العین ز کاف و نون پدید آورد کونین

ترجمہ۔ وہ قادر (مطلق) جس نے آنکھ کی ایک جھپک میں کاف و نون (کُن) سے دونو عالم کو پیدا کیا۔

شرح۔ یعنی قادر مطلق نے نظرِ جمالی کی ایک جھپک میں کُن کے حکم سے دونوں عالم کو پیدا کیا۔ نظرِ جمالی سے مراد خواہش خداوندی ہے۔ اور کاف و نون سے ارادہ کلیہ کی ظاہری صورت۔ کونین سے یہاں مراد اعیانِ ثابتہ[1] ہیں۔

[1] وہ صورتیں جو خدا کے علم میں تھیں۔ مگر خارج میں ابھی تک ان میں سے موجود نہ تھا۔

یعنی جمیع موجودات ظاہرہ و باطن کی اعیان ثابتہ (صور علمیہ) تجلی دوم یعنی تجلی واحدیت سے تفصیلات پا کر ممتاز ہوگئیں۔ مرتبہ واحدیت مرتبہ احدیت سے تنزلی کا مرتبہ ہے۔ جس طرح اسماء وصفات اصل ذات سے تنزل ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ جب ذات احدیت نے تعین اول کی خواہش کی تو ان صفاتی جلالات کے باعث احدیت۔ واحدیت والہیت ہوگئی تعین اول کو عقل کل۔ قلم۔ روح اعظم۔ ام الکتاب اور حقیقت محمدی کہتے ہیں۔

لہ اور یہ تعین وجوب (خدا) اور امکان (موجودات) کے درمیان برزخ جامع ہے یعنی خالق و خلق میں ایک قسم کی حد فاصل ہے۔

تلہ حق سبحانہ ایک وجود مطلق ہے۔ جس کے لئے شکل حد اور حصر نہیں۔ اس کے باوجود اس کا ظہور اور تجلی شکل اور حد میں ہوتا شکل اور حد کے نہ ہونے سے اس میں کوئی تغیر نہیں آتا جیسا آج ہے ہمیشہ سے ویسا ہی ہے۔ وجود ایک ہی ہے۔ صرف لباس اور تعینات مختلف ہیں۔ اور وہی وجود مطلق کل موجودات کی حقیقت ہے۔ یہاں تک کہ ایک ذرہ بھی اس کے وجود سے خالی نہیں۔ اور کل موجودات اسی سے قائم ہے۔ اس وجود مطلق کو من حیث الکنہ کوئی نہیں پا سکتا۔ کیونکہ محدث کا قدیم کی کنہ کو سمجھنا ناممکن ہے۔ اس ذات مطلق کے کئی مراتب ہیں۔

اول مرتبہ لاتعین و اطلاق ہے۔ اس مرتبہ میں وجود مطلق سب نعوت وصفات سے منزہ اور سب قیدوں سے پاک ہے کا نام مرتبہ احدیت ہے اور اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں۔ باقی سب مراتب اس کے نیچے ہیں۔

دوم مرتبہ تعین اول وہ اللہ تعالے کے علم ذاتی وصفاتی کا نام ہے۔ جس میں اجمالی طور پر تمام موجودات آجاتی ہیں۔ اگرچہ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا۔ اس مرتبہ کو وحدت اور حقیقت محمدی صلعم کہتے ہیں۔

سوم مرتبہ تعین ثانی وہ تعالیٰ کے علم ذاتی اور صفاتی کا نام ہے۔ جس میں موجودات کا ہر ایک فرد تفصیلی طور الگ الگ آجاتا ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور کل ظاہری و باطنی چیزوں کی ذوات نے اس تعین اول کی صورت میں بسبیل امتیاز (یعنی الگ الگ) علم حق میں جگہ پائی۔ یہ تجلی ہے نفس رحمانی کہتے ہیں۔ ممکنات کی صورتوں میں عالم حقیقت (حق) کے ظہور کا نام ہے۔ اور اسی تجلی سے تمام موجودات کو وجود عطا ہوا۔ سب سے پہلا مرتبہ جس نے یہ فیض قبول کیا۔ وہ تعین اول ہے لہٰذا فرمایا۔

۴۔ چو قاف قدرتش دم بر قلم زد ہزاراں نقش بر لوح عدم زد

ترجمہ۔ جب اس کی قدرت کے قاف نے قلم پر دم کیا۔ تو ہزاروں نقش

---

۵ مرتبہ دوم اور سوم دونوں تجلی علمی ہیں۔ صرف فرق حیثیت کا ہے۔ یعنی اجمال اور تفصیل کا۔ جب خدا کا تجلی اس کے علم میں مجموعی طور پر ہوتا ہے تو اسے حقیقت انسانی کہتے ہیں۔ اور جب وہی تجلی الگ الگ اور مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ تو انہیں اعیان ثابتہ حقایق کونیہ۔ اور صور علمیہ کہتے ہیں۔

اس مرتبہ سوم کو مرتبہ واحدیت یا حقیقت انسانی بھی کہتے ہیں۔

چہارم مرتبہ عالم ارواح ہے۔ جس میں اشیاء کونیہ مجردہ لغیر مادی (بسیط ترکیب سے پاک) شامل ہیں جو کہ اپنی ذات اور صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔

پنجم مرتبہ عالم مثال۔ وہ کوئی مرکب اور لطیف اشیاء کا نام ہے جن میں تقسیم اور توڑ جوڑ ممکن نہ ہو۔

ششم مرتبہ عالم اجسام۔ وہ کوئی مرکب اور کثیف اشیاء کا نام ہے جس میں تقسیم اور چیرنا پھاڑنا ممکن ہو۔

ہفتم مرتبہ تمام مراتب کا جامع ہے۔

اور ان سے پہلے کو مرتبہ الظہور کہتے ہیں۔ باقی سب مراتب ظہوری ہیں۔ انہیں سے آخیر مرتبہ انسان کا ہے۔ مگر جب ترقی کرتا ہے۔ تو سب مراتب اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ دیا ... اسے انسان کامل کہتے ہیں اور تمام مراتب پورے پورے طور پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے۔ مگر العبد عبد وان ترقی والرب رب وان تنزل۔ بندہ بندہ ہی ہے خواہ کتنی ترقی کر جاتے۔ خدا نہیں ہوتا۔ اور رب رب ہی ہے۔ خواہ کتنا تنزل ہو۔ بندہ نہیں بن جاتا ہے۔ (از تحفہ مرسلہ)

تختۂ عدم پر پیدا ہو گئے۔

شرح۔ یعنی ارادۂ الٰہی اور قوت نامتناہی نے نفس رحمانی سے جب ایجاد (تعین اول) کی۔ (قلم سے مراد وہی تعین اول ہے۔ جسے نفس رحمانی سے تعلق ہے۔ دیکھو شعر سابق) تو سب انداز اعیان روحانی و جسمانی کے نقش عدم کی تختی پر ڈال دیئے اور (عدم سے مراد عدم نسبتی ہے۔ (عدم مطلق نہیں) کیونکہ اعیان ثابتہ کو وجود خارجی کی نسبت سے عدم کہتے ہیں۔ اور قاف قدرت اس بات کی تنبیہ ہے۔ کہ پہلی چیز جس سے قدرت کا تعلق ہے وہ تعین اول ہے (قاف قدرت کا پہلا حرف ہے) اور تعین اول قلم ہے۔

چونکہ یہ بات گذر چکی ہے۔ کہ قدرت سبحانی نے نور رحمانی کے ساتھ اعیان کا اظہار اپنے علم میں کیا۔ تو ان صور علمیہ کی تحقیق وجود خارجی میں ممکن تھی۔ اور یہ بھی نفس رحمانی کا مقتضا ہی ہے۔ پس فرمایا:

نفس رحمانی

۵۔ ازاں دم گشت پیدا ہر دو عالم — وزاں دم شد ہویدا جان آدم

ترجمہ۔ اسی دم (یعنی نفس رحمانی) سے دو عالم پیدا ہو گئے۔ اور اسی دم سے روح آدم ظاہر ہوئی۔

شرح۔ یعنی ان دونوں نے تجلی شہودی پایا۔ اسی نفس رحمانی سے جو کہ معنوی صورتوں یعنی اعیان ثابتہ کو وجود اضافی (وجود مطلق نہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے دیکھو بیت نمبر ۳) بخشتا ہے۔ اور علم سے عین (صورت) میں آتا ہے۔ اس ظہور حق در صور مظاہر کو نفس رحمانیہ کہتے ہیں۔ اور اسے نفس انسانی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ جو ایک سادہ ہوا ہے۔ اور صورتوں کے لباس میں متلبس ہو جاتی ہے اور ذات احدیت جو کثرت سے بالکل پاک ہے جب مظاہر امکانیہ کے مراتب میں ظہور فرماتی ہے۔ تو اسماء و صفات کے اظہار کے لئے لباس کثرت میں متلبس ہو جاتی ہے۔ (یعنی ذات میں کثرت بالکل نہیں کثرت صرف اسماء و صفات میں ہے) اور چونکہ آدم کو بسبب جامعیت مراتب

(دیکھو شرح بیت نمبر ۴) خصوصیت ہے اس لئے تخصیص مذکور (مصرعہ دوم میں) کی گئی کہ اسی تجلی یعنی نفس رحمانی سے آدم (جو جوبی[1] (الہی) اور امکانی (انسانی کمالات کا جامع ہے) اس کی جان اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔

چونکہ آدم ذات کا مجلا اور اسماء و صفات الٰہی کا آئینہ ہے اس واسطے عقل و تمیز جو پوری پوری معرفت کے لئے ضروری ہیں ابتدائے پیدائش سے اسے دی گئیں اس لئے فرمایا۔

۴۔ در آدم شد پدید این عقل و تمیز کہ تا دانست ازاں اصل ہمہ چیز

ترجمہ۔ آدم میں یہ عقل اور قوت امتیاز ظاہر ہوئی۔ جس سے انہوں نے ہر ایک چیز کی اصل معلوم کر لی۔

شرح۔ چونکہ ایجاد سے مقصود شناخت موجب ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ[2] (پ ۲۷ ع ۲) اور ابن عباسؓ نے لِيَعْبُدُوْنَ کی تفسیر لیعرفون (میری معرفت حاصل کریں) سے کی ہے یعنی عبادت سے مراد معرفت لی ہے۔ اور اس کی بنیاد اس نکتہ پر ہے کہ عرفان دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے اول استدلال جو علماء کے ساتھ مخصوص ہے دوم صفائے قلب جو عرفا کا خاصہ ہے اور معرفت کشفی و شہودی (آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو دیکھنا جو عارفوں کا حصہ ہے) جسمانی، نفسی، قلبی اور روحی طاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس سبب (یعنی عبادت و طاعت) کا ذکر کیا اور رجحان مسبب (معرفت) مراد لیا۔ اس لئے کہ انسان کو یقین ہو جائے کہ ایجاد سے غرض معرفت شہودی[3] ہے۔ جو عبادت سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ استدلال

---

[1] واجب جو اپنے وجود و بقا میں کسی غیر کا محتاج نہ ہو۔ (حق تعالیٰ) اور ممکن جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم۔ (مخلوقات)۔

[2] میں نے جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔

[3] معرفت شہودی سے مراد وہ معرفت ہے کہ سالک مراتب کثرت اور موہومات صوری سے گذر کر توحید عیانی کے مقام پر پہنچ جاوے۔ اور اس کو تمام موجودات میں جلوہ حق بلکہ ہر شے عین حق نظر آنے لگے۔

نہیں اور اسماء وصفات کے اظہار کے لئے خداوند کی حکمت بالغہ کا یہی مقتضا
تھا۔ کہ مراتب کلیہ اور مظاہر جزویہ غیر متناہیہ پیدا کرے تا کہ خدا کی کلی و جزوی
(طاقتیں) ظاہر ہوں۔ اور اس منزل (جسم انسانی) کے رب اور مدبر (خالق)
کے اسم (یعنی صفت ربوبیت و تدبیر) کی سلطنت کے احکام ان صورتوں میں
تمام وکمال ظاہر ہوں۔ اور اسی نفس رحمانی کے ساتھ تمام صفات الٰہی پردہ سے
ظہور میں آئیں جس طرح انسان کا نفس دم لیتے وقت باہر نکلتا ہے۔ اور
تمام کمالات جو مرتبہ جمع میں مجمل ہوں مقام فرق میں مفصل ہو جاتے ہیں۔ اور
یہ بھی ہے۔ کہ جو کسی علم اور صفت سے خود بہرہ ور نہ ہو۔ وہ نہیں جان سکتا
کہ کسی دوسرے میں یہ صفت ہے۔ اور تمام موجودات صفات و اسماء الٰہی
کے مظہر ہے انہیں سے ہر ایک خاص خاص صفتوں کی مظہر ہیں مثلاً فرشتوں
(کی تسبیح و تقدیس) فرمایا۔ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (پ ۱ ع ۴)[۱] اور
شیطان کی غوایت و تضلیل جیسا کہ اس نے کہا ہے فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ
أَجْمَعِينَ[۲] (پ ۲۳ ع ۱۴) لیکن تمام صفات کا مظہر سوائے انسان کے اور کوئی
نہیں۔ اسی لئے عبادت و معرفت سوائے انسان کے کسی میں نہیں پائی جاتی اس
لئے فرمایا کہ در آدم شد پدید آں (عقل و تمیز) چونکہ آدم جو انسان کامل تھے تمام
اسماء وصفات الٰہی کے مظہر تھے۔ اس لئے عقل و تمیز جو جامعیت کے لئے لازم
ہے انہیں مل گئی۔ تا کہ اس سے ہر ایک چیز کی اصل جان لیں۔ کیونکہ اپنے
رب کے عارف ہو کر تمام اسماء وصفات کے عارف ہو جائیں گے۔ اس لئے
کہ تمام اسماء اسم کلی اللہ کے تحت میں آ جاتے ہیں جس طرح کلیات کی تحت
میں جزئیات۔ اور اس آیت سے بھی پایا جاتا ہے۔ ءَاَرْبَابٌ
مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (پ ۱۲ ع ۱۴) جدا جدا معبود اچھے

---

۱ ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔
۲ قسم ہے تیری عزت کی میں ان سب انسانوں کو ضرور گمراہ کروں گا

یا خدائے یگانہ وند بردست ۔۔ اشعار

تو ئیکہ مظہر ذات وصفات سبحانی بملک صورت و معنی تو عرش رحمانی

(اے انسان) تو ہی حق سبحانہ کے ذات وصفات کا مظہر ہے اور صورت و معنی کے ملک میں تو خدا کا عرش ہے۔ (قلوب المومنین عرش اللہ تعالیٰ)

کتاب جامع آیات کائنات توئی ازآنکہ نسخہ لاریب فیہ را جانی

کائنات کی جامع آیات تو ہی ہے (کیونکہ تمام مراتب انسان میں جمع ہیں) کیونکہ تو لاریب فیہ کیلئے جان ہے (لاریب فیہ سے مراد قرآن کریم جان سے مراد معنی اصلیت حقیقت)

تراست باہمہ انسی ازاں کہ تو بہمہ ازیں سبب تو مسمے باسم انسانی

تجھے ہر ایک سے انس ہے۔ کیونکہ تو ہر ایک کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اسی لئے تیرا نام انسان ہے ۔۔

اگر بکنہ کمال حقیقت برسی زخویشتن شنوی آں صدائے سبحانی

اگر تو اپنی کمال حقیقت کی کنہ تک پہنچ جائے۔ تو آوازِ سبحانی[1] تو اپنے آپ سے سنے۔ یعنی اگر تو اپنے آپ کو پہچان لے تو بس خدا کو مل جائے۔ (من عرف نفسہ فقد عرف ربہ)

چونکہ انسان تمام عالم میں سے برگزیدہ ہے۔ اور حقایق کی کلیات وجزئیات اس کی صورت میں جمع ہیں۔ اور نصف سیر عروجی[2] کا مبداء ہے (سیر عروجی مراد

[1] حضرت ابو یزید بسطامی رح نے فرمایا سبحانی ما اعظم شانی۔

[2] جس طرح وجود مطلق کے سات مراتب ہیں۔ اسی طرح انسانی کی ترقی کے لئے بھی مراتب ہیں۔ اسے سیر عروجی یا سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ وہ مراتب حسب ذیل ہیں ناسوت ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔ اور ہاہوت + (مبدا اس لئے کہ انسان سے کم درجہ کی مخلوقات میں یہ قابلیت نہیں) جب انسان خدا تعالیٰ سے مل جاتا ہے۔ تو پھر خلقت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تاکہ خلقت کو ہدایت کرے اسے سیر باللہ کہتے ہیں ۔۔

سیر الی اللہ ہے، اس لئے فرمایا۔

۷۔ چو خود را دید یک شخص معین ۔ تفکر کرد تا خود چیستم من

ترجمہ۔ جب آدم نے اپنے آپ کو ایک خاص شخص پایا۔ تو (اپنی حقیقت کو سمجھنے کے لئے) سوچنے لگا کہ میں کیا ہوں۔

شرح۔ اعیان موجودہ میں سے ہر عین (ذات) کے لئے دو اعتبار ہیں۔ ایک مِنْ حَیْثُ الْحَقِیْقَت۔ یعنی مظاہر ممکنات کی صورتوں میں اللہ تعالےٰ کا ظہور اور اسے تجلی شہودی کہتے ہیں۔

دوسرے مِنْ حَیْثُ التَّعَیُّنِ وَالتَّشَخُّص اور اس اعتبار سے اشیاء کو خلق و ممکن کہتے ہیں۔ اور تمام عیوب و نقائص اسی وجہ سے موجودات ممکنہ کے ساتھ منسوب ہوتے ہیں۔ وَمَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ (اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا) (پ ۱۴ع ۱۹) دوسرے اعتبار کی طرف اشارہ ہے (یعنی انسان کی ہستی باعتبار تعین و تشخیص فنا ہو جائے گی) وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ (اور جو کچھ اللہ تعالےٰ کے پاس وہ باقی رہے گا۔ پ ۱۴ع ۱۹) پہلے اعتبار کی طرف اشارہ ہے۔ (یعنی حقیقت ہی باقی رہنے والی ہے) اور تعین اشیاء ایک امر اعتباری ہے۔ اس جمیل (حق تعالےٰ) کے جمال کا ایک پردہ ہے جس نے مظاہر موجودات کے آئینہ میں جلوہ دکھایا ہے اور جن دو چیزوں میں ایسی نسبت نہ ہو۔ ان سے ایک دوسرے کی معرفت ممکن نہیں اور چونکہ حق تعالےٰ واحد بالذات اور کثیر الصفات ہے۔ اس واسطے حکمت الٰہی کا یہ تقاضا

۱؎ مثلاً مٹی کے مختلف کھلونے ہوتے ہیں۔ گھوڑا۔ گدھا۔ لوٹا۔ چڑیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر سب کو توڑ دیں۔ تو وہی اصلیت یعنی مٹی رہ جاتی ہے شکلیں اور ان کا تعین صرف ایک اعتباری بات ہے۔

۲؎ یعنی یہ صورتیں اور شکلیں جو الگ الگ اور مختلف نظر آتی ہیں یہ صرف اصل حقیقت کی پردہ دار ہیں۔ انہیں ظاہری صورتوں سے مختلف چیزیں اپنی ہستی ظاہر کر سکتی ہیں جب نہ ہوں۔ تو اصل حقیقت ہی حقیقت رہ جائے۔

ہوا۔ کہ انسان جو عارف حقیقی ہے۔ واحد[1] متشخص اور کثیر الصفات والافعال والقوی ہو۔ تاکہ اس جامعیت کے سبب معرفت کاملہ جو ایجاد ممکنات سے اصل غرض ہے اسے حاصل ہوا اور یہ جو عرفا کی عبارت میں "بَیْنَ الْوَحْدَتَیْنِ" آتا ہے اس سے وحدت حقیقی حق اور وحدت حقیقی انسان مراد ہوتی ہے۔ سب سے پہلی چیز جس کا انسان کو ادراک ہوتی ہے وہ اپنی ذات کی تعین ہے کیونکہ وجود کا دائرہ نصف دائرہ تنزلی کا اخیر درجہ ہے! اور مرتبہ انسانیت سیر رجوعی کا مبدا[2] ہے اور تفکر جو کثرت سے وحدت کی طرف ایک حرکت معنوی ہے۔ اسکے بغیر یہ سیر ممکن نہیں۔ اسلئے فرمایا کہ خود را دید یک شخص معین یعنی ایسے تعین کے ساتھ کہ اس تعین میں تمام حقائق اور کمالات حقیقی و مجازی درج ہیں +

"تفکر کرد تا خود چیستم من" یعنی تعین کو امکان۔ وسیلہ اور مقدمہ کیساتھ منسوب کرنا واجب سمجھا بدلیں مشابہت جو جامعیت کی حیثیت سے تھی۔ اور اسلئے کہ چیزیں اپنی مخالف چیزوں (ضدوں) سے پہچانی جاتی ہیں۔ (یہاں دونوں باتیں سمجھانی ضروری ہیں! اول تو یہ کہ حقیقت کے ساتھ مناسبت اور مشابہت رکھنے کے بدولت انسان حقیقت تک پہنچتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حقیقت نفس کے فرق سے اس کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے)۔

تفکر۔ سیر۔ سلوک جسکا موحد ذکر کرتے ہیں۔ اس سے انکی مراد سیر کشفی عیانی ہے نہ کہ استدلالی (دیکھو بیت ۶) کیونکہ استدلالی کشفی کے مقابلہ میں جہل کے برابر ہے۔ اور احدیت[3] کا تنزل کثرات امکانیہ میں احکام۔ اسماء اور صفات کے اظہار کیلئے مطلق کا مقید میں اور کل کا جزو میں جانا ہے اور یہ سیر جو انسان کا نقطہ اول یعنی احدیت تک پہنچتا ہے! اور سیر مقید بجانب مطلق اور جزو کی لسوئے

---

[1] یعنی ایک میں ہی مختلف صفات مختلف افعال اور مختلف قوتیں پائی جاتی ہیں۔

[2] توضیح کیلئے بیت ۳۰ ملاحظہ ہو۔

[3] دیکھو بیت ۳

کلی کے نام سے موسوم ہے۔ سیر شعوری انقباضی ہے اور حقیقت میں یہی سیر ہے
جو معرفت کشفی شہودی کے لئے لازم ہے۔ اس لئے فرمایا:۔

۸۔ ز جزوی سوئے کلی یک سفر کرد   وز انجا باز بر عالم گذر کرد

ترجمہ۔ جزوی (تعین آدم جو خلاصہ تعینات و کثرت ہے) سے کلی یعنی واحد مطلق
کیطرف ایک سفر کیا (سیر الی اللہ) اور وہاں سے پھر دنیا میں آگیا (سیر باللہ)

شرح۔ جزوی یعنی تعین آدم جو خلاصہ تعینات و کثرت ہے۔ اس نے کلی یعنی واحد
مطلق کی طرف ایک سفر کیا یعنی انسان کامل (آدم) سیر شعوری و رجوعی کے ذریعہ مقام
احدیت تک پہنچ گیا اور سیر الی اللہ ختم ہوئی۔ وہاں فنا و مقام اطلاقی تک پہنچنے کے
بعد پھر مرتبہ تقید میں واپس آیا کیونکہ ناقصوں کی تکمیل کیلئے حکمت الہی کا یہی مقتضا
تھا یعنی سیر باللہ سے واپس آیا۔ اور اس سیر باللہ میں سالک واصل عارف پر
ظاہر ہوگیا کہ حقیقت صرف ایک ہی ہے جو اشیاء کی کثرت کی صورت میں تجلی و
ظہور دکھاتی ہے اور ہر ایک تعین میں کسی خاص صفت کیساتھ ظہور کرتی ہے۔
اور کثرت کی نمود کثرت صفات کے اقتضا کے سبب ہے اور صفات کی کثرت
سے ذات واحد میں کثرت لازم نہیں آتی اور اسی سبب سے فرمایا:۔

۹۔ جہاں را دید امر اعتباری   چو واحد گشتہ در اعداد ساری

ترجمہ۔ پس انسان کامل نے (مقام احدیت سے واپسی کے وقت) جہاں کو
ایک امر اعتباری پایا جسطرح کہ ایک سب عددوں میں سرایت کرتا ہے۔

شرح۔ یعنی عارف نے اس سیر باللہ میں عالم کی تمام کثرتوں کو دیکھا۔ کہ اسی
ایک وجود سے قائم ہیں۔ پس صاف ظاہر ہوگیا کہ اس وجود واحد کے سوا اور کوئی
موجود حقیقی نہیں ہے اور یہ بے انتہا کثرت۔ کلیہ۔ اطلاق اور قید سب اس ایک
حقیقت کے مختلف اعتبارات ہیں۔ اور اشیائے مجرد کی غیریت اعتباری سے
زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ اور اس وجود واحد مطلق کی سیر کثرات میں ایسی ہی

لہ دیکھو بیت ۶

ہے جیسے 'ایک' کی سیر اعداد ہیں۔ کیونکہ اصل ہیں سارے اعداد 'ایک' کی تکرار سے بنتے ہیں۔ اور اعداد غیر متناہیہ کے مراتب ان کی خاصیتوں کے ظہور کی شرط ہے۔ تین ضرب تین سے طاق اور چار ضرب چار سے جفت عدد حاصل ہوتے ہیں۔ مگر سب خاصیتیں 'ایک' ہی کی ہیں اور یہ مراتب کی گرہیں۔ اس 'ایک' کی مختلف خاصیتوں کی مظہر ہیں اسی طرح موجودات امکانیہ کے مختلف مراتب جسے عالم کہتے ہو اسماء الہی کے ظہور کی شرط ہے۔ کیونکہ اگر کسی مجرم کا جرم نہ ہو۔ تو غفور و رحیم اور ضار (ضرر پہنچانیوالا) اور منتقم (اسماء الہی) کے احکام ظاہر نہ ہوسکے ۔

پس جب آدم یعنی انسان کامل نے موجودات کی کثرت کو اسی ایک حقیقت پر قائم دیکھا۔ تو اسکی نظر ہیں اور کوئی نہ رہا۔ اسلئے فرمایا:۔

۱۰۔ جہانِ خلق و امر از یک نفس شد ۔۔۔۔ کہ ہم آندم کہ آمد باز پس شد

ترجمہ۔ عالم خلق (جسمانی) اور عالم امر (روحانی) دونوں ایک نفس (رحمانی) سے پیدا ہوئے پس وہ نفس رحمانی جسوقت آیا اسی وقت واپس چلا گیا۔

شرح۔ خلق وہ عالم ہے جو مادہ و مدت سے موجود (عالم اجسام) اور امر وہ عالم ہے جو موجد کے حکم سے بے مادہ و مدت موجود ہو جائے (عالم ارواح)[1] پس عالم خلق و عالم امر دونوں ایک ہی نفس رحمانی (تجلی حق) سے کثرت کے آئینوں میں ظاہر دکھائی[2] ہوگئے۔ پس جب نفس رحمانی موجودات ممکنہ پر وجود عام کا فیض سیر نزولی کے ذریعے پہنچا چکا۔ اور تنزل کے آخری مرتبہ یعنی مرتبہ انسانی تک پہنچ چکا تو اسی وقت سیر رجوعی سے واپس چلا گیا۔ یعنی قید اور کثرت کو چھوڑ کر نقطۂ آخر سے اول تک پہنچ گیا اور 'مطلق' ہو گیا۔

چونکہ کثرت کے مراتب صرف امر اعتباری ہیں۔ پس یہ آنا جانا بھی

---

[1] الا لہ الخلق والامر (پ ۸ ع ۱۴)

[2] نفس رحمانی دیکھی کے لئے دیکھو بیت ۔۔۔

اعتباری ہی ہے۔ اسی لحاظ سے فرمایا:۔

۱۱۔ ولے ایں جائیگہ آمد شدن نیست   شدن چوں بنگری جز آمدن نیست

ترجمہ۔ لیکن اسجگہ آنا جانا کچھ بھی نہیں جانیکو جب (غور سے) دیکھو تو وہ آنا ہی ہے۔

شرح۔ یہ ثابت ہوگیا کہ سوائے واحد مطلق کے اور کوئی وجود حقیقی موجود نہیں ہے اور اشیا کا وجود صرف تجلی حق ہے۔ اشیا کی صورت ہیں۔ پس کثرت مراتب محض امور اعتباری ہیں۔ اسلئے اُن میں حقیقت (حق) کا آنا جانا بھی صرف اسلئے ہے کہ سالک کو اشیا میں سے ایک کی نسبت دوسرے کا مرتبہ اور ایک کا دوسرے پر تقدم معلوم ہو جائے۔ اگر آنا جانا حقیقی ہوتا تو سیر نزدلی میں حقیقت جب ایک مرتبہ سے نیچے اترتی پہلا مرتبہ بالکل معدوم ہو جاتا[1]۔ اور اسی طرح انسان جب ترقی کرتا تو سیر عروجی میں اسکی بھی یہی حالت ہوتی یعنی اسکی ترقی کی حد (مقام الطلاق) سے نیچے نیچے سب چیزیں فنا ہو جاتی ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اشیا کی ہستی جسطرح پہلے نظر آتی تھی ویسے ہی رہتی ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنا جانا رحمانی تجلیات کے تجدد کا نام ہے اور اس سخن کی اصلیت یہ ہے کہ جلا اور استجلا ذات احدیت کے لوازم میں سے ہیں[2]۔ اسلئے تجلی رحمانی کا فیض موجودات پر ہمیشہ رہتا ہے۔ اور اشیا امکان ذاتی کے سبب آناً فاناً فنا ہوتی رہتی ہیں اور تجلی حق کے فیض سے پیدا ہوتی رہتی ہیں اور فیض رحمانی کے تجدد میں اس قسم کی سرعت ہے کہ اسکے آنے جانیکا ادراک ممکن نہیں۔ بلکہ اسکا آنا جانا ہے اور جانا عین آنا اور حقیقت میں یہ آنا جانا اعتباری ہے حقیقی نہیں۔ (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے)

مقام شہود[3] میں صرف حق تعالےٰ ہی نظر آتا ہے۔ اسلئے فرمایا:۔

---

[1] جسطرح مثلاً زید مکان کے اندر سے باہر چلا گیا تو مکان کے اندر زید نہیں رہا۔

[2] جلا ظہور ذات اپنی ہی ذات میں اور استجلا ظہور ذات تعینات یعنی موجودات میں۔

[3] شہود وہ مقام ہے جہاں سالک مراتب کثرات سے گذر کر توحید عیانی تک پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سوائے حقیقت کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

۱۲۔ باصلِ خویش راجع گشت اشیا　　ہمہ یک چیز شد پیدا و پنہاں

ترجمہ۔ جملہ اشیاء اپنے اصل (یعنی حقیقت) کی طرف راجع ہوئیں اور سب ظاہر اور پوشیدہ چیزیں ایک ہو گئیں۔

شرح۔ اشیاء کثرت کا نام عالم ہے جو حقیقت میں عدم ہے۔ (یعنی کوئی ہستی نہیں رکھتا) اور سب کا اصل حق تعالیٰ ہے۔ کیونکہ حقیقت میں ہر ایک چیز کا حاصل اسی کی ہستی ہے اور عالم جو خود نیستی ہے خدا تعالےٰ کی ہستی سے ہست ہے۔ (ہمہ از اوست) اور سب کا رجوع اسی کی طرف ہے۔ بلکہ درحقیقت سب کچھ وہ خود ہی ہے (ہمہ اوست)
پنہاں سے مراد عالم غیب و امر ہے اور پیدا سے عالم شہادت و خلق یک چیز شد یعنی غیریت جو ظاہر میں تھی احدیت کے تجلی میں محو ہو گئی۔ (احدیت اس وہمی دوئی کو دُور کر دیتی ہے) اور وحدتِ محض ظاہر ہو گئی۔

چونکہ وحدت کا ظہور نقش کثرت میں (یعنی پیدائش و ایجاد) اور کثرت کی بازگشت وحدت کی طرف (یعنی مرگ و فنا) نفس رحمانی کے آثار ہیں اسلئے فرمایا:۔

۱۳۔ تعالی اللہ قدیمے کو بیک دم　　کند آغاز و انجام دو عالم

ترجمہ۔ رفیع و عظیم ہے وہ خداوند کریم کہ ایک دم (نفس رحمانی) سے آغاز کرتا ہے یعنی ممکنات کو پردۂ عدم سے وجود میں لاتا ہے اور اسی دم سے دونوں عالم کا انجام کرتا ہے یعنی کثرت نور وحدت میں مل جاتی ہے۔

چونکہ کثرت وحدت ہی کے مختلف اعتبار اور ظہور ہیں اس لئے فرمایا:۔

۱۴۔ جہانِ خلق و امر اینجا یکے شد　　یکے بسیار و بسیار اندکے شد

ترجمہ۔ جہانِ خلق (عالم اجسام) و جہانِ امر (عالم ارواح) یہاں دونو ایک ہو گئے۔ ایک بہت سے اور بہت سے تھوڑے ہو گئے۔

شرح۔ عالم غیب اور عالم شہادت کی کثرت مقام وحدت الوجود مطلق میں سب ایک ہیں اور تجلی میں اس ایک (یعنی وجود واحد) کے ظہور نے دیکھنے سے دکھائے اور سیر عروجی (یعنی سیر الی اللہ) میں وہی بسیار جو صرف نمود کثرت ہے۔

تھوڑی ہوگئی یعنی وحدت حقیقی کی طرف واپس چلی گئی۔

جو شخص تعداد اشیاء (کثرت) کو حقیقی سمجھتا ہے اور وحدت الوجود کا منکر ہے اسکی تردید کیلئے فرمایا:۔

۱۵۔ ہمہ از وہم تست این صورت غیر کہ نقطہ دائرہ است از سرعت سیر

ترجمہ۔ یہ کثرت وغیریت سب تیرے اپنے وہم کا نتیجہ ہے جسطرح کہ ایک نقطہ رفتار کی تیزی سے دائرہ (کی شکل میں نظر آتا) ہے۔

شرح۔ یعنی غیریت اور کثرت کی نمود وہم خیال سے ہے ورنہ حقیقت میں ایک نقطۂ وحدت ہی ہے۔ کہ مختلف ذاتوں (تعینات) کے فنا و پیدائش کی سرعت سے ایک گول خط کی شکل لیتا ہے (اور یہ اختلاف صفات الہی کے اختلاف کے سبب ہے) اور تعینات حسی کے تجدد سے حرکت معلوم ہوئی۔ تعینات متواترہ کی کثرت سے وقت کا وہم ہوا۔ اور اس خیالی کثرت غیر متناہیہ کی نمود شروع ہوئی جب آگ کے نقطہ کو تیز سے حرکت سے پھرائیں تو دائرے کی صورت نظر آتی ہے۔ حقیقت میں سوائے اس نقطہ کے اور کچھ نہیں۔ اسیطرح نقطہ وحدت ہی ہے کہ تجلیات غیر متناہیہ کی سرعت تجدد سے موجودات ممکنہ کے دائرہ کی صورت میں نظر آتا ہے اور چونکہ ایسا ہے اسلئے فرمایا:۔

۱۶۔ یکے خط است ز اوّل تا باخر بر او خلق جہاں گشتہ مسافر

ترجمہ۔ شروع سے اخیر تک صرف ایک خط ہے جس پر جہان کے لوگ سفر کرتے ہیں۔

شرح۔ اول موجودات (عقل اول) سے لیکر آخری منزل مرتبہ انسانی یعنی مرتبہ انسانی سے لیکر مرتبہ الہیہ تک (جس سے دائرہ کا آخری نقطہ ملتا ہے) ایک گول خط معلوم ہوتا ہے جو نقطۂ وحدت کے تجدد تعینات سے ظاہر ہوتا ہے اس خط پر جہان کے لوگ مسافر ہیں۔ جو پردے سے ظاہر ہوتے ہیں اور ظاہر سے پوشیدہ۔ جان جسم جو عقول و نفوس کا آغاز و انجام اور تقدم و تاخر نقطہ وحدت کی نسبت [illegible]

منحصر ہے۔ (یعنی جو چیز اس سے زیادہ قریب ہوگی وہ مقدم ہوگی جو بعید ہوگی وہ مؤخر)

نعت سید کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چونکہ اس راہ میں آنا جانا بغیر ایسے راہبر کے جسمیں کمال اعتدال خداوندی ہو حکمت سے بعید ہے اسلئے فرمایا:۔

۱۷۔ دریں رہ انبیا چوں ساربانند   دلیل و رہنمائے کاروانند

ترجمہ۔ اس رستے میں (جسکا ذکر اوپر آیا ہے) انبیا علیہم السلام ساربان کی مانند ہیں۔ رستے کے رہبر اور کارواں کے رہنما ہیں۔

شرح۔ یعنی اس راہ مبدا و معاد میں انبیاءؑ جنکو اپنے اپنے ذاتی کمال کے مطابق امور۔ منازل۔ مراحل۔ ممدات و موانع کی حقیقتوں سے واقفیت حاصل ہے ساربان کی مانند ہیں اور انبیا کو ساربان سے تشبیہ دینے میں ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ صوفیوں کی اصلاح میں نفس انسانی کو جس وقت کہ وہ ریاضت اور نفسانی خواہشوں کی مخالفت پر مستعد ہو۔ بقرہ (گائے) کہتے ہیں اور سلوک میں مشغول ہونیکے بعد اسے بدنہ کہتے ہیں۔ اور بدنہ وہ شتر ہے جسے عید اضحےٰ کے دن مکہ معظمہ میں ذبح کرتے ہیں۔ خلاصہ سخن یہ ہے کہ چونکہ انبیا علیہم السلام خلق کی ہدایت کے لئے ہیں اور ہدایت حقیقی جو مبدء کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے اسی گروہ کے لائق ہے جنہوں نے بدنۂ نفس کو خواہشوں کی مخالفت اور اختیاری موت[۱] کی تیغ سے ذبح کیا ہوا ہے گویا کہ انبیا علیہم السلام کی بعثت اسی گروہ کے نفوس کو منزل (مقصود) تک پہنچانے کیلئے ہے اگرچہ حکم نبوت سب پر شامل ہے تاہم فرمایا۔

۱۸۔ وزیشاں سید ما گشت سالار   ہم او اول ہم او آخر دریں کار

ترجمہ اور ان سب نبیوں میں سے ہمارے سردار (جناب محمد[۲] صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بزرگ و مقدم ہیں۔ اور اس کار (نبوت) میں وہی اول[۳] ہیں

---

[۱] یعنی مجبوری اور طبعی موت نہیں بلکہ خواہشات کے مارنے کا نام موت ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پیشتر مرجاؤ) [۲] سید الکونین ختم المرسلین۔ [۳] آخر آمد بود فخر الاولین

اور وہی آخر فرمایا۔

۱۹۔ احد در میم احمد گشت ظاہر   درین دور اول آمد عین آخر

ترجمہ۔ احد (حق تعالیٰ) احمد کی میم میں ظاہر ہو گیا۔ اور پہلا عین (عقل کل اور عقل اول) اس دور میں پیچھے ہو گیا۔

شرح۔ اسماء۔ صفات۔ نسب اور تعینات کی زیادتی کی نفی کے باعث احد اسم ذاتی ہے اور میم احمد سے مراد تعین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے (دیکھو مراتب وجود مطلق) یعنی احد (حق تعالیٰ) آنحضرت میں ظاہر ہوا کیونکہ حقیقت احمد ہی احد کی حقیقی مظہر[1] ہے اور میم احمد سے اس دائرہ کیطرف اشارہ ہے جو حقیقت محمدی صلعم کا مظہر ہے اور میم اس لئے کہا کہ تمام مراتب کو نیہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جز و ہیں فرمایا۔

۲۰۔ ز احمد تا احد یک میم فرق است   جہانے اندراں یک میم غرق است

ترجمہ۔ احمد سے احد تک ایک میم کا فرق ہے اور ایک جہان اس میم میں ڈوبا ہوا ہے۔

شرح۔ حرف میم عدد میں چالیس ہے (بحساب جمل) اور از روئے کلیۃ موجودات کے مراتب بھی چالیس ہیں پس سب صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور معنی کیطرح ہے۔ (بمبئی ایڈیشن جس میں صرف تین ہے۔ اسمیں یہ شعر نہیں ہے۔

۲۱۔ بدو ختم آمدہ پایانِ ایں راہ   بدو منزل شدہ ادعوا الی اللہ

ترجمہ۔ آپ پر ہی یہ رستہ ختم ہوتا ہے اور آپ پر ہی ادعوا الی اللہ نازل ہوا۔

شرح۔ انبیاء علیہم السلام کو دعوت کی راہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک پر ختم ہے۔ یہانتک کہ جناب سب نبیوں کے تاریخ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] جیسا کہ ایک شاعر نے آنحضرت کی زبان سے کہا "ظہور تو بمن است و وجود من از تست"
فَلَسْتَ تَظْهَرُ وَلَولَایَ لَمْ اَکُنْ لَولَاکَ تیرا ظہور مجھ سے ہے اور میرا وجود تجھ سے یعنی میں نہ ہوتا تو تیرا ظہور نہ ہوتا۔ اور تو نہ ہوتا تو میرا وجود ہی نہ ہوتا۔

کی نبوت جسطرح ازلی تھی اسیطرح ابدی ہوگی! ور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور خدا تعالیٰ کے جامع اسم اللہ کا مظہر ہے (دیکھو بیت ٹ) اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوا۔ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ (پ۱۳ ع ۶)[1] یعنی (کہدے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ) توحید ذاتی کا طریق جسے صراط مستقیم کہتے ہیں میرا حقیقی راستہ ہے۔ کیونکہ میں محمد ہوں اور میں خلقت کو خدا تعالیٰ کے اسم جامع "اللہ" کے ساتھ بصیرت سے بلاتا ہوں۔ کیونکہ میں اسکا مظہر ہوں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز و انجام کی جامعیت کے باعث سب حقیقی واقفیت رکھتے تھے! ور جانتے تھے کہ اشخاص عالم میں سے ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی نہ کسی اسم کی ربوبیت (نگہداشت و پرورش) کے نیچے ہے! ور اسی اسم کا بندہ و پرورش یافتہ ہے جسکا وہ مظہر ہے۔ پس ان سکون مختلف اسماء (الٰہیہ جنکے زیر سایہ وہ ہیں) کے عوض ایک نام "اللہ" کیساتھ دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ میں تمام نام آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (دیکھو بیت ٹ) دعوت بر بصیرت کے یہ معنی ہیں کہ ایک اسم کی نسبت اس سے اعلیٰ اسم سے پکارے۔ ورنہ ذات احدیت کا سریان سب اشیا کیساتھ برابر ہے ٭

چونکہ ہر ایک سالک کا مقام اسکے حال کے لائق اور مطابق ہوتا ہے اسلئے فرمایا۔

۲۲۔ مقام دلکشائیش جمع جمع است   جمال جان فزائیش شمع جمع است

ترجمہ: "شمع جمع" آنجناب کی دلکشائی کا مقام ہے۔ اور آپ کا جمال جانفزا سب کیلئے روشنی نا شمع ہے۔

شرح۔ جو کچھ خدا تعالیٰ کیطرف سے محض موہبت سے سالک کے پاک دل پر وارد ہوتا ہے! ور بغیر سالک کے عمل کے ظہور نفس سے زائل ہو جاتا ہے اسے حال کہتے ہیں! ور جب حال دائمی ہو جائے اور سالک کو اسکا ملکہ ہو جائے تو اسے مقام کہتے ہیں بسبب اسکے سالک کی اقامت کے اور چونکہ حال و مقام ارباب قلوب (صاحبدلوں) کی خصوصیات

---

[1] میرا طریق تو یہ ہے کہ سب کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اور یہ جان بوجھ کر کرتا ہوں۔

(سپارہ ۱۳ - ع ۶)

ہیں سے ہیں۔ اسلئے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی دلکشائی کا مقام شمع جمع ہے اور "جمع"
اس گروہ کی اصطلاح میں فرق کے مقابل ہے۔ اور فرق حق اور خلق کے درمیانی پردہ
کو کہتے ہیں یعنی تمام خلقت دیکھتی ہے کہ حق ہر طرح سے خلقت سے الگ ہے اور اسکا
غیر ہے۔ اور جمع مشاہدہ حق بغیر خلق کے ہے۔ اور جمع الجمع شہود خلق قائم بحق ہے یعنی
حق بہمہ موجودات میں جلوہ فرماتا ہے اور اس مقام کو فرق بعد الجمع اور فرق ثانی کہتے
ہیں۔ اور صحو بعد المحو بھی کہتے ہیں۔ اور اس سے اعلےٰ کوئی مقام نہیں۔ آنحضرت صلعم کا
جمال جانفزا یعنی تمام صفات و اجماع کے کمالات کی جامعیت اور جمال جانفزا سے یہی
مراد ہے۔ جمع کی شمع ہے یعنی تمام کاموں کے قلوب و ارواح کی انجمنوں کی روشنی ہے فرمایا۔

۲۳۔ شدہ او پیش دولہا جملہ در پے — گرفتہ دست جانہا دامن وے

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہیں اور سب دل انکے پیچھے۔ اور جانوں کے
ہاتھ نے انکا دامن پکڑا ہوا ہے +

شرح یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و ولایت میں سب سے آگے اور سب
سے زیادہ ہیں۔ اور کلی طور پر عالم اطلاق کیطرف متوجہ ہیں یعنی عالم قید سے گذر دان اور
تمام انبیا و اولیاء کے دل تابع ہو کر پیچھے پیچھے اصلی مقام کیطرف جاتے ہیں اور انکی
ارواح مقدسہ نے اپنا دست متابعت (پیروی) و مبایعت (بیعت) آنحضرت صلعم
کے دامن میں ڈالکر کثرت کے حجاب سے خلاصی پائی -

چونکہ انبیا کے وارث اولیا ہیں اسلئے فرمایا:-

۲۴۔ درین رہ اولیا باز از پس و پیش — نشانے مے دہند از منزل خویش

ترجمہ۔ اس راہ میں اولیا آگے پیچھے سے اپنی اپنی منزل کا پتہ دیتے ہیں۔

شرح یعنی اس خط متدبر (بیت ۱۵) موہوم میں جو آغاز و انجام کے اعتبار
سے ایک جنگل بن گیا ہے۔ اولیا جو کہ مقام بے نشانی میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور انبیاء
علیہم السلام کی متابعت کے سبب وہ بھی آگے پیچھے ہیں یعنی جسطرح انبیا میں کمال
مرتبہ کے لحاظ سے تقدم و تاخر ہے۔ اولیا جو انبیا کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ان میں

بھی تفاوت مراتب ہے اور اس وجہ سے ہر ایک اپنے حال و مقام کا پتہ اور نشان دیتا ہے جنکی سیر اس کی کاشفہ (عینی) کے طور پر کی ہوئی ہے فرمایا:

۲۵۔ بحد خویشتن گشتند واقف سخن گفتند از معروف و عارف

ترجمہ اپنی حد سے آگاہ ہوکر (یعنی اپنی منزل پر پہنچ کر) معروف و عارف کی باتیں کرتے ہیں۔

شرح۔ عارف سے وہ سالک مراد ہے جو کہ مقام تقید سے مقام اطلاق میں سیر کر جائے اور معروف سے مراد حق تعالیٰ ہے کہ سب کا مبدا و معاد ہے۔

۲۶۔ یکے از بحر وحدت گفت انا الحق یکے از قرب و بعد و سیر زورق

ترجمہ۔ بحر وحدت میں سے ایک نے 'انا الحق'[۲۴] کہدیا اور ایک 'قرب'، 'بعد' اور کشتی کی سیر کے متعلق باتیں کر رہا ہے۔

شرح۔ قرب سے مراد قطرہ کی سیر دریا کیطرف اور مقصد حقیقی کو پہنچنا اور صفات[۲۵] الٰہی سے متصف ہونا ہے اور 'بعد'[۲۶] سے مراد صفات بشر اور لذات نفسانی کی قید میں تقید جو کہ مبداء حقیقی سے دوری کا باعث ہے۔ اور سیر حقیقت حال سے بے خبری اور 'سیر زورق' کے معنے فطرت انسانی سے پار ہونا اور کثرت کی موجوں سے گذر کر مقام وحدت میں پہنچنا 'زورق' سے مراد نشاء انسانی کے تعین کی کشتی اور تعین انسانی کو زورق کیساتھ اسواسطے مخصوص کیا۔ کہ توحید عیانی کے دریا کی سیر میں انسانی فطرت کے سوا کسی اور کو دخل نہیں ورنہ حقیقت میں تعینات صوری و معنوی میں سے ہر تعین بحر وحدت کی کشتی ہے۔

۲۷۔ یکے را علم ظاہر بود حاصل نشانے داد از خشکی بساحل

ترجمہ۔ ایک کو علم ظاہری سے بہرہ تھا۔ اسلئے اُس نے ساحل کی خشکی کا پتہ[۲۷] دیا۔

---

[۲۴] دیکھو جواب پنجم [۲۵] دیکھو جواب ہفتم

[۲۶] تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی عادتیں پیدا کرو) حدیث

[۲۷] دیکھو جواب پنجم [۲۸] دیکھو جواب دہم

شرح ایک کو علم شریعت حاصل تھا اور باوجود کمال معنوی کے علم ظاہر کے احکام اسپر غالب تھے۔ کہ قسمت ازلی نے اسے یہ بھی دیا ہوا تھا پس اپنے حال کے مقتضا سے وہ ساحل کی خشکی کا نشان دیتا تھا۔ (خشکی ساحل سے مراد شریعت ہے) کیونکہ سلامتی خشکی میں حاصل ہوتی ہے۔

بدریا در منافع بے شمار است — وگر خواہی سلامت برکنار است

۲۸۔ یکے گوہر برآورد و ہدف شد — یکے بگذاشت آن نزد صدف شد

ترجمہ۔ کسی نے موتی نکال لیا (یعنی راز حقیقت کو پردہ سے نکال دیا اور منصور کیطرح انا الحق کہدیا) اور (تیر ملامت کا) نشانہ بنا اور کوئی موتی کو چھوڑ کر سیپ[۱] کے پاس گیا۔

شرح یعنی بحر حقیقت کے غوطہ زنوں میں سے ایک گروہ احکام ظاہری کے سیپوں میں سے گوہر اسرار نکال لایا اور اسکا اظہار کرنے لگا اور خلقت کے طعن و ملامت کے تیر کا نشانہ بنا اور دوسرے گروہ یعنی اولیا نے گوہر اسرار کو ویسے کے ویسے ہی سیپوں میں پوشیدہ رہنے دیا اور زبانی جو کچھ کہا۔ وہ شریعت اور طریقت کے سیپ کی شرح اور بیان تھا۔ (نہ کہ حقیقت و معرفت کے گوہر کا) اور بعض اور اولیا تھے جنہوں نے چاہا کہ مشاہدات و مکاشفات کا اظہار ایسے طریقے سے کریں کہ ہر ایک آدمی ان کے معانی کو پہنچ نہ سکے انہوں نے اشارہ کنایہ سے کام کیا۔ اور انکا کلام نہایت غور و تامل سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

چونکہ موجودات ممکنہ کی نسبت واحد مطلق کے وجود کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسے جزو کی نسبت کل کیساتھ اسلئے فرمایا:۔

۲۹۔ یکے در جزو و کل گفت این سخن باز — یکے کرد از قدیم و محدث آغاز

ترجمہ کوئی جزو و کل کی باتیں کرتا[۲] ہے اور کسی نے قدیم و محدث کا ذکر شروع کر دیا[۳]۔

---

[۱] دیکھو جواب ششم تمثیل دوم اور جواب دہم۔

[۲] دیکھو جواب یازدہم۔ [۳] دیکھو جواب دوازدہم۔

شرح یعنی اولیاء جو مقربان درگاہ ہیں حقیقت حال سے واقف ہوکر خدا تعالیٰ کے مختلف مراتب اطلاق تقید ظہور اور مختلف شانوں کو عبارت اور اشارت سے تعبیر کرنے لگے۔ اسلئے فرمایا۔

۳۰۔ یکے از زلف و خال و خط بیاں کرد   شراب و شمع و شاہد را عیاں کرد

ترجمہ۔ کسی نے زلف خال اور خط کا بیان کیا[۵۱] اور شراب شمع اور شاہد[۵۲] کو ظاہر کیا۔

شرح۔ کثرت کو زلف و خط سے اسلئے تشبیہہ دی ہے کہ وہ روئے وحدت کو ڈھانپنے والی ہے اور نقطۂ وحدت کو خال سے تشبیہہ دی ہے تاکہ غیر نظروں کی آنکھ سے پنہاں رہے اور عشق ذوق اور سکر کو شراب سے اور نور الہی کے پرتو کو جو سالک کے دل میں کئی طریقوں سے ظہور کرتا ہے۔ شمع کیا تھا اور ذات مطلق کے جمال کے تجلی کو معشوق ظاہری کیا تھا۔

۳۱۔ یکے از ہستئ خود گفت و پندار   یکے مستغرق بت گشت و زنار

ترجمہ۔ ایک نے اپنی ہستی و پندار (خودی و غرور) کا ذکر کیا اور ایک بت و زنار (توحید حق) میں مستغرق ہو گیا[۵۳]۔

شرح۔ سالک جنہوں نے راہ طریقت اپنے پاؤں سے طے کیا ہوا ہے جانتے ہیں۔ کہ منزل مراد تک پہنچنا نفی و اثبات کے وسیلہ کے بغیر میسر نہیں ہو سکتا اس واسطے سالک کو شروع میں لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں تاکہ کلمہ لا سے تمام اغیار کی جو ظاہری نمود رکھتے ہیں نفی کرے اور کلمہ الا اللہ سے وحدت حقیقی کا اثبات کرے[۵۴] اور سالک کیلئے ہستی اور پندار خودی کا سا کوئی مانع نہیں ہے۔ اسلئے بعض اولیاء حجاب ہستی اور پندار خودی کے متعلق بتاتے ہیں اور ان سے ڈراتے ہیں اور بعض اولیا باوجود توحید میں استغراق (بت) سے یہی مراد ہے کہ کمر جان پر زنار خدمت باندھتے ہیں۔

---

[۵۱] دیکھو جواب سیزدہم۔ [۵۲] دیکھو جواب چہاردہم۔

[۵۳] دیکھو جواب پانزدہم۔

[۵۴] نفی و اثبات کے مختلف معنوں کیلئے دیکھو کشف المحجوب باب اصطلاحات۔

چونکہ خدا کا تجلی مختلف استعدادوں و قابلیتوں کے مطابق مختلف ہوتا ہے
اسلئے ضروری ہے کہ ہر ایک سالک الگ رستہ چلے اور ہر ایک عارف کسی اور ہی
منزل کا پتہ دے۔ اسلئے فرمایا:۔

۳۲۔ سخنہا چوں بوفق منزل افتاد — در افہام خلائق مشکل افتاد

ترجمہ۔ باتیں چونکہ اپنی اپنی منزل کے مطابق ہیں اسواسطے لوگوں کی عقلوں
کو (انکا سمجھنا) بہت مشکل ہوگیا +

شرح۔ یعنی چونکہ اولیاء میں سے ہر ایک فیض (الہی) کی خصوصیات کی بنا پر
دیتی اس لئے کہ ہر ایک کیف فیض الہی کے مختلف درجے ہوتے ہیں، اپنے اپنے وجدان کی
تعبیر اپنے اپنے مقام کے مطابق کرتا ہے اور اس گلشن میں ہر ایک بلبل نیا نغمہ ہی
گاتی ہے۔ یہ مراتب کا فرق مشکلات کا موجب ہے اور اسکا سمجھنا لوگوں کی عقلوں
کیلئے مقامات اولیاء سے ناواقفیت کے سبب بہت مشکل ہے پس قابل طالب
جسکی دامنگیر طلب ہو اور ایسی عبارت سے حیران ہوگیا ہو۔ اسکے لئے ان اصطلاحات
(فرق مراتب) کا جاننا ضروریات میں سے ہے۔ اسلئے فرمایا:۔

۳۳۔ کسے را کاندریں معنی است حیراں — ضرورت باشد اش دانستن آں

ترجمہ۔ جو شخص ان معانی کے سمجھنے میں حیران ہو۔ اسکے لئے ان (اصطلاحات و
فرق مراتب) کا جاننا بہت ضروری ہے۔

شرح۔ چونکہ اس گروہ کے علوم و معارف وجدانیات میں سے ہیں۔ (یعنی پڑھنے
پڑھانے سے حاصل نہیں ہوسکتے بلکہ عملی طور پر انہیں منازل و مراحل کو طے کرنے سے معلوم
ہوسکتے ہیں) جیسے درد یا بھوک وغیرہ۔ لاکھ بیان کریں جس آدمی نے کبھی تجربہ نہ کیا ہو
وہ ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ انکا مفہوم کیا ہے۔ اسلئے ان کی اصطلاحات سے واقفیت
پر بھی انکے حالات معلوم نہیں ہوتے اگر سمجھتے ہیں تو اسی طرح جس طرح کہ الفاظ سے
معانی۔ پس کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ ان عبارات و اشارات کو سمجھنے سے قابل
طالب انکے حالات حاصل کرلیتا ہے اور ان کے کمالات سے بہرہ ور ہوتا ہے

اور آفرینش (انسان) کا اصلی مقصد (معرفت الہی) حاصل کر لینا ہے پس ایسے عارف کامل ہو جو تمام منازل اور مقامات سے مشرف ہو۔ اور عین الیقین[۵۱] سے دیکھتا اور جانتا ہو کہ اولیاء میں سے ہر ایک کس جگہ کی خبر دیتا ہے۔ لازم ہے کہ قابل طالب جسے انکے متعلق حیرت ہو۔ اسکے شبہات اچھی طرح رفع کر دے اور مقام حیرت میں نہ چھوڑ دے۔ پس اسی لئے اس کتاب کے نظم کرنے کا سبب مصنف نے بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب انہیں معنوں کو بیان کرتی۔ پس فرمایا۔

۳۴۔ گذشتہ ہفت و دہ از ہفت صد سال ز ہجرت ناگہاں در ماہ شوال

۳۵۔ رسولے با ہزاراں لطف و احسان رسید از خدمت اہل خراسان

ترجمہ۔ ہجرت کے ۷۱۷ سال گذرے تھے (یعنی ۷۱۷ھ میں) کہ شوال کے مہینے میں ناگاہ ایک قاصد ہزار لطف و احسان سے اہل خراسان کیطرف سے پہنچا۔

شرح۔ چونکہ رسول مرسل کے مناسب ہو سکتا ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ وہ لطف الہی اور احسان نا متناہی سے بہرہ ور ہو فرمایا۔

۳۶۔ بزرگے کاندر آں جا ہست مشہور باقسام ہنر چوں چشمۂ نور

۳۷۔ جہان جان و تن را نور عینی امام سالکاں سید حسینی

ترجمہ۔ وہ بزرگ جو وہاں (خراسان میں) مختلف ہنروں میں اسقدر مشہور ہے جیسے نور کا چشمہ (آفتاب) جہاں۔ جان اور تن کیلئے آنکھوں کا نور سالکوں کا امام یعنی امیر سید حسینیؒ

شرح اس بزرگ سے جسکا ذکر مصنفؒ نے کیا ہے۔ آسمان سیادت کے قطب

---

[۵۱] علم الیقین۔ حق الیقین۔ عین الیقین۔ یقین کے تین درجے ہیں۔ علم الیقین کسی چیز کی ماہیت و اصلیت صرف جان لینا۔ جیسے اس امر کا یقین کہ زہر قاتل ہے۔ عین الیقین اس امر کا ملاحظہ بھی کر لینا۔ جیسے کسی کو زہر کھا کے مرتے دیکھنا۔ حق الیقین۔ خود تجربہ کرنا اور اس امر میں محو ہو جانا۔ جیسے خود زہر کھا کے مر جانا۔ یہاں عین الیقین کے معنی یقین کی آنکھ بھی ہو سکتے ہیں

[۵۲] یعنی ۱۳۱۷ء۔

اور دائرہ ولایت کے مرکز امیر سید حسینیؒ مراد ہیں۔ جو شیخ الاسلام والمسلمین شیخ بہاؤالدینؒ زکریا ملتانی کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ دنیا کے شیخ المشائخ شیخ شہاب الملتہ والدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ قدس اللہ اسرارہم (خدا ان سب کے بھیدوں کو پاک کرے)

۳۸۔ ہمہ اہل خراساں از کہ ومہ   دریں عصر از ہمہ گفتند او بہ

ترجمہ اہل خراسان میں سے سب چھوٹے بڑے اس زمانہ کے تمام آدمیوں سے بہتر اس (امیر سید حسینیؒ) کو جانتے ہیں۔

۳۹۔ نوشتہ نامۂ در باب معنے   فرستادہ بہ ارباب معنے

ترجمہ ایک خط معنی (حقیقت) کے متعلق لکھا اور اہل باطن (ارباب معنی) کے پاس بھیجا۔

شرح۔ لیکن یہ خط از روئے امتحان نہیں لکھا گیا تھا جیسا کہ ظاہر بینوں کی عادت ہے۔ بلکہ طالبوں کے شبہات کو رفع کرنیکے لئے۔

۴۰۔ در آنجا مشکلے چند از عبارت   ز مشکلہائے ارباب اشارت

ترجمہ جس میں عبارت کی (یعنی لفظی) چند شکلیں درج تھیں جو ارباب اشارت کے استعمال میں آتی ہیں۔

شرح۔ فرماتے ہیں کہ وہ نامہ چند مشکلات پر مشتمل تھا جو ارباب اشارت یعنی

لہ امیر سید حسینی کی وفات [illegible] میں واقع ہوئی اور ہرات میں دفن ہوئے۔ (دیکھو [illegible])

کہ ملتان میں پیدا ہوئے علوم ظاہری سے فراغت پائی چند دن [illegible] درس و تدریس میں مشغول رہے اور بغداد شریف گئے۔ وہاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خانقاہ میں مقیم رہے ۶۶۶ھ میں وفات پائی۔

تہ ۱۶ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ التحصیل ہوئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی [illegible] علوم باطنی سے بہرہ ور ہوئے۔ [illegible] بزرگوں سے بھی فیض حاصل ہوا ۶۳۲ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

اولیاء اللہ کو پیش آتی ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اپنی منزل پر پہنچا ہوا ہے۔ اور اپنے اپنے شہود کی تعبیر الگ الگ طریقے سے کرتا ہے۔ اسلئے فرمایا "درآنجا مشکلے چند از عبارت" کیونکہ معانی مختلف نہیں ہوتے۔ اور یہ اختلاف جو نظر آتا ہے صرف الفاظ میں ہوتا ہے۔

۴۱۔ بنظم آوردہ و پرسیدہ یک یک جہانے معنی اندر لفظ اندک

ترجمہ۔ (سوالوں کی طرز) پر ہر ایک بات نظم میں پوچھی گئی تھی۔ اور چند لفظوں میں ساری دنیا کے معنی شامل تھے۔ (یعنی تھوڑے لفظوں میں بڑی بڑی باتیں دریافت کی گئیں)

شرح۔ یہ بھی اس بزرگ کے نہایت فضل و کمال کا ذکر ہے۔

۴۲۔ رسول آن نامہ را بر خواند ناگاہ فتاد احوال او حالے در افواہ

ترجمہ۔ جب قاصد نے وہ نامہ پڑھا تو فوراً یہ خبر ہر ایک زبان پر چڑھ گئی۔

۴۳۔ دراں مجلس عزیزاں جملہ حاضر بر ایں درویش یک یک گشتہ ناظر

ترجمہ۔ اس مجلس میں تمام عزت والے لوگ موجود تھے اور سب کی آنکھیں مجھ پر پڑنے لگیں۔

شرح۔ یعنی اس مجلس میں شہر تبریز کے بزرگ و اکابر حاضر تھے۔ اور اس سوال اور نامے کا ذکر ہو رہا تھا تو سب کی نگاہ اس درویش (مصنف) پر تھی۔ کیونکہ سب جانتے تھے کہ ان مشکلات کو حل کرنا سوائے اس بزرگ کے اور کسی سے ممکن نہیں۔

۴۴۔ یکے کو بود مرد کار دیدہ ز ما صد بار ایں معنی شنیدہ

۴۵۔ مرا گفتا جوابے گوئے در دم کہ آنجا نفع گیرند اہل عالم

ترجمہ۔ ایک صاحب نے جو واقف حال تھے اور جنہوں نے کئی بار یہ معانی مجھ سے سنے ہوئے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ فوراً (ان سوالوں کے) جواب کہدو۔ کہ وہاں (خراسان میں) بھی اہل عالم نفع اٹھائیں۔

شرح۔ کہتے ہیں کہ وہ کار دیدہ جنہوں نے جواب لکھنے کیلئے حکم دیا شیخ امین الدین تبریزی تھے جو مصنف کے پیر و مرشد تھے۔ اور یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے۔

۴۶۔ بدو گفتم چہ حاجت کیں مسائل نوشتم بارہا اندر رسائل

ترجمہ۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ضرورت ہے۔ یہ مسائل تو میں کئی بار رسالوں

ہیں لکھ چکا ہوں۔ (وہ رسالے نثر میں تھے)

۴۷۔ بلے گفتہ دلے بروفق مسئول ز تو منظوم میداریم مامول

ترجمہ: انہوں نے فرمایا ہاں۔ مگر تم سے ہم یہ امید رکھتے ہیں۔ کہ سوالات کے مطابق جوابات بھی نظم میں ہوں۔

۴۸۔ پس از الحاح ایشاں کردم آغاز جوابِ نامہ را در لفظ ایجاز

ترجمہ: پس انکے اصرار پر میں نے مختصر لفظوں میں خط کا جواب لکھنا شروع کیا

۴۹۔ بیک لحظہ میانِ جمع بسیار بگفتم ایں سخن بے فکر و تکرار

ترجمہ: اس بڑے گروہ میں ... بلا تامل و تکرار میں نے فوراً لکھدیا۔

۵۰۔ کنوں از لطف و احسانے کہ دارند زما ایں خوردہ گیری در گذارند

ترجمہ: اب اپنے قدیم لطف و احسان سے مجھے عیب چینی سے معاف رکھینگے۔

۵۱۔ ہمہ دانند کیں کس در ہمہ عمر نکردہ ہیچ قصدِ گفتنِ شعر

ترجمہ: سب جانتے ہیں کہ اس شخص (مصنف) نے ساری عمر کبھی شعر کہنے کا قصد نہیں کیا

شرح: اگر تمہیں یقین نہ ہو کہ "عمر" اور "شعر" جو اس بیت کے قافیہ میں آئے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہیں۔ کہ مصنف معنی میں مستغرق ہے تو مولوی معنوی قدس سرہ العزیز کا شعر سنو فرماتے ہیں۔

قافیہ اندیشم و دلدارِ من گویدم مندیش جز دیدارِ من

ترجمہ: میں قافیہ (کی درستی) کی فکر کرتا ہوں اور میرا معشوق کہتا ہے کہ سوائے میرے دیدار کے کسی چیز کی فکر مت کرو۔

پس جو کوئی ذوق سلیم رکھتا ہے اس صاحب کمال (مصنف) کی نہایت لطیف طبع کو اسی شعر سے سمجھ سکتا ہے۔[لہ]

لہ شعر اور عمر میں سناد ہے (سناد عیب قافیہ ہے) جو اختلاف توجیہ کا نام ہے) شارح فرماتے ہیں کہ شعر میں لفظی اور عروضی رعایتوں کو نظر انداز کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مصنف معنی میں مستغرق ہے۔ اور سند میں مولوی معنوی کا شعر لائے ہیں۔

۵۲۔ بر آں طبعم اگرچہ بود قادر ۔۔۔ وے گفتن نہ بود الّا بنادر

ترجمہ۔ اگرچہ میری طبیعت شعر کہنے پر قادر ہے مگر میں نے سوائے چند موقعوں کے کبھی شعر نہیں کہا۔

۵۳۔ ز نثر ار چہ کتب بسیار میساخت ۔۔۔ بنظم مثنوی ہرگز نہ پرداخت

ترجمہ۔ اگرچہ اس (مصنف) نے نثر میں بہت کتابیں لکھی ہیں مگر کبھی (گلشن راز جیسی) مثنوی نظم نہیں کی۔

۵۴۔ عروض و قافیہ معنی نہ سنجد ۔۔۔ کہ ہر ظرفے درو معنی نہ گنجد

ترجمہ۔ عروض و قافیہ معانی کو تول نہیں سکتے (معانی بہت بھاری ہیں) کیونکہ ہر ایک ظرف میں معانی نہیں سما سکتے۔

۵۵۔ معانی ہرگز اندر حرف ناید ۔۔۔ کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

ترجمہ۔ معانی حرفوں میں نہیں سماتے ۔۔۔ کیونکہ بحر قلزم برتن میں نہیں آ سکتا۔

۵۶۔ چو من از حرف خود در تنگنایم ۔۔۔ چرا چیزے دگر بر وے فزایم

ترجمہ۔ میں جو کہ حرفوں کی تنگی سے پہلے (نثر میں) ہی تنگ ہوں کس لئے اور بوجھ اپنے اوپر ڈال لوں۔

شرح۔ یعنی جو چیزیں بطریق مکاشفہ و شہود ہم نے پائی ہیں الفاظ و حروف میں نہیں سما سکتیں (نثر کی حالت میں) اسواسطے ہم ظروف الفاظ کی تنگی کے سبب انکے بیان کرنیسے معذور ہیں۔ ایسی حالت میں یہ کیا ضرور ہے۔ کہ ہم عروض و قافیہ کی قید اور بھی لگا لیں جس سے ظروف الفاظ و حروف اور بھی زیادہ تنگ ہو جائینگے۔ اسلئے کہ کسی کو مفاخرت کا توہم نہ ہو۔ ایک نقطہ میں فرما دیا۔

۵۷۔ نہ فخر است ایں سخن کز باب شکر است ۔۔۔ بنزد اہل دل تمہید عذر است

ترجمہ۔ یہ فخر و مباہات نہیں بلکہ شکر اور اہل دل سے عذر خواہی ہے (جو کچھ کیا اس کی توفیق کا شکر اور جو عیب و نقص رہ گئے انکی معذرت)

شرح۔ یعنی جو باتیں اوپر ذکر ہوئیں ہیں مثلاً ایک لحظہ میں جواب کا لکھنا کئی کتابوں

کی تصنیف اور نظم سے بے اتفاقی۔ یہ فخر کے طور پر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[1] اور یہ بطور شکر ہے

۵۸۔ مرا از شاعری خود عار ناید — کہ در صد قرن چو عطار ناید

ترجمہ۔ مجھے اپنی شاعری سے کچھ شرم نہیں آتی کیونکہ سو صدیوں میں بھی عطار[2] جیسا ایک شاعر پیدا نہیں ہوتا۔

۵۹۔ اگرچہ زیں نمط صد عالم اسرار — بود یک شمہ از دکانِ عطار۔

ترجمہ۔ اس طرح اگر سو عالم اسرار لکھے جائیں تو بھی عطارؒ کی دوکان کے ایک شمہ کے برابر بھی نہ ہوں۔

۶۰۔ ولے ایں بر سبیلِ اتفاق است — نہ چوں دیو از فرشتہ استراق است

ترجمہ۔ لیکن یہ جو کچھ لکھا ہے حسب موقع جو بات دیکھی لکھ دی۔ دیو (شیطان) کیطرح یہ فرشتوں کی باتیں چوری چوری سُنی ہوئی نہیں ہیں (یعنی سب چشم دید واقعات ہیں)

شرح۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ جو معانی اس کتاب میں کہے ہیں۔ یہ اتفاقیہ سب کے سب خود تجربہ کئے گئے تھے دوسروں کی تقلید سے یعنی سُن سنا کر نہیں لکھے گئے۔

۶۱۔ علے الجملہ جواب نامہ در دم — بگفتم یک بیک نے بیش و نے کم

ترجمہ۔ مختصر یہ کہ میں نے ایک دم خط کا جواب ایک ایک کرکے کمی بیشی کے بغیر لکھ دیا۔

۶۲۔ رسولِ آں نامہ را بستد با عزاز — وزاں راہے کہ آمد باز شد باز

ترجمہ۔ قاصد نے عزت کیساتھ وہ خط یعنی جواب خط لے لیا اور جس راستے سے

---

[1] اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کر۔ (پ ۳۰ - ع ۱۱)

[2] شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔ آپکا وطن موضع کدکن نواح نیشاپور ہے پہلے عطاری کی دوکان کرتے تھے۔ ایک واقعہ سے متاثر ہوکر سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت مجدالدینؒ سے فیض حاصل کیا۔ ان کے متعلق مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہفت شہرِ عشق را عطار گشت — ما ہنوز اندر خمِ یک کوچہ ایم

آپ ۵۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۲۷ھ میں وفات پائی اور نیشاپور میں دفن ہوئے۔

آیا تھا اسی راستے سے واپس چلا گیا۔

۶۳۔ دگر بارہ عزیزے کار فرمائے   مرا گفتہ بران چیزے بیفزائے

ترجمہ۔ ایک دفعہ پھر اسی محترم (بیت ۲۲) نے مجھ سے کہا کہ "اسپر کچھ زیادہ کر" (یعنی جو کچھ مختصراً کہا تھا اسپر اضافہ کرکے پورا کردے)

۶۴۔ ہماں معنی کہ گفتی درمیان آر   زعین علم بہ عین عیاں آر

ترجمہ وہی معانی جو پہلے کہے تھے مفصل بیان کر اور علم کے عین سے عیاں کے عین پر لا

شرح پس اسکو مطالعہ کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ ہر سوال کے جواب کے بعد غور و فکر کرے ممکن ہے کہ خدا تعالے کی توفیق سے ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ علم الیقین سے عین الیقین تک پہنچ جائے۔

۶۵۔ نمے دیدم دراوقات آں مجالے   کہ پردازم بدو باذوق و حالے

ترجمہ اس وقت میں نے اسقدر فرصت و طاقت نہ دیکھی کہ اس (یعنی خدا) کا ذکر ذوق و حال کیساتھ کروں۔

۶۶۔ کہ وصف او بگفت و گو محال ست   کہ صاحب حال داند کانچہ حال ست

ترجمہ کیونکہ اسکی تعریف گفتگو سے بیان کرنی محال ہے۔ کیونکہ وہی شخص کسی حال کو سمجھ سکتا ہے جس پر وہ حال طاری ہے۔

۶۷۔ ولے بر وفق قول قائل دینؐ   نکردم رد سوال سائل دین

ترجمہ لیکن قائل دینؐ کے ارشاد کے مطابق میں نے دینی سائل کے سوال کو رد نہ کیا۔

شرح یعنی اگرچہ مجھ میں طاقت نہ تھی اور نہ سائل سے کوئی واسطہ تھا تاہم قائل دین (یعنی حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کی موافقت سے اسکے سوال (براں بیفزائے) کو رد نہ کیا۔ اور وہ ارشاد یہ ہے۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (پس سائل کو رد نہ کر پ ۳۰۔ ع ۱۸۔ یہ قرآن کی آیت ہے۔ حدیث نہیں)

۶۸۔ پئے آں تا شود روشن تر اسرار   درآمد طوطئ نطقم بگفتار

ترجمہ ۔ اسلئے کہ وہ اسرار دمعانی (جو جواب خط میں بیان کئے گئے تھے) زیادہ روشن ہو جائیں میرے نطق کا طوطی بولنے لگا۔

شرح ۔ یعنی پہلا جواب جو میں نے لکھا تھا وہ روشن تھا لیکن اسے "روشن تر" کرنے کیلئے میرے نطق کا طوطی بولنے لگا ۔ فرمایا ۔۔

۶۹ ۔ بعون و فضل و توفیق خداوند　　بگفتم جملہ را در ساعتے چند

ترجمہ ۔ اللہ تعالے کی توفیق فضل اور تائید سے یہ سب چند ساعتوں میں کہدئے

۷۰ ۔ دل از حضرت چو نام نامہ در خواست　　جوابے آمد بدل کاں گلشن ماست

ترجمہ ۔ دل نے جب حضرت (خداوندی) سے اس نامہ کا نام پوچھا ۔ تو دل کو جواب ملا کہ " یہ ہمارا گلشن ہے "۔

۷۱ ۔ چو حضرت کرد نام نامہ "گلشن"　　شود زو چشم دلہا جملہ روشن

ترجمہ ۔ چونکہ حضرت (خداوندی) نے اس نامہ کا نام "گلشن" (یعنی گلشن راز) رکھا ہے ! سواسطے اس سے تمام دلوں کی آنکھیں روشن ہو جائینگی ۔

شرح ۔ مقدمات کتاب (حمد و نعت و سبب تالیف وغیرہ) سے فارغ ہوکر سوال وجواب کا بیان شروع کیا ۔

سوالِ اوّل

۷۲ ۔ نخست از فکر خویشم در تحیّر　　چہ چیز است آنکہ گویندش "تفکّر"

ترجمہ ۔ سب سے پہلے میں اپنے فکر سے حیران ہوں ۔ کہ "تفکر" کسے کہتے ہیں ۔

جوابِ اوّل

۷۳ ۔ مرا گفتی بگو چہ بود تفکّر　　کزیں معنی بماندم در تحیّر

ترجمہ ۔ تم نے مجھے کہا : " بتاؤ تفکر کیا ہے کہ میں اسکے معنے معلوم کرنے میں حیران ہوں "۔

۴۷۔ تفکر رفتن از باطل سوئے حق بجزو اندر بدیدن کل مطلق

ترجمہ: تفکر باطل سے حق کیطرف جاتا ہے اور جزو (مخلوقات) میں کل مطلق (حق تعالیٰ) کو دیکھنا۔

شرح: بیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس گروہ (صوفیاء) کی اصطلاح میں "تفکر" سالک کا جانا سیر کشفی (استدلالی نہیں) کے ذریعے تعینات (موجودات) کی کثرت سے (جو کہ حقیقت میں باطل ہیں) وحدت وجود مطلق کیطرف جو کہ حقیقی ہے۔ اور یہ جانا عبارت ہے سالک کے مقام "فنا فی اللہ"[1] میں پہنچنے سے اور وحدت ذات کے نور کی شعاعوں میں ذرات کائنات کے محو و ناچیز ہو جانے سے۔ جس طرح قطرہ سمندر میں فنا ہو جاتا ہے چونکہ تعین و تشخص وحدت حقیقی کے مشاہدہ سے مانع آتی ہیں۔ فرمایا کہ ارباب[2] اشارت کی زبان میں تفکر جو وسیلہ معرفت ہے اسے کہتے ہیں۔ کہ راہ حقیقت کا سالک اپنی تعین اور دوسری تعینات (یعنی کل موجودات) کو بحر وحدت میں مستغرق پائے! اور فنا عدم اصلی کیطرف رجوع کے بعد "بقا باللہ" حاصل کر کے جملہ اشیا کو ظاہر و باطن میں ایک "حقیقت" کا مظہر جانے اور پہچانے کہ ہر ایک جگہ اس حقیقت نے ایک خاص طرز اور طریقے سے ظہور کیا ہوا ہے! اور تمام مظاہر ممکنہ میں اسکو ظاہر پائے۔ اور تعینات کے افراد میں سے ہر ایک میں (جو اصل میں کل حقیقی کے اجزا ہیں) دیدۂ حق بین سے "کل مطلق" کا مشاہدہ کرے۔ اور اسمیں غیریت

[1] یعنی سالک اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے! اور ذات الٰہی میں فنا ہو جائے۔ یہی مقام ہے جس جس میں منصور نے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی نے سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ کہا تھا۔ اور اس حالت میں ایسا کہنا محلِ الزام نہیں۔ مثلاً لوہا جب آگ میں گرم کیا جاتا ہے اور سرخ ہو کر آگ کا ہمرنگ بن جاتا ہے۔ تو گو وہ آگ نہیں ہو جاتا۔ لیکن اس میں تمام خاصیتیں آگ کی پائی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ آگ ہو گیا۔ فنا فی اللہ کے مقام میں انسان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ (سوانح مولانا روم از مولانا شبلی)

[2] یعنی اولیاء اللہ

کی مزاحمت اور دخل نہ ہو۔ کیونکہ جو کچھ مقید ہے جب اسے دیدۂ بصیرت سے دیکھا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ وہی مطلق ہے۔ قید تعین کیا تقلید تعین فی الحقیقت ایک اعتباری بات ہے جسکا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ وہ ہستی مطلق کے سوا اور کوئی موجود حقیقی نہیں ہے اور یہ مرتبہ کاملوں کے شہود کی انتہا ہے

چونکہ یہ تفکر کا بیان اہل تحقیق و ارباب کشف و شہود کی اصطلاح کے مطابق ہے۔ اسلئے اہل ظاہر اور استدلالی لوگوں کیطرف اشارہ کرکے فرمایا۔

۷۵۔ حکیماں کاندریں کردند تصنیف چنیں گفتند در ہنگام تعریف

ترجمہ۔ جن حکیموں نے اس باب میں کتابیں تصنیف کی ہیں انہوں نے (تفکر کی) تعریف کے وقت یوں کہا ہے۔

شرح۔ حکیم وہ ہے کہ استدلال کے طریقہ سے اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں طاقت بشری کے مطابق جانتا ہو اور اپنے علم کے مقتضا کے موافق عمل کرتا ہو۔ یعنی دانا لوگ جنہوں نے تفکر کے معنوں کے باب میں لکھا ہے۔ تفکر کی تعریف کے وقت اس طرح کہتے ہیں

۷۶۔ کہ چوں در دل شود حاصل تصور نخستیں نام او باشد تذکر

ترجمہ۔ کہ جب دل میں تصور حاصل ہوتا ہے پہلے اسکا نام تذکر ہوتا ہے۔

شرح۔ یعنی جسوقت دلمیں کوئی صورت حاصل ہوتی ہے یا گذرتی ہے (دل سے اس گروہ کے نزدیک نفس ناطقہ مراد ہے۔ جو تفصیل معانی کی جگہ ہے) تو پہلے اس تصور کا نام تذکر ہوتا ہے جب کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی (نامعلوم) کو تدبر کے طریقہ سے معلوم کرے۔ تو اسے چاہیئے کہ پہلے اس مطلب کے مبادی (ابتدائی باتیں) معلوم کرے پھر ان مبادی کے ذریعے ان (نامعلوم) کے معلوم ہونے والی باتیں) دریافت کرے۔ پس جسوقت وہ مبادی کا تصور کریگا تو اس تصور کو تذکر

when a concept is formed in the mind
at first this known (remembrance)
کسی چیز کا خیال کرنا بغیر حکم کے تذکر کہتے

کہینگے کیونکہ پہلے اس سے غافل تھا۔ اب اسے یاد کیا۔ تذکر کے لفظی معنی یاد کرنیکے ہیں۔ ان ادراکی معلومات کے ذریعے جو کلی طور پر نفس ناطقہ (جسے قلب کہتے ہیں) میں موجود ہوتے ہیں اور سستی کے سبب اس معلوم کو بھولا ہوا تھا۔ یہ یاد کرنی پوری توجہ اور موانع (تذکرت رہ کنے والی چیزوں) سے روگردانی کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ پہلے اسکے مبادی معلوم تھے۔ پھر بے التفاتی کے سبب فراموش ہو گئے اب مطلوب کے مستحضر کرنیکے لئے توجہ کر کے پھر انہیں یاد کر لیا۔

مگر چونکہ صرف ان مبادی کا یاد کر لینا مطلوب کو جاننے کیلئے کافی نہیں اسلئے فرمایا

۷۷۔ ور زو چوں بگذری ہنگام فکرت — بود نام وے اندر عرف عبرت[۱]

ترجمہ۔ اور جب فکر میں اس (تذکر) سے گذر جاؤ تو اسکو عرف عام میں عبرت کہتے ہیں۔

شرح۔ یعنی سوچنے کے وقت مطلوب کو معلوم کرنیکی غرض سے مبادی کے تصور سے گذر کر وہ تامل کرے کہ اگر مطلوب تصور ہے تو اعم و اخص کو کس طریقہ پر ترتیب دیا جائے کہ مطلوب تک رسائی ہو اور اگر ترتیب کی تصدیق مطلوب ہے تو مقدمتین[۲] قیاس میں کس کس شرط کو چاہتے ہیں کہ ان سے نتیجہ برآمد ہو۔ اس تصور کو جسے پہلے تذکر کہا تھا۔ اس اعتبار سے انکے عرف میں عبرت سے موسوم کرتے ہیں۔

اور عبرت عبور یعنی درگذشتن (گذر جانا) سے ہے۔ کیونکہ صورت مبادی سے گذر گیا اور خاص ترتیب کو دیکھا۔

چونکہ مبادی کا تصور اس طریقے سے مطلوب تک پہنچا دیتا ہے اسلئے فرمایا۔

۷۸۔ تصور کاں بود بہر تدبر — بنزد اہل عقل آمد تفکر

ترجمہ۔ تصور جو تدبر کے لئے ہو (یعنی ایسا تصور جس میں تدبر پایا جائے) اہل عقل کے نزدیک تفکر ہے۔

۱؎ طبیعت کا ایک خاص نوع پر غفلت سے آگاہی کی طرف عبور کرنا۔

۲؎ مقدمتین یعنی صغری و کبری

شرح۔ یعنی جو تدبر سے موصوف ہو اور جس میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے وہ تصور
ارباب استدلال (حواشیا) کو عقل کے قانونوں سے پہچانتے ہیں) کے نزدیک تفکر سے موسوم ہے
اب ارباب عقل اور ارباب اشارت دونوں کی تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا۔

۷۹۔ ز ترتیب تصور ہائے معلوم   شود تصدیق نامفہوم مفہوم

ترجمہ: ان معلوم تصوروں کی ترتیب سے نامعلوم تصدیق[۵۱] معلوم ہو جاتی ہے
شرح۔ کیونکہ فکر کی تعریف امور معلوم کی ایسی ترتیب ہے کہ مجہول تک پہنچا دے
اور تصور ہائے معلوم مطلوب کے مبادی ہیں۔ اور خاص ترتیب سے "مطلوب نامفہوم"
مفہوم ہو جاتا ہے یعنی معلوم و مصدق ہو جاتا ہے۔ اور یہاں تصدیق لغوی مراد
ہے۔ (تصدیق منطقی نہیں) چونکہ مجہول حاصل کرتے وقت تصدیقات معلوم کی
ترتیب درست ہونی چاہیئے اور دونوں وجہ مشترک کا مطلب حد اوسط میں آجانا
چاہیئے تاکہ تصدیق کا نتیجہ حاصل ہو۔ فرمایا۔

۸۰۔ مقدم چوں پدر تالی چو مادر   نتیجہ ہست فرزند اے برادر

ترجمہ: مقدم (صغریٰ)[۵۲] باپ کی طرح ہے اور تالی (کبریٰ) ماں کی مانند اور
نتیجہ فرزند ہے اے بھائی۔
شرح۔ قضایائے حملیہ میں مقدمہ صغریٰ و کبریٰ جو ترتیب وار پہلے اور پیچھے
آتے ہیں یہی قضیہ شرطیہ میں مقدم (صغریٰ) اور تالی (کبریٰ) کہلاتے ہیں۔ یہ

۵۱۔ اہل منطق کی اصطلاح میں تصور یا حکم کو تصدیق کہتے ہیں جیسے زید کاتب ہے یا زید کاتب
نہیں۔ اور لغوی معنی سچا کرنا یا مان لینا ہے۔

۵۲۔ یہ تمام اصطلاحیں منطق کی ہیں۔ قضیہ وہ مرکب جو صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھے۔
قضیہ شرطیہ کے جزو اول کو مقدم اور جزو ثانی کو تالی کہتے ہیں جیسے اگر سورج چڑھا ہوا ہو
تو دن موجود ہوتا ہے۔ اوسط قضایا یعنی حد اوسط جو قیاس میں لفظ مکرر سے عبارت
ہے۔ اور قیاس دو قضیوں سے مرکب ہوتی ہے مثلاً عالم متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہوتا
ہے اس میں متغیر حد اوسط ہے۔

دونو بمنزلہ ماں باپ کے ہیں۔ کہ حد اوسط میں انکی شادی ہو جاتی ہے اور نتیجہ جوان سے پیدا ہوتا ہے فرزند سے مشابہ ہے چونکہ تفکر کا بیان حکما کے قانونوں کے مطابق کیا گیا ہے۔ اسلئے فرمایا۔

۸۱۔ ویں ترتیب مذکور از چہ و چوں بود محتاجِ استعمالِ قانون

ترجمہ۔ مگر یہ معلوم کرنا کہ ترتیب مذکور کیا اور کیونکر ہے۔ قانون (علم منطق) کے استعمال کا محتاج ہے۔ (یعنی علم منطق ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتا ہے)

شرح۔ یعنی ترتیب مذکور جو دوسرے لفظوں میں تفکر ہے۔ حکیمانہ طریقہ پر قانون استدلال اور منطق کے استعمال کا نام ہے اور چونکہ یقین حقیقی سوائے ایسے مشاہدہ کے جو عین الیقین اور حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچا ہوا ہو۔ حاصل نہیں ہوتا۔ اسلئے فرمایا

۸۲۔ دگر بارہ دراں چوں نیست تائید ہر آئینہ کہ باشد محض تقلید

ترجمہ۔ مزید براں اگر اس (استدلال) میں تائید غیبی نہ ہو۔ تو یہ بھی محض تقلید ہی ہو جاتی ہے۔

شرح۔ یعنی اگر اس ترتیب مخصوص میں تائیدات الٰہی یعنی فطری قابلیت اور صفائی باطن نہ ہو۔ اور دل تجلیات الٰہی کے انوار سے منور نہ ہو تو اس ترتیب سے سوائے محض تقلید کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسلئے فرمایا۔

۸۳۔ رہِ دور و دراز است آں ہاکن چو موسیٰ یکزماں ترک عصا کن

ترجمہ۔ یہ دور و دراز رستہ ہے اسے چھوڑ دے۔ اور موسیٰ کی طرح کچھ عرصہ کیلئے عصا[لہ] (یعنی دلیل و استدلال) کو پھینک دے۔

لہ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوسٰى فَأَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى

ترجمہ۔ اور موسیٰ تمہارے دہنے ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے۔ عرض کیا یہ میری لاٹھی ہے میں اس پہ سہارا لگاتا ہوں اور اسی سے اپنی بکریوں پہ درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں (بقیہ دیکھو صفحہ)

شرح حکما و متکلمین کا اسپر اتفاق ہے کہ اشیا کی حقیقتوں کا معلوم کرنا استدلال کے طریقے سے نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ مطلوب حاصل کرنیکے لئے چاہئے کہ ذہن ان معلومات کی طرف متحرک ہو جو اس میں جمع ہیں اور ایک معلوم سے دوسرے کی طرف گذرے تاکہ اپنے مطلوب کی مناسب معلومات بہم پہنچائے۔ جو مبادی ہیں پھر ان سب کو خاص ترتیب دے تاکہ مطلوب تک پہنچے اور اسکے لئے لازم ہے کہ مطلوب کیطرف توجہ ہو اور ذہن غفلت سے خالی ہو۔ عقل کی تیزی معقولات کی طرف ہو اور ذاتیات وعرضیات میں کما حقہ فرق کیا جائے ورنہ حقیقتیں پوشیدہ رہ جائینگی۔ اسلئے فرمایا کہ "رہ دور و دراز است آں رہ کُن" کیونکہ بیحد زحمت کے بعد بھی اکثر یہی ہوتا ہے۔ کہ حقائق اشیا کا ادراک عوارض و خواص سے کرایا جاتا ہے۔ اسلئے یہ علم شک شبہ سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ اور یہاں عصائے مراد دلیل ہے یعنی استدلال مولانا روم فرماتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

استدلالیوں کا پاؤں گویا لکڑی کا ہے اور لکڑی کا پاؤں بالکل بے ثبات ہوتا ہے پس یہ مناسبت درپائے استدلالیاں ودرپائے چوبیں کے درمیان روشن ہے کہ عقلی دلیلوں سے مطلوب حقیقی تک رستہ طے کرنا ناممکن ہے کیونکہ عقل یہاں کند اور لنگڑی ہے اور وہ رستہ جو دوست تک جاتا ہے راہ عشق ہے۔ اور عاشق جو صفائی باطن والے ہیں وہ کشف شہود کے راہ سے توحید تک پہنچتے ہیں۔

۸۴۔ در آ در وادئے ایمن کہ ناگاہ　　درختے گویدت اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ

بقیہ صفحہ ۵۹ + اور اس لاٹھی میں میرے اور بھی اغراض ہیں فرمایا اسکو زمین پر ڈال دو چنانچہ موسیٰ نے لاٹھی ڈال دی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سانپ ہے اور دوڑ رہا ہے۔ پ ۱۶ ع ۱۰

ٹ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ [illegible]

ترجمہ۔ وادی ایمن (تصفیہ قلب) میں آ کر کہ ایک درخت (حقیقت انسانی) تجھے کہے کہ "میں اللہ ہوں"

شرح۔ وادی ایمن سے یہاں تصفیہ مراد ہے اور درخت سے حقیقت انسانی جو خدا کی ذات و صفات کی تجلیات سے روشن ہے یعنی تصفیہ قلب اور تجلیہ روح کے طریقہ سے انسان کامل کی فطرت کے مبارک بقعہ میں شجرہ جامعیت (یعنی حقیقت انسان) سے ندا کی گئی۔ کہ اے موسیٰ تحقیق میں اللہ ہوں کہ عالموں کا پروردگار ہوں۔ شعر

مائی و منی حجاب رہ بود   مائی چو برفت ما نہ مائیم

وہم "اور" میں "(خودی) راہ (حقیقت) میں پردے (موانع) تھے۔ جب یہ جاتی رہی تو وہم "ہم ہی نہ رہے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ تصفیہ کے طریقہ میں بسبب تجلی احدی کے غلبہ کے اپنی حقیقت سے ندا سنے گا۔ اور چونکہ عارف ہر ایک چیز میں واحد مطلق بلا شک وہم دیکھتا ہے فرمایا کہ

۵ محقق کہ از وحدت شہود است   نخستیں چشم بر نور وجود است

جو محقق (عارف کامل) کہ وحدت شہودی تک پہنچا ہوا ہے۔ پہلی ہی نظر میں وجود مطلق کے نور کو دیکھ لیتا ہے

شرح۔ محقق وہ کامل ہے جس پر حقیقت اشیا کما حقہ ظاہر ہو گئی ہو۔ چشم حق بیں کو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا اور مردم باطل بین کی نظر سے ہی باطل دکھائی دیتا ہے اور وحدت سے حق کی یگانگی مراد ہے۔ (جو کثرت کے آئینوں میں جلوہ نما ہے) اور شہود حق کو حق سے دیکھنا ہے۔ یعنی ایسا کامل جو اس وہمی کثرت سے گزر کر توحید عیانی تک پہنچ گیا ہو اور موجودات کی صورتوں میں چشم حق سے حق کو دیکھے اسکی پہلی نظر ہی واحد مطلق کے وجود کے نور پر ہوتی

(بقیہ صفحہ) آگ پا ... پہنچے تو اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے سے ایک درخت تھا۔ انہیں سے ان کو آواز آئی کہ موسیٰ! میں تو ہم اللہ ہیں سارے جہان کے پروردگار۔

ہے اور خلقت اسکے نزدیک حق تعالےٰ کا آئینہ ہے۔ حق ظاہر ہے اور خلق اس میں پوشیدہ جسطرح آئینہ صورت میں مخفی رہتا ہے۔

حق اور وجود مطلق کے مترادف (ہم معنی) ہوجانے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

۸۶۔ ولے گر بمعرفت نور وصفا دید ز ہر چیزے کہ دید اوّل خدا دید

ترجمہ۔ بلکہ جب وہ نور وصفا کو اچھی طرح سمجھ لیتا ہے تو ہر ایک چیز میں پہلے خدا کو دیکھتا ہے۔

شرح اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ نشاءِ انسانی میں حقائق کو معلوم کرنیوالا وہ دل ہے جو معرفت الٰہی کے نور سے روشن ہو اور انسان کی انسانیت دل سے ہے۔ عارف وہ ہوتا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے اسے اپنی ذات و اسماء وصفات کے شہود کے مرتبہ تک پہنچا دیا ہو اور یہ بھی مکاشفہ کے طریق پر نہ صرف علم و معرفت کے طریقہ پر (یعنی کشفی شہودی عیانی معرفت درکار ہے) پس جو دل اس کمال سے متصف ہو۔ وہ ہر ایک چیز میں پہلے خدا ہی کو دیکھتا ہے۔ اور یہ مرتبہ ذوالعین ہے کیونکہ کُل اشیاءِ ہستی میں سے زیادہ ظاہر حق تعالےٰ ہے۔ جو خود بخود موجود ہے۔ اور اشیاء کی پیدائش اس سے ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر دور سے کوئی چیز نظر آئے تو پہلے اسکی موجودیت مفہوم ہوتی ہے (اور پھر اسکی اصلیت و تعین وغیرہ) اسی لئے محقق فرماتے ہیں۔ کہ حق محسوس ہے اور خلق معقول۔ نظم

روئے تو ظاہرست بعالم نہاں کجاست گر او نہاں بود بہ جہاں خود جہاں کجاست

تیرا چہرہ جہان میں ظاہر ہے پوشیدہ کہاں ہے اگر وہ جہان میں پوشیدہ ہے تو پھر جہاں ہی کہاں۔

عالم شدہ است مظہر حسن جمال تو اے جاں بگو کہ مظہر جان جہاں کجاست

عالم تیرے حسن وجمال کا مظہر ہے پس اے جان بتا۔ کہ جان جہان کا مظہر کہاں ہے

حضرات محققین طریقوں کے نزدیک مکاشفات میں اختلاف ہے۔ کوئی صاحب ملتے ہیں کہ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰهَ قَبْلَهٗ[1] اور اس مرتبہ کو ذوالعین کا

---

[1] جو چیز میں دیکھتا ہوں اس سے پہلے خدا کو دیکھتا [illegible]

بیان اوپر گذر چکا ہے دوسرا کہتا ہے کہ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہ بَعْدَہٗ[1] کیونکہ حقیقت پردہ تعین میں پوشیدہ ہے۔ پہلے پردہ (تعین) پر نظر پڑتی پھر حقیقت پر

یار یست مرا ورائے پردہ   حسن رخ او سزائے پردہ

میرا یار پردے کے پیچھے ہے کیونکہ اسکے چہرہ کا حسن پردہ میں ہی رہنے کے قابل ہے

این پردہ مرا ز تو جدا کرد   این است خود اقتضائے پردہ

اس پردہ ہی نے مجھے تجھ سے جدا کر دیا۔ اور پردہ کا یہی کام ہے۔

نے نے کہ میان ما جدائی   ہرگز نہ کند غطائے پردہ

نہیں نہیں ہماری جدائی پردے کے حجاب سے ہرگز نہیں ہوسکتی۔

یہ مرتبہ ذوالعقل کا ہے کہ خلق کو ظاہر دیکھتا ہے اور حق کو باطن اور ان کے نزدیک حق خلق کا آئینہ ہے اور اس صورت میں جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی مطلق کا اختفا ہے مقید میں اور یہ ذوالعین کا عکس ہے تیسرا کہتا ہے وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ[2] کیونکہ یہ ظاہری صورتیں اس معنی حقیقی کیلئے جام کی طرح ہیں۔ جو شراب سے پر ہو۔ چوتھا کہتا ہے وَرَاَیْتُ اللّٰہُ مَعَہٗ[3] کیونکہ مظہر و ظاہر اور عاشق و معشوق خارج میں بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے اگرچہ عقل تمیز کا حکم دیتی ہے۔ (یعنی عاشق و معشوق عقل کی رو سے الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر حقیقتاً دونو ایک ہیں) ؎

گر عاشق و معشوق زہم باز شناسی   بینی بیقین شاہ و گدا ہم نفسانند[4]

---

[1] ہر ایک چیز دیکھنے کے بعد مجھے خدا نظر آتا ہے

[2] یعنی مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ ترجمہ۔ جو چیزیں دیکھتا ہوں اس میں خدا کو ضرور دیکھتا ہوں۔ [3] یعنی مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ مَعَہٗ ترجمہ۔ جو چیزیں دیکھتا ہوں۔ اسکے ساتھ خدا کو ضرور دیکھتا ہوں۔

[4] اگر عاشق اور معشوق کو ایک دوسرے سے الگ الگ پہچانے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ بادشاہ اور گدا ہم نفس ہیں۔

اگر تو دل کی آنکھ (دیدۂ بصیرت) کھولے تو تجھے معلوم ہو کہ یہ حکایت کیسے ہے۔ مرتبۂ عشق میں عقل اور عاقل کو دخل نہیں۔ کیونکہ وہ مقام بندہ کے فنا کا اور صفات ربانی سے متصف ہونے کا ہے اور وحدت حقیقی کا جمال دیدۂ شہود کے سوا نظر نہیں آسکتا۔

چونکہ عقل کا انجام حیرت ہے اسلئے فرمایا۔

۸۹۔ حکیم فلسفی چوں ہست حیراں　　نمے بیند در اشیا غیر امکاں

ترجمہ۔ حکیم فلسفی چونکہ حیران ہے اسلئے اشیا میں سوائے ممکن کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ (یعنی واجب اسے نظر نہیں آتا)

شرح۔ وہ گروہ جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے عنایت ازلی کیساتھ مخصوص ہے انکو توفیق الٰہی نے نشان سے ذات پر استدلال کرنیکی پستی سے نکالکر ذات کا جلوہ نشان میں دیکھنے کی بلندی پر پہنچا دیا۔ انہوں نے دیدۂ حق بین سے مشاہدہ کیا کہ ذات واحد مطلق نے عالم غیب ہویت[1] سے اسماء و صفات و آثار کے مرتبوں میں اتر کر اپنا جلوہ دکھایا ہے اور سب چیزیں اسی کے وجود سے قائم ہیں۔ نظم

گنج پنہاں ست زیر ہر طلسم　　پیش عارف شد مسمی عین اسم

ہر طلسم کے نیچے ایک خزانہ پوشیدہ ہے اور عارف (حقیقی) کی نظر میں اسم ہی مسمی ہو گیا۔

دیدۂ حق بیں اگر بودے ترا　　روئے از ہر ذرہ بنمودے ترا

اگر تیرے بھی دیدۂ حق بیں ہوتا (اے مخاطب) تو ہر ذرہ کے چہرے سے تجھے وہی نظر آتا۔

اور جو لوگ اس مرتبہ تک نہیں پہنچے انہیں سب چیزوں میں امکان کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا اور ممکنات کے وجود سے واجب کے وجود پر استدلال کرتے ہیں اسی لئے فرمایا۔

۹۰۔ ز امکاں میکند اثبات واجب　　ازاں حیراں شدہ در ذات واجب

---

[1] مرتبۂ وحدت وذات باری تعالیٰ کا نام ہویت ہے۔

ترجمہ۔ وہ ممکن سے واجب کا ثبوت تلاش کرتا ہے اور اسی لئے وہ ذات واجب (کے سمجھنے) میں حیران ہے۔

شرح۔ واجب الوجود وہ ہے کہ اسکا وجود اپنی ذات کے مقتضاسے ہو۔ اور ممکن الوجود وہ ہے کہ موجودیت میں کسی دوسرے کا محتاج ہو اور حکما کے نزدیک ممکن کی موثر کیطرف احتیاج کی علت امکان ہے اسلئے فرمایا "از امکان میکند اثبات واجب" کیونکہ اگر صرف ذات کا خیال کیا جاوے تو وجود عدم دونو برابر ہیں۔ اسلئے دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکتے جو دوسرے کی علت ہو سکے اور متکلمین کے نزدیک ممکن کی موثر کیطرف احتیاج اسکا عدم سے وجود میں آنا ہے یعنی حدوث مطلب یہ ہے کہ اصحاب استدلال کہتے ہیں۔ کہ ممکن امکان وحدوث کے باعث علت کا محتاج ہے۔ علت اگر واجب ہے تو دعویٰ ثابت ہوگیا اور اگر ممکن ہے تو یا ممکن اول ہی ہوگا یا کوئی اور ممکن۔ اور وہ ممکن یا واجب تک جاکر ختم ہو جانیوالا ہوگا۔ پس یہی مقصود ہے۔ یا سلسلہ چلا جائیگا۔ (یعنی ممکن کی علت ممکن کا سلسلہ) اور یہ محال ہے اور چونکہ ممکن سے ذات واجب کا ثبوت چاہتا ہے۔ اسلئے ذات واجب کی معرفت میں حیران رہ جاتا ہے۔ سبب اسکا یہ ہے کہ ضروری ہے کہ دلیل میں مدلول کا کچھ حصہ ہو۔ (تاکہ ان سے کچھ نتیجہ نکل سکے) اور یہی وجہ ہے کہ مقدمات عقلیہ نتیجہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان کے نزدیک ذات ممکن بالکل تمام وجوہ سے ذات واجب کے خلاف ہے۔ اسلئے دلیل میں مدلول کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص میں کوئی چیز نہ ہو تو اس سے وہ چیز کسی دوسرے کیطرف جانا ناممکن ہے اور اسلئے حیران ہو جاتا ہے پس استدلال کے طریقے یقین کی تسلی [illegible] اسلئے فرمایا۔

لہ چونکہ ممکن محتاج ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ کوئی علت ہو جو غیر محتاج ہو۔ [illegible] احتیاج کا سلسلہ [illegible]

[illegible] متکلمین صاحبان علم کلام۔ علم کلام وہ [illegible]

۹۱۔ گہے اند دوار دسیرِ معکوس   گہے اندر تسلسل گشتہ محبوس

ترجمہ۔ کبھی تو اس دائرہ سے واپس لوٹتا ہے اور کبھی سلسلۂ خیالات میں قید ہو جاتا ہے۔

شرح۔ (پہلی صورت میں) اس سوچ میں ہے کہ اپنے ثبوت کی بنیاد کس پر رکھے اور (دوسری صورت میں) تسلسل میں پھنسا ہؤا ہے) تسلسل ممکن کا بے انتہا علتوں کے سلسلہ میں ملانا ہے! ور یہ دونوں صورتیں یہاں ہو چکی ہیں! ور چونکہ امور موجودہ کی ترتیب کے لحاظ سے تسلسل کا لزوم غیر متناہیہ ہے فرمایا۔

۹۲۔ چو عقلش کرد در ہستی توغل   فرو پیچید پایش در تسلسل

ترجمہ۔ جب اسکی عقل نے ہستی کی تہ کو خوب سوچا تو اس کا پاؤں تسلسل میں پھنس گیا

شرح۔ یعنی جب فلسفی کی عقل نے ہستی (یعنی امور موجودہ فی الخارج) کو خوب سوچا۔ تو اس بات کا قائل ہو گیا کہ واجب الوجود ہے۔ ورنہ اس استدلال کے دور سے رجوع اگرچہ باطل ہے) ایک ذات' لازم آتی ہے جس سے اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واجب الوجود ہونا چاہیئے۔ مگر معرفت حقیقی جو حقیقت حال کے علم کا نام ہے اسے حاصل نہ ہوئی[۱] کیونکہ یہ بات اسے غیر کی نفی سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ کہ اثبات سے۔ جو کوئی حق کو اشیا کے وسیلہ سے جانے حقیقۃً میں وہ جاہل ہے اور جو اشیا کو حق کے وسیلہ سے جانے وہ عارف ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "آپ نے اللہ کو کس چیز سے پہچانا"؟ آپ نے فرمایا "میں نے اشیاء کو اللہ سے پہچانا"۔ یعنی حق کو تو حق سے ہی جانا اور دیگر اشیا کو بھی حق سے جانا" نظم

خویش را عریاں کن از فضل اے فضول   ترک خود کن تا کند رحمت نزول

اے ابوالفضول اپنے آپ کو فضل اور بزرگی سے خالی کر اور خودی کو چھوڑ دے تاکہ تجھ پر رحمت نازل ہو۔

---

[۱] یعنی اسکے فلسفہ سے اتنا ہی معلوم ہؤا کہ اس ممکنات کے سلسلہ کی انتہا کسی ایسی ذات پر ہونی چاہیئے جو واجب الوجود ہے۔ مگر اُس نے حقیقت کو دیکھا نہیں۔

زیرکی ضد شکست است و نیاز　　زیرکی بگذار با گولی بساز

زیرکی (دانائی) شکست (یعنی انکسار) اور نیاز کی ضد ہے پس تو زیرکی چھوڑ دے اور بیوقوفی سے وقت گذار۔

چونکہ کسی چیز کی معرفت کسی ایسی چیز سے ہی ہو سکتی ہے جس میں ذات کی مماثلت یا صفات کی مشابہت ہو۔ اسلئے فرمایا۔

۹۳۔ ظہورِ جملۂ اشیا بضد است　　ولے حق را نہ مانند و نہ ند است

ترجمہ۔ تمام چیزوں کا ظہور ان کی ضد (مخالفت) سے ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے نہ کوئی مانند ہے نہ کوئی برابر۔

شرح یعنی حق الوہیت کیلئے کوئی مماثلت و ممانعت نہیں ہے بلکہ وجود میں کوئی شریک نہیں یعنی اسکے بغیر کسی چیز کا وجود ہی نہیں (تو پھر ضد وند کیسی) کہ کوئی چیز تضاد و مماثلت کے ذریعے حق کے ظہور کا باعث ہو۔ چونکہ حقیقت میں کوئی غیر ہے نہیں جو ظہور حق کا سبب ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ "چیزیں اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں"۔ پس ہماری ذاتی عدمیت اللہ تعالےٰ کے وجود کا آئینہ ہو سکتی ہے اور ہماری محتاجی اور عجز اسکی بے پروائی اور قدرت کا آئینہ ہے نظم

ہستی اندر ہستی نتواں نمود　　مال داراں بر فقیر آرند جود

ہستی (حق) ہستی (موجودات) میں دکھائی نہیں جا سکتی۔ مال دار فقیروں پر بخشش کرتے ہیں۔

خوابگہ شکستہ را نحب [illegible]　　کہ در آنجا پائے اشکستہ بود

وہ خوابگہ جس سے ہڈی کی چوٹ کھائی ہو وہیں جاتا ہے جہاں کوئی پا شکستہ [illegible]

[illegible]

پس حق کی ہستی کی دلیل سوائے حق کے نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی طرح بھی کثرت [illegible] خلل نہیں۔ اور [illegible] ہستی (کو سمجھنے) کیلئے کوئی نہ کوئی دلیل ضروری [illegible] کیونکہ کسی چیز کے ضد و ند نہ ہونا اسکی پوشیدگی کا موجب ہے۔ فرمایا

۹۴۔ چوں نبود ذاتِ حق را ضد وہمتا ندانم تا چگونہ دانی او را

ترجمہ۔ چونکہ ذات حق کیلئے نہ کوئی ضد ہے نہ کوئی ہمسر پس میں نہیں جانتا کہ تو اسے کسطرح جانے۔

شرح۔ یعنی چونکہ ذات حق کیلئے کوئی مشابہت اور مماثلت نہیں ہے کیونکہ جو کچھ بھی ہے بس وہی ہے فلسفی کا ذات حق کے ثبوت کیلئے دلیل طلب کرنا ایسا ہے جیسا کہ مچھلی کا وجود آب کے ثبوت کیلئے۔

پس ذات واجب اور ممکن میں کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ جو معرفت کا وسیلہ ہو سکے اسلئے فرمایا۔

۹۵۔ ندارد ممکن از واجب نمونہ چگونہ دانَدش آخر چگونہ

ترجمہ۔ ممکن میں واجب کی کوئی مثال نہیں پس وہ اس (واجب) کو کسطرح جان سکتا ہے

شرح۔ ذات واجب الوجود مطلق ہے اور ذات ممکن عدم ہے لیکن کسی چیز کا پہچاننا بغیر اسکے کہ اس چیز کا نمونہ جاننے والے کے نفس میں موجود ہو۔ محال ہے اور ممکن کی ہستی محض اضافہ ہے اور سب چیزوں کی ذات صفات اور افعال خدا تعالیٰ کے ذات صفات اور افعال کے عکس ہیں جو تعینات کے آئینوں میں جلوہ نما ہیں۔ پس جب تو دقیق نظر سے دیکھے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ جسے تو دلیل تصور کرتا ہے وہ تو عین مدلول ہے اور کسی چیز کے عین (ذات) کو اسکی دلیل بنانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ دلیل تو مدلول سے زیادہ روشن وظاہر ہونی چاہیئے نظم

عارف آں باشد کہ از عین العیان ہرچہ بیند حق در و بیند عیاں

عارف وہ ہے جو ظاہری آنکھ سے جو کچھ بھی دیکھے اسمیں حق کو ظاہر دیکھے۔

حق چو جان و جملہ عالم چوں تن است ہمچو خور در کائنات ایں روشن است

حق جان کیطرح ہے اور جملہ عالم تن کیطرح اور یہ بات خورشید کیطرح زمانے میں روشن ہے۔

چونکہ اشیا کا ظہور حق تعالےٰ کے نور اور وجود سے ہے فرمایا۔

۹۶۔ زہے ناداں کہ او خورشید تاباں بنورِ شمع جوید در بیاباں

ترجمہ:- وہ (فلسفی) کس قدر نادان ہے کہ خورشید تاباں کو جنگل میں شمع کے نور سے تلاش کرتا ہے۔

شرح:- چونکہ ممکن کا وجود واجب کے وجود کے نور کا پرتو ہے اور تمام چیزیں اسی نور سے ظاہر ہیں۔ پس جو شخص ممکن سے واجب کو پہچانتا ہے۔ اسکی مثال وہی ہے کہ جنگل[1] میں آفتاب تاباں کو شمع کے نور سے تلاش کرے۔ خاصکر جبکہ خود اس شمع کا نور اسی آفتاب سے لیا گیا ہو۔ انوار الٰہی کی تجلیات ہمیشہ رہتی ہیں۔ اور اسکے ظہور کی زیادہ شدت پوشیدگی کا باعث ہوتی ہے۔ جسطرح آفتاب کو اسکی شدت روشنی کے سبب نہیں دیکھ سکتے۔ اس بات کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

تمثیل

۹۷۔ اگر خورشید بریک حال بودے شعاع او بیک منوال بودے

ترجمہ:- اگر خورشید ایک حال پر قائم رہتا تو اسکی شعاعیں بھی ایک ہی قسم کی ہوتیں (اور ان میں کوئی فرق نہ آتا)

شرح:- یعنی اگر سورج کو حرکت۔ انتقال۔ طلوع۔ غروب اور زوال نہ ہوتا۔ یعنی ایک ہی طرح پر رہتا۔ برخلاف اسکے جیسا کہ اب ہوتا ہے۔ تو

۹۸۔ ندانستے کسے کیں پرتو اوست نبودے ہیچ فرق از مغز تا پوست

ترجمہ:- کوئی نہ جانتا کہ یہ (روشنی) سورج کا پرتو ہے اور مغز (سورج اور پوست (عالم) میں کوئی فرق نہ رہتا۔

شرح:- یعنی کسی شخص کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ روشنی جو عالم میں ہے کسی دوسری چیز سے لی گئی ہے اور چونکہ یہ ظاہر نہ ہوتا۔ تو مغز واصل یعنی (آفتاب) اور پوست و فرع (یعنی عالم) میں کوئی تمیز نہ رہتی اور سب یہی سمجھتے کہ عالم اپنے ہی نور سے روشن ہے۔ چونکہ اس تمثیل کے لانے کا سبب یہ ہے کہ نور الٰہی کی سطوت کا ظہور ہمیشہ رہتا

[1] یعنی کھلی اور بے روک جگہ میں جہاں شمع کی روشنی اور بھی کم ہو جاتی ہے۔

ہے اور حقائق کے خفا کا موجب ہے اسلئے فرمایا۔

۹۹- جہاں جملہ فروغ نور حق داں ‏ ‏ ‏ حق اندر وے ز پیدائی ست پنہاں

ترجمہ- سارا جہان حق تعالیٰ کے نور کی روشنی (سے) ہے اور حق اس جہان میں اپنے ظہور کے سبب پوشیدہ (معلوم ہوتا) ہے[1]

شرح- جہان حیثیت ذاتی سے ظلمت و عدم ہے اور ہستی جو عالم میں نظر آتی ہے یہ حق کے وجود کے نور کی روشنی ہے کیونکہ حقیقت میں جسطرح موجود اور معدوم میں کوئی تعلق نہیں اسیطرح وجود اور عدم میں بھی کوئی واسطہ نہیں اور ہستی صرف حق تعالےٰ کا وجود ہے۔ پس عالم جو حق تعالےٰ کا غیر ہے محض عدم اور لاشی ہے۔ اور جسطرح چھپنا پوشیدگی کا باعث ہے اسی طرح ظہور کی نہایت بھی پوشیدگی ہی ہوتی چونکہ تغیر و انتقال ہی خورشید کے نور کا سبب ہے فرمایا۔

۱۰۰- چوں نور حق ندارد نقل و تحویل ‏ ‏ ‏ نیاید اندر و تغییر و تبدیل

ترجمہ- چونکہ حق تعالےٰ کے نور میں نقل و تحویل (جنبش و حرکت) نہیں ہے اور نہ ہی اسمیں تغیر و تبدیلی واقع ہوتی ہے[2]

شرح- یعنی چونکہ حق تعالےٰ کے وجود کا نور ہمیشہ تجلی شہودی سے ممکنات کی ماہیتوں کے آئینوں میں چمکتا ہے اور اس تجلی کا فیض کبھی منقطع نہیں ہوتا کیونکہ ذات کا تقاضا ذات سے الگ نہیں ہوتا۔ اسلئے نقل و تحویل حق تعالےٰ کے ظہور و اظہار کے پردوں کے گرد راہ کو نہیں پاتے اور نور الٰہی میں تغیر و تبدل ہے نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ ممکن کے وجود کا نور واجب کے وجود کے نور کا پرتو ہے اسلئے فرمایا۔

۱۰۱- تو پنداری جہاں خود ہست دائم ‏ ‏ ‏ بذات خویشتن پیوستہ قائم

ترجمہ- اسلئے تم خیال کرتے ہو کہ یہ جہان ہمیشہ سے ہے (اور) ہمیشہ اپنی ذات سے ہی قائم ہے

شرح- اس خیال کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تجلی الٰہی کا نور تعینات کی صورتوں میں

---

[1] جسطرح سورج اگر ہمیشہ ایک حالت پہ رہتا [illegible]

ہمیشہ ایک ہی طریقے پر رہتا ہے۔

چونکہ ہمارا مطلوب (حق تعالیٰ) حقیقت میں ہماری اپنی ذات سے بھی ہم سے نزدیک تر ہے اور اس قربت کی انتہا کے سبب دور نظر آتا ہے اور اس نکتے کو سمجھنا طالب کی ہستی کے فنا ہونے پر منحصر ہے پس (فلسفی) جسقدر زیادہ دلیلیں جمع کرتا ہے مقصود سے اسی قدر دور ہوتا جاتا ہے۔ اسلئے فرمایا۔

۱۰۲۔ کسے کو عقلِ دور اندیش دارد بسے سرگشتگی در پیش دارد

ترجمہ۔ جو شخص یہاں عقلِ دور اندیش پر بھروسہ کرتا ہے اسے بہت سرگشتگی اور حیرانی پیش آتی ہے

شرح۔ یہاں عقل سے اس شخص کی عقل مراد ہے کہ استدلال کے ذریعے اشیا کی حقیقتوں کا ادراک کرنا چاہتا ہو اور دور اندیشی کی وجہ (پہلے بیت کی ذیل) میں گذر چکی ہے۔

وجود واجب و وجود ممکن کی اثنینیت (یعنی دوئی) کے توہم کے متعلق جو عقلوں کی گمراہی کا سبب ہے فرمایا۔

۱۰۳۔ ز دور اندیشیِ عقلِ فضولی یکے شد فلسفی دیگر حلولی

ترجمہ۔ بیہودہ عقل کی دور اندیشی کے سبب ایک گروہ (فلسفی) ہو گیا اور دوسرا حلولی۔

شرح۔ وہ گروہ جو وجود واجب کو علت اور وجود ممکن کو معلول مانتا ہے۔ انکو فلسفی کہتے ہیں۔ اور وہ گروہ جو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ذات و صفات کے ساتھ انسان کامل کی فطرت میں حلول کرتا (اترتا) ہے مثلاً عیسائی نظریہ۔ اور بعض نادان صوفی ان کو (حلولی) کہتے ہیں۔ حقیقت میں اس تفریق (مذاہب کی بنیاد وجود واجب اور وجود ممکن کو الگ الگ خیال کرنے پر ہے اور توحید حقیقی جسمیں کوئی غیریت نہیں ہے سوائے کشف کے میسر نہیں ہو سکتی اور عقل کو کشوفات سے وہی نسبت ہے جو حواس کو معقولات سے ہے۔[1] نظم

[1] جسطرح معقولات کا ادراک حواس ظاہری سے نہیں ہو سکتا اسی طرح عقل کشوفات کو نہیں پا سکتی۔

اے برتر اذاں کہ عقل گوید　　　بالاتر از آں کہ روح جوید

اے (وہ ذات) جو اس سے بالا ہے جو کچھ عقل کہتی ہے اور بلند تر ہے اس سے جسے روح تلاش کرتی ہے

اے آنکہ ورائے این و آنی　　　کیفیتِ خویش را تو دانی

اے (وہ ذات) جو ان دونوں (کی حد ادراک) سے پرے ہے اپنی کیفیت کو تو ہی جانتا ہے۔

اور چونکہ عقل وحدتِ حقیقی کے نور کے ادراک سے عاجز ہے فرمایا۔

۱۰۴۔ خرد را نیست تابِ نورِ آں روی　　　بُرو از بہرِ خود چشمِ دگر جوی

ترجمہ۔ عقل اس چہرہ (حقیقت) کے نور کی تاب نہیں لا سکتی۔ پس جا اور اسکے (دیکھنے کے) لئے دوسری آنکھ (یعنی چشم بصیرت) تلاش کر۔

شرح۔ اسکو دیدہ استدلال نہیں دیکھ سکتا۔ بس وہ آنکھ جو حق کا ادراک کر سکے دیدۂ دل ہے جسے بصیرت کہتے ہیں اور جو ریاضت و سلوک، تزکیہ نفس تصفیہ قلب اور تخلیہ روح کے موتیوں کے سرمہ سے منور ہوتی ہے اور جس سے دوست کا جمال شہودی طریقہ پر نظر آتا ہے۔ مگر یہ بات سوائے مرشد کامل و حق بین کی ہدایت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

ہر ایک گروہ کے لئے وحدت حقیقی کے نور سے روکنے والی خاص خاص مرضیں ہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۰۵۔ دو چشمِ فلسفی چوں بود احول[1]　　　ز وحدت دیدنِ حق شد معطل

ترجمہ۔ فلسفی کی دونوں آنکھیں چونکہ احول ہیں اسلئے حق کو واحد دیکھنے سے معذور ہیں۔

شرح۔ احول، اسے کہتے ہیں جسے ایک چیز کے دو نظر آئیں۔ چونکہ فلسفی کی آنکھ ممکن کے وجود کو واجب کے وجود سے الگ دیکھتی ہے اور دو ایک حقیقت کو دو تصور کرتا ہے یہ نہیں جانتا کہ وجود واجب ہی کا نور ہے۔ جو اعیان ممکنہ پر چمکتا ہے۔ اور یہ اسلئے کہ اس نے وحدت حقیقی حق، کو دیکھا ہی نہیں۔

[1] احول کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ بھی بجائے وحدت حقیقی کے واجب و ممکن دو نظر آتے ہیں

چونکہ ظاہر و باطن میں سوائے حضرت (حق تعالےٰ) کے اور کوئی چیز نہیں اسلئے فرمایا۔

۱۶۔ ز نابینائی آمد رائے تشبیہ — زیک چشمی است ادراکات تنزیہ

ترجمہ۔ گروہ (مشبہ نے) اپنی اندھاپن سے تشبیہ کی رائے قائم کرلی اور گروہ (منزہ) کے ادراکات یک چشمی (کانے پن) کے سبب سے ہیں۔

شرح۔ مشبہ وہ گروہ ہے جو اس بات کو مانتا ہے کہ حق تعالےٰ ایک جسم کی مانند ہے جو اوپر کی طرف عرش سے چھوتا ہے بعض کہتے ہیں چھوتا نہیں۔ بلکہ اسکے برابر ہے اور اللہ تعالےٰ کی تنزیہ فی ذاتی کو نہیں سمجھتے اور اس جماعت کی رائے کی بنیاد ان کے اندھے پن پر قائم ہے اور تنزیہ، اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا صفات نقص سے اور ان دیگر صفات سے جو صرف ممکنات میں پائی جاتی ہے اور منزہ کو یک چشم اسلئے کہا کہ ذات حق کو تنزیہ کی صفات کیساتھ ہی جانتا ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں جانتا۔ کہ مظاہر ممکنات میں بھی اس کا ظہور ہے۔ تنہا تنزیہ یا تنہا تشبیہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے قاصر ہے۔ عارف وہی ہے جو تنزیہ و تشبیہ کو جمع کرے اور دونوں آنکھوں سے دیکھنے والا ہو۔

چونکہ کل یوم ھو فی شان[1] کے مطابق ہر دم اس کا نیا ظہور ہوتا ہے اور تجلی میں تکرار نہیں ہوتی اسلئے فرمایا۔

۱۷۔ تناسخ زاں سبب شد کفر باطل — کہ آں از تنگ چشمی گشت حاصل

ترجمہ۔ تناسخ اسلئے کفر و باطل ہے کہ وہ تنگ چشمی سے حاصل ہوتی ہے۔

شرح۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ روح انسانی اپنی ذات سے قائم ہے اور زوال اور نیستی اسپر ثابت و طاری نہیں ہوتی۔ پس ضروری ہے کہ ایسا روح کسی نہ کسی جسمانی عنصری قالب کیساتھ متعلق ہو اور جسوقت وہ مظہر جسمانی خراب ہو جائے چاہیئے کہ وہ روح بلا انقطاع کسی اور قالب کے متعلق ہو جائے اور تناسخ روح کا انتقال ہے ایک بدن عنصری سے دوسرے بدن عنصری میں۔ خواہ وہ بدن اعلےٰ ہو یا ادنیٰ۔ پس (مصنف) فرماتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ

[1] ہر روز اللہ تعالےٰ نئے کام میں ہے۔ (پ ۲۷۔ ع ۱۲)

تناسخ اس سبب سے کفر ہے کہ تنگ نظری کے سبب اس (کے قائلوں) نے ظہورات الٰہی کے میدان کی وسعت کو نہیں دیکھا۔ اور چونکہ کمال معرفت یہ ہے کہ سوائے حق کے کسی کو موثر نہ دیکھے اور نہ جانے[1]۔ اسلئے فرمایا۔

۱۰۸۔ چو اکمہ بے نصیب از ہر کمال است کسے را کو طریق اعتزال است

ترجمہ۔ وہ شخص مادرزاد اندھے کیطرح ہر کمال سے بے بہرہ ہے جسکا طریقہ اعتزال ہے۔ (یعنی جو معتزلہ[2] ہے)

شرح معتزلہ اسلام کا ایک فرقہ ہے۔ اور انکے مذہب کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے (مصنف رح) نے اس بیت میں فرمایا کہ جسطرح مادرزاد اندھا چیزوں کے دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کا کوئی علاج ہو سکتا ہے اسی طرح گروہ معتزلہ اشیاء کی حقیقتوں کے دیکھنے سے محروم ہے اور یہی حقائق اشیا کو دیکھنا نفس انسانی کا کمال ہے پس انکی کوری کا بصیرت سے (بھی مادرزاد اندھے کیطرح) علاج نہیں ہو سکتا۔ اور انکے معتقدات کے اکثر اصول اہل ذوق کے اعتقادوں کے مخالف ہیں۔ کیونکہ یہ فرقہ لقاء اللہ کا بالکل منکر ہے (یعنی وہ تو آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی لقا سے منکر ہیں مگر) تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی بدولت سالک اسی دنیا میں نور تجلی کا مشاہدہ چشم حقیقی سے کر لیتا ہے۔ اور ارباب کشف کے وجدان کی حد تو یہ ہے کہ کوئی "غیر" موجود ہی نہیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ "غیر" کو افعال کا خالق یا اثر کا مبدء مان لیں۔ (معتزلہ کے اصول کے مطابق)

---

[1] ان ابیات کی تشریح کیلئے جواب چہارم کی انجیری تمثیل دیکھو۔

[2] معتزلہ ایک فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں حق کا دیدار ممکن نہیں اور نیکی خدا کیطرف سے ہے اور بدی نفس کیطرف سے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کو نہ مومن جانتے ہیں نہ کافر واصل ابن عطا جو اس فرقہ کا بانی ہے حسن بصری رح کا شاگرد تھا۔ ایکدن دوسرے شاگردوں سے کہہ رہا تھا۔ کہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر۔ شیخ حسن بصری رح نے تنکر فرمایا۔ اعتزال عنی یعنی مجھ سے جدا ہو گیا۔ اسی واسطے اس فرقہ کو معتزلہ کہنے لگے۔ (غیاث اللغات)

چونکہ نفس انسانی کے کمالات کی انتہا یہ ہے کہ توحید الٰہی کا نور اسکے دیدۂ بصیرت سے غیریت اشیا کو دور کر دے اسلئے فرمایا۔

۱۰۹۔ کلامی کو ندارد ذوقِ توحید بتاریکی دراست از غیم تقلید

ترجمہ۔ متکلمین جنہیں توحید کے ذوق سے بہرہ نہیں تقلید کے بادل کے سبب تاریکی میں ہیں

شرح۔ گروہ کلامی علم کلام سے منسوب ہے اور کلام سے مراد (مذہبی) عقائد کی معرفت ہے۔ ایسے دلائل عقلیہ کیساتھ جنکی نقل (یعنی قرآن و حدیث وغیرہ) سے تائید ہوتی ہو۔ یعنی متکلمین نے توحید حقیقی عیانی کا مزہ نہیں چکھا۔ اور وحدت حقیقی کا نور کشف کی آنکھ سے نہیں دیکھا اور دلائل نقلی کو تقلید سے یاد کر لیا۔ مگر اسکی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے کیونکہ تقلید کے ابر کے سبب شک و شبہ کی تاریکی میں پھنسے رہے

چونکہ سب فرقوں کے خیالات بیان ہو چکے ہیں۔ اسلئے اب عام طور پر فرمایا۔

۱۱۰۔ رمد دارد دو چشم اہل ظاہر کہ از ظاہر نہ بیند جز مظاہر

ترجمہ۔ اہل ظاہر کی (ظاہری و باطنی) دونوں آنکھوں میں رمد (آشوب چشم) ہے کیونکہ ظاہری صورتوں کے سوا انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

شرح۔ رمد ایک آنکھ کی بیماری ہے جس سے آنکھ صحیح طور پر دیکھنے سے قاصر رہتی ہے پس (مصنفؒ) فرماتے ہیں۔ کہ اہل ظاہر کی ظاہری اور باطنی دونوں آنکھیں اسرار غیبی کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور اہل ظاہر وہ گروہ ہے جن پر اللہ تعالےٰ کے نام الظاہر کے مظہر کے ہونیکے سبب ظاہری احکام کا زیادہ غلبہ ہے۔ اور ظاہری علوم کی سرحد سے (جو باطنی علوم کا چھلکا ہیں) آگے نہیں گذر سکتے اور علوم کے مغز تک نہیں پہنچتے۔ کیونکہ ممکنات کی صورتوں میں بس یہی صورتیں انہیں نظر آتی ہیں۔ اور حق تعالیٰ کو ان صورتوں میں اللہ تعالیٰ کے اسم الظاہر سے جلوہ نما نہیں پاتے۔

چونکہ ہر ایک فرقہ کی معرفت انکی قابلیت کے مطابق ہوتی ہے اسلئے فرمایا

۱۱۱۔ از و ہر چہ بگفتند از کم و بیش نشانے دادہ اند از دیدۂ خویش

ترجمہ۔ جو کچھ کم و بیش اللہ تعالےٰ کے متعلق کہتے ہیں وہ اپنے ہی دیکھے کی خبریں دیتے ہیں۔

شرح یعنی مختلف گروہوں نے جو کچھ کم وبیش حق تعالیٰ کے متعلق اپنے اپنے اعتقاد میں کہا ہے وہ انکی طاقت بینائی کے مطابق ہے اور سب نے جو کچھ دیکھا ہے اُسکے مطابق پتہ دیا ہے اور ہر ایک کا دیکھنا اسکی استعداد کے مطابق ہے۔ کیونکہ بندہ پر خدا کا تجلی بندہ کی قابلیت کے مطابق ہوتا ہے اور صفت قابلیت کے فرق کے مطابق تجلی میں فرق معلوم ہوتا ہے ورنہ حق تعالیٰ کا ظہور سب پر برابر ہے اور اسی اختلاف کی وجہ سے منکر خدا کے عقائد مختلف ہیں ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ سب کا خدا ایک ہے۔ والٰھکم الٰہ واحد (تم سب کا اللہ ایک ہی ہے) اور عارف (حقیقی) وہ ہے جو تمام صورتوں میں حق کا مشاہدہ کرے مگر کسی تعین (یعنی صورت) میں اسے مقید نہ ملنے۔

چونکہ ہر شخص کی نظر ظہور کے خاص مرتبہ پر پڑتی ہے اور حقیقت سے کسی کو خبر نہیں اسلئے فرمایا۔

۱۱۴۔ منزہ ذاتش از چند و چہ و چوں تَعَالیٰ شَانُہٗ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ

ترجمہ۔ اسکی ذات چند، چہ، اور چوں (یعنی کمیت وکیفیت وغیرہ) سے پاک ہے پس جو کچھ بھی لوگ کہتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہے۔

شرح۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات کم اور کیف سے پاک ہے اور اسکو کسی چیز سے یا کسی چیز کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ حضرت (حق) میں کوئی چیز نہیں۔ پس ضرور ہے کہ اسکی ذات کامل ان گروہوں کے معتقدات اور معقولات سے پاک و بلند ہو اگر توفیق الٰہی تیری رہبری کرے اور اسکے ظہورات کے مرتبوں کا مشاہدہ نصیب ہو تو تجھے یقین ہو جائے کہ اللہ کی معرفت کے باب میں جو کچھ مختلف گروہوں نے کہا ہے سب کسی نہ کسی حد تک درست ہیں اور ہر ایک کی نگاہ کسی نہ کسی مرتبہ پر پڑی ہے

چونکہ پہلا سوال مطلق فکر کے متعلق تھا اس واسطے دوسرے سوال میں راہ طریقت پر چلنے والوں کے فکر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ پس فرمایا۔

سوال دوم

۱۱۳۔ کدامی فکر ما را شرط راہ است ۔ چرا گہ طاعت گاہے گناہ ست

ترجمہ: کس قسم کا فکر ہمارے رستہ (راہ طریقت) کیلئے شرط ہے اور اسکا کیا سبب ہے کہ کسی وقت وہ (فکر) طاعت ہے اور کسی وقت گناہ ہے۔

شرح ۔ سائل پوچھتا ہے کہ کونسا فکر راہ طریقت کی شرط ہے اور کیا سبب ہے کہ کبھی تو فکر عین طاعت ہوتا ہے اور ہمیں اسکا حکم دیا جاتا ہے اور کبھی گناہ ہو جاتا ہے اور اس سے منع کیا جاتا ہے۔

چونکہ سوال میں دو قسم کے فکر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسلئے فرمایا۔

جواب

۱۱۴۔ در آلا فکر کردن شرط راہ ست ۔ ولے در ذات حق محض گناہ ست[1]

ترجمہ۔ آلا (یعنی اسماء و صفات الٰہی) میں فکر کرنا راہ (طریقت) کی شرط ہے لیکن ذات حق میں فکر کرنا محض گناہ ہے۔

شرح۔ آلاء سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال ہیں جن سے تمام ظاہری باطنی نعمتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس نعمت الٰہی میں فکر کرنا شرط راہ ہے۔ نظم

شکر نعمت واجب آمد در خرد ۔ ورنہ بکشاید در خشم ابد

عقل کے نزدیک نعمت کا شکر واجب ہے نہیں (یعنی اگر شکر نہ کرے) تو ابدی غصہ کا دروازہ اپنے اوپر کھولیگا۔

شکر نعمت نعمتت افزوں کند ۔ صد ہزاراں گل ز خارے سر کند

نعمت کا شکریہ تیری نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور ایک کانٹے سے سو ہزار

---

[1] ان ذالک الوجود من حیث الذات لا ینکشف لاحد ولا یدرکہ العقل ولا الوھم والحواس

۵۲ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (پ ۱۳ ع ۱۴)

پھول پیدا کرتا ہے

نعمت آید پیش تو علت شود　　طعمہ در بیمار کے قوت شود

نعمت تیرے پاس آ کر بیماری ہو جاتی ہے کیونکہ لقمہ بیمار (کے پیٹ) میں جا کر قوت نہیں بن سکتا۔ (یعنی اگر طبیعت درست نہ ہو تو کوئی غذا طاقت نہیں بخشتی بلکہ مزید تکلیف کا باعث ہوتی ہے یہی حال نعمت کا ہے)

کیونکہ وہ فکر سالک کو غفلت کے مرتبہ سے ہوشیاری کے مقام کیطرف کھینچتا ہے اور ذات حق میں فکر کرنا محض گناہ ہے کیونکہ اس بلند ذات کا پایہ اس سے کہیں اعلٰے ہے۔ کہ اسکی کوئی بات اسکے غیر میں پائی جائے اور وہ اسکی معرفت کا وسیلہ بنے اسلئے فرمایا

۱۱۵۔ چو بود در ذات حق اندیشہ باطل　　محال محض دان تحصیل حاصل

ترجمہ ذات حق میں اندیشہ کرنا غلط ہے اور جو چیز پہلے ہی حاصل ہو اسکی تحصیل محال ہے

شرح۔ چونکہ ذات حق ہی ہستی مطلق ہے اور دلیل کو بھی بغیر ہستی کے چارہ نہیں پس جس چیز کا ذہن میں یا خارج میں تصور کریں اور اسے حق تعالٰی کی معرفت کا وسیلہ بنائیں ذات حق تعالٰے اس سے پہلے موجود ہوتی ہے پھر اسکو تلاش کرنا گویا تحصیل حاصل ہے اور یہ باطل و محال ہے۔

چونکہ اللہ تبارک و تعالٰی کی ہستی میں کسی چیز کا اثر[له] نہیں۔ کیونکہ وہ خود بخود پیدا ہے اور سب ہستیوں کی پیدائش اس سے ہے۔ فرمایا۔

۱۱۶۔ چو آیات است روشن گشتہ از ذات　　نگردد ذات او روشن ز آیات

ترجمہ۔ چونکہ اسکی نشانیاں (علامات یعنی موجودات) اس ذات کے نور سے ہی روشن ہیں۔ ذات خود ان نشانیوں سے روشن نہیں ہو سکتی۔

شرح۔ کیونکہ مصدر نور ہر نور سے زیادہ روشن ہوتا ہے اور حقیقت سے اگر

(بقیہ صفحہ ۶۸) اگر ہمارا شکر کرو گے تو ہم تم کو اور زیادہ نعمتیں دینگے۔ اور اگر تم نے ناشکری کی تو تم کو معلوم ہے کہ ہماری پکڑ بڑی سخت ہے۔

له اثر علت اور موثر معلول۔

موجودات میں سے ایک ذرہ پر (جو آیات اللہ میں سے آیت یعنی علامت ہے) نظر کرے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور سب اسی نورِ تجلی سے روشن ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

چونکہ تجلی ذات ہی اسماء و صفات کی حیثیت سے اشیا کے ظہور کا سبب ہوا ہے اسلئے فرمایا۔

۱۱۷۔ ہمہ عالم بنورِ اوست پیدا کجا او گردد از عالم ہویدا؟

ترجمہ۔ سارا عالم اسی کے نور سے ظاہر ہے وہ عالم کے ذریعے کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے

شرح۔ بیشک ذرہ کی نمود آفتاب سے ہے مگر ذرۂ سرگشتہ کو یہ مرتبہ کہاں نصیب کہ وہ آفتاب کے ظہور کا ذریعہ و سبب ہو سکے۔

چونکہ نورِ ذات کے تجلی ہی سے تعینات محو ہوتی ہیں۔ فرمایا۔

۱۱۸۔ نگنجد نورِ ذات اندر مظاہر کہ سبحاتِ[1] جلالش ہست قاہر

ترجمہ۔ مظاہر (ممکنات) میں ذات (حق) کا نور سما نہیں سکتا کیونکہ اسکی عظمت و کبریائی بہت زبردست ہے۔

شرح۔ جسطرح تجلی حق اسماء و صفات کیساتھ تعینات کے ظہور کا سبب ہے ویسے ذات الٰہی کے نور کا تجلی ہی تعینات کی دور کرنیکا باعث ہے اسلئے مصنف رح فرماتے ہیں کہ عقل و علم حضرت الٰہی کے معرفت کا وسیلہ نہیں ہو سکتے کیونکہ مظاہر میں نورِ حق کی گنجائش نہیں اسلئے کہ تجلی ذات جو صفت اطلاق کیساتھ ظہور کا نام ہے اس بات کا مقتضی ہے کہ تعینات کی کثرت جو وصف اطلاق کے چہرہ کی نقاب ہے۔ رفع ہو جائے اور فنا ہو کیونکہ اسکے جلال کا رعب یعنی حق کی عظمت کبریائی کے انوار اسقدر زبردست ہیں کہ نہ عقل رہتی ہے نہ عاقل۔ اور نہ طالب تدلال کا پتہ لگتا ہے نہ دلیل کا۔ اسلئے فرمایا۔

۱۱۹۔ رہا کن عقل را با حق ہمے باش کہ تابِ خور ندارد چشمِ خفاش

---

[1] سبحات۔ قولھم سبحات وجھہ ای جلالتہ (صراح)

ترجمہ۔ عقل کو چھوڑ دے اور ہمیشہ حق کیساتھ رہ۔ کیونکہ خفاش کی آنکھ میں خورشید کو دیکھنے کی طاقت نہیں۔

شرح۔ یعنی حق تعالیٰ کی معرفت دلیلوں سے حاصل نہیں ہوتی پس عقل و دلیل کو چھوڑ دے اور ہمیشہ (مرشد کامل کی رہنمائی سے یادحق میں مشغول رہ۔ اور ایک دم بھی غافل نہ ہو تاکہ دل تجلیہ کے ذریعے زنگ کثرت سے مصفیٰ ہو جائے اور تجلی الٰہی کا آئینہ بن جائے۔ کیونکہ جسطرح خفاش آفتاب کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی ویسے ہی چشم عقل وحدت حقیقی کا ادراک نہیں کرسکتی۔

چونکہ ہدایت الٰہی کے نور کے سوا ذوالجلال کے جمال کا دیدار ممکن نہیں اسلئے فرمایا

۱۲۰۔ دراں موضع کہ نور حق دلیل است　　چہ جائے گفت گوئے جبرئیل است

ترجمہ۔ جس جگہ نور حق رہنما ہے وہاں جبرئیل کی قیل و قال کا کیا موقع ہے۔

شرح۔ حضرت جبرئیل جو عقل کی صورت متمثلہ اور مظہر علم ہیں مقام فنا میں انہیں بھی دخل نہیں۔ کیونکہ مقام فنا فی اللہ میں علم و عقل اور دوسری تمام صفتیں محو ہو جاتی ہیں۔ پس جہاں نور الٰہی رہنمائی کرتا ہے وہاں جبرئیل کا دخل نہیں۔

چونکہ انسان کامل کے کمال کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ وہاں تک علویات (عالم ارواح) اور سفلیات (عالم اجسام) میں سے کسی فرد کی رسائی نہیں اسلئے فرمایا۔

۱۲۱۔ فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ　　نگنجد در مقام لی مع اللہ

ترجمہ۔ فرشتہ کو اگرچہ درگاہ (الٰہی میں) قرب حاصل ہے پھر بھی لی مع اللہ[1] کے مقام میں اسکی گنجائش نہیں (یعنی انسان کامل کے مرتبہ تک فرشتہ کی رسائی نہیں)

شرح۔ چونکہ قرب عبارت ہے شئی اور اسکے موجد کے درمیانی واسطوں کو بالکل دور کرنے یا کم کرنے سے۔ اسلئے موجودات ملائکہ کو جو عقول نفوس ارواح اور قوتیں

[1] حدیث شریف میں وارد ہے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی مجھے خدا کیساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ وہاں نہ مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ نبی مرسل کی۔

ہیں۔ درگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوگا۔ مگر بسیط[۵۱] و مجرد ہونیکے سبب انسان کامل کے مرتبہ یعنی فنافی اللہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس لحاظ سے فرشتوں کو اگرچہ شرف ہے مگر وکمال، اسماءِ الٰہیہ و حقائق کونیہ کے جامعہ ہونیسے انسان کامل ہی کو حاصل ہے۔

چونکہ نورِ ذات (الٰہی) اسماء و صفات کی پوشیدگی کا مقتضی ہے اور اسماء صفات کا پوشیدہ ہونا مظاہر (تعینات) کو معدوم کردیتا ہے اسلئے فرمایا

۱۲۲۔ چو نورِ او ملک را پر بسوزد — خرد را جملہ پا و سر بسوزد

ترجمہ جسطرح اسکا نور فرشتوں[۵۲] کے پر جلا دیتا ہے۔ اسی طرح عقل کو سر سے پاؤں تک جلا دیتا ہے۔

شرح۔ یعنی چونکہ تجلی ذاتی کا نور اس بات کا مقتضی ہے کہ مظاہر کو بالکل مٹادے۔ پس ضرور ہے کہ فرشتوں کے پر و بال جلائے اور عقل کو جو ادراک و شعور کا وسیلہ ہے محو کردے۔ اور چونکہ عقل کا نور نور انور (یعنی نور الٰہی) کے چمک کے سامنے تاریک ہو جاتا ہے فرمایا۔

۱۲۳۔ بود نور خرد در ذاتِ انور — بسانِ چشم سر در چشمۂ خور

ترجمہ و شرح۔ یعنی جسطرح شعاع آفتاب آنکھ کو خیرہ اور تاریک کردیتی ہے اسی طرح تجلی ذاتی کا نور دیدۂ عقل کو تاریک کردیتا ہے[۵۳]۔

۱۲۴۔ چو مبصر با بصر نزدیک گردد — بصر ز ادراک او تاریک گردد

ترجمہ جب وہ چیز جسے دیکھیں آنکھ کے (بہت) قریب ہو تو نظر اسکے دیکھنے سے تاریک ہوجاتی ہے۔ (یعنی دیکھ نہیں سکتی)

شرح جس طرح ظاہری آنکھ کا حال ہے کہ نہایت نزدیکی تاریکی بصر اور عدم ادراک

---

[۵۱] مجرد وہ شے جو مادہ سے پاک ہو۔ بسیط کیلئے بیت ۴۷ دیکھو

[۵۲] شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

[۵۳] چشم سر۔ ظاہری آنکھ جو چہرہ پہ ہوتی ہے۔

مبصر کا سبب ہوتی ہے۔ ویسے ہی باطنی آنکھ کا حال ہے اور جو جماعت ان حالات سے بہرہ ور نہیں وہ باوجود تقلید کے بھی اس حالت تک نہیں پہنچتی۔ مگر اصل حقیقت پر نظر کرے تو معلوم ہو جائے کہ عقل کا عدم ادراک بھی زیادہ نزدیکی کے سبب ہے دوری کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ جس میں ہستی کی رنگ و بو ہے وہ سب کمال قرب میں ہیں! اور دوری کو ان کے حال میں راہ نہیں ملتی۔

چونکہ زیادہ نزدیکی کے باعث آنکھ میں تاریکی آجاتی ہے اور آنکھ دیکھ نہیں سکتی اسلئے فرمایا۔

۱۲۵- سیاہی گر بہ بینی نورِ ذاتست　　بتاریکی دروں آبِ حیاتست

ترجمہ۔ سیاہی اگر تو (غور سے) دیکھے تو نور ذات (الٰہی) ہے۔ گویا تاریکی میں آب حیات ہے۔

شرح۔ سیاہی اور تاریکی ہم معنی ہیں یعنی سیاہی جو ارباب کشف و شہود کے مشاہدات کے مختلف مراتب میں سالک کی چشم بصیرت میں آجاتی ہے۔ وہ ذات مطلق کا نور ہے جس سے نہایت نزدیکی کے سبب اسکی چشم بصیرت میں تاریکی پیدا ہو جاتی ہے اور اس تاریکی کے اندر نور ذات جو فنا کا مقتضی ہے اور آب حیات بقا باللہ جو دائمی بقا کا موجب ہے پنہاں ہیں۔ نظم

ہر کو نہ بدیں مقام جا کرد　　دعوے قلندری خطا کرد

جس شخص نے اس مقام میں اپنی جگہ نہیں پائی۔ اسکا قلندری کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔

ایں فقر حقیقی است الحق　　آنجاست سواد وجہ مطلق

الحق یہی فقر حقیقی ہے اور وجہ مطلق کی سیاہی وہیں ہے۔

شمشیر فنا درایں نیام است　　آں نور سیاہ درایں مقام است

اس نیام میں شمشیرِ فنا (پوشیدہ) ہے اور وہ نور سیاہ اسی مقام میں ہے۔

طاؤس تو پر برید ازیں جا　　سر چشمۂ کفر خیز دایں جا

تیرا طاؤس اسی جگہ جھاڑتا ہے اور سرچشمۂ کفر یہیں سے شروع ہوتا ہے۔

مراد اس فنا سے جو اولیا کو اپنے اپنے حال کے مطابق نصیب ہوتی ہے وہ علم نہیں ہے جو ان عارفوں کو حاصل ہوتا ہے جو اہل شہود ہیں اور سیاہی سے مراد کثرت تعینات ہے جو اپنی اصلیت کے مطابق ظلمت ہیں اور کثرات کے وجود کو معدوم کرنیوالا حق تعالیٰ کی ذات کا تجلی ہے۔ جو اسم 'النور' سے تمام چیزوں کی صورتوں میں ظاہر ہے اور اپنے آپکو علم کے رنگ میں ظاہر کرتا ہے۔ اس کثرت کے اندھیرے کے درمیان آبحیات اور واحد مطلق کا وجود پنہاں ہے جس سے ہر ایک چیز کی ہستی اور حیات قایم ہے۔

چونکہ مقام فنا میں ادراک اور شعور کا دخل نہیں پس معنوی اتحاد اور قرب کے سبب نور بصر نہیں رہتا۔ بلکہ دیکھنے والا اور خود بصیرت بھی نہیں رہتی۔

۱۲۶۔ سیہ چبنۂ قابض نور بصر نیست ٭ منظر بگذار کیں جائے نظر نیست

ترجمہ۔ سیاہی نور بصر کو بند کرنیوالی ہے اس لئے یہاں 'دیکھنا' چھوڑ دے کیونکہ یہ دیکھنے کی جگہ نہیں۔

شرح۔ نور سیاہ جو قرب کی بے حد زیادتی کے سبب ہے نور بصر کو روکتا ہے اور بصیرت اس حال میں بے ادراک ہو جاتی ہے 'صرف نور' اور 'صرف ظلمت' دکھائی نہیں دیتی جسکے سبب چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ ظلمت سے ملا ہوا نور ہے۔ جسے ضیا کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں جہاں 'ذات' بے چون و چگون ہے بے رنگی کیساتھ ہے اور جہاں ظلمت ہر ایک طرح سے تجلی کرتی ہے۔ وہاں بیشمار کثرتیں اپنی ظلمت ذاتی یعنی عدم کی وجہ سے معدوم ہو جاتی ہیں۔ اور چونکہ 'نظر' ایک نسبتی امر ہے اور 'ناظر' اور منظور دونو کو چاہتا ہے۔ اسلئے یہ مقام نظر کی جگہ نہیں۔ کیونکہ مرتبہ فنا 'دوئی' کو دور کرنے کا اور مطلق وحدت حقیقی کے ظہور کمال کا مقام ہے۔

چونکہ تمام صفتوں کا علم وجود کے تابع ہوتا ہے اور جب متبوع ہی نہ ہو۔ تو تابع بھی نہ ہوگا۔ اسلئے فرمایا۔

۱۲۷۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک　　کہ ادراک ست عجز از درکِ ادراک

ترجمہ۔ خاک (انسان) کو ہستی مطلق سے کیا نسبت۔ کیونکہ اس کے ادراک کی حد ادراک سے عجز ہی ہے۔

شرح یعنی ممکن جو اپنی پستی کی وجہ سے نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسے ہستی مطلق کے عالم پاک سے کیا مناسبت ہے۔ کہ ذات حق کا ادراک یا واجب الوجود کے جمال کا مشاہدہ کرے۔ اسلئے کہتے ہیں کہ اَلْعَجْزُ عَنِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ[۱] کیونکہ ممکن کے کمالِ ادراک کی حد یہی ہے۔ کہ اپنی اصلی عدمیت کیطرف لوٹے۔ اور یقین کرلے کہ ادراک کی حد عدم ادراک ہے۔ کیونکہ مدرک حقیقی (ذات حق) غیر متناہی ہے اور ممکن، امر اعتباری ہے۔ جسے عقل وجود و عدم کے ادراک سے گھڑ لیتی ہے۔ اور حقیقت میں، وجود (مطلق) کے سوا عدم ہے اور ضدین (عدم و وجود) میں ترکیب محال ہے۔

چونکہ ممکن امکان کی رو سے ظلمت ہوتا ہے اسلئے فرمایا۔

۱۲۸۔ سیہ روئی ز ممکن در دو عالم　　جدا ہرگز نہ شد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

ترجمہ۔ (نیستی کی) سیہ روئی ممکن، سے دونو جہاں میں جدا نہ ہوئی! اور خدا ہی بہتر جاننے والا ہے۔

شرح۔ سیہ روئی یعنی نیستی کی ظلمت، دونوں عالم یعنی صوری و معنوی اور ظاہری و باطنی میں انسان سے دُور نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ اس طرح نہیں کہ کبھی تھا، اور پھر نیست ہوگیا، نیست، کبھی ہست نہیں ہوسکتا اور نہ ہست، نیست اسکی فنا و بقا دونو اعتباری ہیں۔ مختلف تجددات و تعینات محض دیکھنے ہی میں ہی ہوتی ہیں۔ (اور اصل میں کچھ نہیں) کیونکہ ممکن کی نیستی، ہمیشہ فانی ہے اور اس کی ہستی، ہمیشہ باقی۔ پس ممکن ہونے کے سبب سے نیستی ممکن سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔

[۱] ادراک (ذات حق)، سے عاجزی ہی ادراک ہے کیونکہ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی ہستی کو اچھی طرح سے سمجھ لے اور یہ بڑی سمجھ کا کام ہے۔

کیونکہ کسی چیز کا اپنے نفس سے الگ ہونا محال ہے۔ اور ممکن کی ہستی اسکی صورت میں وجود واجب کا ظہور ہے اور یہی (ممکن کی ہستی کی) وجہ ہے۔ جو باقی ہے۔ مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؂

چونکہ ظہور توحید کا کمال اس میں ہے کہ تمام مظاہر کثرت فنا ہو جائیں۔ اسلئے فرمایا۔

۱۲۹۔ سواد الوجہ فی الدارین درویش — سواد اعظم آمد بے کم و بیش

ترجمہ۔ درویش کی دونوجہان میں روسیاہی[۵۲] (سواد الوجہ) بلا کم و بیش ایک بڑے شہر (سواد اعظم) کے برابر ہے۔

شرح۔ صوفیوں کی اصطلاح میں 'فقر و فنا فی اللہ' سے عبارت ہے اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ[۵۳] سے یہی مراد ہے کہ سالک فانی فی اللہ ہو جاوے۔ اس طریقے پر کہ ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت میں اسکا وجود نہ رہے اور یہ سواد الوجہ (روسیاہی) سواد اعظم (بڑا شہر) ہے۔ کیونکہ سواد اعظم وہی ہے جس میں جو کچھ چاہیں مل سکے۔ اور جو کچھ تمام موجودات میں 'مفصل' طور پر موجود ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اس مرتبہ میں 'مجمل' طور پر پایا جاتا ہے جسطرح گٹھلی میں درخت۔ اور یہ بغیر کمی بیشی کے اصل واقع کا بیان ہے اور اس سے اعلیٰ کوئی مرتبہ نہیں۔ نیز جب تک سالک 'نیستی تمام' یعنی 'فنائے مطلق' کو پوری طرح نہ نباہ لے۔ ہستی مطلق یعنی بقاء باللہ اسکے لئے ثابت نہیں ہوسکتی۔ پس روسیاہی جو 'پوری پوری فنا' کا نام ہے 'سواد اعظم' یعنی بقا باللہ ہے۔ نظم۔

تا در طریق عشق تو من جانفشاں شدم — بیجاں شدم ولیکن جہاں در جہاں شدم

جب سے میں تیرے عشق کی راہ میں جان قربان کرنیوالا ہوا ہوں بیجان ہو گیا

---

۵۱ جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائیگا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہیگا ۔۔۔ ۔ ع (۱۹)

۵۲ روسیاہی اور ظلمت سے وہی عدم و فنا مراد ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

۵۳ ترجمہ۔ فقر دونوجہان کی روسیاہی ہے۔

ہوں۔ مگر مجھ میں کئی جہان پیدا ہو گئے ہیں۔

زانَدم کہ باختم دل و جاں در قمارِ عشق　　از ہر چہ عقل فرض کند بیش ازاں شدم

جس وقت سے میں نے عشق کی بازی میں دل و جان ہار دیا۔ عقل جن باتوں کو فرض کرتی ہے میں ان سے اعلےٰ و برتر ہو گیا ہوں۔

تا در فنائے ہستی خود نیست آمدم　　در عالم بقا بخدا جاوداں شدم

جب سے اپنی ہستی کو فنا کرکے نیست ہو گیا ہوں۔ بقاء باللہ کے عالم میں ہمیشہ رہنے والا ہو گیا ہوں۔

لیکن ہر ایک آدمی کی عقل اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی اسلئے فرمایا۔

۱۳۰۔ چہ میگویم کہ ہست ایں نکتہ باریک　　شبِ روشن میانِ روزِ تاریک

ترجمہ۔ میں کیا کہوں۔ یہ نکتہ بہت باریک ہے کہ "روشن رات تاریک دن میں ہے"۔

شرح "روشن رات تاریک دن میں" بہت نازک بات ہے۔ شب روشن سے اسجگہ "نور سیاہ" مراد ہے۔ جو "نور ذات" (الٰہی) ہے۔ اور تجلی ذاتی فنا کا مقتضی ہے اور اسے رات کیساتھ تشبیہہ اسلئے دی گئی کہ تاریک ہے کوئی اسکو سمجھ نہیں سکتا! در روشن اسلئے کہ اس حقیقت کا تجلی کثرت کے پردوں سے باہر نکل آتا ہے۔ (یعنی کثرت تعینات میں اسکا اظہار ہوتا ہے) اور "روز تاریک" سے مراد ہیں وہ مختلف انوار معنوی جو سالکوں کو چشم بصیرت سے نظر آتے ہیں۔ "روز" اسلئے کہ (خدا تعالیٰ) کی اسمائی صفاتی اور افعالی تجلیات روشن طاہر ہیں! اور دلمیں انکا ادراک ہو سکتا ہے۔ اور "تاریک" اسلئے کہ یہ سب "ذات" الٰہی کیلئے پردے ہیں۔ نظم

خواہی کہ نماند بجہاں مومن و کافر　　لطفے بنما پردہ برانداز ز رخسار

اگر تو چاہتا ہے کہ جہان میں کوئی مومن و کافر نہ رہے تو مہربانی کرکے اپنے رخسار سے پردہ اٹھا دے

حقا کہ اگر پردہ ز روئے تو برافتد　　ور غیر تو نے عین بیابند نہ آثار

خدا کی قسم اگر تیرے چہرے سے پردہ اٹھ جائے تو تیرے سوا کسی کی نہ ذات رہے۔ نہ نشان! اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "شب روشن" سے "ذات احدیت" مراد ہو۔

جسے بے تعینی کے سبب رات سے تشبیہ دی گئی ہے جسطرح رات میں کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے۔ اسی طرح اس مرتبۂ ذات میں جو مظاہر کے فنا کا مرتبہ ہے عقل نہیں ہتی اور روشن اسلئے کہ آپ سے آپ ہی پیدا ہے۔ روز تاریک یعنی روز تو اسلئے کہ یہ تعینات امکانی دن کیطرح نمودار ہیں۔ اور تاریک اسلئے کہ اپنی اصلیت سے عدم ہیں۔

اور چونکہ تجلیات کا اظہار انکار کا سبب ہو جاتا ہے۔ اسلئے فرمایا۔

۱۳۱۔ دریں مشہد کہ انوارِ تجلی است سخن دارم ولے ناگفتن اولی است

ترجمہ۔ اس مقام میں جہاں تجلی کا نور ہے ایک بات کہنے والی ہے مگر اسکا نہ کہنا ہی بہتر ہے۔

شرح۔ مشہد شہود کی جگہ ہے اور تجلی جو کچھ کہ قلوب غیب کے نور سے پائیں جسوقت سالک کا دل مصفی ہو جاتا ہے تو اسے انوار الٰہی ہر قسم قسم کی صور تو نمیں نظر آتے ہیں کیونکہ اگرچہ حق تعالے کا مثل نہیں۔ مگر مثال[1] ہے۔ اور اسی قسم سے ہے موسیٰ کا تجلی وادیٔ ایمن کے درخت سے۔ اور گلشن راز میں جہاں کہیں لفظ تجلی ہے انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ نہ کہ تجلی اول وثانی اور تجلی شہودی جو صوفیوں کی اصطلاحیں ہیں۔ ولے ناگفتن اولی است، اسلئے کہ یہ بات وجدانی ہے۔ اور اسکا نقصان فائدے سے زیادہ ہے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ درویش کی فنائے کلی سواد اعظم ہے کیونکہ ہستی مطلق، نیستی مطلق، میں ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اسکی توضیح کے لئے فرمایا۔

تمثیل

۱۳۲۔ اگر خواہی کہ بینی چشمۂ خور ترا حاجت فتد با جرم دیگر[2]

ترجمہ۔ اگر تو چشمۂ خورشید کو دیکھنا چاہے تو تجھے ایک اور جسم کی ضرورت پڑیگی۔ (جسمیں آکر آفتاب کی روشنی مدھم ہو جائے۔)

شرح۔ ہر ایک روشن چیز جسکی بیحد روشنی اسکے دیکھنے سے روکتی ہو جبتک اسکے

---

[1] مثل اسے کہتے ہیں جو تمام صفات میں برابر ہو مگر مثال کیلئے تمام صفتوں میں برابر ہونا شرط نہیں غیاث اللغات۔

[2] بعض نسخوں میں "ہم دیگر" کی جگہ "چشم دیگر" ہے۔ مگر شعر آئندہ "جرم دیگر" کو چاہتا ہے۔

اور دیکھنے والے کے درمیان کوئی اور واسطہ نہ ہو اسکی روشنی دیکھی نہیں جاسکتی مثلاً سورج جسکے نور کی از حد شدت اسے دیکھنے کے وقت آنکھ میں ظلمت پیدا کر دیتی ہے اور دیکھنے سے مانع آتی ہے۔ (پس مصنف رحم فرماتے ہیں۔ کہ اگر ہم آفتاب کو دیکھنا چاہیں تو ضروری ہے کہ کسی اور جسم کے محتاج ہوں۔ جو اپنی صفائی اور محاذات سے آئینہ کی طرح آفتاب کے عکس پڑنے کی قابلیت رکھتا ہو تاکہ آفتاب کے نور کی چمک اس جسم میں آکر کم ہو جائے اور اسکا ادراک میسر ہو۔

چونکہ آفتاب کی رویت بلا واسطہ ممکن نہیں اسلئے فرمایا۔

۱۳۳۔ چو چشم سر ندارد طاقت وتاب　　توان خورشید تابان دید در آب

ترجمہ۔ چونکہ ظاہری آنکھ میں یہ تاب طاقت نہیں رکہ براہ راست سورج کو دیکھ سکے) اسلئے خورشید تاباں کو پانی میں دیکھ سکتے ہیں۔

شرح۔ پانی میں نور کی چمک کم ہو جائیگی اور اسکا ادراک حاصل ہو جائیگا۔ جیسے کہ فرمایا۔

۱۳۴۔ ازو چوں روشنی کمتر نماید　　در ادراک تو حالے مے فزاید

ترجمہ۔ اس (پانی) سے جب روشنی کم ہو جائیگی تو اسے زیادہ دیر تک (دیکھکر اچھی طرح سے) سمجھ سکیگا۔

شرح۔ یعنی چونکہ آفتاب کی روشنی پانی میں کم ہو جائیگی۔ تو تمہیں (دیکھنے کے لئے) زیادہ وقت مل جائیگا۔ اور آفتاب کے جسم کا آسانی سے ادراک کر سکو گے۔

۱۳۵۔ عدم آئینۂ ہستیست مطلق　　کزو پیداست عکس تابش حق

ترجمہ۔ عدم ہستی مطلق کا آئینہ ہے جس سے حق تعالےٰ کے نور کا عکس ظاہر ہے۔

شرح۔ جسطرح ظاہری آنکھ آفتاب کو بلا واسطہ دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی اسی طرح اگر ہستی مطلق (یعنی نور مطلق) کے مقابل میں کوئی اور چیز نہ ہو جس سے اسکی چمک کم ہو۔ تو وہ کسی طرح سے بھی مدرک نہ ہو سکے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ جو کچھ ہے اپنی ضد سے ظاہر ہوتا ہے[۱]۔ اور نمائندہ و نمودہ میں نمائش کے لئے تقابل بھی ضروری ہے اور

---

[۱] انما الاشیاء تتبین باضدادھا۔

'ہستی' کے مقابل میں 'نیستی' کے سوا اور کچھ نہیں۔ اسلئے 'عدم' وجود کا آئینہ ہے پس 'وجودِ حق' کا آئینہ اعیان ممکنات ہیں جو کہ عدم اضافی ہیں۔ کیونکہ وجود خارجی کی نسبت سے وہ 'عدم' ہیں۔ اور انکے لئے صرف وجود علمی اور ہستی ثبوتی ہے یعنی اللہ تعالےٰ کے علم میں ثابت ہیں۔ انکے ذاتی وجود کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور آئینہ کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس میں کسی چیز کا عکس اس (آئینہ) کے مقتضا کے مطابق ہوتا ہے چنانچہ ٹیڑھے آئینہ میں عکس ٹیڑھا ہوتا ہے۔ اور لمبوترے آئینہ میں لمبوترا۔ حالانکہ وہ شخص مجازی (جس کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے) ایک ہی ہے۔ پس یہ سب اختلاف آئینہ کے آثار و احکام سے ہیں دوسری خاصیت یہ ہے کہ جس صورت کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے آئینہ اس سے متصف نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ نہیں کہتے کہ آئینہ صورت ہے یا وہ صورت (یعنی شخص) آئینہ میں ہے۔ بلکہ یہ کہ آئینہ اسکے ظہور کا سبب ہوا ہے۔ پس اسی طرح اعیانِ ثابتہ (صور علمیہ) آئینہ کی قسم سے ہیں۔ کہ ان میں سے حق تعالےٰ انکی صورت کے مطابق نظر آتا ہے۔ پس جو نقص نظر آتے ہیں وہ اعیان ہی کے ہوتے ہیں مولٰنا عبدالرزاق کاشی (شارح گلشن راز) اس مسئلہ کو غامضہ کہتے ہیں۔ کیونکہ عقل و نقل سے بعید ہے اور سوائے ارباب کشف کے کوئی اسے پا نہیں سکتا۔

چونکہ آئینہ اور شخص کا بالمقابل ہونا شرط ہے اسلئے فرمایا۔

۱۳۶۔ عدم چوں گشت ہستی را مقابل   در و عکسے شد اندر حال حاصل

ترجمہ۔ عدم (اعیان ثابتہ) جب ہستی (وجود حق) کے مقابل ہوا۔ تو اسی وقت اس میں عکس پیدا ہو گیا۔

شرح۔ عدم (یعنی اعیان ثابتہ) چونکہ عدمیت کی رو سے ہستی کے مقابل ہے۔ پس اس تقابل کے ذریعہ آئینۂ عدم میں وجود (حق) کا عکس فوراً حاصل ہو گیا اور اعیان کے آئینوں کی کثرت کی وجہ سے عکس بھی متکثر نظر آنے لگے۔ اسلئے فرمایا۔

۱۳۷۔ شد آں وحدت ازیں کثرت پدیدار   یکے را چوں شمردی گشت بسیار

ترجمہ 'وہ وحدت' اس 'کثرت' میں ظاہر ہو گئی۔ جب تو ایک کو دبارہ بار شمار کرے

تو زیادہ ہو جاتے ہیں۔

شرح یعنی وہ وحدت حقیقی (یعنی ہستی مطلق) اس آئینوں کی کثرت سے ذات کی (مختلف) شانوں میں جو جلا و انجلا کے لئے لازم ہیں۔ پیدا اور ظاہر ہو گئی۔ لیکن کثرت کی صورتوں میں ظاہر ہونے سے وحدت کی حقیقت میں کوئی کثرت لازم نہیں آتی۔ جسطرح ایک اگر ایک کو دو بار شمار کر دو تو دو ہو جائیگا اور اگر تین بار گنو تو تین (علیٰ ہذا القیاس)

چونکہ یہ ظہور جو کمالات ذاتیہ (الٰہی) کے اظہار کیلئے ہے ختم ہونیوالا نہیں اسلئے فرمایا۔

۱۳۸۔ عدد گرچہ یکے دارد بدایت ولیکن نبود ش ہرگز نہایت

ترجمہ۔ گنتی اگرچہ ایک سے ہی شروع ہو جاتی ہے مگر اسکی انتہا کوئی نہیں ہوتی۔

شرح۔ ایک تمام اعداد کا مبداء ہے اور مراتب عددی ہیں سے ہر مرتبہ میں ایک اسم اور الگ صفت سے ظاہر ہوتا ہے اسکو تجلی اول میں دو کہتے ہیں! ور تجلی دوم میں تین کہتے ہیں۔ یہی ایک وجود مطلق کے اسرار کو اور اسکے ظہور کو تعینات کے مختلف مراتب میں باوجود حقیقی وحدت پہ باقی رہنے کے ظاہر کرتا ہے۔ واحد عدد نہیں۔ لیکن سب عدد وں کی بنیاد اسی پر ہے۔ بلکہ وہی سب عددوں کا عین ہے! ور عدد اصل میں تجلی واحد کے تکرار کا نام ہے۔ مثلاً اگر تم ہزار میں سے ایک کو نکال لو تو ہزار نہیں رہتا۔ اگر تم بصیرت رکھتے ہو تو اس تعلق پہ غور کرو! ور وحدتِ مطلق کے تجلی کو کثرات کے مختلف مراتب میں دیکھو۔ پس یقین جان لو۔ کہ حقیقت صرف ایک ہی ہے۔ جو آئینوں کے تکرار سے زیادہ دکھائی دیتی ہے اور اس نمود سے وحدت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ اسلئے (مصنف رح) فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ گنتی کا شروع ایک سے ہے۔ لیکن عددوں کی کوئی انتہا نہیں اور یہ اشارہ ہے اس بات کیطرف کہ مظاہر (ممکنات) میں ظہورات الٰہی سما نہیں سکتے اور اپنی ذاتی شانوں کے مطابق وہ ظہورات ہمیشہ الگ الگ ہوتے ہیں اور اپنی خصوصیات کی حیثیت سے غیر منحصر ہیں۔ پس حق تعالےٰ خلقت کو ہمیشہ پیدا کرتے ہیں! اسکا راز یہی ہے۔

چونکہ آئینہ اگر (آلائش سے) پاک نہ ہو۔ تو اس میں نمائندگی نہیں ہوتی اسلئے فرمایا۔

۱۳۹۔ عدم در ذاتِ خود چوں بود صافی   ازو تا ظاہر آمد گنج مخفی

ترجمہ۔ چونکہ عدم (جو آئینہ سے مشابہ ہے) فی ذاتہٖ صاف تھا۔ اس لئے اسمیں سے گنج مخفی (کنز مخفی[۵۱]) یعنی حقیقت حق ظاہر ہو گیا۔ (جسطرح صاف آئینہ میں عکس پڑتا ہے)

شرح یعنی اعیان ثابتہ جو اللہ تعالیٰ کی مختلف شانوں کے ظل ہیں۔ اپنی ذات میں یعنی اس بات کو چھوڑ کر کہ وجود (حق) کا ظہور ان کی صورتوں میں ہے۔ بالکل صاف تھیں یعنی ہستی سے بالکل خالی تھیں! ورنیستی کی صفائی ان میں تھی۔ اور چونکہ ہستی کو ظاہر کرنیوالا نیستی کے سوا اور کوئی نہیں۔ اسلئے اس میں سے گنج مخفی یعنی ہستی مطلق ظاہر ہوئی۔

چونکہ ہستی مطلق کا گنجینہ اعیان ممکنات کے خزانہ میں ظاہر نظر آتا ہے۔ فرمایا۔

۱۴۰۔ حدیث کنت کنزاً را فرو خواں   کہ تا پیدا بہ بینی گنج پنہاں

ترجمہ۔ حدیث کنت کنزاً[۵۲]۔۔ الخ کو پڑھ تاکہ تجھے گنج پنہاں (ہستی حق) ظاہر نظر آجائے

شرح یعنی ذات حق اپنی کمال نورانیت میں پوشیدہ تھی! ور ظہور کلی تجلی شہودی پر موقوف تھا تجلی شہودی سے مراد اعیان ثابتہ کی صورتوں میں حق کا ظہور ہے اور یہ ظہور تفصیلی اسی وقت ممکن ہے کہ (حق تعالیٰ کی) تمام شانوں کے ساتھ ہو۔ جو مظاہر یعنی خلق کے سوا صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔ یہ ظہور و خفا نسبتی باتیں ہیں ورنہ! دراک و شعور ذات الٰہی سے کبھی الگ نہیں ہوتے

چونکہ یہ معنی عکس کی صورت یعنی عالم میں سوائے انسان کے کسی چیز پر درست نہیں آتے اسلئے فرمایا۔

۱۴۱۔ عدم آئینہ عالم عکس و انساں   چو چشم عکس در وے شخص پنہاں

ترجمہ۔ عدم آئینہ ہے اور عالم (وجود حق کا) عکس ہے! ور انسان[۵۳] اس عکس کی آنکھ کی طرح ہے جس میں کوئی پوشیدہ ہے۔

---

[۵۱] حدیث قدسی میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيّاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ پھر میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں تب خلقت کو پیدا کیا
I was a hidden Treasure
[۵۲] دیکھو بیت نمبر ۱۳۹۔
So, I willed to be revealed
[۵۳] انسان عربی میں مردمک چشم کو بھی کہتے ہیں۔ جو لطف سے خالی نہیں۔
before I

شرح ۔ یعنی اعیانِ ثابتہ وجود حق کا آئینہ ہیں اور عالم 'اس وجود کا عکس ہے اسے ظل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ نور سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ انسان اس عکس کی آنکھ کی مانند ہے کیونکہ جسطرح چیزیں آنکھ سے نظر آتی ہیں اسی طرح اسرار الٰہی و معارف حقیقی انسان پر ہی ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا انسان جو اس عکس کی آنکھ ہے اسمیں ایک شخص نہاں ہے یعنی (حق) کیونکہ اس چشم عکس کی پتلی (حق) ہے۔

چونکہ درحقیقت انسان جو جہان کی آنکھ ہے۔ اسکی صورت (کے پردے) میں حق تعالیٰ خود ہی اپنے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ فرمایا

۱۴۲۔ تو چشم عکسی واو نور دیدہ ۔ بدیدہ دیدہ را دیدہ کہ دیدہ

ترجمہ ۔ (اے انسان) تو عکس (یعنی عالم) کی آنکھ ہے اور وہ (حق تعالیٰ) آنکھ کا نور ہے۔ کس نے دیکھا ہے ایسے شخص کو جس نے آنکھ سے آنکھ کو دیکھا ہو۔ (آنکھ سے ساری دنیا نظر آتی ہے مگر آنکھ خود نظر نہیں آسکتی)

شرح ۔ یعنی انسان عالم کی آنکھ ہے اور (حق) اس آنکھ کا نور ہے یعنی (حق) آنکھ کی پتلی ہے جس طرح دیکھنے والی آنکھ میں عکس کی تمام صورت منطبع ہو جاتی ہے اور پھر اس صورت کی بھی آنکھ ہوتی ہے یعنی اصلی صورت اپنی صورت کو دیکھتی ہے اور چشم عکس بھی اس اصلی صورت کو دیکھتی ہے پس دوسرے مصرعہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ عکس یعنی انسان کی آنکھ سے آنکھ کی پتلی یعنی حق کو دیکھنا محال ہے۔ ہاں البتہ حق تعالےٰ خود اپنے آپکو انسان کی صورت میں دیکھ سکتا ہے (جیسے مثلاً میرے سامنے ایک آدمی کھڑا ہو۔ اسکا عکس میری آنکھ میں ہوگا لیکن اس عکس کو وہی شخص دیکھ سکتا ہے میں نہیں دیکھ سکتا) نظم

زچشم من چو توئی بر جمال خود نگراں ۔ چرا جمال خود از من ہمے کنی پنہاں

میری آنکھ سے تو خود ہی اپنے جمال کو دیکھتا ہے تو پھر کیلئے اپنا جمال مجھ سے چھپاتا ہے

چو حسن روی ترا کس ندیدہ جز چشمت ۔ پس از چہ روی من خستہ گشتہ ام حیران

چونکہ تیرے حسن کو سوائے تیری آنکھ کے کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ

ہیں خستہ حیران ہوں۔

چگونہ غیر تو بیند کسے کہ غیر تو نیست بداں سبب کہ توئی عین جملۂ اعیان

تیرے سوا کوئی کسی کو کیونکر دیکھ سکتا ہے کہ تیرے سوا کوئی ہے ہی نہیں اسلئے کہ تو سب اعیان کی عین[۱] ہے۔

یہ عجیب نکتہ ہے کہ حق تعالیٰ ایک وجہ سے انسان العین (یعنی آنکھ کی پتلی) ہے اور ایک وجہ سے عین الانسان (یعنی انسان کی آنکھ) ہے جہان جو اسکا عکس ہے انسان الکبیر کہلاتا ہے۔ انسان سارے جہان کا خلاصہ ہے پس حقیقت میں جو نسبت حق کو انسان کیساتھ ہے وہی نسبت انسان کو جہان کیساتھ ہے۔

۱۴۳۔ جہاں انساں شد و انساں جہانے ازیں پاکیزہ تر نبود بیانے

ترجمہ۔ جہاں انسان کبیر ہے اور انسان جہان (کا خلاصہ) اس سے زیادہ صاف بیان نہیں ہو سکتا۔

شرح۔ انسان کے سبب جہان (انسان کبیر) بن گیا اور انسان جو سب کا خلاصہ ہے ایک علیحدہ جہان ہے کیونکہ حق انسان میں ظاہر ہوتا ہے اور اسکی آنکھ بن جاتا ہے۔ اور اس آنکھ سے اپنے آپکو دیکھتا ہے۔ نیز انسان جہان میں پیدا ہو کر جہان کی آنکھ بنا اور اپنے آپکو مفصل[۲] طور پر دیکھ لیا اور حقیقت انسانی حق تعالےٰ کا آئینہ ہے۔ کیونکہ وہ تمام مراتب کا جامع ہے اور سارے کا سارا عالم انسان کامل کی حقیقت کے مختلف مراتب (کا مجموعہ) ہے۔ جو (عالم) اس اجمال (انسان) کی تفصیل ہے۔

چونکہ جو کچھ بھی ہے ہستی حق ہی ہے۔ فرمایا

۱۴۴۔ چو نیکو بنگری در اصل ایں کار ہم او بیندہ ہم دیدہ است دیدار

ترجمہ۔ جب تو اس معاملہ کی اصل کو غور سے دیکھے تو پائیگا کہ وہی دیکھنے والا ہے۔ اور وہی دیکھا گیا ہے

---

۱ عین کے معنی "ذات"۔ "اصل"۔ اور "آنکھ" بھی۔

۲ انسان میں جو کچھ مجمل طور پر پایا جاتا ہے وہی چیزیں عالم میں مفصل طور پر پائی جاتی ہیں۔

شرح یعنی جب تو اس معاملہ یعنی ہستی مطلق کو اچھی طرح سے دیکھے تو جان لیگا۔ کہ دیکھنے والا شخص اور دیدہ (جو انسان ہے) اور دید یعنی دیکھی گئی چیز یا عکس بلکہ آئینہ بھی سب ایک ہیں۔ کیونکہ حق ہی ہے جو تجلی اقدس سے اعیان ثابتہ (صور معقولہ اسماء الٰہی[۵۱]) میں قابلیت کے طور پر ظہور کرتا ہے اور تجلی مقدس (یعنی شہود) سے اعیان کی صورتوں میں سے ہر ایک میں اسکی استعداد کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ نظم

عشق ہر دم ظہور دیگر داشت　　زاں کند نقش مختلف پیدا

عشق کا ظہور ہر دم نیا ہے اسلئے (ہر دفعہ) نیا نقش (اثر) پیدا کرتا ہے۔

ہر دم از کوئے سر بروں آرد　　روئے دیگر نماید او ہر جا

جو وقت کسی کوچے سے سر نکالتا ہے تو ہر بار اسکا نیا ہی رنگ ڈھنگ نظر آتا ہے۔

یہ مقام احدیت الجمع اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جہاں وحدانیت ہر ایک فرد میں ظاہر ہوتی ہے۔ (اس قول کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے (اول) وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ[۵۲] (دوم) إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ[۵۳]

چونکہ ان مکشوفات کے استحکام کیلئے نقلی شواہد موجود ہیں اسلئے فرمایا۔

۱۴۵۔ حدیث قدسی ایں معنی بیان کرد　　فبی یسمع و بی یبصر عیاں کرد[۵۴]

ترجمہ۔ حدیث قدسی بی یسمع و بی یبصر نے یہ معنے صاف طور پر بیان اور ظاہر کر دئے ہیں۔

شرح۔ اس حدیث قدسی سے یہ معنے صاف طور پر نکلتے ہیں کہ سننے والا اور دیکھنے والا بھی حقیقت میں وہی ہے اور انسان درحقیقت انہیں اعضا و جوارح کی قوتوں کا

---

۵۱ دیکھو بیت ۲۳

۵۲ اے پیغمبر جب تم نے تیر چلائے۔ تو تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ نے تیر چلائے (پ ۹ ع ۱۶)

۵۳ جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں وہ تم سے نہیں بلکہ خدا سے ہی بیعت کر رہے ہیں (پ ۲۶ ع ۹)

۵۴ تمام حدیث اس طرح ہے۔ (بقیہ کیلئے دیکھو حاشیہ ص ۹۶)

نام ہے جنکو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر لیا۔ پس سب کچھ وہی ہو گیا۔ نظم

این سعادت ہر کرا در بر گرفت　　　خاک پایش را فلک بر سر گرفت

جس نے یہ سعادت حاصل کر لی اسکی خاک پا کو آسمان سر پر لیتا ہے۔

ہر کہ او از خود بکلی وا نرست　　　نایدش درّے ازین دریا بدست

لیکن جو اپنے آپ سے بالکل آزاد نہیں ہوا۔ اسے اس دریا میں سے ایک موتی بھی ہاتھ نہیں آتا۔

خود محبت فارغ از ما و من است　　　ہر کہ او را دوست خود را دشمن است

محبت تو ما و من سے بالکل فارغ ہے اسکا دوست وہی ہے جو اپنا دشمن ہے۔ پس اس لئے فرمایا۔

جہاں را سر بسر آئینہ می داں　　　بہر یک ذرہ در صد مہر تاباں

ترجمہ۔ جہاں سر بسر ایک آئینہ ہے جس میں ہر ایک ذرے میں ایک آفتاب چمکتا ہے

شرح۔ عالم مجموعی حیثیت سے آئینہ کی طرح ہے جس میں حق تمام وجوہ (ذاتی یعنی صفاتی) سے بالتفصیل نمایاں ہے پھر اس عالم کا ہر ذرہ ایک آئینہ ہے۔ کہ حق ان وجوہ میں سے ایک وجہ کیساتھ اس میں اپنا عکس ڈالتا ہے۔ کیونکہ ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے جزئی یا کلی اسموں میں سے اس اسم کی صورت ہے۔ جو اسم کہ اس صورت میں ظاہر ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ اسماء جزئیہ یا کلیہ میں سے ہر ایک اسم تمام اسموں سے

(بقیہ حاشیہ ص۹۵) لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہ ولسانہ الذی ینطق بہ ورجلہ الذی یمشی بہ فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یبطش وبی یمشی۔

ترجمہ۔ میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ زبان جس سے وہ بولتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے سب کچھ میں ہی بن جاتا ہوں پس وہ مجھ سے ہی سنتا ہے مجھ سے ہی دیکھتا ہے مجھ سے ہی بولتا ہے مجھ سے ہی پکڑتا ہے اور مجھ سے ہی چلتا ہے۔

متصف ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام اسماء ذاتِ احدیت میں متحد ہیں اور ایک دوسرے سے صرف صفت و نسبت کے طور پر الگ ہیں لیکن مطلق صفات و نسبت ذات الٰہی کے لئے لازم ہیں۔ جو کبھی الگ نہیں ہوتیں پس ہر ایک چیز میں سب چیزیں پائی جائینگی۔ چنانچہ رائی کے دانے میں تمام موجودات کی حقیقت موجود ہے لیکن اسکا تعین ظہور سے روکتا ہے اور اسے سر تجلیات کہتے ہیں جس سے عارف ایک چیز میں تمام اشیاء کا مشاہدہ کر لیتا ہے[۵۱] نظم

جمال تو ہر بہر کہ نقاب بکشاید زز یر پردۂ ہر ذرہ مہر بنماید

تیرا جمال جہاں کہیں پردہ اُٹھاتا ہے ہر ذرے کے پردے سے آفتاب دکھائی دیتا ہے۔

کیونکہ حقیقت میں جزو اور کل متحد اور برابر ہیں اسلئے فرمایا کہ۔

۱۴۷۔ اگر یک قطرہ را دل بر شگافی برون آید ازو صد بحر صافی

ترجمہ۔ اگر تو ایک قطرے کا دل چیرے تو اس سے سو صاف سمندر نکل پڑینگے۔

شرح۔ یعنی اگر ایک قطرہ کا دل چیرا جاوے یہاں تک کہ جو کچھ اس کے باطن میں ہے ظاہر ہو جائے اور قطرہ کا تعین اُٹھ جائے۔ تو سینکڑوں صاف سمندر بہ نکلیں۔

چونکہ اعلٰے اور ادنےٰ کی حقیقت ایک ہے اور اسکا ظہور جزو و کل میں برابر ہے اسلئے فرمایا۔

۱۴۸۔ بہر جزوے ز خاک ار بنگری راست ہزاراں آدم اندر وے ہویداست

ترجمہ۔ اگر خاک کے ہر ایک جزو (یعنی ذرہ) کو دیکھے تو اسمیں کئی آدم ظاہر نظر آئینگے۔

شرح۔ خاک تیرہ نہایت پستی میں ہے اور کمال کی صفت کا ظہور اسمیں بالکل نہیں ہے اور نہایت درجے کی کثیف ہے (برخلاف اسکے) آدم موجودات کا خلاصہ ہے اور جامعیت کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ و اتم ہے۔ پس اس بعد و فرق کے باوجود جو ظاہراً خاک و آدم میں ہے۔ اگر خاک کے اجزا میں سے ہر ایک جزو کو غور سے دیکھے تو

---

[۵۱] دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہمکو آئے ہیں جزو میں نظر کل کا تماشا ہم کو (ذوق)

تجھے معلوم ہو جائیگا۔ کہ خاک کے ہر جزو میں بالقوة[1] ہزاروں آدم ظاہر اور پیدا ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی دن بالفعل موجود ہو جائیں۔ بسبب اتحاد حقیقت کے۔

چونکہ اتحاد ذاتی ہیں چھوٹائی اور بڑھائی کو دخل نہیں فرمایا۔

۱۴۹۔ با عضا پشۂ ہمسنگ پیل است   وز اسما قطرۂ مانند نیل است

ترجمہ۔ اعضا کے لحاظ سے مچھر ہاتھی کے برابر ہے اور اسمار کے لحاظ سے قطرہ نیل کی طرح ہے۔

شرح۔ یہ سب اسی معنے کی تفصیل ہے جسکا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

۱۵۰۔ درون حبۂ صد خرمن آمد   جہانے در دل یک ارزن آمد

ترجمہ۔ ایک دانے میں سو خرمن ہیں۔ اور ایک ارزن (چینہ کا دانہ) کے دل میں جہان بھرا ہوا ہے۔

شرح۔ کیونکہ ایک دانے میں یہ استعداد ہے کہ اگر اس پر محنت کریں اور صبر سے انتظار کریں تو سو کیا ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ خرمن ہو جائیں۔ نظم

از سبب سازیش من سودائی ام   وز خیالاتش چہ سوفسطائی ام

اسکی سبب سازی سے میں سودائی (حیران) ہوں۔ اور اسکے خیالات سے میں سوفسطائی[2] (وہمی) ہو گیا ہوں۔

اور چونکہ وحدت کا ظہور سب میں ہے اسلئے فرمایا۔

۱۵۱۔ بہ پر پشہ در جائے جہانے   درون نقطہ چشم آسمانے

ترجمہ۔ مچھر کے پر میں سارے جہاں کیلئے جگہ ہے اور آنکھ کے نقطہ (یعنی سیاہی یا پتلی) میں آسمان ہے۔

شرح۔ تمام اشیا کی جان حقیقت حق سے (قائم) ہے مچھر کا پر بھی اس کے فیض شامل سے خالی نہیں اور آنکھ کی پتلی کا نقطہ چونکہ اس حقیقت کا مظہر ہے۔ اسلئے باوجو

---

[1] یعنی اس میں ایسا ہونیکی استعداد ہے اگرچہ فی الحال نہیں۔

[2] حکما کا ایک گروہ ہے جنکی بنیاد وہم پر ہے اور حقائق کو نہیں مانتے۔

خردی کے آسمان بزرگ کا جسم اس میں سما جاتا ہے
چونکہ دل استعداد کے طور پر الوہیت کا مظہر ہے۔ فرمایا

۱۵۲۔ بلاں خردی کہ آمد حبّۂ دل — خداوندِ دو عالم راست منزل

ترجمہ۔ سویدائے دل باوجود اپنی خردی کے خداوند دو عالم کی منزل ہے[1]
شرح۔ حبّۂ دل وہ خون سیاہ ہے جو دل میں ہوتا ہے اور جس سے تمام اعضا کو فیض حیات پہنچتا ہے۔ یہی حبّۂ دل باوجود اپنی خردی کے حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے ظہور کا محل ہے۔ (قلوب للمومنین عرش اللہ تعالیٰ)

دل (اللہ تعالیٰ کے) اسم "العدل" کا مظہر ہے۔ اور بدن۔ نفس در تمام نفسانی اور روحانی قوتوں کا اعتدال اسی پر منحصر ہے۔ اور مراتب وجود میں دل کے سوا کوئی چیز ظاہر و باطن دونو کے احکام نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ ظاہر و باطن کے درمیان احدیت الجمع ہے۔ اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ کی تمام شانوں کا مظہر ہے۔ نظم

در حقیقت واں کہ دل شد جام جم — مے نماید اندرو ہر بیش و کم
حقیقت میں دل جام جمشید بن گیا ہے کیونکہ سب کم و بیش اس میں نظر آجاتے ہیں۔

دل بود مرآتِ ذات ذوالجلال — در دل صافی نماید حق جمال
دل ذات ذوالجلال کا آئینہ ہے۔ اور صاف دل میں حق تعالیٰ اپنا جمال دکھاتا ہے

حق نگنجد در زمین و آسمان — در دل مومن بگنجد ایں و آں
حق تعالیٰ زمین و آسمان میں نہیں سماتا۔ مگر یہ دونو (حق اور زمین آسمان) مومن کے دل میں سما جاتے ہیں۔

مظہر شانِ الٰہی دل بود — مظہر شانش کما ہی دل بود
اللہ تعالیٰ کی شان کا مظہر دل ہی ہے اور اسکی شان جیسی کہ وہ ہے اسکا مظہر دل ہی ہے۔
اور چونکہ دل اضداد اور متقابلات کا مجمع ہے (یعنی اسمیں مختلف اور متضاد قوتیں جمع ہیں) فرمایا

---

[1] مولوی معنوی۔ دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنیاد خلیل آذر است — دل گذرگاہ جلیلِ اکبر است

۱۵۳۔ در دو در جمع گشتہ ہر دو عالم   گہے ابلیس گردد گاہ آدم

ترجمہ۔ دل میں دونو عالم جمع ہیں۔ کبھی وہ ابلیس بن جاتا ہے اور کبھی آدم۔

شرح۔ چونکہ دل میں تمام جلالی اور جمالی اسماء کا ظہور قابلیت کے طور پر ہوتا ہے کبھی تو وہ اسماء جلالی کے غلبہ سے ابلیس بن جاتا ہے۔ جو (ابلیس) اسماء جلالی کا مظہر خاص ہے اور کبھی (اسماء جمالی کے مقتضا سے آدم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس (آدم) میں صفات جمالی غالب ہیں۔ اس واسطے دل دو گھڑی کے لئے بھی ایک حال پر نہیں رہتا۔

ہست در ہر گوشہ اش صد بت کدہ   ہر طرف صد کعبہ و صد معبدہ

اسکے ہر گوشہ میں سو بتکدہ ہے۔ ہر طرف سو کعبہ اور سو عبادت گاہیں ہیں۔

گہ بطوفِ عالم علوی رود   گہ مقامش عالم سفلی بود

کبھی وہ عالم علوی (بالا) کے طواف کے لئے جاتا ہے اور کبھی اسکا مقام عالم سفلی میں ہوتا ہے۔

کبھی خالی ہوتا ہے اور کبھی اثر پذیر۔ کبھی ملنے والا ہوتا ہے کبھی الگ کبھی فرشتہ ہوتا ہے کبھی دیو نحس (شیطان) کبھی محض عقل ہوتا ہے کبھی نفس۔

چونکہ ہر جمال کے بعد جلال اور جلال کے بعد جمال ہوتا ہے اسلئے فرمایا۔

۱۵۴۔ ببین عالم ہمہ درہم سرشتہ   ملک در دیو و شیطاں در فرشتہ

ترجمہ دیکھو سارا عالم آپس میں ملا جلا ہوا ہے۔ فرشتہ میں دیو اور شیطان میں فرشتہ

شرح۔ یعنی دیکھ لو کہ سارا عالم آپس میں ملا جلا ہوا ہے اور زمانے میں دیو میں فرشتہ ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہے اسکے ساتھ فرشتہ ہے اور ہر فرشتہ کیساتھ شیطان ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ شیطان پہلے فرشتوں میں تھا۔ زمانے میں نقص یعقل یروح طبیعت سب ایک دوسرے پر مترتب ہیں اور وجود میں جو کچھ بھی ہے سب نہایت کمال پر ہے۔

چونکہ مراتب سارے ملے ہوئے ہیں اسلئے فرمایا۔

۱۵۵۔ ہمہ باہم بہم چوں دانہ و بر   زکافر مومن و مومن زکافر

ترجمہ۔ سب بیج اور پھل کی طرح ملے ہوئے ہیں۔ کافر سے مومن اور مومن

سے کا قرپیدا ہوتا ہے۔

شرح یعنی نیکی و بدی اور نفع و ضرر باہم مرتبط ہیں اور نظام عالم میں یہ حال نظر آتا ہے مثلاً عقل سے نفس اور نفس سے اجسام لطیف اور لطائف سے کثائف اور بسائط سے مرکبات اور مرکبات کی انتہا انسان سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو سب کا اصل اور خلاصہ ہے نظم

کفر و ایمان قرین یک دگر ند — ہر کرا کفر نیست ایمان نیست

کفر اور ایمان ایک دوسرے کے پاس ہیں جسے کفر نہیں اُسے ایمان بھی نہیں۔
اور چونکہ مراتب عالم میں جو کچھ ہے زمانہ گذرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور علمی میں سب ایکدفعہ ہی حاضر ہو گئے تھے۔ اسلئے فرمایا۔

۱۵۶۔ ہم جمع آمدہ در نقطۂ حال — ہم دور زماں و روز و مہ و سال

ترجمہ: نقطۂ حال میں سب دور زمانہ۔ روز۔ ماہ۔ سال جمع ہو گئے ہیں۔

شرح: نقطۂ حال یعنی جو وقت حضرت الٰہیہ میں گذر رہا ہو بسبب امتداد کے اسے دائم کہتے ہیں اور مرتبہ کے لحاظ سے نہایت "غیب مطلق" کو اور بدایت "(شروع) شہادت مطلق" کو کہتے ہیں جنہیں عام طور پر ماضی اور مستقبل سے تعبیر کرتے ہیں یہ دونوں یعنی "نہایت" اور "بدایت" جمع ہو گئے۔ یعنی یکبارگی ایک ہی جگہ پر تقدم و تاخر (آگے پیچھے) کے لحاظ کے بغیر نقطۂ حال میں اکٹھے جمع ہیں۔ ازل سے ابد تک دور گذشتہ اور دور آئندہ میں تقدم و تاخر کے لحاظ سے حضرت الٰہیہ میں کوئی فرق نہیں اور اول و آخر چونکہ علم حق میں برابر ہیں اسلئے فرمایا۔

۱۵۷۔ ازل عین ابد افتاد باہم — نزول عیسےٰؑ و ایجاد آدمؑ

ترجمہ: ازل و ابد دو تو اکھٹے ہو گئے ہیں حضرت عیسےٰؑ کا نازل ہونا اور حضرت آدمؑ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہی وقت میں ہیں اگرچہ ان میں اسقدر فرق ہے)

شرح: یعنی ازل و ابد جن سے موجودہ اشیا سے پہلی اور پچھلی مراد ہیں۔ حضرت الٰہیہ میں اکٹھی ملی ہوئی ہیں اور سب اسکے علم میں برابر ہیں اور واقعات بھی اسی طرح جیسے

کہ ایجاد آدمؑ جو ابتدا میں واقع ہوئی تھی اور عیسیٰ کا نازل ہونا جو آخر زمانے میں ہوگا۔

آنچہ ہست آنچہ رفت و آنچہ اید ہمہ داند چنانچہ مے باید

جو کچھ ہے۔ جو کچھ گذر گیا۔ اور جو کچھ ہوگا سبکو (اللہ تعالیٰ) اچھی طرح جانتا ہے۔

دور و نزدیک و آشکار و نہاں ہمہ در علم آں مساوی دان

دور۔ نزدیک۔ ظاہر۔ پوشیدہ سبکو اسکے علم میں برابر جان۔

چونکہ ان میں شان الہی اور امر تدبیری ہے فرمایا۔

۱۵۸۔ زہر یک نقطۂ زین دورِ مسلسل ہزاراں شکل می گردد مشکل

ترجمہ اس مسلسل دائرہ کے ہر ایک نقطہ سے ہزاروں شکلیں پیدا ہوتی رہتی ہیں

شرح۔ دائرہ گول حرکت سے صورت پذیر ہوتا ہے اور دور مسلسل سے یہی مراد ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا فیض ہمیشہ مختلف مراتب میں نزول کرتا ہوا آخر کار مرتبہ انسانی میں پہنچتا ہے اور یہاں سے پھر ترقی کرکے بسیر رجوعی (واپس لوٹنا) کے ذریعے انسانی مرتبہ سے اسی مبدء سے جا ملتا ہے۔ یہ دائرہ بلا انقطاع قائم رہتا ہے اور مراتب موجودات میں سے ہر ایک مرتبہ ایک نقطہ ہے اور ہر نقطہ کلیہ کیطرح کئی جزئیات پر مشتمل ہے۔ جس سے کئی شکلیں بنتی ہیں۔ مثلاً عقل جسکے بے تعداد شعبے ہیں یا نفس کل جو بے انتہا نفوس جزئیہ پر مشتمل ہے۔ یا افلاک[1] جو بے انتہا حرکات جزئیہ پر مشتمل ہیں۔ اسکے بعد تمنا[2] ہیں جن میں ایک سے بے نہایت شکلیں ظاہر ہوتی ہیں اسکے بعد موالید[3] کے مراتب ہیں جنکے افراد کی مختلف ترکیبوں کے سبب کوئی انتہا نہیں ہے۔ پھر مرتبہ انسانی ہے جو نہایت تنزل کا مرتبہ ہے۔ مگر اسکے اشخاص شمار سے باہر ہیں۔ یہ سب چیزیں ہمیشہ اس دائرہ مسلسل میں (خدا تعالیٰ کی) مختلف شانوں کے ظہور کیلئے علم سے عین کے مرتبہ میں آتی ہیں۔ اور پھر اپنے اصل کیطرف لوٹتی ہیں۔ جسطرح وحدت حقیقی کا ظہور اسماء جزئیہ کے ذریعہ سے اصناف اور اشخاص میں

---

[1] کنایہ ہے عرش سے (غیاث) [2] اربعہ عناصر۔ آب۔ باد۔ خاک۔ آتش۔

[3] جمادات۔ نباتات۔ حیوانات (موالید ثلاثہ)

ہوتا ہے اور ہر اسم کیلئے زمانہ اور دور ہے اور اپنی ہستی کے ظہور میں دائرہ کی طرح ہیں۔ نظم

از ذات اوست این ہمہ اسماء عیاں شدہ — از نور اوست این ہمہ انوار آمدہ

اسی کے ذات سے یہ سب اسماء و صفات ظاہر ہوئے ہیں اور اسی کے نور سے یہ سب نور ہیں۔

این نقشہا کہ ہست سراسر نمائش است — اندر نظر چہ صورت بسیار آمدہ

یہ سب نقش صرف نمائش ہی ہیں۔ (اصل وہی حقیقت ہے) دیکھنے میں کس قدر زیادہ نظر آتے ہیں۔

این کثرتیست لیک ز وحدت عیاں شدہ — وین وحدتیست لیک باطوار آمدہ

یہ کثرت ہے مگر وحدت سے ہی ظاہر ہوئی ہے اور یہ وحدت ہی ہے جو مختلف اطوار میں (ظاہر ہوتی) ہے اسلئے فرمایا۔

۱۵۹۔ ز ہر یک نقطہ دورے گشتہ دائر — ہم او مرکز ہم او دور سائر

ترجمہ۔ ہر ایک نقطہ جس سے دائرہ پیدا ہوتا ہے وہی مرکز ہوتا ہے اور وہی گھومنے والا محیط۔

شرح۔ جسطرح ہر ایک چیز کی بازگشت اپنے اصل کی طرف ضروری ہے اسیطرح عقل جزئیہ اور نفس جزئیہ میں جو عقل کل اور نفس کل کے پرتو ہیں ان (عقل و نفس جزئیہ) کی بازگشت بھی ان (عقل کل اور نفس کل) کیطرف ہوتی ہے اور ظہور و خفا سے ایک دائرہ نظر آتا ہے۔ موالید جو عناصر سے مرکب ہیں ترکیب کے کھل جانیکے بعد ان کا ہر ایک جزو اپنے اصل کیطرف رجوع کرتا ہے اور یہ بھی ایک دائرہ کی صورت ہے اور اسماء جزئیہ جو زمانے میں ہونے والے واقعات کے رب ہیں۔ مرتبے والے اشخاص ہیں اور اسماء کلیہ میں سے اپنے اپنے اصل کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ جن سے بے نہایت دائرے مجموعی طور پر ظاہر ہوتے ہیں پھر اسماء کلیہ کی حقیقی وحدت کیطرف رجوع کرنیسے دائروں کی شکل اور حد نظر آتی ہے۔

چونکہ تمام اشیا متناسبہ اسما کلیہ کیساتھ پھرتی ہیں اور وہ اسماء ذات واحد کے ساتھ۔ پس ضرور ہے کہ ان بے نہایت دائروں کا مرکز اور دائروں کے تمام دور سب وہی ہو کیونکہ حقیقت میں سوائے اسکے کوئی موجود نہیں۔ نظم

از نقش و نگار نیست الا نقش دو بین چشم احوال

نقش و نگار میں سے دوسرا نقش نہیں ہے مگر چشم احوال میں (جسے ایک کے دو نظر آتے ہیں)

در نقش دوم چو باز بینی رخسارہ نقش بند اول

نقش دوم میں جب پہلے نقش بند کا رخسار دیکھے گا۔

معلوم کنی کہ اوست موجود باقی ہمہ نقشہا مخیّل

تو معلوم کریگا کہ موجود وہی ہے باقی سب خیالی نقش ہیں۔

چونکہ عالم کی ترتیب و نظام حکمت کاملہ کے مقتضا کے مطابق ہے فرمایا۔

۱۶۰۔ اگر یک ذرہ را برگیری از جائے خلل یابد ہمہ عالم سراپائے

ترجمہ۔ اگر ایک ذرہ کو (اسکی مقررہ) جگہ سے اٹھائے تو سارے کے سارے عالم میں خلل آجائے۔

شرح۔ چونکہ علم ازلی کے مقتضا کیمطابق موجودات کا ترتب ایکدوسرے پر تاثیر[1] و تاثر اور علت و معلولیت کے طریقہ پر واقع ہوا ہے اور مراتب موجودات میں جو کچھ تجھے نظر آتا ہے ہر ایک اپنے سے اعلے چیز سے معلولیت و مربوبیت کی نسبت رکھتا ہے اور اپنے سے ادنٰے کیساتھ علت و ربوبیت کی اور جسطرح علیت و ربوبیت من کل الوجوہ اللہ تعالی کے سوا کسی کو حاصل نہیں اسیطرح مطلق معلولیت و مربوبیت انسان کیلئے ہی ہے پس اگر فرض کریں کہ ایک ذرہ اس عالم سے منعدم ہو جائے تو اس ذرہ کے انعدام سے سارے عالم کا انعدام لازم آتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک ذرہ کی حقیقت اور تمام عالم کی حقیقت ایک چیز ہے۔ اگر ذرہ کی حقیقت منعدم ہو جائے تو سارا جہان منعدم ہو جائے۔

---

[1] تاثیر۔ اثر کرنا اور تاثر۔ اثر قبول کرنا۔

تیسرے یہ کہ عالم کے تمام اجزا کی ترتیب ایک خاص وجہ پر ہے پس اگر ایک ذرہ اپنی جگہ سے اُٹھا دیا جائے تو وہ وضع خاص نہ رہیگی ۔ اور عالم کی ترتیب جو تھی اس میں خلل آجائیگا۔

چونکہ تمام ممکنات جسے عالم کہتے ہیں اپنے اپنے ظہور کی مظہر ہیں اور عشق سے حیرت زدہ ہیں۔ فرمایا

۱۶۱۔ ہمہ سرگشتہ ویک جزو از ایشاں   بروں ننہادہ پا از حدِّ امکاں

ترجمہ ۔ (اپنی اپنی جگہ) سب حیران ہیں اور ان میں سے ایک جزو بھی حد امکان سے باہر پاؤں نہیں رکھتا۔

شرح یعنی تمام عالم سرگشتہ اور اس حقیقی مقصد کا متلاشی ہے اور اس بات کے باوجود کہ حقیقت الحقائق کا ظہور ان سب کی صورتوں میں ہے لیکن اجزائے عالم میں سے ایک جز بھی امکان کی حد سے پاؤں باہر نہیں رکھ سکتا۔ (اور وجوب کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا) کیونکہ وہ سب تعین کی قید میں ہیں ۔ اور تعین کیلئے امکانیت لازم ہے۔

چونکہ تعین اس بات کی مانع ہے کہ اطلاقیت کی حقیقت سے واقف ہو جائیں اسلئے فرمایا۔

۱۶۲۔ تعین ہر یکے را کردہ محبوس   بجزویّت زکلّی گشتہ مایوس

ترجمہ تعین نے ہر ایک کو قید کر رکھا ہے اور اپنی اپنی جزویت کے سبب کلی سے مایوس ہو گئے ہیں۔

شرح یعنی تعین جو نسبت کیواسطہ سے وجود واحد کو عارض ہوئی (اور جس سے ہر ایک چیز کی الگ الگ ہستی قائم ہوئی) اس سے ہر ایک اپنی اپنی خودی میں گرفتار ہے اور اطلاق وجودی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

چونکہ تعین اور نسب اعتباری ہیں اور ہمیشہ اپنے مرکز عدم کی طرف متحرک ہیں فرمایا۔

ترجمہ۔ تونے تو صرف لفظ عالم سُنا ہوا ہے آ اور بیا نکر کہ عالم میں تونے کیا دیکھا؟
شرح۔ فرماتے ہیں تو جانتا ہے کہ بہت سے عالم ہیں جو ظاہری حواس سے محسوس نہیں ہوتے اور عالموں کی کثرت کا ذکر حدیث میں بھی آتا ہے اسکی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

۱۶۸۔ چہ دانستی ز صورت یا ز معنیٰ　　چہ باشد آخرت چوں ست دنیا؟
ترجمہ۔ صورت اور معنی کی بابت تو کیا جانتا ہے کیا آخرت بھی اس دنیا جیسی ہوگی؟
شرح۔ فرماتے ہیں کہ عالم صوری و معنوی جنکا ذکر کرتے ہیں تونے ان کا کیا دیکھا ہے۔ یہ جاننا چاہیئے کہ صورت وہ ہے جسکا ادراک مدرک (حواس) ظاہرہ سے ہوسکے اور معنی وہ ہے جسکا ادراک مدرک ظاہرہ سے نہ ہوسکے اور اسکی طرف دنیا و آخرت کے بیان میں اشارہ آئیگا چونکہ غرض تحریص ہے اسلئے فرمایا۔

۱۶۹۔ بگو سیمرغ و کوہ قاف چہ بود　　بہشت و دوزخ و اعراف چہ بود
ترجمہ۔ بتا سیمرغ اور کوہ قاف کیا ہیں بہشت دوزخ اور اعراف کیا ہیں؟
شرح۔ سیمرغ کے متعلق مختلف خیال ہیں۔ مگر جو کچھ اس فقیر (شارح) کے دل میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ سیمرغ سے "ذات مطلق" مراد ہے۔ اور اسکے مقام رہائش "قاف" سے حقیقت انسانی مراد ہے۔ جو "حقیقت" کا پورا پورا مظہر ہے اور یہ جو کہتے ہیں۔ کہ کوہ قاف اپنی نہایت بزرگی سے سارے جہان کے گرد چھایا ہوا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ عالم کی تمام حقیقتیں انسان میں موجود ہیں اور جسطرح جو کوہ قاف پر پہنچ جائے۔ وہ سیمرغ کے پاس پہنچ جاتا ہے ویسے ہی جو حقیقت انسانی کو پالے اسے حق تعالیٰ کی شناخت ہو جاتی ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ[۵۱]
بہشت و دوزخ کے مظاہر تمام عالموں میں ہیں۔ انکے وجود میں کوئی شک نہیں اور انکی صور علمیہ عالم روحانی میں ہیں۔ جو عالم جسمانی سے پہلے ہوتا ہے۔ اور آدم اور حوا کا بہشت سے نکلنا اسی بات (یعنی عالم روحانی سے عالم جسمانی میں آنے) کی طرف اشارہ ہے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں بھی بہشت و

[۵۱] جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

دوزخ کے وجود کا ثبوت دیا ہے چنانچہ فرمایا۔ الدنیا سجن المومنین وجنۃ الکافرین[1]۔ اور برزخ کے متعلق بھی ایک مثال فرمائی ہے۔ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ وحفرۃ من النیران[2]۔ پھر عالم انسان میں بھی انکا وجود ہے کیونکہ روح اور دل اور انکے کمالات کا مرتبہ عین نعیم (بہشت) ہے! اورنفس وہوا اور انکی خواہشات کا مقام اصل دوزخ ہے اور مظاہر انسان کے مراتب کی انتہا دار آخرت ہیں ہے۔ دجو دار مجازات یعنی بدلہ کی جگہ ہے نظم

زینہار اے جان من صد زینہار نیکئی پیوستہ دست از بد بدار

اے مری جان ضرور بالضرور نیکی کر اور بدی سے بچ۔

زاں کہ ہر چہ این جا کنی از نیک وبد مونست خواہد شدن اندر لحد

کیونکہ جو کچھ نیک وبد عمل یہاں کریگا وہی (قبر کی) لحد میں تیرا غمخوار ہوگا۔

اور اعراف جمع عرف کی ہے۔ عرف مکان رفیع جو بلند اطراف میں ہو اور یہ مرتبہ ان کا ہے جو مقام جمع الجمع تک پہنچے ہوئے ہوں۔ اور ان اطراف بلند سے جھانکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم[3] چونکہ بعض عالموں کا اشارۃً ذکر ہوا ہے اسلئے دوسرے لفظوں میں فرمایا۔

۱۷۰۔ کدام است آنجہاں کو نیست پیدا کہ یک روزش بود یکسال اینجا

ترجمہ۔ وہ جہان کونسا ہے جو محسوس نہیں اور جسکا ایک روز اس دنیا کے ایک سال کے برابر ہے۔

شرح یعنی وہ جہان کونسا ہے جو محسوس نہیں اور اس جہان کا ایک روز اس جہان کے ایک سال کے برابر ہے اس سے اشارہ ہے برزخ مثالی کیطرف جو غیب اور شہادت کے درمیان فاصلہ ہے اور دونو عالم کے احکام اسمیں پائے جاتے

---

[1] دنیا مومنوں کیلئے قید خانہ اور کافروں کیلئے بہشت ہے۔

[2] قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کا گڑھا۔

[3] اور اعراف پر کچھ آدمی ہونگے جو جنتیوں اور دوزخیوں دونو کو انکی صورتوں سے پہچان لینگے پ ۸ ع ۱۲

ہیں۔ اور اس عالم جسمانی میں زمان۔ مکان کوتاہی اور درازی کا تقید کثافت کی وجہ سے ہے۔ جس میں کثافت کم ہو وہاں ازل اور ابد کے درمیانی فرق کا تقید اور لحاظ بھی کم ہوتا ہے! اور وہاں ظہور عالم معلومات کا انکشاف اور نادیدہ امور کی حقیقتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اسواسطے عالم برزخ کا ایک روز یہاں کا ایک سال ہے! اور عالم ربوبیت کا ایک روز یہاں کے ہزار سال کے برابر ہے۔ اور عالم الوہیت کا ایک روز یہاں کے پنجاہ ہزار سال کے برابر ہے اور ذات احدیت میں تعین کو دخل ہی نہیں۔ کیونکہ یہ اعتباری کثرت بھی اس درگاہ میں نیست و نابود ہے! اور ذات احدیت کا واحدیت پر تقدم سنۃ سرمدیہ کہلاتا ہے۔

چونکہ غیر محسوس عالموں کا ذکر ہے۔ اسلئے مستمع کی تاکید کیلئے فرمایا۔

۱۷۱۔ ہمیں نبود جہاں آخر کہ دیدی شمالا تبصرون آخر شنیدی

ترجمہ۔ جہاں صرف یہی تو نہیں جو تو نے دیکھا ہے آخر تو نے مالا تبصرون نہیں سنا؟ یعنی وہ جہاں بھی تو ہیں جو تجھے نظر نہیں آتے۔

شرح۔ یعنی صرف عالم محسوس ہی نہیں اور کلام الہی میں مالا تبصرون سنا ہے یعنی وہ عالم جنکو معمولی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے فرمایا۔

۱۷۲۔ بیا بنما کہ جابلقا کدام است جہان شہر جابلسا چہ نام است

ترجمہ۔ آ۔ اور دکھا کہ (شہر) جابلقا کونسا ہے؟ اور جس جہان میں شہر جابلسا ہے اسکا کیا نام ہے؟

شرح۔ تاریخوں میں ذکر ہے کہ جابلقا ایک مشہور شہر اور بہت بڑا ہے۔ مشرق میں واقع ہے! اور جابلسا بھی بہت بڑا شہر ہے جو مغرب میں واقع ہے اور بتبادیل لے ان کے متعلق بھی بہت کچھ کہا ہے۔ مگر اس فقیر (شارح) کے دل میں بغیر کسی دوسرے

ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون (پ۱۷۔ ع ۱۳) ترجمہ۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ تمہارے پروردگار کے ہاں تمہاری گنتی کے مطابق ہزار سال کے برابر ایک دن ہے۔ ۲؎ جو تمکو دکھائی نہیں دیتے۔ (پ۲۹۔ ع ۶) ۳؎ جسطرح سیمرغ و قاف کیمتعلق مختلف رائے ہیں۔ (دیکھو بیت ۱۶۹)

کی تقلیب کے دو وجہیں نظر آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جابلقا عالم مثال ہے جو ارواح سے
مشرق کیطرف واقع ہے اور جابلسا عالم برزخ ہے جہاں ارواح اس دنیاوی
زندگی سے الگ ہو کر رہینگے اور یہ عالم اجسام سے مغرب کیطرف واقع ہے۔ بہت سے
لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ دونو برزخ ایک ہی ہیں لیکن جاننا چاہیئے کہ وہ برزخ
جہاں ارواح اس دنیا کی زندگی سے الگ ہو کر جائینگے اس برزخ سے علیحدہ ہے
جو ارواح مجردہ[1] اور اجسام کے درمیان ہے کیونکہ وجود کے تنزلات اور معارج کے
مرتبے الگ الگ ہیں۔ جو برزخ دنیاوی زندگی سے پہلے ہوتا ہے۔ وہ تنزلات کے
مرتبوں میں سے ہے اور یہ برزخ (جو یہاں مقصود ہے) معارج کے مرتبوں میں سے
ہے۔ دوسرے برزخ میں روحوں کو اعمال کی صورتیں ملتی ہیں۔ برخلاف برزخ اول
کے مگر اتنا ضرور ہے کہ دونو (برزخ) روحانی نورانی جواہر اور غیر مادی اور اپنے
عالم کی صورتوں پر مشتمل ہیں۔ دوسرے یہ کہ جابلقا وجوب و امکان کے ملنے[2] کی جگہ
ہے۔ اور جابلسا انسانی فطرت ہے جو تمام خلائق الہیہ و کونیہ کا آئینہ ہے اور جو کچھ
مشرق ذات سے طلوع کرتا ہے وہ تعین انسانی کے مغرب میں غروب ہو جاتا ہے
چونکہ ہر ایک عالم بلکہ ہر ایک فرد کے الگ الگ مشرق و مغرب ہیں اسلئے فرمایا۔

۱۷۳ مشارق با مغارب ہم بیندیش چو ایں عالم ندارد از یکے بیش

ترجمہ۔ مشارق اور مغارب پر غور کر (کہ یہ بصیغہ جمع کیوں استعمال کئے گئے ہیں
حالانکہ اس عالم میں ایک (مشرق اور ایک مغرب) سے زیادہ نہیں۔

شرح۔ عالم الوہیت برزخ مثالی کی نسبت سے مشرق ہے اور برزخ مثالی
شہادت کی نسبت سے مشرق ہے کیونکہ ہر ایک کا فیض اپنے ماتحت عالم کو پہنچتا
ہے۔ ہر مرتبہ اور ہر فرد ایک مشرق ہے کہ اسماء الہی میں سے ایک اسم کا آفتاب
وہاں سے طلوع کرتا ہے (کیونکہ ہر فرد کسی نہ کسی اسم الہی کا مظہر ہے) اور دوسرے

[1] یعنی جو ارواح اس دنیا کی زندگی میں نہیں آئے [2] مجمع البحرین۔ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ وہ
مقام جہاں حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کی ملاقات ہوئی (دیکھو قرآن شریف پ۱۵ ع ۲۱)

اعتبار سے مغرب ہے کیونکہ اس (فرد) کے تعین میں اس اسم (الٰہی) کا نور (جسکا وہ مظہر ہے) پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور انسانی دل میں سو ہزار سے بھی زیادہ مشرق اور مغرب ہیں۔ نظم

عالم دل را نشانی دیگر است بر و بحر و کار و شانی دیگر است
عالم دل کا نشان اور ہی ہے۔ اسکا بر۔ بحر۔ کار اور شان اور ہی ہے۔

صد ہزاراں آسمان و آفتاب مشتری و تیر و زہرہ و آفتاب
ہزاروں آسمان اور ستارے ہیں۔ مشتری۔ عطارد۔ زہرہ۔ آفتاب۔

ہر یکے تابندہ تر از دیگرے نور ہر یک در گذشت از دیگرے
ان میں سے ہر ایک دوسرے سے زیادہ چمکنے والا ہے اور ہر ایک نور دوسرے سے زیادہ۔

ہر یکے را برج دیگر منزل است ایں کسے داند کہ از اہل دل است
ہر ایک کی منزل ایک الگ برج میں ہے۔ مگر یہ بات اہل دل ہی جانتے ہیں۔

(مصنف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ مشارق اور مغارب جنکا ذکر قرآن شریف میں ہے جمع کے صیغے ہیں[1]۔ حالانکہ عالم محسوس میں صرف ایک مشرق اور ایک مغرب ہے۔ پس اسی پر قیاس کر لو۔ کہ عالم اسی (عالم) محسوس میں ہی منحصر نہیں۔ و اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ اسلئے فرمایا۔

گر کنم بیان مثلھن را ابن عباس[2] سنو پس خویشتن را نیک بشناس

ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مثلھن کی تفسیر سن اور اپنی حقیقت کو اچھی طرح پہچان۔

شرح۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر میں اس آیت کی تفسیر کروں۔ اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ[3] تو لوگ مجھے

---

[1] دیکھو قرآن شریف پ ۹ ع ۶ ۔ اور پ ۲۹ ع ۱۶۔

[2] یعنی یہ بیان کروں کہ ہماری زمین کے علاوہ کئی اور زمینیں بھی ہیں۔

[3] اللہ ہی تو ہے جسنے سات آسمان پیدا کئے اور ایسی ہی زمینیں۔ پ ۲۸ ع ۱۸۔

کافر کہنے لگیں۔ یعنی جو کچھ ابن عباسؓ کے متعلق کہا گیا ہے۔ اسے سُن اور اپنے آپ کو اچھی طرح پہچان لے۔ کیونکہ جو کچھ حقیقت امر ہے تو اسے نہیں جانتا۔

چونکہ اس عالم اور اپنی ہستی کو کچھ چیز سمجھنا خواب غفلت ہے اس لئے فرمایا۔

۱۷۵۔ تو در خوابی و این دیدن خیالیست ہر آنچہ دیدۂ از وے مثالیست

ترجمہ۔ تو خواب میں ہے اور یہ دیکھنا ایک خیال ہے جو کچھ تو نے دیکھا وہ حق تعالےٰ کے وجود کا عکس ہے۔

شرح۔ یعنی جس طرح انسان ایک خواب میں چند غیر مطابق صورتیں دیکھ کر ان کو اصلی مستحق الوجود سمجھتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ وہ خیالی صورتیں ہیں۔ جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ پس تو (اے مخاطب) جو عالم کو وجود حقیقی سمجھتا ہے۔ خواب غفلت میں ہے۔ یہ نہیں جانتا۔ کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ حقیقت میں وجود حق کا عکس اور مثال ہے۔ کیونکہ غیر حق کا کوئی وجود نہیں (دیکھو بیت نمبر ۱۵۸) نظم

این نقشہا کہ ہست ہمہ نمایش است اندر نظر چو صورت بسیار آمدہ

یہ تمام نقش جو نظر آتے ہیں محض نمایش ہے۔ جس سے کئی صورتیں نظر آتی ہیں۔

عالم مثال ذات و ظلال صفات اوست نقش دوئی چو صورت پندار آمدہ

یہ عالم (ذات حق) کی مثال (یعنی عکس) اور اس کی صفات کا سایہ ہی ہے دوئی کا نقش محض وہمی ہے۔

اور چونکہ قیامت میں سب مخفی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ فرمایا۔

۱۷۶۔ بصبح حشر چوں گردی تو بیدار بدانی کیں ہمہ وہم است و پندار

ترجمہ۔ حشر (قیامت) کی صبح کو جب تو بیدار ہوگا۔ تو جان لے گا کہ (یہ سب عالم) وہم و گمان ہی ہے۔

شرح۔ یعنی موت ارادی (طبعی نہیں) کے ذریعے جب تو خواب غفلت سے بیدار ہوگا تو تعینات اُٹھ جائیں گے۔ اور توحید ظاہر ہو جائے گی۔ اس وقت تجھے معلوم ہوگا۔ کہ ایک ہی وجود تھا۔ جس میں تو غیریت سمجھتا تھا۔ جن چیزوں کو تو حقیقی سمجھتا تھا۔ وہ سب وہم و گمان تھے۔

۱۷۷۔ چو برخیزد خیال از چشمِ احول ﴿۱﴾ زمین و آسمان گردد مُبدّل

ترجمہ۔ جب احول کی آنکھ سے خیال دور ہو جاتا ہے۔ تو (اس کی نظر میں) زمین اور آسمان سب بدل جاتے ہیں۔ (یعنی پہلے تو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ مگر جب نظر درست ہو جاتی ہے۔ تو یہ نقص دور ہو جاتا ہے)

شرح۔ یعنی آسمان و زمین تو ہوں گے۔ مگر پہلے آسمان و زمین نہیں ہونگے کیونکہ وہ خیال جو شب عمر کی خواب غفلت میں تھا۔ کہ (ذات وجود کے سوا) غیر بھی ہے صبح حشر نے ظاہر کر دیا کہ سب کچھ وہی ذات ہی تھی۔ غیریت صرف چشم احوال کے تصور سے تھی۔

چونکہ وحدت کے ظہور سے کثرت چھپ جاتی ہے۔ فرمایا۔

۱۷۸۔ چون خورشیدِ عیان بنمایدت چہر نماند نورِ ناہید و مہ و مہر

ترجمہ۔ جب روشن خورشید تجھے اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ تو ناہید زہرہ، چاند اور ستارہ کا نور نہیں رہتا۔

شرح۔ یعنی جب ذات احدی کا تجلی (خورشید عیاں) سالک کے قلب سلیم کے آئینہ میں اپنا رخ دکھاتا ہے تو اس کے زبردست نور سے زہرہ۔ چاند اور آفتاب کا نور گم ہو جاتا ہے۔ انہیں معنوں میں فرمایا۔

۱۷۹۔ فتد یک تاب از وبر سنگِ خارہ شود چون پشمِ رنگین پارہ پارہ

ترجمہ۔ اگر اس (کے نور) کی ایک شعاع سخت پتھر پر پڑے۔ تو وہ رنگین پشم کی طرح پارہ پارہ ہو جائے۔

﴿۱﴾ دیکھو بیت نمبر ۴۸۴

شرح - یعنی اگر اس کے نور کی ایک تاب سخت پتھر (جسمانی یا روحانی) پر پڑے - تو وہ پشم رنگین کی طرح پارہ پارہ اور محو ہو جائے -

چونکہ تحصیل کمال اسی زندگی میں ہو سکتا ہے - اس لئے فرمایا -

۱۸۰- ہداں اکنوں کہ کردن میتوانی چوں توانی چہ سود آنگہ کہ دانی

ترجمہ - اب جان کیونکہ (اس وقت) کچھ کر سکتا ہے - جب کچھ کر نہیں سکیگا - تو اس وقت تیرے جاننے سے کیا فائدہ -

شرح - یعنی اس وقت عمر عزیز کا سرمایہ اور سلوک کے اسباب تیرے پاس موجود ہیں پس سمجھ لے کہ اس وقت انسان کو تمام عوالم مذکورہ کی تفقیت اور ایسے ہی اور کمالات حاصل ہو سکتے ہیں - بلکہ اسی وقت کے لئے مخصوص ہیں - جب تیرے بدن کی قوت ضعف سے بدل جائے گی - فرصت ختم ہو جائے گی - اور کچھ کر نہیں سکے گا تو اس وقت اس بات کا جاننا - کہ تو ان کمالات کو حاصل کر سکتا تھا - مگر نہ کیا کچھ فائدہ نہ دے گا - بلکہ زیادہ حسرت ہوگی -

چونکہ دل انسانی سبب کمالات کا منبع ہے اس لئے فرمایا -

۱۸۱- چہ میگویم حدیث عالم دل ترا اے سر نشیب و پائے در گل

ترجمہ - دل کے عالم کی کیا بات کروں - تجھ سے اے (انسان - جو) کہ سر جھکائے ہوئے کیچڑ میں پھنسا ہے - (یعنی گرفتار و حیران ہے) -

شرح - حدیث عالم دل یعنی عوالم لطیفہ میں اس کے عروج اور تجلیات الہی کے انوار کا مشاہدہ تجھ سے کیا بیان کروں - کیونکہ تو کمالات قلبی و روحی کی بلندی کو دیکھ کر سر نگوں ہو گیا ہے - اور تیری طبیعت اسفل السافلین کی طرف گری ہوئی ہے - اور سیر و سلوک کے پاؤں لذات جسمانی کے کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں - نظم

سلہ یہی معمولی پتھر یا سخت دل جس کے متعلق اللہ تعالٰی فرماتا ہے - فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ - گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی سخت تر - (پ ۱ ع ۹)

اہلِ دل شو یا کہ غلام اہلِ دل ورنہ ہمچوں خرب بمانندہ بگِل

دل والا ہو یا دل والوں کا بندہ بنے۔ ورنہ گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنسا رہے گا۔

ہر کرا دل نیست ادبے بہرہ است درجہاں از بے نوائی شہرہ است

جسکے دل نہیں وہ بے نصیب ہے۔ اور اس کی بے سروسامانی سارے جہان میں مشہور ہے۔

رو با سفل دارد او چوں گاؤ خر نیستش کاری بجز از خواب و خور

اور وہ گائے گدھے کی طرح منہ نیچے کو رکھتا ہے سوائے کھانے اور سونے کے اسے کوئی کام نہیں۔

اور چونکہ یہ عالم اس لئے پیدا ہوا ہے کہ اس میں انسان معرفت حاصل کرے[1] فرمایا۔

۱۸۲- جہاں آں تو و تو ماندہ عاجز ز تو محروم تر کس دیدہ ہرگز؟

ترجمہ- جہان تیری خاطر ہے اور تو خود عاجز ہے۔ تجھ سے زیادہ محروم کس نے دیکھا ہوگا؟

شرح- یعنی اے انسان جہان تیری خاطر پیدا کیا گیا۔ تاکہ تیرے لئے سب اسباب و آلات مہیا ہوں۔ اور تجھے حق تعالےٰ نے اپنی معرفت کیلئے پیدا کیا لیکن تو خواہشات نفسانی میں گرفتار ہے۔ اتنا نہیں ہو سکتا۔ کہ لذات جسمانی کو فنا کر کے کمالات جاودانی (جو معرفت کی ضمن میں آتے ہیں) حاصل کرے۔ اور اپنے آپ کو ہمیشہ کی ناامیدی سے بچا لے۔ پس اس کم بختی کے سبب تجھ سے زیادہ محروم اور مایوس کسی کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ انسان کے سوا باقی موجودات جس کام کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ اور نہ یہ جانتے ہیں۔ کہ جو کمال ان میں ہے۔ اس کے سوا کوئی اور کمال بھی دنیا میں ہے۔ اسلیئے وہ معذور ہیں لیکن تو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے جان

[1] یعنی انسان حق تعالےٰ کی معرفت کیلئے پیدا ہوا۔ اور انسان کی خاطر ساری دنیا۔

بوجہ کر لذات نفسانی کا قیدی بنا ہوا ہے اور دو جہان کے مقصد سے محروم ہے۔ نظم

این چہ دانستی کہ یکدم باخود آئی سود مے خواہی ازیں سودا برای

یہ کیا سمجھا ہے۔ کہ ایک دم اپنے آپ میں آجائے۔ اگر نفع کی خواہش ہے تو اس (بیخودی کے) جنون سے نکل آ۔

چونکہ معمولی انسان لذات نفسانی سے خلاصی نہیں پاتا۔ فرمایا۔

۱۸۳۔ چو محبوسان بیک منزل نشستہ بدست عجز پائے خویش بستہ

ترجمہ۔ قیدیوں کی طرح ایک ہی منزل پر بیٹھا ہے۔ اور عجز کے ہاتھوں سے اپنے پاؤں باندھے ہوئے ہیں۔

شرح۔ یعنی اس شخص کی طرح جس کے پاؤں میں بھاری بیڑی پڑی ہو اور وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکتا ہو۔ تو بھی منزل طبیعت میں گرفتار ہے۔ اور سیر و سلوک کے پاؤں دست عجز سے باندھ رکھے ہیں۔

چونکہ مردہ دلی عورتوں کے مزاج پر زیادہ غالب ہوتی ہے اسلئے فرمایا۔

۱۸۴۔ نشستی چون زنان در کوئے ادبار نمے داری ز جہل خویشتن عار

ترجمہ۔ بدبختی کے کوچہ میں عورتوں کی طرح بیٹھا ہے۔ تجھے اپنی جہالت سے شرم نہیں آتی۔

شرح۔ یعنی عورتوں کی طرح تو نے دولت معرفت سے منہ موڑ لیا نفسانی خواہشوں میں مصروف ہو گیا۔ اور بدبختی کے کوچہ میں اپنا مقام بنا لیا اس پر بھی اپنی جہالت سے تجھے شرم نہیں آتی۔ چونکہ کمالات کا حاصل کرنا نفس کی مخالفت سے وابستہ ہے اس لئے فرمایا۔

۱۸۵۔ دلیران جہان آغشتہ در خون تو سر پوشیدہ ننہی پائے بیرون

ترجمہ۔ جہاں کے بہادر خون میں لتھڑے ہوئے ہیں تو سر چھپا کر بیٹھا ہے اور (گھر سے) پاؤں باہر نہیں رکھتا۔

شرح۔ یعنی طالبان قرب مولیٰ اپنے نفس کے ساتھ جو دین کا دشمن ہے

جنگ میں مصروف ہیں۔ اور اسی غیظ و غضب سے خونِ جگر میں تھڑے ہوئے
ہیں۔ اور تو پردۂ تقلید میں سر چھپائے عورتوں کی طرح خانہ طبیعت سے
پائے قسمت کو میدانِ طلب میں نہیں رکھتا۔ اور چاہ (ضلالت) سے باہر نہیں
نکلتا۔ نظم

نفس دوں را زیر دستی تابکے ۔ شو مسلمان بت پرستی تابکے

کمینہ نفس کی اطاعت کب تک کرتا رہے گا مسلمان ہو جا۔ بت پرستی کب
تک کرتا رہے گا۔

ہمچو یوسف خوش برا از قعر چاہ ۔ تا شوی در ملک عزت پادشاہ

کوئیں کی تہ سے یوسفؑ کی طرح خوش خوش نکل آ۔ تاکہ تو عزت کے ملک
میں بادشاہ ہو جائے۔

چونکہ تقلید پسندیدہ نہیں فرمایا۔

۱۸۶۔ چہ کردی فہم از دین عجائز[1] ۔ کہ بر خود جہل میداری تو جائز

ترجمہ۔ اس دین عجایز (جو حدیث شریف میں آتا ہے) سے کیا سمجھا ہے۔
کہ تو اپنے لئے جہالت کو جائز سمجھنے لگ گیا ہے۔

شرح۔ یعنی حدیث عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ (عورتوں کا سا دین اختیار کرو)[2]
کو سمجھ کر تو اپنے آپ پر جہل کو جائز سمجھتا ہے۔ اور معرفت میں کوشش
نہیں کرتا۔ اصل میں اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ تمام شرعی حکموں (یعنے
دین) کی پیروی اور فرمانبرداری عورتوں کی طرح کرنی چاہئے۔ اور نفسانی
خواہشوں سے ان میں تصرف نہ کرے۔ یہ نہیں کہ صرف تقلید کو کافی سمجھے۔

۱۸۷۔ زنان چون ناقصانِ عقل و دینند ۔ چرا مرداں رہِ ایشاں گزینند

ترجمہ۔ عورتوں کی عقل اور ان کا دین دونو ناقص ہیں۔ پھر مردوں کو کیا ضرورت
ہے کہ ان کا رستہ اختیار کریں۔

---

[1] عجایز جمع ہے عجوز کی بمعنے بڑھیا عورت۔ [2] عورتوں جیسا مذہب لازم پکڑو۔

شرح - چونکہ حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے - کہ عورتوں کی عقل اور انکا دین ناقص ہوتے ہیں - اس لئے عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ سے یہ مطلب نہیں کہ تم دین میں عورتوں کے تابع ہو - ہدایت کے طریقہ پر فرمایا -

۱۸۸ - اگر مردی برون آئی و سفر کن   ہر آنچہ پیشت آید زاں گذر کن

ترجمہ - اگر تو مرد ہے تو باہر نکل اور سفر کر - اور جو کچھ تجھے پیش آئے اس سے گذر جا -

شرح - اگر تو مرد ہے اور عورتوں کی صفات تجھ میں نہیں - تو عالم معنی اور قرب مولا کے سفر کے لئے تیار ہو جا - اور دین و دنیا کی جو رکاوٹیں راہ حق میں پیش آئیں - ان سب سے قطع نظر کر کے گذر جا - پس فرمایا -

۱۸۹ - میاسا روز و شب اندر مراحل   مشو موقوف ہمراہ و رواحل

ترجمہ - رات دن چلا چل اور منزلوں پر آرام نہ لے اور قافلہ اور سواری کا انتظار نہ کر -

شرح - یعنی سالک کا شوق اس درجے تک ہونا چاہئے - کہ جو منزلیں بندہ اور حق کے درمیان ہیں - ان میں سے کسی منزل پر نہ ٹھہرے - اور نفس کو آرام نہ لینے دے - ساتھی اور کاروان پر موقوف نہ رہے - ہاں البتہ شیخ کامل کا دامن نہ چھوڑے -

چونکہ ولی کا طریقہ نبی کی پیروی کے مطابق ہونا چاہئے - فرمایا -

۱۹۰ - خلیل آسا برو حق را طلب کن   شبے را روز و روزے را بشب کن

ترجمہ خلیل اللہ کی طرح جا اور حق کو طلب کر[1] - اسی طلب میں رات کو دن اور دن کو رات کر (یعنی کسی وقت غافل نہ ہو)

شرح - یعنی حق کی طلب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہو - اور اِنَّا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَاءَنَا[2] کی تقلید - پر ہی بھروسہ نہ کر - بلکہ اس کی طلب - توجہ -

---

[1] دیکھو قرآن شریف (پ ۷ ع ۱۵) فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ اللَّیْلُ سے وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ تک -

[2] مثلاً پ ۷ ع ۴ ترجمہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح طریقہ پر چلتے پایا -

اور یاد میں دن کو رات اور رات کو دن کریعنی ایکدم بھی حق سے غافل نہ ہو۔ نظم

مرد باید کہ طلب و ز انتظار ہر زماں صد جاں کند برشے نثار

مرد ایسا ہونا چاہئے کہ طلب اور انتظار سے ہر وقت اس محبوب پہ سو جان قربان کرے۔

نے زمانے از طلب ساکن شود نے دمے آسودنش ممکن شود

نہ تو کسی وقت طلب سے چپ کر کے بیٹھ جائے۔ اور نہ کسی دم اسکا آرام لینا ممکن ہو

گر فرو استد زمانے از طلب مرتدے باشد دریں رہ بے ادب

اگر اس راہ (حق) میں کسی وقت ٹھہر جائے۔ تو وہ بے ادب مرتد ہو جائیگا۔

چونکہ ظلماتی پردوں کی طرح نورانی پردے بھی (منزل مقصود پر) پہنچنے سے مانع آتے ہیں فرمایا۔

۱۹۱۔ ستارہ با مہ و خورشید اکبر بود حس و خیال و عقل انور

ترجمہ۔ ستارہ۔ چاند اور سورج بالترتیب حس (مشترک)۔ (قوت) خیال اور عقل (روشن) کو ظاہر کرتے ہیں۔

شرح۔ ان کواکب کا ذکر حضرت خلیل اللہ کی مناسبت سے تھا۔ ستارہ حس مشترک کی تمثیلی صورت ہے۔ چاند قوت خیال کی۔ اور آفتاب عقل کی۔ سالک کی ان چیزوں کے مشاہدہ میں دو حالتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہی ستارہ۔ چاند۔ اور آفتاب کو دیکھے۔ اور یہ حالت تعبیر کی محتاج ہے۔ یعنی صورت سے گذر کر اس بات کیطرف نظر کرے کہ اس صورت میں کونسی حقیقت متلبس ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ یہی جان لے کہ ستارہ۔ چاند۔ اور آفتاب ہی حق ہے۔ اور یہ تجلیات آثاریہ میں داخل ہے۔

چونکہ آیت شریف میں پہلے معنے کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا۔

سلہ حس مشترک ایک قوت ہے۔ جس میں محسوسات کی صورتیں منقش ہوتی ہیں۔ گویا حواس خمسہ ظاہری نہروں کے مانند ہیں۔ اور حس مشترک ایک حوض ہے جسمیں سب نہریں آکر گرتی ہیں۔

۱۹۲- بگردان زاں ہمہ آرا ہبر و روی   ہمیشہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن گوی

ترجمہ- اے سالک ان سب سے منہ پھیر لے- اور ہمیشہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن[1] پڑھ-

شرح- یعنی راہ الٰہی میں جو نورانی مراتب پیش آئیں ان سے ظلمانی پردوں کی طرح منہ پھیر لینا چاہیئے اور لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن کے حکم کے مطابق خلیل اللہ کی پیروی کرنی چاہئے-

چونکہ ذات مطلق کا مشاہدہ اس کے اسماء و صفات کی تجلیات میں زیادہ آسان ہے- فرمایا-

۱۹۳- و یا چوں موسیٰ عمراں دریں راہ   برو تا بشنوی اِنّی اَنَا اللہ

ترجمہ- یا حضرت موسیٰ کی طرح اس راستے میں چل تا کہ تو اِنّی اَنَا اللہ[2] سنے-

شرح- یا موسیٰؑ کی طرح راہ حق میں اس قدر چل- کہ مظاہر حسیہ کی صورتوں میں حق کا تجلی مشاہدہ کرے-

چونکہ سالک کے تعین کے ہوتے ہوئے ذات کا مشاہدہ محال ہے- فرمایا-

۱۹۴- ترا تا کوہ ہستی پیش باقی ست   جواب لفظ اَرِنِی لَنْ تَرَانِی ست

ترجمہ- جب تک کوہ ہستی تیرے سامنے ہے- تب تک اَرِنِی کا جواب لَنْ تَرَانِی[3] ہی رہے گا-

شرح- چونکہ سالک کا حجاب اسکی ہستی موہوم ہی ہے- فرمایا کہ جب تک تیری ہستی باقی ہے- حق تعالیٰ اپنے اسماء و صفات کے پردوں میں تجھ سے پوشیدہ رہیگا- نظم

از ہستی خود چو نیست گشتی   از جملہ حجابہا گذشتی

جب تو اپنی ہستی سے نیست ہو جائے گا- تو تمام پردوں سے گزر جائے گا-

---

[1] دیکھو بیت ۱۹۰ [2] دیکھو بیت ۸۴

[3] قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرَانِیْ- موسےٰؑ نے عرض کیا- کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنے تئیں دکھا- کہ میں تیری طرف ایک نظر دیکھوں- خدا نے فرمایا- تم ہم کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے- (پ ۹ ع ۷)

حق سے روکنے والا پردہ یہی ہستی ہے۔ ورنہ حق تجھ سے بھی زیادہ تیرے نزدیک ہے فرمایا۔

۱۵۹ تحقیقت کہربا ذات تو کاہست اگر کوہ توئی نبود چہ راہست

ترجمہ۔ حقیقت کہربا ہے اور تیری ذات کاہ ہے (کہ فوراً اس سے مل جائے) اگر تو (خودی ہستی) کا پہاڑ (درمیان میں حائل) نہ ہو۔ تو (حقیقت اور تیری ذات میں) کوئی راہ یعنی فاصلہ نہیں۔

شرح۔ یعنی تیرا انجذاب (کھچنا) اس کی طرف نہایت آسان ہے لیکن تیری تعین نے یہ فاصلہ اور بُعد پیدا کر دیا ہے۔ اگر یہ تیری ہستی کا پہاڑ نہ ہو تو حق اور تیرے درمیان کوئی فاصلہ نہیں۔ نظم۔

قرب نے بالا نہ پستی رفتن است قرب حق از ہستی خود رستن است

قرب نیچے یا اوپر جانا نہیں ہے۔ قرب حق اپنی ہستی سے نکلنا ہے۔

خویش را بگذار و بے خود شو درا اندرون بزم وصل جان فزا

اپنے آپ کو چھوڑ دے۔ بیخود ہو جا اور وصل جانفزا کی مجلس میں آجا۔

نیستی از خویش عین وصل اوست بگذر از ہستی ولت گر وصل جوست

اپنے آپ سے نیست ہونا اس کا عین وصل ہے۔ اگر تیرا دل وصل کا متلاشی ہے تو (اپنی) ہستی سے گذر جا۔ چونکہ سالک کی ہستی کا مٹنا تجلی الٰہی کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ فرمایا۔

۱۶۰۔ تجلی گر رسد بر کوہ ہستی شود چوں خاکِ رہ ہستی ز پستی

ترجمہ۔ اگر کوہ ہستی پر تجلی الٰہی پہنچ جائے۔ تو ہستی اس قدر پست ہو جائے جیسے خاکِ رہ۔

شرح۔ یعنی اگر حق کے ذاتی تجلی کا نور سالک کی کوہ ہستی پر چمکے۔ تو اس کی ہستی کی ظلمت خاکِ رہ کی طرح پست۔ ناچیز اور محو ہو جائے۔

چونکہ ریاضت اور سلوک اسی لئے ہے کہ جذبۂ الٰہی کی استعداد پیدا ہو جائے فرمایا۔

۱۹۷- گدا گردد از یک جذبہ شاہے — بیک لحظہ دہد کوہے بکاہے

ترجمہ- گدا ایک جذبۂ (الٰہی) سے بادشاہ بن جاتا ہے اور ایک لحظہ میں پہاڑ کاہ کو مل جاتا ہے۔

شرح- یعنی جذبات حق میں سے ایک جذبہ دونوں جہان کے عملوں کے برابر ہے۔ نظم۔

دریں دریا فگن خود را مگر دست بدہ آری — کزیں دریائے بے پایاں گہر بسیار بر خیزد

اس دریا میں اپنے آپ کو ڈال شاید ہے کہ تجھے کوئی موتی ہاتھ آجائے کیونکہ اس دریائے بے پایاں میں بہت موتی نکلتے ہیں۔

چونکہ اعلےٰ مقامات پر پہنچنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے اس لئے فرمایا۔

۱۹۸- برو اندر پئے خواجہ بہ اسریٰ — تفرج کن ہمہ آیات کبریٰ

ترجمہ- سفر اسریٰ میں خواجہ رہبر دوسرا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر چل۔ اور تمام بڑی بڑی نشانیوں کی سیر کر۔ (دیکھو قرآن شریف پندرھویں پارہ کا آغاز)

شرح- فرماتے ہیں کہ سب کچھ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے کیونکہ آں حضور اصلی صاحب خانہ ہیں۔ اور باقی سب آپ کے خوشہ چین ہیں۔ اسریٰ سے مراد معراج ہے۔ باسریٰ روئے لئے اپنے آپ کو صوری ومعنوی قیدوں سے رہا کر۔ تاکہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے عرش پر چڑھ جائے۔ اور آیات کبریٰ یعنی ظہورات الٰہی کی سیر کرے

چونکہ جسمانی تعلقات اس سے مانع ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۱۹۹- بروں آ از سرائے اُم ہانیؓ — بگو مطلق حدیث مَنْ رَاٰنِی

ترجمہ- سرائے ام ہانیؓ سے باہر نکل آ۔ اور من رانی فقد رای الحق پڑھ۔

[1] ابو طالب کی بیٹی حضرت علی علیہ السلام کی حقیقی بہن اور پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چچیری بہن تھیں۔ جن کے گھر سے آنحضرت رات کو معراج ہوئے تھے

شرح - یعنی طبع و ہوا کی سرائے سے باہر نکل تعلقات سے الگ ہو جا - اور جمال مطلق کے مشاہدہ میں فنا ہو کر بقائے حق میں ثابت قدم ہو جا - اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال معنوی کا وارث ہو کر "من رانی فقد رای الحق"[1] پڑھ اور یہ بقا باللہ کی طرف اشارہ ہے نیز قطع تعلق کے متعلق فرمایا -

۱۰۰ - بگذر ز کن ز کاف گنج کونین نشین در قاف قرب قاب قوسین

ترجمہ - دونوں جہان کی گنج کے کاف سے گذر جا - (یعنی اس کا خیال چھوڑ دے) اور قاب قوسین[2] کے قرب کے قاف پر بیٹھ -

شرح - یعنی عالم صورت و معنی سے گذر جا - اور قاب قوسین کے مقام میں جا گزیں ہو جا - قاب قوسین سے مراد مقام وحدیت الوہیت ہے - جو وجوب و امکان کی دونوں قوسوں پر محیط ہے - اور نیز مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم - جب سالک مقام وحدیت میں پہنچ جاتا ہے - تو اس کا علم و ارادہ کلی ہو جاتا ہے فرمایا -

۱۰۱ - دہد حق مر ترا ہر چہ کہ خواہی نمایندت ہمہ اشیا کما ہی[3]

ترجمہ - جو کچھ تو چاہتا ہے خدا تجھے دیتا ہے - اور اشیا جیسی کچھ در اصل ہیں ویسے ہی دکھائی دیتی ہے -

شرح - یعنی صفات الٰہی سے متصف ہونے اور انہیں حاصل کرنے کے بعد جو کچھ تو چاہے گا وہی تجھے مل جائیگا - اور خدا تعالیٰ کی تمام صفات و اسما کے آثار و احکام کو مشاہدہ کریگا اور "اللھم ارنا الاشیاء کما ھی" کے قائل یا آنحضرت

---

[1] جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا -

[2] فکان قاب قوسین او ادنیٰ پ ۲۷ ع ۵ دونوں میں دو کمان کے برابر فاصلہ رہ گیا - بلکہ اس سے بھی کم -

[3] عربی کما اور ہی سے مرکب ہے یعنی جیسی وہ ہے - حدیث جس سے یہ الفاظ ماخوذ ہیں شرح میں موجود ہے - اور اس کا ترجمہ یوں ہے - اے اللہ ہمیں چیزوں کی اصل حقیقت سے واقف کر

صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہونے کے سبب سب چیزوں کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں۔ تجھے نظر آجائیں گی۔ نظم

یار چوں بار یار خوش بنشستہ شد صد ہزاراں لوح سر دانستہ شد

یار جب یار کے ساتھ خوش ہو کر بیٹھ گیا۔ تو سو ہزار لوح سر معلوم ہو جاتے ہیں

چونکہ تمام عالم ایک کتاب ہے جسمیں مراتب کلیہ اور اشخاص جزئیہ کے مطابق سب صورتیں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء جزئیہ اور کلیہ کی مظہر ہیں اسلئے فرمایا

قاعدہ دوم

کتاب عالم اور قرآن مجید کی مطابقت میں

چونکہ سالک تجلی ذاتی میں فنا ہونے کے بعد بقائے سرمدی میں ثابت قدم اور مقام قاب قوسین یعنی واحدیت وعلم کے مقام میں جاگزیں ہوتا ہے۔ تو اس کے سامنے سے دوئی کا نقش مٹ جاتا ہے پس تمام عالم سالک تجلی کی نسبت سے ایک کلی کتاب ہے۔ جو تمام (صفات) الہی پر مشتمل ہے۔ فرمایا۔

۲۰۲۔ ہنر دانکہ جانش در تجلی است ہمہ عالم کتاب حق تعالیٰ است

ترجمہ۔ جس کی جان تجلی میں ہے۔ اس کے نزدیک تمام عالم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے (یعنی قرآن مجید)

شرح۔ یعنی جسکی جان اور دل تجلی الہی کا آئینہ ہوگیا ہو۔ اور جوذات موجودات کے اوراق سے تجلیات الہی کے ذریعے احکام اسرار کو پڑھ لے۔ اس کے خیال میں تمام عالم خدا تعالےٰ کی کتاب ہے۔ اور موجودات کے افراد میں سے ہر ایک فرد اللہ تعالیٰ کے کلمات (کلمات کتاب اللہ) میں سے ایک کلمہ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے اسماء جزئیہ میں سے خاص معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ معانی ہر متنفس کے باطن سے نفس رحمانی کے ذریعہ غیب سے شہود میں آتے ہیں۔ نظم

ــــــــــــــــ

لے دیکھو بیت ۲۰۰

با جملہ جہاں مصحف ذاتت دانیم   از ہر ورقے آیت وصفت خوانیم

ہم سارے جہاں کو صحیفۂ الٰہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر ورق پر تیرے وصف کی آیت پڑھتے ہیں۔

باآنکہ مدرسیم در مکتب عشق   در معرفت کنہ تو ما نادانیم

گو ہم مکتب عشق میں مدرس ہیں۔ لیکن تیری کنہ کی معرفت سے نادان ہی ہیں۔ مشابہت کی وجہ کے متعلق فرمایا۔

۲۰۳- عرض اعراب جوہر چوں حروف   مراتب ہم چو آیات و وقوف ست

ترجمہ- عرض اور جوہر بالترتیب اعراب[1] و حروف ہیں اور (مخلوقات کے) مختلف مراتب آیات[3] و وقوف[4] کی طرح ہیں۔

شرح- یعنی جس طرح جوہر اور عرض دو باتیں ہیں۔ جن پر کتاب عالم کے تمام مراتب اور موجودات اشخاص و افراد مشتمل ہیں اور جس طرح وہاں عرض جوہر کے تابع ہے۔ یہاں اعراب حروف کے تابع ہیں اور جس طرح موجودات اعراض و جواہر سے حاصل ہوئے ہیں۔ یہ کلمات و آیات بھی حروف و اعراب سے ظہور میں آتے ہیں۔ چونکہ عوالم کلیہ کی تحت میں اور مراتب بھی ہیں (یعنی ان کی شاخ در شاخ) اس لئے فرمایا۔

۲۰۴- از و ہر عالمے چوں سورۂ خاص   یکے زاں فاتحہ واں دیگر اخلاص

ترجمہ- اسمیں سے ہر ایک عالم ایک خاص سورۃ کی طرح ہے کوئی سورۃ فاتحہ ہے۔ اور کوئی سورۃ اخلاص۔

شرح- یعنی کتاب عالم میں سے ہر ایک عالم ایک خاص سورۃ کی طرح ہے۔ جو

---

[1] عرض جو بذاتہٖ قائم نہ ہو اور جوہر بذاتہٖ قائم ہو جیسے سیاہ کپڑا سیاہی عرض ہے کپڑا جوہر

[2] عربی کلموں کے آخر حروف کی حرکتیں یعنی حرکتیں۔

[3] آیات جمع آیت (قرآن شریف کے) فقرات۔

[4] وقوف جمع وقفہ یعنی وہ علامتیں جن سے مختلف قسم کے وقف ظاہر کئے جاتے ہیں۔

نازل شدہ کتاب میں ہیں اور جس طرح ایک سورۃ میں چند آیتیں ہوتی ہیں۔ جن میں مختلف احکام اور احوال کا بیان ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر عالم میں کئی مرتبے ہیں۔ جنمیں سے ہر ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے کسی خاص اسم کلی کا مظہر ہے۔ کہ ان اسماء (کلی) کی تحت میں چند اسماء (جزئیہ) ہیں جو احکام میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اسی مناسبت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

۲۰۵ نخستین آیتش عقلِ کل آمد ۔ کہ در وے ہمچو بائے بسمل آمد

ترجمہ۔ (کتاب عالم کی) پہلی آیت عقل کل[1] ہے۔ کیونکہ (کتاب عالم) اس (عقل کل) سے اسی طرح (شروع) ہوتی ہے جسطرح (قرآن مجید) بسم اللہ کی با سے۔

شرح۔ یعنی کتاب عالم کی پہلی آیت عقل کل ہے اور مراتب موجودات میں قرآن مجید کی بسم اللہ کی با کے قائمقام ہے۔ پس عقل کل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے مقابلہ میں ہے جو مجمل طور پر تمام قرآن پر مشتمل ہے اور عقل کل بھی اسیطرح تمام مراتب عالم پر مشتمل ہے ۔ مرتبہ دوم کے متعلق فرمایا۔

۲۰۶ دوم نفسِ کل آمد آیتِ نور ۔ کہ چوں مصباح شد در غایتِ نور

ترجمہ۔ (کتاب عالم) کی دوسری آیت (یعنی دوسرا مرتبہ) نفس کل ہے اور (قرآن مجید کی) آیتِ نور[3] ہے۔ کیونکہ وہ (نفس کل) نور کی زیادتی کے سبب چراغ کی طرح ہے۔

شرح۔ یعنی کتاب عالم کی دوسری آیت نفس کل ہے۔ جو عقل کل سے دوسرے مرتبہ پر ہے۔ اور جسطرح عقل کل احدیت اور احکام اجمالی کی حامل ہے۔ اسی طرح نفس کل واحدیت اور احکام تفصیلی کا حامل ہے۔ اور نفس کل کو آیت نور کے مقابلہ میں اس لئے رکھا ہے کہ سب چیزیں نور سے ہی ظاہر ہوتی

---

[1] عقل کل۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک اور جبرئیل۔ حکما کے نزدیک وہ پہلا فرشتہ جس نے پہلا آسمان اور دوسرا فرشتہ پیدا کیا۔

[2] دیکھو بیت ۱۵۸۔

[3] دیکھو قرآن شریف پ ۱۸ ع ۱۱۔

ہیں۔ اور نفس کل جو علم حق کا مظہر ہے اسمیں بھی سب (چیزیں) ظاہر ہیں پس یہ نفس کل ایک چراغ ہے۔ جس سے سارا عالم روشن ہے اور اسی کے حیات و دانش کے انوار مراتب عالم پر چمکتے ہیں۔ اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق منور کرتے ہیں۔

چونکہ نفس کل کے بعد عالم جسمانی ہے اس لئے فرمایا۔

۲۰۷۔ سوم آیت دوشد عرش رحمان چہارم آیت الکرسی ہمے خوان

ترجمہ۔ (کتاب عالم کی) تیسری آیت[1] عرش رحمان ہے۔ اور چوتھی آیت الکرسی (تیسری) اسکے مقابلہ میں قرآن مجید کی آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ہے اور چوتھی کے مقابلہ میں آیۃ الکرسی[2])

شرح۔ یعنی کتاب عالم کی تیسری آیت عرش ہے۔ جسے فلک اطلس کہتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں آیات قرآنی میں سے الرحمٰن علی العرش استوی ہے۔ اور (کتاب عالم کی) چوتھی آیت کرسی یعنی فلک ہشتمی ہے اور آیات قرآنی میں سے آیت الکرسی۔

چونکہ (عرش و کرسی کے سوا) سات آسمان اور بھی ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۲۰۸۔ پس انوے جرمہائے آسمانی ست کہ در شے سورۂ سبع المثانی ست

ترجمہ۔ اسکے بعد اور آسمانی اجسام ہیں۔ جن میں سورۃ فاتحہ ہے۔ (یعنی جو سورۃ فاتحہ کے مقابلہ میں ہیں)

شرح۔ یعنی سبع سموات (ہفت آسمان) سبع المثانی[3] کے مقابلہ میں ہیں سبع المثانی سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔ یعنی فاتحہ کی (سات آیتوں میں سے) ہر ایک کے مقابلہ

---

[1] پ ۱۶ ع ۱۰ ترجمہ رحمٰن عرش بریں پر ہے۔

[2] قرآن شریف پ ۳ ع ۲۔

[3] سبع المثانی۔ سات آیتیں جو دو بار نازل ہوئیں ایک دفعہ مکے میں ایک دفعہ مدینے میں یا اس وجہ سے کہ سورۃ فاتحہ ہر دوگانہ میں دو بار پڑھی جاتی ہے۔ دیکھو بیت ۲۶۶

ہیں ایک آسمان ہے۔ غرض صرف اشارہ ہے۔ ترتیب ضروری نہیں۔

چونکہ افلاک کے بعد عناصر کا مرتبہ ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۰۹۔ نظر کن باز در جرم عناصر — کہ ہر یک آیتے ہستند باہر

ترجمہ۔ اس کے بعد عناصر اربعہ یعنی۔ آتش۔ ہوا۔ آب۔ خاک، کے جسم پر غور کر۔ ان میں سے ہر ایک (کتاب عالم کی) ایک روشن آیت ہے۔

شرح۔ عناصر آتش۔ ہوا۔ آب۔ خاک ہیں۔ جن میں سے ہر ایک آنکھوں والوں کے لئے کتاب عالم کی ایک روشن آیت ہے۔ قرآنی آیات کے مقابلہ میں۔

چونکہ موالید عناصر سے مرکب ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۲۱۰۔ پس از عنصر بود جرم سہ مولود — کہ نتواں کرد ایں آیات معدود

ترجمہ۔ عناصر کے بعد موالید ثلاثہ کا جسم ہے۔ یہ آیتیں اس قدر ہیں کہ شمار نہیں ہو سکتیں۔

شرح۔ جمادات۔ نباتات اور حیوانات کو موالید اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عناصر سے پیدا ہوتے ہیں[1]۔ اور انکے انواع۔ اقسام۔ اور افراد شمار سے باہر ہیں۔

چونکہ تنزلات کی انتہا اور غایت انسان ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۱۱۔ باخر گشت نازل نفس انسان — کہ بر ناس آمد آخر ختم قرآن

ترجمہ۔ سب سے پیچھے نفس انسان پیدا ہوا جسطرح والناس پر قرآن مجید ختم ہوتا ہے۔ (انسان کتاب عالم کی آخری آیت ہے۔ اسی طرح سورہ والناس قرآن شریف کی آخری سورت ہے لطف یہ ہے کہ والناس کے معنے بھی لوگ ہیں)

شرح۔ کتاب عالم کی آخری آیت جو نازل ہوئی نفس انسانی ہے یعنی اسکے بعد اور کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یعنی ایجاد عالم کی غرض اس سے پوری ہو گئی جس طرح کتاب قرآنی والناس پر ختم ہو گئی۔

چونکہ آلاء اللہ تعالے کی اسماء و صفات میں غور و فکر کی انتہا میں یہ ہے

---

[1] کیونکہ موالید جمع ہے مولود بمعنے فرزند کی۔

باتیں گذر چکی ہیں۔ مبدء کی طرف اشارہ (یہ مبدء غیبتی میں ہستی کا ظہور ہے) عوالم (جہانوں) کی اطلاع۔ اور کمالات معنوی کے حاصل کرنے کی ترغیب اور معاد تک پہنچانا (یہ معاً ہستی میں نیستی کا ظہور ہے) اور معارج کی قوس کے آخری نقطہ کو مدارج کی قوس کے اول نقطہ تک پہنچانا اور کتاب عالم اور کتاب قرآنی کی مطابقت کا اتمام اس لئے اب فرمایا۔

قاعدہ سوم

اس قاعدہ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ افلاک۔ انجم۔ انکی چالوں اور شکلوں کا اختلاف اور انکے اثرات جو عالم سفلی میں ہوتے ہیں۔ ان سب کو بنظر غور دیکھنا چاہئے۔ تاکہ قدرت الہی اور انتظام عالم کی تدبیر کے کمال کا مشاہدہ ہو سکے۔ جس سے (حصول) کمال ممکن ہو۔

اور چونکہ صرف عالم سفلی میں ہی غور و فکر کرنا کمال سے محروم رہنا ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۱۲۔ مشو محبوس ارکان و طبائع بروں آئی و نظر کن در صنائع

ترجمہ۔ عناصر اور طبائع میں نہ پھنس (ان سے) باہر نکل اور (خدا کی) صنعتوں میں غور کر (ایک نسخہ میں ارکان و طبائع کی جگہ زندان طبائع ہے)

شرح۔ ارکان عناصر ہیں۔ جن میں سے ہر ایک ترکیب (عالم) میں ایک رکن ہے۔ اور طبائع سے مراد رطوبت (تری) برودت (ٹھنڈک) یبوست (خشکی) وغیرہ ہے کنایتہً فرمایا کہ ان نشانات میں گرفتار نہ ہو۔ بلکہ اپنا قدم ذرا اوپر رکھ۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں غور و فکر کر۔ تاکہ انسان کی خصوصیت سے بے بہرہ نہ رہے۔

چونکہ موجودات محسوسہ میں سے آسمان سب سے بڑے ہیں۔ اور ان کا اثر اس عالم (سفلی) میں پہنچتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۱۳۔ تفکر کن تو در خلق سمٰوات کہ تا ممدوح حق گردی در آیات

ترجمہ۔ آسمانوں کی پیدائش میں غور و فکر کر تا کہ تو آیات قرآنی میں اللہ تعالےٰ کا ممدوح[1] ہو۔

شرح۔ یعنی آسمانوں کی پیدائش ان کی دائمی حرکت اور حرکت کا اختلاف اور انکے اثرات میں غور و فکر کر تا کہ تو آیات قرآنی میں حق تعالیٰ کا ممدوح ہو۔ فرمایا۔

۲۱۴۔ ببیں بگر کہ تا خود عرش اعظم چگونہ شد محیط ہر دو عالم

ترجمہ۔ دیکھ اور غور کر کہ عرش اعظم کس طرح دونوں جہانوں کو گھیرے ہوتے ہے

شرح۔ مراد دنیا اور آخرت ہے۔ کیونکہ جنّت کی زمین کرسی ہے اور اسکی چھت عرش رحمٰن ہے جس سے نہریں نکلتی ہیں۔ پس جنّت اسکے اندر ہوگی اور دوزخ بھی۔ گو عرش نے دونوں عالموں کو گھیرا ہوا ہے ؞

۲۱۵۔ چرا کرد نامش عرش رحمان چہ نسبت دارد او با قلب انسان

ترجمہ۔ اس کا نام عرش رحمان کیوں رکھا ہے۔ اور وہ قلب انسان سے کیا نسبت رکھتا ہے[2]

شرح۔ رحمان حق تعالیٰ کا نام ہے اس اعتبار سے کہ وہ اسماء الٰہیہ کا جامع ہے اور ممکنات کو جوہر۔ لوازم۔ اور وجود عطا کرتا ہے۔ عالم شہادت میں اس اسم الرحمٰن کا مظہر عرش ہے۔ کیونکہ اس کی حرکت کے سبب عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملنے جلنے سے موالید ثلاثہ کے مراتب ہیں بے انتہا۔ اجناس۔ انواع۔ اصناف۔ افراد اور اشخاص ظہور میں لاتے ہیں۔ اس لئے عرش رحمان کی وجہ تسمیہ صاف ہے کیونکہ اسم الرحمٰن کا مقتضا فلک الافلاک کی گردش سے پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے

---

[1] قرآن مجید میں کئی مقام پر ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔ جو خلق سمٰوات میں غور و فکر کرتے ہیں۔ مثلاً پ ۴ ع ۱۱۔

[2] قلب المومن عرش اللہ الاعظم (مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) سے کیا مراد ہے دیکھو بیت ۱۵۲ء

اور جس طرح جہاں میں عرش اسم الرحمٰن کا مظہر ہے۔ عالم روحانی میں انسان کا دل بھی اسی کے برابر ہے۔ بلکہ رحمانی ظہورات دل میں عرش سے بھی زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ دل غیب و شہادت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کئی قسم کی مناسبتیں ہیں۔

چونکہ بندہ کا دل "رحمٰن کے دو انگلیوں میں ہے۔ اور وہ جس طرح چاہتا ہے۔ اسے پھیر دیتا ہے"۔ اس لئے وہ ہمیشہ عرش کی طرح حرکت میں رہتا ہے۔ فرمایا

۲۱۶- چرا در جنبش اند این ہر دو مادام کہ یک لحظہ نمے گیرند آرام؟

ترجمہ۔ یہ دونوں (دل انسان و عرش رحمان) ہمیشہ حرکت میں کیوں ہیں اور ایک لحظہ آرام نہیں لیتے؟

شرح۔ یعنی انسان کا دل اور عرش الرحمٰن ہمیشہ حرکت میں کیوں ہیں۔ شاید اسکا سبب یہ ہے کہ شان الٰہی کا ظہور ہمیشگی کا مقتضی ہے اور عالم جسمانی و روحانی میں یہ دونوں كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ[1] کے مظہر ہیں۔ اور حرکت دائمی ظہورات الٰہی کے مقتضیات سے مختلف حقیقتوں کو ظاہر کرتی ہے۔

چونکہ عرش کی دائمی حرکت دوری (گول) ہے۔ اور مرکز کی حرکت کے تابع ہے فرمایا

۲۱۷- مگر دل مرکز عرش بسیط است کہ این چون نقطہ آن دور محیط است

ترجمہ۔ شاید دل عرش بسیط کا مرکز ہے کیونکہ یہ (دل) نقطہ (مرکز) کی طرح ہے اور وہ (عرش) محیط کی طرح۔

شرح۔ دل انسان کی نسبت عرش سے مرکز اور محیط کی نسبت ہے۔ عرش کی حرکت دوری ہے۔ اور قلب کی حرکت مرکزی ہے۔

چونکہ یہ دل جسے مرکز عرش کہا گیا ہے حقیقت میں دل کامل ہے جسکی شان یہ ہے (۱) قلب العباد بین الاصبعین (۲) قلب المومن عرش اللہ الاعظم فرمایا۔

---

[1] وہ ہر روز ایک نہ ایک کام میں لگا رہتا ہے۔ (پ ۲۷ ع ۱۲)

[2] دیکھو بیت ۲۱۵

۲۱۸- بر آید در شبانروزے کم و بیش سراپائے تو عرش اے مرد درویش

ترجمہ- اے مرد درویش عرش تیرے سراپا کے گرد کم و پیش ایک رات دن میں پورا دورہ لگاتا ہے۔

شرح- یعنی عرش اہل دل کا طواف کرتا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ افلاک کی گردش سے مقصودِ حقیقی اربابِ قلوب (اہل دل) اور اصحاب مکاشفات و مشاہدات ہیں۔ چونکہ باقی افلاک فلک الافلاک کی حرکت سے متحرک ہیں۔ فرمایا۔

۲۱۹- از و در جنبش اجسام مدور چرا گشتند بنگر نیک بنگر

ترجمہ- غور سے دیکھ کہ یہ گول اجسام سب کے سب عرش کے سبب کیوں متحرک ہیں

شرح- یعنی افلاک و کواکب جو گردی ہیں عرش سے کیوں حرکت میں ہیں سبب یہ ہے کہ خود نفسِ محرک قوت اور تاثیر میں تحریک کی طرح سب کو پہنچتا ہے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ مظروف (عرش) کی حرکت سے ظرف (دیگر اجسام) کی حرکت لازم آتی ہیں۔ اسی حرکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۲۰- ز مشرق تا بمغرب ہمچو دولاب ہمے گردند دائم بے خور و خواب

ترجمہ- مشرق سے مغرب تک رہٹ کی طرح کھانے اور سونے (یعنی کسی قسم کا آرام لینے) کے بغیر پھرتے رہتے ہیں۔

شرح- یعنی یہ حرکت مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔ اور چونکہ وہ سب تحصیل کمال کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لئے عشق میں کھانے (پینے) اور سونے کی پرواہ نہیں کرتے فرمایا۔

۲۲۱- بہر روز و شبے ایں چرخ اعظم کند دورِ تمامی گرد عالم

ترجمہ- ہر روز و شب میں یہ چرخ اعظم عالم کے گرد پورا دورہ لگاتا ہے

سلہ فلک اطلس۔ نواں آسمان فلک کے معنی (آسمان) اور اطلس کے معنے (صاف سادہ اور بے نقش) کے ہیں۔ چونکہ اس فلک پر کوئی ستارہ نہیں۔ اور نقش و نگار سے سادہ ہے اس واسطے فلک اطلس کہلایا۔ اور چونکہ وہ تمام افلاک کے اوپر اور سب کا محیط ہے۔ اس واسطے اسے فلک الافلاک بھی کہتے ہیں۔ اہل شرع اسے عرش کہتے ہیں۔

شرح۔ حرکتِ عرش کی سرعت کا بیان ہے۔ ارباب حکمت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اٹھارہ سال اور کچھ کسر کا راستہ ہے جو عرش ایک رات دن میں طے کرتا ہے اور چونکہ اسی حرکت سے باقی افلاک حرکت میں ہیں فرمایا۔

۲۲۲۔ وزو افلاکِ دیگر ہم بدینسان بچرخ اند ہمے باشند گردان

ترجمہ۔ اسی سے دوسرے افلاک اسی طریقہ پر ایک چرخ میں گھومتے رہتے ہیں۔

۲۲۳۔ ولے برعکسِ دورِ چرخِ اطلس ہمے گردند این ہشت منقوش مقدس

ترجمہ۔ لیکن چرخ اطلس کے دور کے برخلاف یہ آٹھ فلک ہمیشہ گھومتے رہتے ہیں۔

شرح۔ یعنی یہ آٹھوں آسمان فلک اطلس کی حرکت سے بے اختیار مشرق سے مغرب کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ اور اس کے برخلاف مغرب سے مشرق کی طرف اپنے اختیار سے حرکت کرتے ہیں چونکہ معدل النہار[1] فلک اعظم کا منطقہ ہے جو فلک البروج[2] کو گھیرے ہوئے ہیں

۲۲۴۔ معدل کرسی ذات البروج ست کہ او را نے تفاوت نے فروج ست

ترجمہ۔ معدل (یعنی فلک نہم) بروج کا مقام ہے۔ (کیونکہ ذات البروج معدل سے دور نہیں ہوتا) اور نہ اس میں فروج ہے۔ نہ خلا۔

شرح۔ یعنی معدل النہار۔ جو فلک نہم کا منطقہ ہے۔ ذات البروج یعنی فلک ہشتم کی کرسی رجائے وقوع ہے اور سب برج اس میں ہیں۔ یہ برج فرضی شکلیں ہیں۔ تفاوت کے لغوی معنی تباعد (دور ہونا) ہے یعنی ذات البروج معدل سے دور نہیں

[1] وہ دائرہ جو خط استوا کے محاذات میں آسمان پر ہے۔ اور جس پر آفتاب کے پہنچنے سے دن رات برابر ہوتے ہیں۔

[2] فلک البروج۔ آٹھواں آسمان جس میں ثوابت (یعنی وہ کواکب جو سیاروں کی طرح حرکت نہیں کرتے۔ اور ثابت اور ساکن نظر آتے ہیں) گڑے ہیں۔ انہیں ثوابت سے برجوں کی شکلیں تعبیر کی گئی ہیں۔ اور اسی واسطے اسے فلک البروج بھی کہتے ہیں۔ اہل شرع کے نزدیک اس کا نام کرسی ہے۔ یہ تقسیم اور نام پرانی ہیئت کا رکھا ہوا ہے۔

ہوتا۔ اوران میں فروج وخلا نہیں ہے۔

۲۲۵۔ حمل باثور و باجوزا و خرچنگ بر و بر ہمچو شیر و خوشہ اور نگ

ترجمہ۔ حمل۔ ثور۔ جوزا۔ اور سرطان ہیں۔ پھر ایک دوسرے کے بالمقابل اسد اور سنبلہ ہیں۔

۲۲۶۔ دگر میزان و عقرب پس کمان است زجدی دلو و حوت اینجا نشان است

ترجمہ۔ پھر میزان عقرب۔ اور کمان ہیں۔ جدی۔ دلو۔ اور حوت کا یہاں نشان ہے

شرح۔ یہ بارہ برجوں کے نام ہیں۔

۲۲۷۔ ثوابت یک ہزار و بست و چارند کہ بر کرسی مقام خویش دارند

ترجمہ۔ ایک ہزار چوبیس ثابت ستارے ہیں جنکا مقام کرسی (فلک البروج) پر ہے۔

۲۲۸۔ بہفتم چرخ کیواں پاسبان است ششم برجیس را جائی و مکان است

ترجمہ۔ ساتویں آسمان پر ستارۂ زحل نگہبان ہے چھٹا آسمان مشتری کی جگہ اور مقام ہے

۲۲۹۔ بود پنجم فلک مریخ را جائے بچارم آفتاب عالم آرائے

ترجمہ۔ پانچواں آسمان ستارہ مریخ کی جگہ ہے۔ اور چوتھے آسمان پر جہان کو آراستہ کرنے والا آفتاب ہے۔

۲۳۰۔ سوم زہرہ دوم جائے عطارد قمر بر چرخ دنیا گشت وارد

ترجمہ تیسرا آسمان زہرہ کی جگہ ہے اور دوسرا عطارد کی اور چاند سب سے نچلے آسمان پر آیا ہوا ہے۔

۲۳۱۔ زحل را جدی و دلو و مشتری باز بقوس و حوت کرد انجام و آغاز

ترجمہ زحل کا مقام جدی اور دلو میں ہوتا ہے۔ پھر مشتری ہیں۔ قوس اور حوت ہیں اس کا بڑھنا اور گھٹنا ہے۔

۲۳۲۔ حمل با عقرب آمد جائے بہرام اسد خورشید را شد جائے آرام

ترجمہ۔ حمل اور عقرب (دونوں برج) ستارہ مریخ کے مقام ہیں۔ اور آفتاب

[1] یعنی ستارہ زحل کا مقام ان برجوں میں ہوتا ہے۔

کی آرام گاہ برج اسد ہے۔

۲۳۳۔ چو زہرہ ثور و میزاں ساخت گوشہ عطارد رفتہ در جوزا و خوشہ

ترجمہ۔ جس طرح زہرہ نے ثور و میزان (دونوں برجوں) کو اپنا گوشہ بنایا ہوا ہے اسی طرح عطارد جوزا اور سنبلہ میں جاتا ہے۔

۲۳۴۔ قمر خرچنگ را ہم جنس خود دید ذنب چوں راس شد یک عقد بگزید

ترجمہ۔ قمر نے سرطان کو اپنا ہم جنس پایا۔ جب اس کی دم سر کی مانند ہوگئی تو گرہ کی شکل اختیار کر لی۔

۲۳۵۔ قمر را بست و ہشت آمد منازل شود با آفتاب آنگہ مقابل

ترجمہ۔ قمر کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔ (جن کو طے کرکے) پھر آفتاب کے بالمقابل ہوتا ہے۔ (یعنی بدر کامل ہو جاتا ہے)[1]

۲۳۶۔ پس از وے ہم چو عرجون قدیم است ز تقدیر عزیزے کو علیم است

ترجمہ۔ اس کے بعد پھر (کھجور کی) پرانی ٹہنی کی طرح ٹیڑھا اور ہلال ہو جاتا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے۔ جو زبردست اور دانا ہے[2]

۲۳۷۔ اگر در فکر گردی مرد کامل ہر آئینہ کہ گوئی نیست باطل

ترجمہ۔ اگر فکر میں تو مرد کامل ہو جاوے۔ تو ضرور تو کہے گا۔ کہ "یہ سب کچھ بیفائدہ نہیں ہے"[3]

شرح۔ یعنی اگر فکر میں مرد کامل ہو جائے۔ اور ان مصنوعات میں کما حقہ تفکر کرے تو دیکھے کہ یہ افلاک و کواکب اس عظمت اور اختلاف حرکت کیساتھ۔ اور کواکب کا باہم میل جول۔ جو ایسی حکمتوں پر مبنی ہے۔ جنکا پورے طور پر سمجھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اور انکے آثار و احکام پر جو عالم سفلی میں ظاہر ہوتے ہیں

[1] یعنی قمر کا مقام برج سرطان ہے۔
[2] دیکھو قرآن مجید۔ پ ۲۳ ع ۲
[3] دیکھو قرآن شریف پ ۴ ع ۱۱۔

جیسے کہ فرمایا۔ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ[1] اور کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ[2] کے مظہر ہونے کی کیفیت پر غور کرے۔ تو تو ضرور کہے کہ یہ سب باطل نہیں ہیں۔ اور حکیم سے کوئی بات بغیر حکمت کے صادر نہیں ہوتی۔

۲۳۸۔ کلام حق ہمہ ناطق بریں ست ۔۔۔ کہ باطل دید ان از ضعفِ یقین ست

ترجمہ۔ کلام اللہ اس کے متعلق صاف صاف کہتا ہے۔ کہ باطل دیکھنا یقین کی کمزوری سے ہے۔

شرح۔ ضعف یقین سے ہی نہیں، بلکہ عدم ایمان سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ[3]

چونکہ وہ لوگ جنہیں ایمان یقینی حاصل ہے۔ جانتے ہیں۔ کہ ہر ذرّہ کی آفرینش میں حکمت اور ظہور ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۳۹۔ وجودِ پشّہ دارد حکمتِ تام ۔۔۔ کہ نبود در وجودِ نیّر و بہرام

ترجمہ۔ ایک مچھر کے وجود میں وہ حکمت کاملہ ہے۔ جو عطارد اور مریخ (جیسے ستاروں) میں نہیں ہے۔

شرح (اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے) وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ[4]۔ چونکہ درحقیقت افلاک و کواکب کی تاثیر ان میں مستقل نہیں ہے

---

[1] ترجمہ آسمان و زمین میں انتظامی احکام وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہتے ہیں پ ۲۸ ع ۱۸

[2] ترجمہ ہر روز وہ کسی نہ کسی کام میں لگا رہتا ہے [3] باطل۔ جو کچھ خدا کے بغیر ہو۔

[3] ترجمہ۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں۔ ان کو بیکار نہیں پیدا کیا۔ یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں۔ اور دوزخ کے اعتبار سے کافروں کے حال پر بڑا ہی افسوس ہے پ ۲۳ ع ۱۲۔

[4] ترجمہ۔ تمہارے پیدا کرنے میں اور جانوروں میں جن کو وہ روئے زمین پر پھیلاتا ہے۔ نشانیاں ہیں ان کے لئے جو یقین لانے والے ہیں۔ پ ۲۵ ع ۱۰۔

بلکہ فاعل مختار کے حکم سے ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۴۰۔ ولے چونگری در اصلِ ایں کار فلک را بینی اندر حکم جبار

ترجمہ۔ لیکن اگر تو اس معاملہ کی اصل پر غور کرے۔ تو تو فلک کو بھی قادر مطلق کے زیر فرمان پائے گا۔

شرح۔ یعنی اگرچہ عام و خاص دیکھتے ہیں کہ افلاک اور انجم سے اثر ہوتا ہے۔ مگر جب اس معاملے کے اصل میں غور کرتے ہیں۔ تو فوراً معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ باقی مخلوقات کی طرح وہ بھی (خدائے) جبار کے حکم میں ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۲۴۱۔ منجم کو ز ایماں بے نصیب است اثر گوید کزیں شکل غریب است

ترجمہ۔ منجم جو ایمان سے بے بہرہ ہے۔ کہتا ہے۔ کہ اس عجیب شکل (افلاک و انجم) کا اثر (عالم میں) ہے۔

شرح۔ منجم وہ ہیں جو ستارگان کو حقیقی موثر جانتے ہیں۔ اور وحدتِ حق کی تصدیق سے بے نصیب ہیں۔ اور امر اصلی سے گمراہ ہیں۔ اسواسطے اثر کو اس شکل غریب یعنی افلاک و انجم سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ انکی دیدۂ بصیرت کی نابینائی کے سبب ہے

۲۴۲۔ نمے بیند کہ ایں چرخ مدور ز حکم و امرِ حق گشتہ مسخر

ترجمہ۔ وہ (نجومی) یہ نہیں دیکھتا کہ یہ گول آسمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

شرح۔ یعنی آسمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ نظم

در گوش دلم گفت فلک پنہانی کارے کہ خدا کند ز من میدانی

آسمان نے پوشیدہ پوشیدہ مرے گوش دل میں کہا کہ جو کچھ خدا کرتا ہے۔ تو اسے مجھ سے سمجھتا ہے۔

ہر کار خودم اگر بدم دسترسی خود را بخریدمے ز سرگردانی

اگر اپنے کام میں مجھے کچھ اختیار ہوتا۔ تو اس سرگردانی (گردش و حرکت) سے اپنے آپ کو نکال لیتا۔

افراط و تفریط (زیادتی اور کمی) سے روکنے کے لئے فرمایا۔ کہ افلاک و انجم باطل

اور عبث نہیں بلکہ ان میں بے انتہا حکمت ہے لیکن مستقل موثر بذات خود نہیں بلکہ مسخر ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

قاعدہ چہارم

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ تمام اشیاء میں فاعل حقیقی حق ہے اور یہ سب (افلاک و انجم) آلات ہیں۔

Planet Wheel

۲۴۳۔ تو گوئی ہست این افلاک دوّار بگردش روز و شب چون چرخ فخار

ترجمہ۔ گویا یہ گردش کرنے والے افلاک رات دن کوزہ گر کے چرخ کی طرح گھومتے رہتے ہیں۔

شرح۔ یعنی جس طرح کوزہ گر کا چرخ برتن بنانے کا آلہ ہے۔ اور بنانے والا تو حق ہے۔ افلاک بھی ایسے ہی ہیں فرمایا

Creator

۲۴۴۔ درو ہر لحظہ دانائے داور ز آب و گل کند یک ظرف دیگر

ترجمہ۔ اس چرخ پر ہر دم دانائے داور مٹی اور پانی سے ایک نیا برتن بناتا ہے

شرح۔ یعنی عناصر سے ایک اور برتن یعنی افراد موالید میں ایک اور تعین قائم کرتا ہے اور جس طرح کوزہ گر مٹی اور پانی کے مادہ سے برتن بناتا ہے۔ حق سبحانہٗ مادہ سے عناصر بناتا ہے۔

۲۴۵۔ ہر آنچہ در زمان و در مکان است ز یک استاد و از یک کارخان است

ترجمہ۔ جو کچھ بھی وقت اور جگہ میں ہے۔ ایک ہی استاد (حق تعالیٰ) اور ایک ہی کارخانہ سے ہے۔

شرح۔ یعنی جو کچھ زمانے اور مکان میں واقع ہے۔ یعنی عناصر موالید۔ اور اشخاص بلا نہایت۔ یہ سب ایک ہی استاد (حق سبحانہ) کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور ایک ہی کارخانے کی ایجاد ہیں۔

آگے کی بے اختیاری کی دلیل بیان فرمائی۔ کہ

۲۴۶- کواکب گر ہمہ اہل کمال اند   چرا ہر لحظہ در نقص و وبال اند؟

ترجمہ- ستارگان اگر بذات خود کمال حاصل کئے ہوئے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہر وقت وبال اور نقص میں ہیں؟

شرح- وبال[1] اس خانہ کواکب کے مقابلہ میں ہے۔ جہاں وہ بہت زور رکھتے ہیں۔ اور خانہ وبال میں نہایت کمزوری اور یہ نقص ہے یعنی اگر وہ حالت جو ستارے اپنے اپنے خانے میں رکھتے ہیں۔ کمال ہے۔ اور وہ خود اختیار رکھتے ہیں مستقل ہیں۔ اور مجبور نہیں۔ تو کیا سبب ہے کہ نقص یعنی وبال میں ہر وقت گرفتار ہو جاتے ہیں۔

۲۴۷- ہمہ در جائے و سیر و رنگ و اشکال   چرا گشتند آخر مختلف حال؟

ترجمہ- مقام- حرکت- رنگ اور شکل میں ان سب کی حالت کیوں بدلتی رہتی ہے

شرح- یعنی اگر کواکب مستقل ہیں- تو ان سب باتوں میں اختلاف پذیر کیوں ہیں اور ایک طریقے پر نہیں رہتے- اور یہ اختلاف مجبوری کی دلیل ہے۔

۲۴۸- چرا گہ در حضیض و گہ بر اوج اند   گہے تنہا فتادہ گاہ زوج اند؟

ترجمہ کس لئے کبھی وہ پستی میں ہیں- کبھی بلندی پر- کبھی تنہا پڑے ہیں اور کبھی جوڑہ جوڑہ؟

شرح- حضیض اوج کے مقابلہ میں ہے۔ اور اوج ستارہ کے راستے میں ایک نقطہ ہوتا ہے جب ستارہ وہاں پہنچتا ہے۔ تو اس کا فاصلہ کرہ زمین سے زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے- اوج کواکب کی قوت ہے۔ اور حضیض اس کے برعکس-

۲۴۹- دل چرخ از چہ شد آخر پر آتش؟   ز شوق کیست او اندر کشاکش؟

ترجمہ- آسمان کا دل آگ سے کیوں بھرا ہوا ہے- اور وہ کس کے شوق سے کشمکش میں ہے-

شرح- کیونکہ کرہ نار فلک قمر کے اندر واقع ہے۔ یعنی اگر فلک محبوب حقیقی کا متلاشی اور مشتاق نہیں ہے- تو اس کے دل میں آگ کیوں ہے۔ آرام کیوں نہیں

[1] کواکب کے مختلف خانے ہوتے ہیں مثلاً خانۂ شرف- وبال- ہبوط وغیرہ-

لیتا۔ اور کشاکش و سرگشتگی میں کیوں گرفتار ہے۔

۲۵۰۔ ہمہ انجم بر و گردان پیادہ   گہے بالا وگہ شیب اوفتادہ

ترجمہ۔ آسمان پر کے تمام ستارے پیادہ پا گردش کر رہے ہیں۔ کبھی اوپر چڑھتے ہیں اور کبھی نیچے گرتے ہیں۔

شرح۔ یعنی آسمان پر تمام ستارے مطلوب کی خاطر پیادہ گردش کر رہے ہیں۔ کبھی زمین کے اوپر اور کبھی اس کے نیچے ہیں۔

۲۵۱۔ عناصر باد و آب و آتش و خاک   گرفتہ جائے خود در زیر افلاک

ترجمہ۔ عناصر اربعہ باد۔ آب۔ آتش اور خاک سب آسمان کے نیچے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

شرح۔ یعنی یہ بیچارے بالانشینی نہیں چاہتے۔ اور عجز و انکسار سے مطلوب حقیقی کے متلاشی ہیں۔ نظم

از مے عشقت عناصر سرخوش اند   از ہوائے روئے تو در آتش اند

تیرے عشق کی شراب سے عناصر مست ہیں اور تیرے چہرہ کی محبت میں مضطرب ہیں

آب ہر سو از پیت گشتہ روان   خاک از ین سو او فتادہ در میان

پانی تیرے لئے ہر طرف جاری ہے اور خاک اسی لئے بیچ میں آ پڑی ہے۔

۲۵۲۔ ملازم ہر یکے در مرکز خویش   کہ ننہد پائے یک ذرہ پس و پیش

ترجمہ۔ ہر ایک اپنے اپنے مرکز میں قائم ہے اور ذرہ بھر آگے پیچھے نہیں ہوتا۔

شرح۔ یعنی عناصر اس قادر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطیع ہیں کہ اپنے اپنے مرکز میں قائم ہیں۔ اور ذرہ بھر آگے پیچھے نہیں ہوتے۔ سب انتظار کے کوچے میں گرفتار ہیں۔ چونکہ عالم کی تکمیل کی کمال فرمانبرداری اضداد کا جمع ہونا ہے اسلئے فرمایا۔

۲۵۳۔ چہار اضداد در طبع و مراکز   بہم جمع آمدہ کس دیدہ ہرگز

ترجمہ۔ کیا کبھی کسی نے دیکھا ہے۔ کہ چار عناصر جو اپنے طبع اور مرکز میں متضاد ہیں

ہیں اکٹھے ہو گئے ہوں؟

شرح۔ یعنی کبھی کسی نے دیکھا ہے۔ کہ چار متضاد چیزیں (یعنی عناصر) جمع ہو جائیں۔ اور جدائی کی صورت کو مٹا دیں۔ موالید میں جو ایسا ہوا ہے۔ وہ صرف انکی مجبوری کے باعث ہے۔

۲۵۴۔ مخالف ہر یکے در ذات و صورت　　شدہ یک چیز از حکم ضرورت

ترجمہ۔ ذات و صورت میں سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ لیکن ضرورت کی وجہ سے سب مل کر ایک ہو گئے ہیں۔

شرح۔ جان لو کہ (عناصر اربعہ میں سے) آتش خفیف مطلق ہے۔ جو محیط نظر آتی ہے۔ خاک ثقیل مطلق ہے جس میں مرکز کی طلب ہے۔ ہوا خفیف اضافی اور پانی ثقیل اضافی ہے۔ اور ہر ایک کی صورت بھی دوسروں سے مختلف ہے۔ اس مخالفت اور اختلاف کے باوجود بوجہ ضرورت یہ عناصر موالید میں آکر سب ایک ہو گئے ہیں۔

۲۵۵۔ موالید سہ گانہ گشت از ایشان　　جماد آنگہ نبات آنگاہ حیوان

ترجمہ۔ ان (عناصر) سے تینوں موالید پیدا ہوئے۔ جمادات پھر نباتات پھر حیوانات

شرح۔ عناصر کیفیات میں مختلف ہیں۔ جوں جوں انکے اجزا چھوٹے ہوتے ہیں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ اس اختلاط کے سبب انہیں سے ہر ایک کی صورت دوسرے کے فعل سے زائل ہو جاتی ہے۔ اور عناصر کے اجزا میں حسی تشابہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کیفیت متشابہ کو مزاج کہتے ہیں۔ مرکبات جن میں مزاج ہے۔ دو قسم کے ہیں۔ وہ جو نفس رکھتے ہیں۔ اور وہ جن میں نفس نہیں۔ وہ جمادات اور معدنیات ہیں۔ جو مرکبات نفس رکھتے ہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ یا نفس حرکت ارادی والے ہونگے یا نہیں۔ نہ ہوں تو نباتات اور ہوں تو حیوانات۔

شیخ محمود شبستری فرماتے ہیں۔ دیکھو کہ عناصر کے اختلاف کے باوجود مجموعی شکل میں کس قدر مصالحت پیدا ہو گئی ہے اور اس مصالحت کے ذریعے مرکبات

یعنی موالید ثلاثہ حاصل ہوئے۔

۲۵۶- ہیولی را نہادہ درمیانہ بصورت گشتہ صافی صوفیا

ترجمہ- عناصر ہیولی کو درمیان رکھ کے اپنی صورت سے صوفی کی طرح صاف ہو گئے

شرح- ہیولی ایک جوہر ہے جو صورت کے واقع ہونیکا محال ہے اور صورت حال ہو حکماء کے نزدیک اجسام انہیں دو جوہروں سے مرکب ہیں اپنی عناصر امتزاج کے بعد ہیولی کو درمیان رکھ کر اپنی صورت مخصوصہ سے صوفیان پاک دل کی طرف ہو گئے۔ یعنی اپنی اصلی صورت کو چھوڑ دیا اور ہیولا نے اتحاد کیلئے ایک ہی لباس پہن لیا اور تعینات حدت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور اس نسبتی کی برکت سے عالم موالید ہیں انہیں عناصر سے یہ سب انوار کمال ظاہر ہوئے ۔

۲۵۷- ہمہ از حکم داور داد و داور بجا استادہ و گشتہ مسخر

ترجمہ تمام اپنو عادل (خدا) کی حکم سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہیں اور تابع فرمان ہو گئے ہیں ۔

شرح- افلاک و عناصر کی اطاعت کا ذکر کر کے اب مرکبات کے شوق و اطاعت کا ذکر فرمایا۔

۲۵۸- جماد از قہر بر خاک اوفتادہ نبات از مہر بر پا ایستادہ

ترجمہ (خدا تعالے کے) قہر سے جمادات زمین پر پڑی ہے۔ اور (اس کے) مہر سے نباتات کھڑی ہے۔

شرح- یعنی تجلی جلالی سے بچاری خاک ذلت پر پڑی ہے اور زمین سے سر نہیں اٹھا سکتی۔ اور تجلی ذات کے جام سے ہمیشہ بے خود اور بے ادراک ہے۔ اور نباتات مہر محبت کے پرتو سے جو اس پر چمکتا ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑی ہے نظم۔

ریختی یکجہ ہمہ دردش بر جماد مست و بیخود گشت بر خاک اوفتاد

اس کی درد نے ایک گھونٹ جمادات پر ڈال دیا۔ پس وہ مست و بیخود ہو کر زمین پر گر پڑی۔

لہ ہیولی- ہر شے کا مادہ و ماہیت- اصل- بعض کے نزدیک یہ مرکب ہے۔ ہیئت اولی (اصل شے) ہے۔

چوں نباتِ مردہ از وے نوش کرد سر بر آورد از زمین و جوش کرد

جب مردہ نباتات نے اس جام سے کچھ پیا۔ تو زمین سے سر نکالا اور جوش میں آ گئی۔

ہر گیا ہے کو بر آمد از زمین مست عشقت دیدم از عین الیقین

ہر گھاس کو جو زمین سے نکلتا ہے۔ میں نے عین الیقین سے تیرے عشق میں مست پایا۔

چونکہ حیوانات بالطبع حرکت حسی کی بمقتضا سے اپنے جوڑے کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ فرمایا۔

۲۵۹۔ فرعِ جانور از صدق و اخلاص پئے ابقائے جنس و نوع و اشخاص

ترجمہ۔ جانوروں کا سچا اور اخلاص بھرا شوق (اپنے جفت کے لئے) جنس نوع اور افراد کی بقا کے لئے ہے۔

شرح۔ یعنی جانوروں کا اشتیاق اور میلان اپنے جوڑے کی طرف عبث اور بے فائدہ نہ جانو۔ کیونکہ یہ جنس نوع اور افراد کی بقا کے لئے ہے۔

چونکہ موجودات واحد مطلق کی الوہیت کے مقر اور ربوبیت کے شاہد ہیں فرمایا۔

۲۶۰۔ ہمہ بر حکمِ داور کردہ اقرار مر او را روز و شب گشتہ طلبگار

ترجمہ۔ سب (خدائے) عادل کی فرمانبرداری کا اقرار کر کے رات دن اسی کی طلب میں لگے ہیں۔

شرح۔ چونکہ اشیاء حق تعالیٰ کی ربوبیت کی فطری معرفت رکھتی ہیں۔ اسلئے سب اسی کی عبادت میں لگے ہیں۔ اور ہمیشہ اسی کی تلاش میں ہیں۔ ہر ایک کی توجہ جس طرف بھی ہو۔ اصل میں اسی کی طرف ہے۔ اس بات کو وہ خود جانیں یا نہ جانیں اور جس کسی کے دیدۂ غیبی ہوں۔ وہ تو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے کہ تمام اشیاء حق تعالےٰ کے عارف عابد اور مطیع ہیں۔ اور ان کی زندگی تسبیح، عبادت اور اقرار ہے۔ نظم

گر ترا از غیب چشمی باز شد با تو ذرات جہاں ہم راز شد

اگر غیب سے تیری آنکھ کھل جائے۔ تو ذرات جہاں تیرے ہم ساز بن جائیں
آیات آفاق سے فارغ ہو کر روحانی احکام کو شروع کیا۔ اور فرمایا۔

قاعدہ پنجم

یہ قاعدہ جامعیت حقیقت انسانی پر مشتمل ہے۔ جو آیات متقابلہ میں نسخۂ جامعہ ہے فرمایا۔

۲۶۱۔ باصل خویش یکدم نیک بنگر ۔ کہ مادر را پدر شد باز مادر

ترجمہ۔ اپنے خویش پر اچھی طرح سے غور کر کہ ماں کا باپ پھر ماں ہو گیا۔

شرح۔ یعنی اپنے اصل (عقل کل) کو ایک دفعہ غور سے دیکھ۔ یہ (عقل کل) ماں یعنی (نفس کل) کا باپ ہو گیا۔ اور پھر دوسرے طریقہ سے خود ہی ماں ہے کیونکہ حقیقت انسانی کی اصل یعنی عقل کل اس سبب سے کہ نفس کل کے ظہور کا واسطہ ہے نفس کل کی ماں ہے۔ لیکن چونکہ عقل کل وجوب و امکان کے درمیان برزخ اور دونو طرفوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ وجوب اس کے دائیں طرف ہے اور امکان بائیں طرف۔ پس نفس کل اس کی بائیں طرف سے حاصل ہوا ہے۔ اور حقیقت میں آدم عقل کل کی صورت ہے اور حوا نفس کل کی اور حوا کا آدم کی بائیں طرف سے نکلنا ظاہر ہے۔

چونکہ تمام عالم حقیقت انسانی کی صورت ہے جو عقل کل ہے فرمایا۔

۲۶۲۔ جہاں را سر بسر در خویش مے بیں ۔ ہر آنچہ آید بآخر پیش مے بیں

ترجمہ۔ سارے جہان کو اپنے آپ میں دیکھ لے اور جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے اسے پہلے ہی دیکھ لے۔

شرح۔ جاننا چاہیئے۔ کہ انسان روح جسم۔ اور ہیئات اجتماعیہ سے عبارت ہے اور اس کی حقیقت روح اعظم ہے۔ جو عقل کل اور مخلوق اول ہے۔ اور وجود (مطلق) کے دوسرے مرتبہ پر ہے۔ اس لئے اسے حرف باء سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ذات

احدیت حرف الف سے کیونکہ وہ وجود کا پہلا مرتبہ ہے۔ چونکہ حرف الف نے حقیقت انسانی کی صورت میں اپنا تجلی دکھایا۔ اور اپنی تمام اسماء وصفات کو علمی تفصیل سے اس میں مشاہدہ کیا۔ پھر کمالات علمی کی تحقیق کے لئے عین میں آکر ممکنات کے مختلف مراتب میں پھیل گیا۔ اور اس فطرت انسانی میں اپنے آپ کو تمام اسماء و صفات کیساتھ مشاہدہ کیا۔ جو کمال مخفی تھے۔ وہ سب اس آخری مرتبہ میں ظہور کی حد تک پہنچ گئے۔ اس لئے (مصنف رح نے) فرمایا کہ سارے جہان کو اپنے آپ میں مشاہدہ کر اور دیکھ لے کہ سب تیری حقیقت کی صورتیں ہیں۔ اور تو نے ہی من حیث الحقیقت مراتب عالم میں ظہور کیا ہوا ہے۔ اور سارا عالم تیرے اجزا ہیں۔ اور تو ہی ذہناً ہیں سب سے پہلے تھا۔ اگرچہ خارج میں پیچھے ہے۔ کیونکہ ہم گو پیچھے ہیں مگر سب سے آگے ہیں۔

۲۶۳۔ در آخر گشت پیدا نفس آدم   طفیل ذات او شد ہر دو عالم

ترجمہ۔ سب سے پیچھے نفس آدم پیدا ہوا اور اسی کی ذات کے طفیل دونوں عالم پیدا ہوئے تھے۔

شرح۔ یعنی ذات نفس آدم جس سے ہیئت اجتماعی مراد ہے۔ آخر میں پیدا ہوا اور دونو جہاں غیب وشہادت ذات آدم کی طفیل ہیں اور سب اسی کے اسباب و آلات ہیں۔ اور یہ پیچھے ہونا موجب فخر ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۶۴۔ نہ آخر علت غائی در آخر   ہمے گردد بذات خویش ظاہر؟

ترجمہ۔ کیا علت غائی بذات خود سب سے پیچھے ظاہر نہیں ہوا کرتی؟ (اپنے اسباب و آلات پہلے ظاہر ہوتے ہیں اور علت غائی پیچھے)

شرح۔ یعنی وجود انسانی کا تاخر اس لئے ہے کہ وہ علت غائی ہے کہ باوجود تقدم ذاتی کے بذات خود پیچھے ظاہر ہوا۔ کیونکہ انسان مقصود بالذات ہے پس وہ خود ظاہر ہوا۔ اور باقی عالم اس کی ذات کے سبب سے منظم۔

عالم بطفیل ماست موجود   مائیم ز کائنات مقصود

عالم ہماری طفیل موجود ہے۔ اور کائنات سے مقصود ہم ہیں۔

ہم مبدء اولیم و آخر ہم غائب و باطنیم و ظاہر

ہم ہی پہلے مبدء اور آخر ہیں۔ ہم ہی غائب۔ باطن اور ظاہر ہیں۔

چونکہ انسان آخری تنزل ہے۔ اور اس میں ایک وجہ ظلمانی عدمی ہے۔ جو وجود (مطلق) کے ظہور کا ذریعہ بن گئی ہے۔ فرمایا۔

۲۶۵۔ ظلومی و جہولی ضدِ نور اند ولیکن مظہرِ عینِ ظہور اند

ترجمہ۔ (انسان) ظالم اور جاہل اور نور کی ضد (یعنی ظلمت) ہیں لیکن ظہور حقیقت کے مظہر بھی ہیں۔

شرح۔ انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات[1] کی طرف اشارہ ہے۔ یعنے جامعیت کی امانت جو ایجاد کا مقصود اور موجب تامہ ہے ہم نے آسمانوں۔ روحوں زمینوں جسموں اور پہاڑوں کے پیش کی (یعنی ان سب کی قابلیتوں کا موازنہ کیا گیا)۔ سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان میں یہ قابلیت نہ تھی۔ اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ کیونکہ اس میں یہ قابلیت تھی۔ پس البتہ انسان ظلوم و جہول ہے۔ اور یہ بڑی مدح ہے۔ اگرچہ ظاہر میں مذمت نظر آتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ظلوم ظلمت سے ماخوذ ہو اور ظلم سے نہ ہو۔ اسی واسطے ضد نور (ظلمت) کہا حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا۔ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ[2]۔ یعنے انسان ہیں جس کی ایک طرف ظلمانی عدمی ہے۔ کیونکہ اسکے بعد کوئی چیز پیدا نہیں

---

[1] اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (پ ۲۲ ع ۶)

ترجمہ۔ ہم نے ذمہ داری کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈر گئے۔ اور آدمی نے اس کو اٹھا لیا شک نہیں کہ وہ بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی نادان ہے۔

[2] ظلم قیامت کے دن کا اندھیرا ہے۔

ہوئی۔ اس امانت کے اٹھانے کی قابلیت تھی۔ اور جہول اس لئے کہ حق کو جانتا ہے اور غیر حق کو فراموش کرتا ہے گویا نہیں جانتا۔ ممکنات کے باقی سب مراتب کے دونوں طرف وجود ہے۔ گویا ان کے کسی طرف ظلمت نہیں پس ضد نور گویا یہی ظلمت انسانی ہے۔ اور اسی سبب سے ظہور وجود کی حقیقت کو اٹھا کر اس کے ظہور کی عین و حقیقت بن گیا۔

۲۶۶ چو پشت آئینہ باشد مکدر نماید روئے شخص از روئے دیگر

ترجمہ۔ جب آئینہ کی پشت میلی (غیر شفاف) ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف سے انسان کا چہرہ نظر آتا ہے۔

شرح۔ انعکاس کیلئے ضروری ہے۔ کہ آئینہ کی پشت تاریک ہو۔ تاکہ اس میں سے چہرہ نظر آسکے۔ یعنی انسان اگر ظلمانی عدمی نہ ہوتا۔ اور باقی مراتب کی طرح اس کی بھی دونوں طرفین وجود سے گھری ہوئی ہوتیں۔ تو اس میں تمام اسماء و صفات منعکس نہ ہوتے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۶۷۔ شعاع آفتاب از چارم افلاک نگردد منعکس جز بر سر خاک

ترجمہ۔ چوتھے آسمان سے آفتاب کی شعاع سوائے خاکِ زمین کے کہیں منعکس نہیں ہوتی۔

شرح۔ یعنی چوتھے آسمان سے آفتاب کی شعاع سوائے زمین کے کہیں منعکس نہیں ہوتی۔ باوجود اس بات کے کہ باقی تین آسمان جو اسکے نیچے ہیں۔ تینوں عناصر[1] کے ساتھ خاک کی نسبت آفتاب (آتش) سے زیادہ قریب ہیں۔ اور شعاع پہلے ان کو پہنچتی ہے۔ مگر چونکہ انہیں ظلمت اور تاریکی نہیں۔ اس لئے ان سے انعکاس حاصل نہیں ہوتا۔ جو خاک سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۶۸۔ تو بودی عکسِ معبودِ ملائک ازاں گشتہ تو مسجودِ ملائک

ترجمہ۔ چونکہ تو فرشتوں کے معبود کا عکس ہے۔ اس لئے فرشتوں نے تجھے سجدہ کیا

---

[1] باد۔ آب۔ آتش۔

شرح۔ چونکہ آئینہ انسان میں خدا تعالیٰ کے ذات وصفات منعکس ہوئیں اس لئے جامعیت کے سبب تو گویا معبود ملائک کا عکس ہوا۔ پس جب اپنے معبود کی صورت تجھ میں دیکھی۔ تو سب نے سجدہ کر دیا یعنی فرمانبرداری کی۔ نظم۔

ہر دو عالم گشتہ است اجزائے تو   برتر از کون و مکان ماوائے تو

دونوں جہاں تیرے اجزا ہیں۔ کون و مکان سے اوپر تیری جگہ ہے۔

لامکان اندر مکان کردہ مکان   بے نشان گشتہ مقید در نشان

لامکان نے مکان میں جگہ کر لی۔ اور بے نشان نشان میں مقید ہو گیا۔

چونکہ انسانی حقیقت تمام حقیقتوں کی جامع ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۶۹۔ بود از ہر تنے پیش تو جانے   وزو دربستہ با تو ریسمانے

ترجمہ۔ ہر ایک جسم کی جان تیرے پاس ہے اور اس سے تجھ تک ایک رشتہ بندھا ہوا ہے۔

شرح۔ یعنی تمام موجودات حقیقت انسان کے مظہر ہیں۔ اور اصل انسان ہے جسکا ظہور سب صورتوں میں ہے۔ پس سب چیزیں گویا جسم ہیں۔ اور انسان ان کی جان ہے۔ ریسمان سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جو بدن کو روح کے ساتھ ہے۔ کیونکہ موجودات انسان کے ساتھ معنوی ارتباط رکھتے ہیں نظم

جملہ عالم ہست حاجت مند تو   تو گدا یانہ چہ گردی کو بکو

سارا جہان تیرا محتاج ہے تو کس لئے گداؤں کی طرح کوچہ بکوچہ پھرتا ہے۔

مانع راہ تو ہم ہستی تست   نیست شو تا رہ بخود یابی درست

تیرے رستے میں تیری ہستی ہی رکاوٹ ہے نیست ہو جا۔ تاکہ تو اپنے آپ تک سیدھا راستہ پالے (یعنی اپنی حقیقت سے واقف ہو جائے)

چونکہ انسان سارے جہان کی جان ہے۔ اور بدن جان کے تابع ہے۔ فرمایا۔

۲۷۰۔ ازاں گشتند امرت را مسخر   کہ جان ہر یکے در تست مضمر

ترجمہ۔ سب موجودات تیرے حکم کے تابع اس لئے ہیں کہ ہر ایک کی جان تجھ میں مضمر ہے

شرح۔ یعنی چونکہ موجودات کی جان اور روح حقیقت انسانی کا پرتو ہے۔ زندگی، علم۔ اور شعور سب اسی سے ہیں اور اسی کے سبب مفید ہیں۔ اسلئے سب انسان کامل کے تابع ہیں اور انسان سب کی اصل ہے۔

۲۷۱۔ تو مغز عالمے زاں درمیانی بداں خود را کہ تو جان جہانی

ترجمہ۔ تو ان (موجودات) کے درمیان عالم کا مغز ہے اپنی حقیقت کو سمجھ۔ کیونکہ تو سارے جہان کی جان ہے۔

شرح۔ انسان سارے جہان کا خلاصہ ہے۔ اور آسمانوں کے دائروں میں مرکز کی طرح ہے۔ اور مغز کی طرح عالم کے اندر واقع ہے۔ پس تو اپنے آپ کو پہچان کیونکہ سب کمالات تیرے اصل میں ہیں۔ اگر تو اپنے آپ کو نہ جانے۔ تو پھر افسوس ہے۔

۲۷۲۔ ترا ربع شمالی گشت مسکن کہ دل در جانب چپ باشد از تن

ترجمہ۔ ربع شمالی (یعنی جانب چپ) تیری قیام گاہ ہے۔ اس لئے کہ دل جسم کے بائیں طرف ہوتا ہے۔

شرح۔ زمین کو چار فرضی حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ جنمیں سے ایک حصہ جو بائیں طرف یا بنات النعش کی طرف ہے۔ اسے شمالی حصہ کہتے ہیں۔ آبادی اسی میں ہے۔ پس فرمایا۔ کہ اے انسان تیرا مسکن ربع شمالی میں اس لئے ہے کہ تو سارے عالم کا دل ہے۔ اور دل بائیں طرف یعنی شمال کی جانب ہوتا ہے۔ اور انسان کو دل اس لئے کہا ہے۔ کہ سب سے برگزیدہ ہے۔ اور علوم و معارف کی ترقی کا محل ہے۔ اور اس سے سارے عالم کو فیض پہنچتا ہے۔ جس طرح حیات دل سے تمام اعضا میں پہنچتی ہے۔ فرمایا۔

۲۷۳۔ جہان عقل و جان سرمایۂ تست زمین و آسمان پیرایۂ تست

ترجمہ۔ عقل اور جان کا عالم (یعنی عقل کل اور نفس کل) تیرا سرمایہ ہیں۔ اور زمین و آسمان تیرے زیور ہیں۔

شرح۔ یعنی عقل کل جو انسان کی حقیقت ہے۔ اور نفس کل۔ جس سے انبیاءؑ

کی زندگی ہے۔ دونوں کے عالم تیرا سرمایہ ہیں۔ کیونکہ تجھ میں ان کا ظہور ہے۔ اس سرمایہ کے نفع میں معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ اور زمین و آسمان تیرا زیور بنکر تیرے گرد گھومتے ہیں۔ اور تیری پیدائش سے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ نظم

رو بما دارند ذرات جہاں   چشمہ خورشید رخشانی منم

جہاں کے ذروں کا منہ میری طرف ہے (یعنی سب میرے محتاج ہیں) میں خورشید درخشاں کا چشمہ ہوں۔

ہر دو عالم شد شکار جانِ ما   شاہباز دست سلطانی منم

دونوں عالم میری جان کے شکار ہیں۔ میں بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنے والا شاہباز ہوں

مصحف آیات جملہ کائنات   چوں امیری گر ہمے خوانی منم

اگر تو تمام کائنات کی آیات کا قرآن پڑھنا چاہیئے۔ تو وہ میں ہی ہوں۔

چونکہ انسان کامل برزخ ہے (ہستی و نیستی کے درمیان) اس لئے فرمایا۔

۲۷۴۔ ہیں آں نیستی کو عین ہستی ست   بلندی را نگر کو ذات پستی ست

ترجمہ۔ اس نیستی کو دیکھ جو ہستی کی اصل ہے۔ اور بلندی پر نظر کر کہ وہ عین پستی ہے۔

شرح۔ تعجب کے طور پر فرمایا۔ کہ دیدۂ اعتبار سے انسان کا نظارہ کر۔ کہ عدمیت اور امکان کے سبب وہ نیستی ہے۔ لیکن عین ہستی ہے۔ کیونکہ واجب الوجود اپنی تمام اسماء و صفات کے ساتھ انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور اسکی نیستی کے آئینہ میں ہستی مطلق ظاہر ہوئی۔ اور بلندی کو یعنی روح اعظم کو جو وجوب و امکان کا جامع ہے۔ دیکھ کہ وجود کے آخری مرتبہ (یعنی ہیئت اجتماعی انسان) میں پہنچ کر عین پستی ہو گیا ہے[1] نظم

آں امانت کا سمانش بر نتافت   وز قبول او زمین ہم روئے تافت

وہ امانت جسے آسمان نہ اٹھا سکا۔ اور جس کے قبول کرنے سے زمین نے منہ موڑ لیا۔

[1] دیکھو بیت ۲۶۵

دردل یک ذرہ ماہ سے کند　　در درون حبہ جامے کند

ایک ذرہ کے دل میں قیام کرتی ہے۔ اور ایک دانہ کے اندر ڈیرہ ڈالتی ہے

آنچہ مطلوب جہاں شد در جہاں　　ہم تو داری باز جو از خود نشاں

جہاں میں جو سارے جہاں کا مطلوب ہے وہ بھی تجھ میں ہے پس اس کا نشان اپنے آپ میں تلاش کر۔

من عرف زیں گفت شاہ اولیا　　عارف خود شو کہ بشناسی خدا

شاہ اولیا۔ در رسول اکرم صلعم) نے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ[1]۔ اس لئے فرمایا۔ کہ تو اپنے آپ کو پہچان تاکہ تو خدا کو پہچان لے۔

چونکہ انسان "واحد کثیر[2]" اور فرد جامع ہے۔ فرمایا۔

۲۷۵ طبیعی قوت تو دہ ہزار است　　ارادی برتر از حصر و شمار است

ترجمہ۔ تیری طبیعی قوتیں دس ہزار ہیں۔ اور ارادی قوتوں کا کوئی شمار ہی نہیں ہے۔

شرح۔ قوت آثار و افعال کے مبداء سے عبارت ہے۔ اور طبیعی سے یہاں ارادت مراد ہے طبیعی قوت دس ہیں۔ غاذیہ۔ نامیہ۔ مولدہ۔ مصورہ۔ جاذبہ۔ ہاضمہ۔ ماسکہ۔ دافعہ۔ مدرکہ۔ محرکہ۔ حیوانات کے افراد اصناف اور انواع کے اختلاف کے سبب انہیں سے ہر ایک کی ہزار ہزار سے بھی زیادہ شاخیں ہیں۔ (دہ ہزار سے) یہاں صرف کثرت مراد ہے۔ حصر نہیں۔ یعنی اے انسان تیری طبیعی قوتیں دس ہزار ہیں اور ارادی حصر و شمار سے باہر۔ کیونکہ اختیاری افعال کمالات اور ارادات میں بہت اختلاف ہے۔ یہ وجدانی ہے تفصیل کا محتاج نہیں۔

چونکہ مبداء سے فعل کا صادر ہونا آلات پر موقوف ہے۔ فرمایا۔

۲۷۶۔ وزاں ہر یک شدہ موقوف آلات　　ز اعضاء و جوارح وز رباطات

ترجمہ۔ ان قوتوں میں سے ہر ایک آلات پر موقوف ہے۔ مثلاً اعضا۔ جوارح۔

---

[1] جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اس نے خدا کو پہچان لیا۔

[2] یعنی ایک بہت صفتوں والا۔

اور پٹھے وغیرہ۔

شرح - یعنی طبیعی اور ارادی قوتیں فعل کے صدور کے لئے موقوف ہیں اعضا و جوارح پر مثلاً سر - ہاتھ - پاؤں اور رباطات سے مراد عروق ہیں - جو ایک عضو کو دوسرے عضو سے ملاتے ہیں - اور انہیں سے ہر ایک میں حق تعالیٰ کا ظہور کسی خاص صفت کے ساتھ ہے اور ان کی تمام حکمتوں کی واقفیت حاصل کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے

چونکہ انسان کے بدن کی تشریح میں اطبا کا اختلاف ہے - فرمایا -

۲۷۷ - پزشکاں اندریں گشتند حیران　　فرو ماندند در تشریح انسان

ترجمہ - طبیب اس معاملہ میں حیران ہیں - اور انسان کے بدن کی تشریح کے عاجز ہیں -

شرح - پزشک فارسی میں طبیب کو کہتے ہیں - یعنے طبیب لوگ رباطات کی تفصیل اور ان کے شمار میں حیران ہیں - اور بدن انسانی کی تشریح سے عاجز اور متحیر ہیں -

۲۷۸ - نبردہ ہیچ کس رہ سوے ایں کار　　بعجز خویش ہر یک کردہ اقرار

ترجمہ - اس معاملہ میں کسی کو کامیابی نہ ہوئی - اور ہر ایک نے اپنی درماندگی کا اقرار کر لیا -

شرح - یعنی کوئی شخص بدن انسان کی تشریح کے کمال حقیقت کو اور رباطات اور جزئی قوتوں کی تفصیل کو کماحقہٗ نہ سمجھا - اصل معاملہ یہ ہے کہ جس طرح حق تعالےٰ کی کنہ کو کوئی نہیں سمجھ سکتا - اسی طرح انسانی کنہ کو بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا - کیونکہ وہ جامعیت کی مظہر ہے -

۲۷۹ - ز حق با ہر یکے حظ و نصیبے ست　　معاد و مبدء ہر یک از اسمے ست

ترجمہ - یعنی حق تعالےٰ کی طرف سے ہر ایک کو حظ اور حصہ ملتا ہے اور ہر ایک کا مبدء و معاد ایک اسم (الہی) سے ہے -

شرح - یعنی حق تعالےٰ نے تمام موجودات آفاقی اور انفسی میں سے ہر ایک کے

ساتھ ایک خاص صفت یا اسم سے تجلی فرماتا ہے۔ اور ہر ایک کا مبدء ومعاد اسی اسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ اعیان ممکنات یعنی اعیان ثابتہ اسماء الٰہیہ کی صور معقولیہ ہیں جو حق تعالےٰ کے علم میں ہیں۔ اعیان میں سے ہر عین اسی اسم کی تربیت یافتہ ہے۔ اسی کی صورت ہے۔ بلکہ اس چیز کی حقیقت وہی اسم ہے۔ اور اس اسم کے بغیر وہ چیز بالکل معدوم ہے۔

چونکہ اشیا کا قیام اسماء سے ہے فرمایا

۲۸۰۔ از آں اسم اند موجودات قائم　　بداں اسم اندر تسبیح دائم

ترجمہ۔ اسی (اپنے خاص) اسم سے موجودات (کا ہر ایک فرد) قائم ہے۔ اور ہر ایک اسی اسم کی ہمیشہ تسبیح کرتا ہے۔

شرح۔ اعیان ثابتہ جو اسماء الٰہیہ کی صورتیں ہیں صرف بدن ہیں انکی روحیں وہ اسماء ہیں۔ جس طرح بدن روح سے قائم ہے۔ اسی طرح موجودات اسماء الٰہیہ سے قائم ہیں۔ جس طرح اعضاء وجوارح بدنی روح کی تسبیح وتنزیہ کرتے ہیں۔ ان نقصوں سے جو ان کے کمالات کی ضد ہیں۔ اسی طرح موجودات انفسی و آفاقی کی ہر ایک صورت ہمیشہ اپنے اپنے اسم کی (جس کی وہ مظہر ہے) تسبیح و تنزیہ کرتی ہے۔ اور ہر ایک اسی اسم عارف ہے۔ اور اس لئے ہر ایک کا بھید اسی کے ساتھ الگ ہے۔

۲۸۱۔ بمبداء ہر یکے زاں مصدرے شد　　بوقت باز گشتن چوں درے شد

ترجمہ۔ ان (اسماء) میں سے ہر ایک شروع میں (اس عین کے لئے) مصدر بن گیا۔ اور واپسی کے وقت دروازہ ہو گیا۔

شرح۔ یعنی ان اسماء الٰہیہ میں سے ہر ایک اپنے خاص انفسی یا آفاقی موجود کا مصدر ہے اس موجود کی اپنے معاد کی طرف واپسی اور رجوع کے وقت وہی اسم دروازے کی طرح ہوگا۔ تاکہ جس طرح اس میں سے نکل کر ظاہر ہوا تھا۔ اسی طرح سے اس کے اندر جا کر مخفی ہو جائے۔

۲۸۲- ازاں در کامد اوّل ہم بدر شد۔ اگرچہ در معاش از در بدر شد۔

ترجمہ ہر ایک جس دروازے سے پہلے آیا تھا۔ اسی سے نکل گیا۔ اگرچہ معاش کیلئے در بدر پھرتا رہا۔

شرح۔ مبدء وجود علمی کے مرتبہ سے عبارت ہے۔ اور معاش وجود عینی کا مرتبہ ہے اور معاد مبدء کی طرف رجوع کا نام ہے۔ جس طرح تعینات انفسی و آفاقی میں ہر ایک تعین اپنے مبداء سے اپنے خاص اسم کے دروازے سے صحرائے ظہور میں آیا تھا۔ اسی طرح اسی دروازے سے نکل کر پھر وحدت اصلی کی طرف چلا گیا معاش یعنی دنیاوی زندگی میں کثرت کے غلبہ سے در بدر پھرتا رہا۔ اور اپنے مبداء اصلی کو بھول گیا۔ اور چونکہ ہر ایک اسم باقی تمام اسماء کی طرف رغبت اور میلان رکھتا ہے۔ اس واسطے ہر گھڑی الگ نشان اور ظہور ظاہر ہوتا ہے نظم

چندروزے ہر کجا خواہی برو ۔۔۔ بازگشت آخر کارت منم

چندروز جہاں جی چاہے چلا جا۔ آخر کار تیری بازگشت میں ہوں۔

چونکہ انسان جامع ہے۔ اس لئے فرمایا

۲۸۳- ازاں دانستۂ تو جملہ اسماء ۔۔۔ کہ ہستی صورت عکس مسمّا

ترجمہ۔ تو سب اسماء کو اس لئے جانتا ہے کہ تو مسمّی کے عکس کی صورت ہے۔

شرح۔ انسان جامعیت کے لحاظ سے ایک صورت ہے جو مسمّی (یعنی حقتعالیٰ) کا عکس ہے حقتعالیٰ سب اسماء کا جامع ہے۔ اسی طرح انسان بھی جامع ہے۔ فرمایا

۲۸۴- ظہور قدرت و علم و ارادت ۔۔۔ بتست اے بندۂ صاحب سعادت

ترجمہ۔ قدرت۔ علم اور ارادت (الہی) کا ظہور اے سعادت والے انسان تجھی سے ہے۔

۲۸۵- سمیعی و بصیری حیّ و دانا ۔۔۔ بقا داری نہ از خود لیک از آنجا

ترجمہ۔ اے سننے۔ دیکھنے۔ جینے اور جاننے والے۔ تیری بقا اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ وہاں (یعنی حق تعالیٰ) سے ہے۔

شرح - یعنی اے انسان تمام اسماء وصفات ذاتیہ تیری فطرت میں ظاہر ہوتی ہیں تجھے بقا ہے - لیکن تیری بقا حق تعالےٰ سے ہے - یعنی انسان بذات خود عادم ہے - اس کی نہ ذات ہے نہ صفات - البتہ اس میں یہ قابلیت ہے - کہ اسکے آئینہ میں خدا تعالےٰ کی ذات وصفات منعکس ہو جاتی ہیں - اور سب کو اپنے آپ میں مشاہدہ کرتی ہیں -

چونکہ انسان ظاہر و باطن کے درمیان برزخ ہے اس لئے فرمایا -

۱۰۱۶ - زہے اول کہ عینِ آخر آمد   زہے باطن کہ عینِ ظاہر آمد

ترجمہ - عجب پہلا ہے کہ پچھلے کی حقیقت ہے - اور عجب باطن ہے کہ ظاہر کی ذات ہے -

شرح - تعجب سے فرمایا - عجب اول (مراد الوہیت) ہے - کہ آخر کی عین ہے - آخر یعنی انسان جو اخیر مرتبہ ہے - اور اس اعتبار سے انسان آخری ظہور ہے باطن سے مراد اللہ ہے - اور عین ظاہر آمد یعنی روح انسان کی حقیقت ہو گیا - اور انسان کی عین ثابتہ (صورت علمی) اسم اللہ کی مظہر ہے -

چونکہ اہل عقل کی نظر میں انسانی فطرت کی کمال معرفت سے حیران ہیں - اس لئے فرمایا -

۱۰۱۷ - تو از خود در روز و شب اندر گمانی   ہماں بہتر کہ خود را مے ندانی

ترجمہ - تو اپنے آپ کے متعلق رات دن شک و شبہ میں ہے - بہتر یہی ہے - کہ تو اپنے آپ کو نہ جانے (یعنی یہ خیال چھوڑ دے)

شرح - یعنی تو اپنی معرفت میں دلائل و شواہد کی مدد سے عین الیقین کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا - ظن اور گمان کے مقام میں ہی رہے گا - اس لئے بہتر یہ ہے - کہ اپنی معرفت کے پیچھے نہ پڑے - اور شناخت و دانش کا دعویٰ نہ کرے - کیونکہ نظر و فکر کے طریقہ پر اس معاملہ کی حقیقت کو پانا سارے جہان سے ناممکن ہے - سوائے ان چند پاک نفسوں کے جن کی اللہ تعالےٰ تائید فرمائے اور اپنی بخشش و عطا

سے اس معاملہ کی حقیقت ان پر منکشف کر دے۔ مگر اسمیں بھی ان کا کچھ تصرف نہیں

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۲۸۸- چو انجامِ تفکر شد تحیّر — بدیں جا ختم شد بحثِ تفکر

ترجمہ۔ چونکہ تفکر کا انجام تحیّر ہے۔ اس لئے یہاں تفکر کی بحث ختم ہوئی۔

شرح۔ جب یہ بیان ہو چکا۔ کہ تمام اسماء وصفات الہی کا ظہور انسانی فطرت میں حاصل ہوتا ہے۔ اور ذات وصفات الہی حقیقت انسانی کے آئینہ میں منعکس ہوتی ہیں۔ اور اسی سبب سے انسان مسجود ملائک ہے۔ تو فرمایا۔ کہ تفکر کا انجام کیا ہوا۔ تحیر۔ یعنی اس فکر انفسی سے تحیر حاصل ہوا۔ اور متحیر ہو گئے۔ اس حیرت سے جو انسانی فطرت میں اللہ تعالے کے ذاتی وصفاتی تجلیات کے بار بار ظہور کرنے سے اور اسماء الہی کے انوار کے بار بار چمکنے سے حاصل ہوئی۔ یہ حیرت عبودیت وربوبیت کی عدم امتیاز سے حاصل ہوتی ہے۔ وَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ[1] اور رَبِّ زِدْنِیْ تَحَیُّرًا[2] سے اسی حیرت کی طرف اشارہ ہے۔ نظم

من ندانم من منم یا من ویم — در عجائب حالتم من من نیم

میں نہیں جانتا کہ میں میں ہوں یا وہ ہوں۔ عجب حالت میں ہوں کہ میں میں ہی نہیں ہوں۔

عاشقم معشوقم وعشقم چہ ام — مست جامِ حیرت ام من من نیم

عاشق ہوں۔ معشوق ہوں عشق ہوں کیا ہوں۔ میں جامِ حیرت سے مست ہوں۔ میں میں نہیں ہوں۔

چہ من ام عنقائے بے نام ونشان — من بقافِ قربتم من من نیم

میں کیا ہوں عنقائے بے نام ونشان۔ اور قربت کے قاف (کوہ) پر ہوں۔ میں میں نہیں ہوں۔

---

[1] دیکھو بیت ۱۴۵

[2] یا رب میرا تحیر زیادہ کر۔

من بجان فانی بجانان باقیم   من باوج رفعتم من من نیم

میں اپنی جان سے فانی ہوں۔ لیکن جانان کے ذریعہ باقی ہوں۔ میں اوج رفعت پہ ہوں۔ میں میں نہیں ہوں۔

زیر پا آرام اسیرے با دو کون   شاہباز ہمتم من من نیم

دونوں جہانوں کو قید کر کے پاؤں کے نیچے لے لیتا ہوں۔ میں شاہباز ہمت ہوں۔ میں میں نہیں ہوں۔

جہاں نقطۂ آخر اول کے ساتھ ملتا ہے۔ وہاں تفکر کی بحث ختم ہوئی۔ اور فکر ختم ہو گیا

سوال سوم

یہ سوال انانیت کی حقیقت کے متعلق ہے۔ جسے انا (میں) سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲۸۹۔ کہ باشم من؟ مرا از من خبر کن   چہ معنی دارد اندر خود سفر کن

ترجمہ۔ میں کون ہوں مجھے اس (میں) سے خبردار کر۔ اور اپنے آپ میں سفر کرنے کے کیا معنی ہیں۔

شرح۔ یعنی انا کا مشار الیہ کون ہے۔ اور جب مطلوب موجود ہے۔ تو پھر سفر کے کیا معنے؟

جواب

۲۹۰۔ دگر کردی سؤال از من کہ من چیست   مرا از من خبر کن تا کہ من کیست

ترجمہ۔ پھر تو نے سوال کیا کہ میں کیا ہوں۔ مجھے میں سے مجھ کو خبر کر کہ میں کون ہے۔

۲۹۱۔ چو ہست مطلق آید در اشارت   بلفظ من کنند از وی عبارت

ترجمہ۔ جب وجود مطلق کسی نسبت کے ذریعہ اس طرح متعین ہو جائے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ تو پھر اسے لفظ میں سے تعبیر کرتے ہیں۔

شرح۔ فرمایا۔ کہ جب ہست مطلق کسی نسبت سے متعین ہو جائے۔ کہ ذاتاً تعین سے

بغیر اشارہ محال ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ تو اس مطلق متعین کو لفظ "میں" سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تعین خواہ روحانی ہو خواہ جسمانی۔ اسی لئے موجودات میں سے ہر ایک فرد "میں" کہتا ہے۔ استقراء[1] کے لئے تکرار فرمایا۔

۲۹۲۔ حقیقت کز تعین شد معین تو او را در عبارت گفتۂ من

ترجمہ۔ حقیقت جو کسی تعین میں متعین ہو جائے۔ تو اسے عبارت میں "میں" سے تعبیر کرتا ہے۔

شرح۔ جاننا چاہئے۔ کہ "میں" "تو" اور "وہ" کا مشارٌ الیہ حقیقت میں واحد مطلق ہی ہے مختلف اعتباروں کے مطابق مختلف عبارتوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ کبھی اس اعتبار سے کہ مقام توحید میں دوئی کو راہ نہیں۔ "انا" "من" اور "میں" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کبھی اس اعتبار سے کہ صور تعینات میں حقیقت ہی کا ظہور ہے۔ صور تو کو دیکھ کر "انت" اور "تو" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کبھی اس اعتبار سے کہ حقیقت بسبب مطلق ہونے کے سب تعینات سے بالا ہے۔ اور اپنی کنہ کے لحاظ سے ادراک سے باہر ہے "ہو" "او" اور "وہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ نظم۔

آنجا کہ توئی چو من نیاید کس محرم این سخن نیاید

جہاں تو ہے وہاں میرے جیسا نہیں آتا۔ کوئی اس راز کا محرم نہیں۔

اے برتر از آں کہ برتر آمد ہم تو ز با تو در خور آمد

اے ان سب سے برتر جو برتر ہیں۔ تو خود ہی اپنی شان کے لائق ہے۔

بیروں ز ہمہ فراز و پستی ہستی نہ بگفت ما کہ ہستی

تو ہر نشیب و فراز سے اوپر ہے۔ تو ہمارے بیان کی حد میں نہیں

چونکہ تعداد محض اعتباری ہے۔ فرمایا۔

۲۹۳۔ من و تو عارض ذات وجودیم مشبکہائے مشکوٰۃ وجودیم

ترجمہ۔ "میں" اور "تو" ذات وجود کے عارض یعنی ملحقات ہیں اور وجود کے فانوس

---

[1] استقراء۔ کسی چیز کے چند افراد پر کوئی تجربہ کر کے اس کے کل افراد پر وہی حکم مقرر کرنا۔

کے سوراخ ہیں (جن سے روشنی باہر نکلتی ہے)

شرح۔ یعنی ہیں اور تو جو تعین خاص سے عبارت ہے صفات الٰہی کی قضا اِن سے ذات وجود کو عارض ہوئے ہیں۔ اور سب فانوس وجود کے روزن اور سوراخ کی مانند ہیں۔ انہیں تعینات خاص کے روزنوں میں سے چراغ وجود کا نور چمکتا ہے۔ فرمایا۔

۲۹۴۔ ہمہ یک نور دان اشباح و ارواح گہ از آئینہ پیدا گہ ز مصباح

ترجمہ۔ اجسام اور ارواح سب کو ایک ہی نور سمجھ وہی نور کبھی آئینہ (جسام) سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی چراغ (روح) سے۔

۲۹۵۔ تو گوئی لفظ من در ہر عبارت بسوئے روح میباشد اشارت

ترجمہ۔ تیرے خیال میں گویا ہر ایک عبارت میں لفظ میں سے روح کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

شرح۔ یعنی اجسام و ارواح کے تعینات کے فانوس کے روزنوں میں جو انوار چمکتے ہیں۔ سب ایک ہی نور ہے کبھی جسم کے آئینے سے نور ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی روح کے چراغ سے۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1]

چونکہ حکما کا قول ہے۔ کہ آنا کا مشارٌ الیہ نفس ناطقہ ہے۔ اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۹۶۔ چو کردی پیشوائے خود خرد را نمے دانی ز جزو خویش خود را

ترجمہ۔ تو نے عقل (انسانی) کو اپنا راہبر بنایا ہوا ہے۔ اس لئے تو اپنے آپ اور اپنے جزو (روح) میں تمیز نہیں کرسکتا۔

شرح۔ یعنی چونکہ تو اپنی عقل کو اپنا پیشوا بنائے بیٹھا ہے اور اس بات کا قائل ہے کہ جس بات کو عقل قبول کرے۔ وہ مقبول ہے۔ اور جسے وہ رد کرے۔

---

[1] ترجمہ۔ خدا تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

All that glitters is not gold.

وہ مردود - حالانکہ مکشوفات کے ادراک میں عقل ایسی ہی ہے - جیسے معقولات کے ادراک میں حس اس لئے تو اپنے جزو یعنے روح اور اپنے آپ جسے "میں" سے تعبیر کرتے ہیں - ان دونوں میں تو تمیز نہیں کرسکتا - اور تو خیال کرتا ہے - کہ "میں" یہی روح ہی ہے حالانکہ اہل کشف و تحقیق کی نظر میں "میں" وہ حقیقت ہے - جو تمام حقیقتوں اور اصلیتوں میں شامل ہے - اور اسی حقیقت کے مظہروں میں سے روح اور بدن دو مظہر ہیں -

(all is not gold that glitters)

۲۹۷ - بر دلے خواجہ خود را نیک شناس کہ نبود فربہی مانند آماس

ترجمہ - اسے خواجہ ! جا اور اپنے آپ کو اچھی طرح پہچان کیونکہ موٹاپن ورم کی مانند نہیں ہوتا - حق و باطل ایک نہیں ہوسکتے -

شرح - یعنی عاقلوں اور حکیموں نے یہ جو معلوم کیا ہے - کہ "انا" سے روح کیطرف اشارہ ہے یہ حق معرفت نہیں ہے - اپنے آپ یعنی "اس میں" کو اچھی طرح پہچاننا چاہئے - اور کوشش کرنی چاہئے - کہ حقایق اشیا کی معرفت کشف کے طریقہ پر حاصل ہوجائے - کیونکہ معرفت کشفی فربہی کے مانند ہے - یعنی جو کچھ نظر آتا ہے واقعی ایسا ہے - برخلاف اس کے معرفت استدلالی سورج کی طرح ہے - کیونکہ یہ معرفت اور علم صرف ظاہری ہوتا ہے - اصل میں ایسا نہیں -

۲۹۸ - من و تو برتر از جان و تن آمد کہ این ہر دو ز اجزائے من آمد

ترجمہ - "یہ میں" اور "تو" جسم اور روح دونوں سے بالا ہیں - کیونکہ یہ دونوں (جسم و روح) "میں" کے حصے ہیں -

شرح - یعنی "میں" جو عبارت میں استعمال کرتے ہو - جان و تن سے بالا ہے - یہ نہیں کہ "میں" سے صرف روح کی طرف اشارہ ہے - کیونکہ "میں" سے مراد ایک ذات ہے جسم یا جسم و جان دونوں پائے جاتے ہیں - اور یہ دونوں اس حقیقت کے حصے ہیں نظم

کردہ در ہر مظہرے نوعے ظہور گاہ ظلمت مے نماید گاہ نور

ہر مظہر میں ایک نئی قسم کا ظہور ہے - کبھی ظلمت نظر آتی ہے - کبھی نور

گہ کثیف محض گردد گہ لطیف　　مے نماید گہ وضیع و گہ شریف

کبھی بالکل کثیف ہو جاتا ہے اور کبھی لطیف کبھی کمینہ نظر آتا ہے کبھی شریف۔ کیونکہ وہ ایک مطلق حقیقت ہے ہر نفس میں "انا" اور "میں" کا مشارٌ الیہ ہے۔ اور مراتب تعینات میں سے کسی ایک مرتبہ کے ساتھ خاص نہیں۔ اس لئے فرمایا

۲۹۹۔ بلفظِ من نہ انساں است مخصوص　　کہ تا گوئی بدو جاں است مخصوص

ترجمہ۔ لفظ "میں" کوئی انسان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ کہ تو کہے کہ یہ لفظ "جان (روح)" کے ساتھ مخصوص ہے۔

شرح۔ یعنی وہ حقیقت تعینات کے ہر فرد میں "میں" سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور انسان اکیلا "میں" کے ساتھ مخصوص نہیں ہے نظم

گفتی کہ ز جسم و جان برونم　　پوشیدہ لباس جسم و جان کیست

تو کہتا ہے کہ میں جسم اور جان سے الگ ہوں۔ پھر یہ جسم و جان کا لباس کس نے پہنایا ہوا ہے۔

آں کس کہ بصد ہزار صورت　　ہر لحظہ ہمے شود عیاں کیست

وہ شخص جو سو ہزار صورت میں ہر دم ظاہر ہوتا ہے کون ہے۔

گوئی کہ نہانم از دو عالم　　پیدا شدہ در مکان مکان کیست

تو کہتا ہے کہ میں دو جہاں سے پوشیدہ ہوں۔ تو یہ ہر جگہ ظاہر ہونے والا کون ہے۔ چونکہ وحدت ذاتی کی اصلی واقفیت تعینات اکوانی کے اٹھانے سے حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا

۳۰۰۔ یکے رہ برتر از کون و مکاں شو　　جہاں بگذار و خود در خود جہاں شو

ترجمہ۔ ایکبار کون و مکان (وقت اور جگہ) سے بالا ہو۔ دنیا کو چھوڑ دے اور اپنے آپ میں آپ ہی ایک جہان بن جا۔

شرح۔ یہ بیت اور آئندہ ابیات دوسرے سوال و جواب کے متعلق ہیں۔ جسمیں فرمایا تھا۔ کہ انا در خود سفر کن کے کیا معنی ہیں۔ یعنی ایک خود سیر ذاتی سے ...

پر کون مکان (یعنی اسماء و صفات جن کا مظہر عالم ہے) سے بالا ہو۔ اور کثرتوں کی حد سے گذر جا اور اطلاق ذاتی کے مقام تک چڑھ جا۔ اور جسمانی و روحانی تعین سے فانی ہو کر باقی باللہ ہو جا۔ اور اپنے آپ میں آپ جہان بن۔ اور دیکھ کر سارا جہان تو ہی ہے۔ اس وقت (یعنی اس مرتبہ پر پہنچ کر) تجھے اس حقیقت کی کما حقہ واقفیت ہوگی۔ جو انا کی مشارٌ الیہ ہے۔

چونکہ ذات (الٰہی) صفات و افعال کے لحاظ سے کثرت کی مقتضی ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۳۰۱- ز خط وہمی ہائے ہویت دو چشمی میشود در وقت رویت

ترجمہ۔ ہویت کی ہائے ایک وہمی خط سے دیکھنے کے وقت دو چشمی ہو جاتی ہے

شرح۔ یعنی ہائے ہویت نے جو ذات مطلق کا تعین ہے۔ ہا کے دائرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ بسبب برزخ کے وہمی خط کے جو اسے عارض ہوا ہے اور دو چشمی ہو گئی۔ پس دیکھتے وقت ایک کو دو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ ذات مطلق نسب کی نفی کے اعتبار سے جو اسم باطن اور غیب سے مخصوص ہے۔ اور نسب کے انتشار کے اعتبار سے جو اسم ظاہر اور شہادت سے منسوب ہے۔ دو مختلف مفہوم رکھتی ہے اسموں کی کثرت مختلف معنوں اور مختلف اعتباروں سے ہے۔ خط وہمی سے مراد صفات ہے۔ وہمی اس لئے فرمایا۔ کہ انکی غیریت محض اعتباری ہے۔ کیونکہ وجود مطلق کی ذات کے بغیر کوئی موجود نہیں ہو سکتا پس ہائے ہویت کے دو چشمی ہونے سے غیریت و کثرت کو نمود ہوئی جو صفات (الٰہی) سے حاصل ہوتی ہے۔ (ہائے یک چشمی "ہ" اور ہائے دو چشمی "ھ")

۳۰۲- نماند در میانہ رہرو و راہ چو ہائے ہو شود ملحق بہ اللہ

ترجمہ۔ لیکن جب ھو (یعنی وہی ہویت) کی ہا اللہ کے ساتھ ملتی ہے۔ تو پھر اس کے درمیان نہ رستہ رہتا ہے۔ نہ رہرو (یعنی دو چشمی اڑ جاتی ہے)

شرح۔ یعنی جب ہو کی دو چشمی ہا جس کا مفہوم ہیں اور دو یا کثرت و وحدت

ہے بہ اللہ سے ملتی ہے (یعنی ذات موصوف بجمیع صفات سے) تو دو چشمی ایک چشم والی ہوجاتی ہے۔ اور خطہ وہی اُٹھ جاتا ہے۔ سالک اور سلوک درمیان میں نہیں رہتا۔ اور کثرت اعتباری جو نظر آتی تھی۔ محو ہوجاتی ہے۔ اور توحید حقیقی ظاہر ہوجاتی ہے۔

(۱) چونکہ تعینات ہستی و نیستی کے درمیان برزخ ہے۔ فرمایا۔

۳۰۳۔ بود ہستی بہشت امکاں چو دوزخ من و تو در میان مانند برزخ

ترجمہ۔ ہستی بہشت ہے۔ اور امکان دوزخ کی طرح ہے۔ میں اور تو ان دونوں کے درمیان برزخ کی طرح ہیں۔

شرح۔ یعنی ہستی جو وجود ہے بہشت ہے۔ بہشت ملائم (موافق چیزوں) کا پانا ہے اور تمام کمالات چونکہ ہستی کو لازم ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام برائیاں اور ناملائم باتیں بھی کرنے کے قابل ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ اس (وجود) کا ظہور مظاہر امکانیہ میں ہے۔ اور امکان دوزخ کی مثال ہے۔ دوزخ ناملائم چیزوں کا پانا ہے۔ اور تمام مکروہات۔ مخالفت۔ تقابل۔ قیودت اور نقص کی صفتیں جو وجود میں ہیں۔ امکان کے لوازمات ہیں۔ اور "میں" اور "تو" جس سے تعینات مراد ہیں۔ برزخ ہیں۔ یعنی ہستی یا وجوب جو اس کی خاص صفت ہے۔ اور امکان ممکن کی صفت ہے دونوں کے درمیان حائل ہیں۔ کیونکہ انسان کی حقیقت وجوب و امکان دونوں طرفوں کا مجمع ہے نظم

چوں شود اوصاف و خلاقت نکو هست جنت خود توئی اے نیک خو

اگر تیرے اوصاف و اخلاق نیک ہوجائیں۔ تو اے نیک خو تو خود ہی جنت ہے۔

گر گرفتار صفات بد شدی هم تو دوزخ هم عذاب سرمدی

اگر بری صفتوں میں گرفتار ہوگیا۔ تو تو ہی دوزخ ہے۔ اور تو ہی ہمیشہ کا عذاب

ہر کہ دارد در جہاں خلق نکو مخزن اسرار حق شد جان او

جہاں میں جو نیک خلق رکھتا ہے۔ اس کی جان (قلب) خدا کے اسرار کا خزینہ

ہو جاتا ہے۔

مایہ دوزخ چہ باشد خلق بد خلق بد آمد براہ دوست سد

خلق بد صرف مایہ دوزخ ہی نہیں۔ بلکہ دوست کے راستے میں سد راہ بھی ہے۔

جملۂ اخلاق و اوصاف اے پسر ہر زماں گردد ممثل در صور

اے بیٹے تمام اخلاق و اوصاف ہر وقت مختلف صورتوں میں ممثل ہوتے رہتے ہیں

گاہ نارت مے نماید گاہ نور گاہ دوزخ گاہ جنات ہست و حور

کبھی تجھے آگ نظر آتی ہے کبھی نور۔ کبھی دوزخ اور کبھی حور و جنت

آنچہ گفتم ہست از عین الیقین نے ز استدلال تقلیدیست ایں

جو کچھ میں نے کہا ہے (اس کو سمجھے) عین الیقین ہے۔ استدلال اور تقلید سے

نہیں کہا۔

چونکہ تکالیف شرعیہ (شرعی احکام کی بجا آوری) صرف اسی وقت تک ہیں۔ جب تک "میں" اور "تو" کا تعین ہے فرمایا

۳۰۴۔ چو برخیزد ترا ایں پردہ از پیش نماند نیز حکم مذہب و کیش

ترجمہ۔ اگر یہ "میں" اور "تو" کا پردہ تیرے آگے سے اٹھ جائے۔ تو مذہب وملت کے احکام (کی بجا آوری) بھی نہ رہے۔

شرح۔ یعنی جب عارف کی نگاہ سے مائی و توئی کا پردہ مقام فنا فی اللہ میں اٹھ جاتا ہے۔ تو شرعی احکام جو "میں" اور "تو" سے وابستہ ہیں نہیں رہتے۔

۳۰۵۔ ہمہ حکم شریعت از من و تست کہ ایں بر بستۂ جان و تن تست

ترجمہ۔ شریعت کے تمام حکم "میں" اور "تو" سے ہیں کیوں کہ یہ تیرے جان و تن سے وابستہ ہیں۔

شرح۔ فیض جب مبدء سے تنزل کرتا ہے تو جب تک عین درمیان تک نہ پہنچ جائے۔ اسے عروج نہیں ہوتا۔ کیونکہ رتبہ کا ظہور مظاہر سے لازم ہے۔ اور جب رتبہ کلی طور پہ بالفعل ظاہر ہوتا ہے۔ تو بعثت اور احکام شرعیہ کی تکلیف اور معاد

کی دعوت صورت پذیر ہوتی ہیں۔ مرتبہ انسانی چونکہ نزول کا انجام اور عروج کا آغاز
ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ احکام شرعیہ انسانی ہے جو تمام من و مائی کا جامع ہے
اگر یہ جان و تن کی اجتماعی صورت نہ ہوتی۔ تو وہ احکام شرعیہ کے مکلف نہ ہوتے

۲۰۶۔ من و تو چوں نماند در میانہ   چہ کعبہ چہ کنش چہ دیر خانہ

ترجمہ۔ جب "میں" اور "تو" درمیان میں نہ رہیں۔ تو پھر کعبہ کیا گرجا کیا اور بتخانہ کیا۔
شرح۔ یعنی "میں" اور "تو" کا تعین حقیقت مطلق کے جمال کا پردہ ہے۔ اور تعینات
کی استعدادات کے اختلاف سے مختلف مذہب پیدا ہوگئے۔ جب وہ تعین وحدت
اطلاقی کے تجلی میں محو ہو جائے۔ تو مسلمان اور یہودی کا ایک ہی قبلہ ہو جائے۔ نظم

بے نشان شو از ہمہ نام و نشان   تا ببینی روئے جاناں را نشان
تمام نام و نشان سے بے نشان ہو جا۔ تاکہ تو روئے جاناں کا نشان دیکھے
از خمار ما و من ہر کو برست   از شراب وصل جاناں مست گشت
جو "ما" "من" کے خمار سے چھوٹ گیا۔ وہ وصل جاناں کی شراب سے مست ہو گیا۔
کے مقید وا صل مطلق شود   عارف حق آں بود کو حق شود
مقید انسان مطلق کے ساتھ کیسے مل سکتا ہے۔ حق کا عارف وہی ہو سکتا ہے
جو خود حق ہو یعنی فنا فی اللہ ہو۔
در حقیقت ما و من سد رہ است   من نگویم ہر کہ از حق آگہ است
حقیقت میں "ما" اور "من" سد راہ ہیں۔ جو آگاہ ہے۔ وہ "میں" نہیں کہتا۔

۲۰۷۔ تعین نقطۂ وہمی ست در عین   چو عینت گشت صافی غین شد عین

ترجمہ۔ عین (حقیقت) میں تعین نقطہ وہمی ہے اور اس نقطے کے سبب عین غین
نظر آتی ہے۔ (یعنی حقیقت ممکن نظر آتی ہے) جب تیری آنکھ صاف ہو۔ تو غین
(ممکن) عین (حقیقت) ہو جائے

شرح۔ جس طرح حرف غین اور عین میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اسی طرح
ممکن اور واجب میں تعین کا فرق ہے۔ تعین اعتباری اور وہمی امر ہے۔ جس کا وجود

حقیقی کوئی نہیں۔ اس لئے فرمایا تعین نقطۂ وہمی کی مانند ہے۔ جو اس حقیقت کو عارض ہوا ہے اور عین اس نقطہ کے سبب غین نظر آتا ہے۔ اور اس تعین سے مطلق، مقید اور واجب، ممکن نظر آتا ہے۔ جس وقت تعین کا حجاب اُٹھ جائے تو غین یعنی کثرات تمام عین ہو جاتے ہیں۔ مصرعہ اول کے عین سے مراد حقیقت ہے۔ اور مصرعہ دوم کے غین سے مراد حرف "غ" ہے۔

۳۰۸۔ دو خطوہ بیش نبود راہِ سالک   وگرچہ دارد ایں چندیں مہالک

ترجمہ۔ سالک کی راہ دو قدم سے زیادہ نہیں ہوتی اگرچہ اس میں اس قدر خطرے ہیں۔

شرح۔ یعنی مطلوب حقیقی کی طرف جانے والے کا راستہ دو قدم سے زیادہ نہیں۔ پہلے یہ ہے۔ کہ تمام اشیا کو حق ہی دیکھے۔ دوسرے یہ کہ اپنی ہستی مجازی کے صحرا کو طے کرے۔ لیکن ان دو قدموں میں بے شمار مہالک اور آفاقی و انفسی اقدام کا پھیلنا ہے۔ ان تمام کو اس طریقہ کے بڑے بڑے بزرگوں نے قلمبند کیا ہے۔ دو قدموں کے متعلق فرمایا۔

۳۰۹۔ یک از ہائے ہویت درگذشتن   دوم صحرائے ہستی در نوشتن

ترجمہ۔ پہلا قدم تو ہویت کی ہائے یعنی تعینات سے گذرنا ہے۔ دوسرا قدم صحرائے ہستی کو طے کرنا ہے۔

شرح۔ ہائے ہویت سے ذات مطلقہ کے تعینات مراد ہیں یعنی پہلے قدم پر تعینات سے عبور کرے۔ دوسرے قدم پر اپنی اور تمام اشیا کی ہستی کو محو اور فانی پائے۔ فرمایا۔

۳۱۰۔ دریں مشہد یکے شد جمع و افراد   چو واحد ساری اندر عین اعداد

ترجمہ۔ اس مقام میں جمع اور افراد ایک ہو جاتے ہیں۔ جس طرح تمام اعداد میں ایک ہی سرایت کرتا ہے۔

شرح۔ یعنی اس مقام میں سالک ہستی کا ذاتی یعنی تعینات وجود کے پردے کو طے کر کے دیکھتا ہے۔ کہ جو کچھ بھی ہے وہی ہے۔ یکے شد جمع و افراد یعنی اگر

تو کہے۔ کہ اسماء کے اعتبار سے سب وہی ہیں۔ تو درست ہے۔ اور واحد مطلق کا کثرت کے مراتب میں آنا ایسا ہے۔ جیسے ایک تمام عددوں میں ساری ہے۔

۳۱۱۔ تو آں جمعی کہ عین وحدت آمد   تو آں واحد کہ عین کثرت آمد

ترجمہ۔ تو وہ جمع ہے کہ عین وحدت ہے۔ اور وہ واحد ہے کہ عین کثرت ہے۔

شرح۔ یعنی اے عارف۔ تو صورت۔ معنی اور روحانی و جسمانی قوتوں کے اجتماع کے اعتبار سے وہ جمع ہے۔ کہ ترقی کر کے مقام احدیت میں پہنچا۔ اور فنا فی اللہ ہو کر عین وحدت ہوا۔ اور (اے انسان) تو وہ واحد ہے۔ کہ باقی باللہ ہونے کے بعد اسماء و صفات کے مراتب میں تنزل کر کے عین کثرت ہو گیا۔ اور تمام اشیا کی صورت میں ظہور پایا۔

۳۱۲۔ کسے ایں سر شناسد کو گذر کرد   ز جزوی سوئے کلی یک سفر کرد

ترجمہ۔ یہ راز وہی جانتا ہے۔ جو اپنی خودی سے گذر جائے۔ اور جزو (اپنی شخصیت) سے کل (حقیقت مطلق) کی طرف ایک سفر کرے۔

شرح۔ یعنی یہ راز کہ انسان کامل عین وحدت میں جمع اور عین کثرت میں واحد ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اپنی خودی سے جو اس کے تقلید کا موجب ہے۔ گذر جائے اور جزوی یعنی اپنی شخصیت سے کلی یعنی حقیقت وحدت مطلق کی طرف سفر کر سکے۔ اور تمام ظہورات میں اپنے آپ کو مشاہدہ کر سکے۔

سوال چہارم

۳۱۳۔ مسافر چوں بود رہرو کدام ست؟   کرا گویم کہ او مرد تمام ست؟

ترجمہ۔ مسافر کیسے ہوتا ہے۔ اور رہرو کون ہے۔ اور انسان کامل کس کو کہوں؟

شرح۔ بدر جہ اول کے سوال کے جواب میں فرمایا

جواب

۳۱۴- دگر گفتی مسافر کیست در راہ کسے کو شد ز اصل کار آگاہ

ترجمہ- اب پھر تو نے دریافت کیا کہ رستے میں مسافر کون ہے۔ مسافر وہ ہے جو (اپنے) اصل سے واقف ہو جائے۔

شرح- یعنی مسافر اور سالک اس کو کہتے ہیں- جو اس مقام پہ پہنچ جائے- جہاں اپنی حقیقت اور اصلیت سے واقف ہو جائے- اور جان لے- کہ اس میں ظاہری صورت کے سوا کچھ نہیں- اور اس کی حقیقت واصل جامع الوہیت کے مرتبہ پر ہے۔ نظم

من آفتاب وحدتم تابان بانسان آمدہ
میں وحدت کا آفتاب ہوں- جو انسان میں روشن ہے-

من نور اسم اعظمم پیش از تن و جان آمدہ
میں اسم اعظم کا نور ہوں- جو جسم و روح سے پہلے آیا تھا-

ہم نور سبحانی منم ہم گوہر کانی منم
میں نور سبحانی بھی ہوں- اور کان کا گوہر بھی ہوں-

ہم بحر عمانی منم در قطرہ پنہان آمدہ
میں بحر عمان ہوں- اور ایک قطرہ میں چھپ گیا ہوں-

ہم نور و ہم پرتو منم ہم سایہ ہم پرضو منم
میں نور بھی ہوں اور پرتو بھی- میں سایہ بھی ہوں اور روشن بھی ہوں-

ہم راہ و ہم رہرو منم ہم پیر رہدان آمدہ
راہ بھی ہوں اور راہرو بھی- اور راہ جاننے والا پیر بھی ہوں-

چونکہ حقیقت حال سے واقفیت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے- جب اصل انسان جو حقیقت مطلقہ ہے تعین کی قیود سے خالی اور پاک ہو جائے فرمایا-

۲۱۵۔ مسافر آں بود کو بگذرد زود   ز خود صافی شود چوں آتش از دود

ترجمہ۔ مسافر وہ ہے جو جلدی سے گذر جائے۔ اور اپنے آپ سے صاف ہو جائے جس طرح آگ دھوئیں سے۔

شرح۔ یعنی طبیعی اور نفسانی خواہشوں کی منزلوں کو طے کر کے ان سے آگے چلا جائے اور صفات بشری کے لباس کو اتار دے۔ اور اپنے تعین کی ظلمت سے صاف ہو جائے۔ جس طرح آگ دھوئیں سے صاف ہوتی ہے۔ اس کی کیفیت کے متعلق فرمایا۔

۲۱۶۔ سلوکش سیر کشفی داں ز امکان   سوئے واجب بترک شین نقصان

ترجمہ۔ جان لے اسکا سلوک سیر کشفی ہے۔ ممکن سے واجب کی طرف جو عیب نقصان کو ترک کرنے سے (حاصل) ہوتی ہے۔

شرح۔ یعنی منزلوں کا طے کرنا (اور سلوک سے یہی مراد ہے) امکان اور تعینات سے واجب کی طرف سیر کشفی سے جاتا ہے۔ جو عیب والی باتوں۔ بڑے کاموں نقصانوں اور دوسری ردی صفتوں کے ترک کرنے پر موقوف ہے۔

۲۱۷۔ بعکس سیر اول در منازل   رود تا گردد او انسان کامل

ترجمہ۔ پہلی سیر کے مخالف منزل بمنزل جاتا ہے۔ تاکہ وہ انسان کامل ہو جائے۔

شرح۔ یعنی سالک تقید اور تعین سے اطلاق کی طرف جاتا ہے پہلی سیر بد... سے تقید میں آتا ہے۔ اور یہ سیر جو یہاں مقصود ہے۔ اس کے مخالف ہے یعنی تقید سے اطلاق کی طرف جانا اور سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ اس سے انسان کامل ہو جاتا ہے اور یہ مقام فنا فی اللہ ہے۔

کشف این معنی اگر خواہی بیا   تیغ لا از بہر غیر ...را
اگر تو اس حقیقت کو کھولنا چاہتا ہے۔ تو آ۔ اور ماسوا اللہ کے ... لا کی تلوار ...

بعد نفی خلق کن اثبات حق   تا کہ گردی فارغ از جسم ذات حق
خلقت کی نفی کے بعد حق کا اثبات کر۔ تاکہ تو ذات حق کے ... ہو جا

اور اس راز کے توضیح کے لئے فرمایا۔

قاعدہ اول

نقطۂ آخر کے نقطۂ اول سے ملنے کے بیان میں فرمایا۔

۳۱۸۔ بداں اوّل کہ او چوں گشت موجود　　کہ تا انسان کامل گشت مولود

ترجمہ۔ پہلے یہ بات سمجھ کہ وہ وجود میں کیسے آیا جس سے پھر انسان کامل پیدا ہوا۔

شرح۔ یعنی پہلے یہ سمجھ کہ انسان کیسے وجود میں آیا۔ اور اس کی ابتدا و پیدائش کس طرح ہوئی۔ یہاں تک کہ کامل الخلقت ہو کر موجود ہوا۔ یعنی ماں سے پیدا ہوا۔ نشئات۔ ظہورات اور تطورات کے مختلف درجے عبور کر کے صورت انسان کا وجود نطفہ سے متکون ہوتا ہے اور انسان تمام مرکبات سے زیادہ معتدل ہے۔ ابتدا سے لے کر ولادت تک رحم مادر میں اسے کئی حالتیں پیش آتی ہیں ان سے مطلع کرنے کے لئے فرمایا۔

۳۱۹۔ در اطوار جمادی بود پیدا　　پس از روح اضافی گشت دانا

ترجمہ۔ پہلے جمادات کے طریقوں پر پیدا ہوتا ہے۔ اور روح انسانی عطا ہونے کے بعد دانا (و بینا) ہو جاتا ہے یعنی علم حاصل ہوتا ہے۔

شرح۔ تجربہ والوں نے کہا ہے کہ جب نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے تو بیضہ کی شکل کا ہوتا ہے۔ پہلی حالت جو اسے پیش آتی ہے زبدیت[۱] ہے یعنی قوت مصورہ[۲] کے اثر سے وہ منی کا قطرہ جھاگ پیدا کرتا ہے۔ اور اسی قوت مصورہ کی تحریک سے اس میں تین نقطے مقرر ہو جاتے ہیں۔ ایک درمیان میں جو دل کا مقام ہے۔ دوسرا دائیں طرف جو جگر کا مقام ہے۔ اور تیسرا ان دونوں کے اوپر جو دماغ کا مقام ہے ان کے بعد ناف کی جگہ مقرر ہوتی ہے۔ اور ایک باریک جھلی پیدا ہو۔

---

[۱] زبدہ یعنی جھاگ سے۔

[۲] قوت مصورہ۔ وہ قوت جس سے نقاش حقیقی کے حکم سے رحم میں بچہ کی شکل بن جاتی ہے۔

جاتی ہے۔ جو تمام صورت انسانی کا احاطہ کرکے اس کو پراگندہ ہونے سے بچاتی ہے
اصل یہ ہے کہ پہلی چیز جو پیدا ہوتی ہے۔ وہ دل ہے۔ اور بعض کہتے ہیں دماغ
اور آنکھیں ہیں۔ دوسری حالت میں ان نقاط دمویہ کے گردا گرد ایک رقیق
سی جلد بن کر ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس حالت میں وہی جھاگ (رغوہ) یا زبد ہے کے
نقطے خون کے نقطے ہو جاتے ہیں۔ اور ناف کا نقطہ ناف کی شکل پیدا کر لیتا ہے
یہ ایک نمایاں تبدیلی ہے۔ تیسری حالت یہ ہے۔ کہ علقہ (خون کا لوتھڑا) بنجاتا
ہے یعنی گاڑھے خون کے نقطے۔ اور چوتھی حالت وہ ہے۔ جس میں مضغہ (بوٹی)
ہو جاتا ہے۔ یعنی چبائے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کی طرح۔ اور اس حالت
میں اعضائے رئیسہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یعنی دل و دماغ اور جگر۔ پانچویں حالت
میں ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اعضا ایک دوسرے سے الگ الگ نظر آتے
ہیں۔ اور سر کندھوں سے اور ہاتھ پہلوؤں اور شکم سے نکلتے ہیں۔ حرارت غریزی
کے رستے ظاہر ہو جاتے ہیں اور غاذیہ اور نامیہ قوتیں کام شروع کر دیتی ہیں۔
پس وہ جسم روح انسانی کے لئے قابل اور مستعد ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہئے۔ کہ
رغوت یعنی پہلی حالت کی مدت چھ یا سات دن ہوتی ہے۔ ان دونوں میں
قوت متصورہ رحم کی مدد کے بغیر نطفہ میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ دوسری حالت
جسمیں خون کے نقطے پیدا ہوتے ہیں۔ تین دن ہوتی ہے۔ یعنی شروع سے
اب تک کل نو دن ہوئے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک دن کم یا ایک دن زیادہ
ہو جائے۔ تیسری حالت جس میں علقہ بنتا ہے۔ چھ روز ہے۔ یعنی شروع
سے لے کر اب تک کل پندرہ روز ہوئے۔ اس میں ایک یا دو دن کی کمی بیشی
بھی ہو سکتی ہے۔ چوتھی حالت جس میں مضغہ بنتا ہے۔ اس کی مدت بارہ دن ہے
کبھی ایک دو دن آگے پیچھے بھی ہو جاتے ہیں۔ اور پانچویں حالت جسمیں اعضا

۱؎ دم بمعنی خون سے

۲؎ دیکھو قرآن مجید پ ۱۷ ع ۸ اور پ ۱۸ ع ۱ ۔

ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتے ہیں اسکی مدت نو دن ہے۔ ان نو دنوں میں بعض کے اعضا پورے طور پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اس مدت میں مکمل نہیں ہوتے۔ بلکہ اور چار دن کے اندر پورے پورے ظاہر ہوتے ہیں یعنی چالیس دن میں سب کچھ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس کی کم از کم مدت تیس دن ہے درمیانی پینتیس یا چالیس اور زیادہ سے زیادہ پینتالیس۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں آنے کی مدت لڑکوں میں لڑکیوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ لڑکوں میں لڑکیوں سے حرارت کم ہوتی ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ[1] نے فرمایا۔ اگر کہیں کہ یہ اس حدیث کے مفہوم کے خلاف ہے۔ جو عبداللہ بن مسعود نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے۔ اِنَّ اَحَدَکُمْ یُجْمَعُ خَلْقَتَہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً یَکُوْنُ عَلَقَۃً مِثْلَ ذَالِکَ فَیُرْسِلُ اللّٰہُ عَلَیْہِ مَلَکًا یَنْفُخُ فِیْہِ فَیُومَرُ بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ رِزْقَہٗ وَاَجَلَہٗ وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ[2]۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ چالیس دن کی مدت میں جنین کے اعضا ظاہر ہو جاتے ہیں۔ مگر کمال کو اس وقت پہنچتے ہیں۔ کہ تین چالیسویں (یعنی ایک سو بیس دن) گذر جائیں۔ اس کے بعد اس کی حالت اس قابل ہوتی ہے کہ خدائے وہاب سے روح حیوانی اسے عطا ہو۔ یہ روح ایک لطیف بخار سا ہے۔ اور حیات حس اور حرکت کی قابلیت رکھتا ہے۔ پھر روح حیوانی کے اعتدال سے روح انسانی

---

[1] امام فخرالدین رازیؒ بڑے عالم فاضل گذرے ہیں۔ تفسیر کبیر۔ مطالب العالیہ۔ اور نہایۃ العقول وغیرہ انکی تصنیفات ہیں۔ ۲۵ رمضان ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور یکم شوال ۶۰۶ھ میں ہرات کے مدرسہ میں فوت ہوئے۔ مولینا روم انہیں کے متعلق فرماتے ہیں۔ ؎

گر باستدلال کار دیں بدے فخر رازی راز دار دین بدے

[2] تم میں سے (ہر) ایک اپنی ماں کے پیٹ میں اپنی خلقت کو اسی دن جمع کرتا رہتا ہے نطفہ علقہ بنجاتا ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے۔ جو اس میں روح پھونکتا ہے اور چار کلمے لکھنے کا حکم فرماتا ہے۔ پس وہ فرشتہ اس کا رزق اجل۔ اور نیک بخت یا بدبخت

م لکھ دیتا ہے۔

یا روح اضافی کا نور اس پر اپنا پر تو ڈالتا ہے۔ اور حضرت علیم سے علم کی شعاع اس پر چمکتی ہے۔ صورت انسانی پوری ہو جاتی ہے۔ اور تکمیل خلعت پہن لیتا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ[1]۔ اطوار جمادی سے پہلی چار حالتوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا۔ اس حالت میں جماد سے نسبت اس لئے کی گئی۔ کہ مرکب ہے۔ اور اس میں نفس نہیں۔ "پس از روح اضافی گشت دانا" یعنی پانچویں حالت کی اثنا میں جب کہ تمام اعضا الگ الگ ظاہر ہو گئے۔ اور انسان کی صورت تکمیل پا کر قبول فیض کے لئے تیار ہو گئی۔ تو روح حیوانی اسے عطا ہوا۔ اور اَوَّلُ مَا يَتَعَيَّنُ بِهِ الذَّاتُ الْعِلْمُ[2] کے حکم کے مطابق علم اور حیات کے ظہور کے قابل ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ روح اضافی جس کا اوپر ذکر ہے یہی روح حیوانی ہو۔ پہلی چار حالتوں کی نسبت سے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ روح انسانی مراد ہو۔ اور اس حالت میں بیت کے معنے یہ ہوں گے کہ پانچویں حالت کی اثنا میں اسے روح حیوانی عطا ہو جاتا ہے اور روح انسانی کا نور اس پر چمکتا ہے۔ اور علم کی صنعت ظہور میں آ جاتی ہے۔

مقرر ہے کہ جتنی مدت میں جنین کے اعضا کی صورت حاصل ہوتی ہے۔ جب اس سے دگنی مدت گذرتی ہے۔ تو جنین رحم میں حرکت کرتا ہے۔ اور ایام حرکت سے دگنا وقت گذر جاتا ہے۔ تو پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً تیس دن میں جو کم از کم مدت ہے (اعضا وغیرہ) ظاہر ہوتے ہیں۔ ساٹھ دن میں جو تیس کا دگنا ہے حرکت کرتا ہے۔ ساٹھ کا دگنا ایک سو بیس ہوتے ہیں۔ جب حرکت کا وقت گذر جاتا ہے۔ تو کل ایک سو اسی دن ہوتے ہیں۔ یعنی چھ ماہ کی مدت میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ تجربہ کی بنا پر ہے۔ "تقریب و تحقیق نہیں"۔

۳۲۰۔ پس آنگہ جنبشے کرد او ز قدرت　　پس از وے شد ز حق صاحب ارادت

[1] خدا بڑا ہی با برکت ہے۔ جو سب بنانے والوں میں بہتر بنانے والا ہے۔ پ ۱۸ ع ۱

[2] یعنی پہلی چیز جس سے ذات متعین ہوتی ہے۔ وہ علم ہے۔

ترجمہ۔ اس کے بعد قدرت الٰہی سے وہ حرکت کرتا ہے۔ اور اس حرکت کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے وہ صاحب ارادت ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی روح حیوانی ملنے کے بعد جنین رحم میں حرکت کرتا ہے۔ اور حرکت قدرت کی نشانی ہے۔ اس کے بعد مرید کُل کی طرف سے وہ صاحب ارادہ ہو جاتا ہے۔ اور رحم کی تنگیوں اور ناپسند غذاؤں سے دنیا کے میدان میں پیدا ہوتا ہے چونکہ ارادہ کی صفت کے بعد دوسری صفتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۳۲۱۔ بطفلی کرد باز احساس عالم — درو بالفعل شد وسواس عالم

ترجمہ۔ پھر بچپن میں زمانہ (کی چیزوں) کا احساس کرتا ہے۔ اور دنیا کا لالچ اس کے کاموں میں ظاہر ہوتا ہے۔

شرح۔ بچپن میں سننے اور دیکھنے کی قوتوں کے مطابق عالم نورانی کو دیکھا۔ اور لذیذ غذاؤں کو چکھا اور مفید و مضر چیزوں کی تمیز ظاہر ہوئی۔ اور ان حسوں کی وجہ سے دنیا کا لالچ جو پہلے اس میں بالقوہ موجود تھا۔ اب بالفعل ہو گیا۔ اور وہ دنیا کا طالب بن گیا۔

۳۲۲۔ چو جزویات شد بروے مرتب — بکلیات رہ برد از ہر کب

ترجمہ۔ جب جزئیات اس کے سامنے مرتب ہو جاتی ہیں۔ تو ان کے ملانے سے کلیات کا رستہ لیتا ہے۔

شرح۔ یعنی نفس انسانی ظاہری اور باطنی حواس سے جزئیات یعنی جزئی صورتوں اور معنوں کا ادراک کر کے انسان میں مہیا اور مرتب ہو جاتا ہے۔ اس وقت قوت عاقلہ یعنی نطق کے ذریعے کلی مدرکات میں تمیز کرتا ہے۔ اور ان مدرکات مجردہ میں سے جزئی صورتوں کو الگ کر کے کلی طور پر ان کو ملاحظہ کرتا ہے۔ اور حسب ضرورت ان امور معلومہ کی ترتیب و ترکیب سے کلی امور حقائق اور معنوں کا عارف ہو جاتا ہے۔

محرک قوتیں۔ مدرک قوتوں کے بعد ہوتی ہیں۔ کیونکہ حرکت ارادہ پر

موقوف ہے۔ اور ارادہ ادراک پر۔ فرمایا۔

۳۲۳۔ غضب گشت اندر وپیدا از شہوت ۔ وز ایشاں خاست بخل و حرص و نخوت

ترجمہ۔ اس کے اندر شہوت کے سبب غصہ پیدا ہو گیا۔ اور ان دونوں سے بخل۔ حرص اور غرور پیدا ہو گئے۔

شرح۔ جاننا چاہئے کہ محرکہ قوتیں یا باعثہ[1] ہوتی ہیں یا فاعلہ۔ فاعلہ وہ ہے جس سے اعصاب کی تحریک اور کشش سے افعال حاصل ہوتے ہیں۔ اور باعثہ یا النفس چیزوں کو جذب کرنے کی طرف برانگیختہ کی گئی ہوتی ہے۔ اسے شہوت کہتے ہیں۔ یا کسی ضرررساں چیز کے دفع کرنے کی طرف اسے غضب کہتے ہیں پس (مصنف نے) فرمایا کہ مدرکہ قوتوں کے ظہور سے یہ دو قوتیں یعنی فاعلہ اور باعثہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ سب بری صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حرص قناعت کی ضد ہے۔ اور قوت شہوی کی افراط سے پیدا ہوتی ہے۔ نخوت تذلل اور مسکنت کی ضد ہے۔ اور قوت غضبی کی افراط سے پیدا ہوتی ہے۔

۳۲۴۔ بفعل آمد صفتہائے ذمیمہ ۔ بتر شد از دد و دیو و بہیمہ

ترجمہ۔ بری صفتیں (جو بالقوہ موجود تھیں) بالفعل ظاہر ہو گئیں۔ اور وہ درندہ۔ دیو۔ اور چارپایوں سے بھی بدتر ہو گیا۔

شرح۔ یعنی جب نفس سبعی[2] اور بہیمی یعنی قوت غضبی و شہوی جن سے برے افعال پیدا ہوتے ہیں۔ نفس ناطقہ پر غالب آجاتی ہیں (نفس ناطقہ سے ہی انسان کا شرف ہے۔ اور قوت نطق کو نفس ملکی کہتے ہیں) تو تمام بری صفات اور برے افعال جو کہ بالقوہ موجود تھیں بالفعل ہو جاتی ہیں۔ اور جو صفات حیوانات میں منتشر ہوتی ہیں۔ وہ انسان میں جامعیت کے لحاظ سے اکٹھی ظہور کرتی ہیں۔ اس وقت انسان بے شک دد یعنی سباع اور دیو یعنی جن اور بہیمہ سے بدتر اور پست ہو جاتا ہے

[1] باعثہ۔ برانگیختہ کرنے والی۔

[2] سبع درندہ اور بہیمہ چوپایہ۔

۳۲۵- تنزل را بود این نقطہ سافل کہ شد با نقطۂ اوّل مقابل

ترجمہ- یہ مقام تنزل کا انتہائی نقطہ ہے (انسان کے لئے) جو نقطۂ وحدت کے سامنے ہے۔

شرح- یعنی مرتبہ انسانی دائرہ وجود میں قوس ظہور کا آخری نقطہ ہے۔ جس طرح وحدت نقطۂ اول ہے اور یہی مضمون اگلے شعر میں ہے۔

۳۲۶- شد از افعال کثرت بے نہایت مقابل گشت از این رو با بدایت

ترجمہ- (اس انسان میں) افعال کی بے نہایت کثرت ہو گئی۔ اور اس کثرت کے سبب اپنی بدایت یعنی وحدت حقیقی کے بالکل برعکس ہو گیا۔

شرح- یعنی چونکہ انسان تمام اسماء کا مظہر واقع ہوا ہے اور ان (اسماء میں سے) ہر ایک کے حکم کا ظہور خاص فعل پر موقوف ہے۔ اور ہر ایک فعل ایک خاص آلہ پر موقوف ہے۔ پس بے شمار افعال سے بے حد کثرت انسانی صورت میں ظاہر ہو گئی۔ اور اپنی بدایت یعنی وحدت حقیقی کے مقابل ہو گیا۔ فرمایا۔

۳۲۷- اگر گردد مقیّد اندرین دام بگمراہی بود کمتر ز انعام

ترجمہ- اگر انسان اسی دام میں قید رہے۔ تو اپنی گمراہی کے سبب وہ چوپایوں سے بھی کمتر ہے۔

شرح- جب انسان میں صفات ذمیمہ ظاہر ہوں۔ تو اگر وہ شاہباز روح انسانی کو انہیں صفات مثلاً کھانے پینے، شہوت، تسلط۔ اور نفسانی خواہشوں میں قید رکھے۔ تو وہ چوپایوں سے (بھی) بدتر ہو جائے گا۔

اور چونکہ طبیعت کے مقتضا کی مخالفت کرنا خدا کے نور ہدایت کے سوا ممکن نہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۳۲۸- وگر نورے رسد از عالم جاں ز فیض جذبہ یا از عکس برہاں

ترجمہ- اگر عالم روحانی سے (اپنے جذبہ قلبی)، یا عکس برہان (یعنی اسی جذبہ) کے فیض اسے نور مل جائے۔ (تو دیکھو بیت آئندہ)

شرح۔ یعنی اگر ہدایت الٰہی راہبر ہو جائے۔ اور واردات و الہامات کا نور۔ کشش ربانی اور علوم لدنی عالم جان یعنی مقام الوہیت اور مرتبہ اسماء سے اسے پہنچے اور یہ یا تو اپنے جذبہ کے اثر سے ہوتا ہے یا برہان کے عکس سے۔ برہان بھی دلیل ہے جو جذبہ کا عکس ہوتا ہے۔ اور عکس برہان سے گویا جذبہ ہی مراد ہے۔ یعنی یقینی دلیلوں کے ساتھ جان لے کہ انسان کا روح بدن کو چھوڑنے پر بقا حاصل کرے گا۔ اور اگر ان ردی ملکات اور برے وصفوں کو اچھے وصفوں سے تبدیل نہ کر لے گا تو عالم برزخ میں ان برے اخلاق کے نتیجوں کی صورتوں میں گرفتار رہوگا۔ اور عذاب پائے گا۔ پس انسان کو چاہیے کہ خواہشات طبعی سے منہ پھیر کر عالم علوی کی طرف توجہ کرے۔ اور پسندیدہ اور اچھے اخلاق کے لئے کوشش کرے۔ تاکہ اچھی عادتوں سے آراستہ ہو۔

۳۲۹۔ دلش با نورِ حق ہمراز گردد وزاں راہے کہ آمد باز گردد

ترجمہ۔ تو اس کا دل نورِ حق سے ہمراز ہو جائے گا۔ اور جس راستے سے آیا تھا اسی راستہ سے واپس چلا جائے گا۔

شرح۔ یعنی جذبۂ معنوی یا برہان یقینی کے سبب عارف عالم کے دل پر نور الٰہی چمکنے لگتا ہے۔ اور اپنے مبدء کی طرف توجہ کر کے جس طرح اطلاق سے تقیید میں اترا تھا۔ اسی طرح کثرت سے وحدت تک پہنچ جاتا ہے۔ اور سیر معادی کو پورا کر لیتا ہے

۳۳۰۔ ز جذبہ یا ز برہان یقینی رہے یابد ز ایمان یقینی

ترجمہ۔ جذبۂ قلبی یا برہان یقینی سے ایمان یقینی کا رستہ پا لیتا ہے۔

شرح۔ جذبہ سے یا برہان یقینی سے جو شبہ و ظن سے [illegible] ایمان یقینی کا راستہ حاصل کر لیتا ہے۔

۳۳۱۔ کند یک رجعت از سجینِ فجار رخ آرد سوئے علیینِ ابرار

ترجمہ۔ فاجروں کے مقام (قعرِ ضلالت) سے یکایک لوٹتا ہے اور نیک لوگوں

لے۔ سجین وہ مقام جہاں فاسقوں فاجروں کے نامے رکھے جاتے ہیں (دیکھو بقیہ حاشیہ ۔۔۔ پر)

کے مقام کی طرف توجہ کرتا ہے۔

شرح۔ سفلی مرتبوں سے مقام روحانی پر پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ آدمؑ کے حال سے لیا گیا ہے۔

۲۳۳۔ بہ توبہ متصف گردد دراں دم ‎ ‎ شود در اصطفا اولادِ آدم

ترجمہ۔ اس وقت وہ توبہ سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور اپنی برگزیدگی کے سبب اولادِ آدم (کہلانے کا مستحق) ہو جاتا ہے۔

شرح۔ سیرِ رجوعی میں پہلا مقام توبہ ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں اسے باب الابواب کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنے رجوع (واپسی) ہیں۔ اور شرعی معنی گناہوں پر ندامت اور دوبارہ نہ کرنے کا پکا ارادہ طریقت اور حقیقت میں توبہ یہ ہے۔ کہ سالک دین و عقبیٰ سے روکنے والی چیزوں سے منہ پھیر لے اور حق کی طرف توجہ کرے پس (مصنف نے) فرمایا۔ علیین کی طرف رجوع کرتے وقت سالک توبہ سے متصف ہو جاتا ہے اور مخالفت دور کرنے کے سبب برگزیدگی میں آدم کی پیچھی) اولاد کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ[لہ] نظم

اے خلیفہ زادۂ بے معرفت ‎ ‎ با پدر در معرفت شو ہم صفت

اے خلیفہ (حضرت آدمؑ) کے بیٹے جسے معرفت حاصل نہیں تجھے چاہئے کہ باپ کی طرح معرفت سے موصوف ہو۔

۲۳۴۔ ز افعالِ نکوہیدہ شود پاک ‎ ‎ چو ادریس نبی آید بر افلاک

ترجمہ۔ قابلِ ملامت کاموں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور ادریس نبی کی طرح (ترقی) کر کے افلاک پر پہنچ جاتا ہے۔

شرح۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی کے بغیر سلوک ممکن نہیں۔ اسلئے

---

۲ یا جہاں ان کی روحیں جاتی ہیں۔ ایسے ہی علیین وہ مقام ہے جہاں نیک لوگوں کے نامۂ اعمال یا ان کی روحیں رہتی ہیں اور یہ ساتویں آسمان پر ہے۔ دیکھو قرآن شریف پ ۳۰ ع ۶

لہ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔

پہلے بُرے فعلوں سے پاک ہوتا ہے۔ پھر ادریس نبی علیہ السلام والصلوٰۃ کی طرح رکاوٹوں کو دور کر کے آفاقی و انفسی ترقی کے درجوں پر چڑھتا ہے۔

۲۳۴۔ چو رہا بد از صفاتِ بد نجاتی شود چون نوحؑ اندر صاحب ثباتی

ترجمہ۔ جب بُری صفتوں سے نجات پالیتا ہے۔ تو نوحؑ کی طرح مستقل مزاج ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی سالک جب تک مقام تلوین[1] میں رہتا ہے۔ تو انبیا علیہم السلام کے معنوی کمالات اس پر ظاہر نہیں ہوتے۔ جب بُری صفات سے نجات پالیتا ہے۔ تو ان کو ترک کرنے سے نوحؑ کی طرح ثبات و تمکین والا ہو جاتا ہے۔ نظم

نوح نہصد سال دعوت مے نمود دمبدم انکار قومش مے فزود

نوحؑ نو سو سال (لوگوں کو حق کی طرف) بلاتے رہے۔ لیکن ان کی قوم کا انکار ہر وقت بڑھتا رہا۔

جور کفر نوحیان و صبر نوح نوح را شد صیقل مرآت روح

نوح کی کافر قوم کا ظلم اور ان کا صبر۔ ان کے آئینہ دل کیلئے صیقل ہو گیا

چونکہ دعوت وارد است از کردگار با قبول و لاقبول او را چہ کار

دعوت چونکہ کردگار کا حکم تھا۔ اس واسطے انہیں قبول ناقبول سے کیا غرض۔

۲۳۵۔ نماند قوتِ جزوی پیش در کل خلیل آسا شود صاحب توکل

ترجمہ۔ اس کی قوت جزوی (حق تعالیٰ کی قوت) کلی میں فنا ہو جاتی ہے۔ اور وہ خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح متوکل ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی جب سالک صاحب تمکین ہو گیا۔ تو اس پر ظاہر ہو گیا۔ کہ قادر مختار سوائے حق کے کوئی نہیں اور قدرت جزوی جسے سالک اپنے ساتھ منسوب کرتا تھا۔ وہ حق تعالیٰ کی قدرت کلی میں محو ہو جاتی ہے۔ اور فنا کو واقعا

---

[1] تلوین اور تمکین۔ صوفیوں کی اصطلاحیں ہیں۔ تلوین ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنا۔ اور تمکین ایک حالت پر قیام تمکین تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

جیسے صوفی لوگ سلمس کہتے ہیں۔ اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور خلیل اللہ علیہ السلام
کی طرح متوکل ہو جاتا ہے نظم

چوں خلیل اللہ در نزع اوفتاد ‏ ‏ ‏ جان بعزرائیل آسان مے نداد
جب خلیل اللہ نزع کی حالت میں تھے۔ تو عزرائیل کو آسانی سے جان نہ دی

گفت واپس رو بگو با پادشاہ ‏ ‏ ‏ کز خلیل خویش آخر جان مخواہ
اور کہا کہ واپس جا کر بادشاہ (خدا) سے عرض کرو۔ کہ اپنے دوست سے
تو جان واپس نہ مانگ۔

حاضرے گفتش کہ اے شاہ جہاں ‏ ‏ ‏ از چہ مے ندہی بعزرائیل جان
ایک شخص جو وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ اے جہاں کے بادشاہ عزرائیل
کو جان کس لئے نہیں دیتے۔

گفت چوں من کیمیم اینجا دم ترک جان ‏ ‏ ‏ پائے عزرائیل آید درمیان
آپ نے فرمایا اگر اسوقت میں جان دے دوں۔ تو عزرائیل کا پاؤں درمیان ہے

بر سر آں آتش آمد جبرائیل ‏ ‏ ‏ گفت از من حاجتے خواہ اے خلیل
(اور میرا یہ حال ہے کہ) اس آتش (نمرود) پر جبرائیل آئے۔ اور کہا اے خلیل
مجھ سے کچھ مانگ

من نکردم سوئے او اندم نگاہ ‏ ‏ ‏ زانکہ بستد راہم آمد جبرائیل آلہ
تو اس وقت بھی میں نے جبرائیل کی طرف نگاہ نہ کی۔ کیونکہ وہ خدا کی راہ میں
سد راہ ہوتے تھے۔

چوں بپیچیدم سر از جبریل من ‏ ‏ ‏ کے دہم جان را بعزرائیل من
میں نے جب جبریل سے سر پھیر لیا۔ تو عزرائیل کو کب جان دینے لگا ہوں۔

لہ اس چیز کا فنا کرنا جس کا کچھ نشان باقی رہ گیا ہو۔

لہ حضرت ابراہیمؑ نے بت توڑ دئے۔ اسکے صلے میں نمرود اور اسکی قوم نے انکو آگ میں ڈالدیا
خدا تعالے نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ (قرآن شریف سیپارہ ۱۷ ع ۵)

در دو عالم کے دہم من جان بکس تا نہ او گوید سخن این است و بس

دو عالم میں میں کسی کو کب جان دیتا ہوں۔ جبتک وہ (اللہ) خود نہ کہے کہ بس

۳۳۶۔ ارادت با رضائے حق شود ضم رود چوں موسےٰ اندر باب اعظم

ترجمہ۔ اس کا ارادہ خدا کی رضا سے مل جاتا ہے۔ اور موسےٰ کی طرح باب اعظم میں چلا جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی رضائے حق کے سوا کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا۔ اور اس کا اپنا ارادہ بالکل مٹ جاتا ہے جس طرح موسےٰ مقام رضا میں حق کی طرف واپس لوٹے وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ[1] اور مشائخ فرماتے ہیں کہ رضا اللہ تعالےٰ کا باب اعظم ہے۔ اور دنیا کی جنت۔

۳۳۷۔ ز علم خویشتن یابد رہائی چو عیسےٰ نبی گردد سمائی

ترجمہ۔ جب اپنے علم سے چھٹکارا پالے۔ تو عیسےٰ نبی کی طرح آسمانی بنجائے[2]

شرح۔ یعنی اس کا علم علم الٰہی میں محو ہو جائے۔ اور عیسےٰ علیہ السلام کی طرح اسم العلیم کے ساتھ متحقق ہو کر کثرت تعینات کی زمینوں سے وحدت صفاتی کے آسمان یعنی خدا تعالےٰ کے علم کلی کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔

۳۳۸۔ دہد یکبارہ ہستی را تاراج بر آید در پئے احمد بمعراج

ترجمہ۔ اپنی ہستی کو بالکل فنا کر دے۔ اور آنحضرت صلعم کی طرح معراج پر چڑھ جائے۔

شرح۔ جاننا چاہئے کہ توحید شہودی ذوقی کے تین درجے ہیں۔ پہلے کو حق

---

[1] اور اے میرے پروردگار جلدی کرکے تیری طرف اس لئے بڑھ آیا ہوں کہ تو مجھ سے خوش ہو (پ ۱۶ ع ۱۳)

[2] کافروں نے حضرت عیسےٰ کو قتل کرنے کے لئے صلیب پر چڑھانا چاہا۔ مگر خدا تعالےٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور ایک اور شخص کو ان کا ہمشکل بنا دیا جسے انہوں نے صلیب پر چڑھا دیا (قرآن شریف پ ۶ ع ۲)

تعالیٰ تجلی افعالی سے سالک پر متجلی ہو۔ اور صاحب تجلی تمام اشیاء کے افعال کو حق تعالیٰ کے افعال میں فانی پائے۔ اور حق کے سوا کسی کو موثر نہ سمجھے۔ اور اس کو محو کہتے ہیں دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ تجلی صفاتی سے سالک پر متجلی ہو۔ اور سالک تمام اشیا کی صفات کو صفات حق پائے۔ اور غیر حق کے لئے کوئی صفت نہ سمجھے اس مقام کو طمس کہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ تجلی ذاتی سے سالک پر متجلی ہو۔ اور وہ تمام اشیاء کے ذرات کو ذات احدیت کے تجلی کے نور کے پرتو میں فانی پائے۔ کیونکہ توحید ذاتی میں تمام تعینات اٹھ جاتے ہیں۔ اور حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہ سمجھے اور اشیا کے وجود کو حق کا وجود سمجھے۔ اس مقام کو محق کہتے ہیں۔ پس مصنفؒ نے فرمایا۔ کہ اشیا کے وجود کو یکبارگی نیست کردے۔ اور اس کے بعد حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر بقا بعد الفنا کے معراج پر جائے تو سیر باللہ یعنی مقام تمکین اس کا مقام ہو جائے۔

۹۳۳۔ رسد چوں نقطۂ آخر بہ اول   در آنجا نے ملک گنجد نہ مرسل

ترجمہ۔ جب آخری نقطہ پہلے نقطہ سے مل جاتا ہے۔ تو وہاں نہ فرشتے کی گنجائش ہے نہ رسول کی۔

شرح۔ یعنی انسان کامل کا تعین مقام اطلاق کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اور رب اور مربوب کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ وہاں نہ فرشتے کی گنجائش ہے نہ رسول کی۔ [1] چونکہ نبی اور ولی مقام لی مع اللہ میں ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے درمیان امتیاز تمیز کرنے کے لئے تمثیل بیان فرمائی۔

تمثیل اول

اس تمثیل میں فرمایا کہ محض ولی جو نبی نہ ہو۔ وہ کمالات نبوی سے انوار ولایت کا فیض لیتا ہے۔ نبی اور ولی کے درمیان عموم و خصوص مطلق ہے۔ کیونکہ ہر ولی

[1] دیکھو بیت نمبر ۱۲۱

ہے کہ ہر نبی ولی بھی ہوتا مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیا جنہیں ولایت بغیر نبوت کے حاصل ہے۔ کیونکہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا)۔

۳۴۰۔ نبی چوں آفتاب آمد ولی ماہ   مقابل گردد اندر لی مع اللہ

ترجمہ۔ نبی آفتاب کی طرح ہے اور ولی چاند کی طرح۔ اور دو نو مقام لی مع اللہ میں ایک دوسرے کے مقابل ہو جاتے ہیں۔

شرح۔ یعنی نبی اپنی ولایت کے کمال کے آفتاب سے نور نبوت کو اخذ کرتا ہے۔ اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں اور نہ کسی کے تابع ہے۔ جیسے کہ آفتاب جو خود بخود روشن ہے۔ لیکن ولی اگرچہ کمال ولایت کے نور سے روشن اور نورانی ہے۔ مگر اس کا نور نبوت کے آفتاب سے لیا گیا ہے یعنی اگر نبی کے تابع نہ ہوتا تو کمال ولایت کے مرتبہ کو نہ پہنچتا۔ گو ولی کمال نورانیت یعنی مقام لی مع اللہ میں نبی کے مقابل ہوتا ہے۔ کیونکہ وحدت اطلاق میں ولی کا تعین جو دوئی کا باعث تھا۔ وحدت کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور لفظ مقابل آفتاب و ماہ کی مناسبت کے لئے ہے۔ (نسبت ہذا ...)

۳۴۱۔ نبوت در کمال خویش صافی ست   ولایت اندر و پیدا نہ مخفی ست

ترجمہ۔ نبوت اپنے کمال ذاتی میں آئینہ کی طرح صاف اور روشن ہے اور ولایت اس میں ظاہر ہے۔ پوشیدہ نہیں۔

شرح۔ چونکہ نبوت کی قوت ولایت کی قوت کے مطابق ہوتی ہے۔ اور جب تک ولایت درجہ کمال کو نہ پہنچ جائے۔ نبوت ظاہر نہیں ہوتی ہیں نبوت کے لئے اس کے کمال کے مطابق صفائی فطری آئینہ روشن کی طرح لازم ہے اور ولایت جو خلق میں تصرف کی قوت ہے امداد الٰہی سے۔ اس کی صورت مرتبہ نبوت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور پنہاں نہیں رکھی جا سکتی۔ بلکہ معجزہ جو کمال قوت

لہ دیکھو بیت ۱۲۱

کی نشانی ہے۔ اس کا اظہار نبوت کے لئے واجب ہے۔

۲۴۲۔ ولایت در ولی پوشیدہ باید ولے اندر نبی پیدا نماید

ترجمہ۔ ولی میں ولایت پوشیدہ ہونی چاہئیے۔ مگر نبی کے اندر ظاہر ہونی چاہئیے۔

شرح۔ یعنی ولی کو چاہئیے کہ اپنی ولایت یعنی تصرف بحق کو مخفی رکھے۔ اور اپنی عدمیت میں قائم رہے۔ مگر نبی کے لئے اس تصرف کا اظہار ضروری ہے

۲۴۳۔ ولی از پیروی چوں ہمدم آید نبی را در ولایت محرم آید

ترجمہ۔ ولی جب نبی کی پیروی کر کے اس کا ہمدم بن جاتا ہے۔ تو ولایت اور قرب الٰہی میں اس کا محرم ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی ولی جب نبی کی متابعت کرتا ہے۔ اور ظاہر۔ باطن۔ اندر۔ باہر۔ قول اور فعل میں اس کی متابعت سے قدم باہر نہیں رکھتا۔ تو شریعت اور طریقت میں نبی کا ہمراز و ہمدم ہو جاتا ہے اور جس طرح نبی مقام محبوبیت (الٰہی) میں پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ ولی بھی حسن متابعت سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتا ہے اور ولایت و قرب کا محرم ہو جاتا ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا۔ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ۔[1] اور ایسے ہی اور احادیث ہیں۔

۲۴۴۔ از اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ یابد او جا بخلوتخانۂ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ

ترجمہ۔ ولی آیت اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ سے یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ[2] کے خلوت خانہ کا راستہ پا لیتا ہے۔

شرح۔ اشارہ ہے قرآن شریف کی آیت کی طرف۔ چونکہ وصال محبوب آنحضرت صلعم کی پیروی پر منحصر ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ ولی اپنی طاقت کے مطابق آں حضرت صلعم کی پیروی میں کوشش کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔ اور یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ یعنی مرتبہ محبوبیت کے خلوتخانہ میں پہنچ جائے۔ نظم

[1] علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

[2] قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶ پر دیکھو۔

از محبت گردد او محبوب حق گرچہ طالب بود شد مطلوب حق

محبت سے وہ محبوب حق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ پہلے طالب تھا۔ مگر اب مطلوب حق ہو گیا۔

شد محبت را ظہور از اعتدال بے محبت نیست عالم را کمال

محبت کا ظہور اعتدال سے ہے اور محبت کے بغیر عالم کو کمال حاصل نہیں ہو سکتا

از محبت نار نوری مے شود وز محبت دیو حوری مے شود

محبت سے آگ نوری ہو جاتی ہے۔ اور محبت سے دیو حور بنجاتا ہے۔

وز محبت خارہا گل مے شود وز محبت سرکہا مل مے شود

محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔ اور محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں۔

آفتاب عشق چوں تابندہ شد بندہ خواجہ گشت خواجہ بندہ شد

عشق کا آفتاب جب چمکتا ہے۔ تو غلام مالک اور مالک غلام ہو جاتا ہے۔

چونکہ وہ (ولی) ان کنتم تحبون سے راستہ پالیتا ہے پس فرمایا۔

۳۴۵۔ دراں خلوت سرا محبوب گردد بحق یکبارگی مجذوب گردد

ترجمہ۔ اس خلوت سرائے (یحببکم اللّٰہ) میں محبوب ہو جاتا ہے۔ اور یکبارگی حق تعالےٰ سے مل جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی محبوبیت کے سبب کلی طور پر حق تعالےٰ سے مل جاتا ہے۔ اور دوئی اٹھ جاتی ہے۔ [illegible]

۳۴۶۔ بود تابع ولی از روئے معنے بود عابد ولی در کوئے معنے

ترجمہ۔ ولی از روئے حقیقت کوئے حقیقت میں تابع اور عابد بھی رہتا ہے۔ (اگرچہ وہ فنا فی اللہ ہو کر اور باتوں سے پاک ہو جاتا ہے)

ھ کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔
(قرآن شریف پ ۳ ع ۱۲)

شرح۔ جب مقام ولایت یعنی فنا فی اللہ میں پہنچا۔ اور دوئی جو متابعت اور عبودیت کے لئے لازم تھی۔ تجلی احدی میں فنا ہوگئی۔ تو جب تک اس نشہ اور استغراق میں رہے گا۔ تابعیت اور عبودیت صورت کے لحاظ سے بالکل اٹھ جائے گی۔ لیکن چونکہ یہ مقام متابعت اور عبادت کے واسطہ سے اسے حاصل ہوا ہے۔ اس لئے جتنی مدت بھی وہ اس مقام میں ہے حقیقت و معنی کی رو سے عین عابد اور تابع ہے "از روے معنی" اور "ذکر کوئے معنی" اس لئے کہ اس کی عین ثابتہ اس حقیقت کی مقتضی تھی نہ کہ صورت کی۔

چونکہ کمال "بقا بعد الفنا" کا مرتبہ ہے۔ اس لئے فرمایا۔ مرتبہ مرنفعی

۷۴۳۔ ولے آنگہ رسد کارش با تمام کہ با آغاز گردد باز انجام

ترجمہ۔ لیکن اس کے کام کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے۔ کہ اس کا انجام اس کے آغاز سے مل جائے۔

شرح۔ یعنی ولایت کے مرتبہ پر پہنچنے سے دائرہ کا اتمام و بھی کمال تک نہیں پہنچتا۔ کیونکہ استغراق کے مقام پر پہنچنے سے پہلے اشیا کو بالکل غیر جانتا تھا۔ اور استغراق میں نہ کثرت حقیقی اسے نظر آتی ہے۔ نہ اعتباری حالانکہ کمال حقیقی یہ ہے کہ کثرت کے آئینہ میں وحدت کو دیکھے۔ اور کثرت اس کی نظر میں وحدت کا حجاب نہ ہو۔ خلقت کو حق میں اور حق کو خلقت میں دیکھے۔ اور جسطرح تعین یعنی سیر رجوعی کے مبداء سے مقام اطلاق تک پہنچا تھا۔ اب ناقصوں کی تکمیل کے لئے انجام یعنی اطلاق کے مرتبہ سے سیر باللہ کے ذریعے آغاز یعنی تقید کے مرتبہ میں واپس آئے اور پہلے کی طرح مقام عبودیت و متابعت میں رہے۔ نظم

با ہمہ قربے کہ دارد با خدا از ریاضت نیست یکدم او جدا

باوجود اس قرب کے جو ولی کو خدا کے ساتھ ہے ریاضت سے ایک دم بھی فارغ نہیں۔

زانکہ ہر کو مقتدائے راہ شد — از بد و نیک جہاں آگاہ شد

کیونکہ جو کوئی راہ میں رہنما بنتا ہے وہ جہان کے نیک و بد سے واقف ہو جاتا ہے

گر نباشد در عمل ثابت قدم — چوں رہاند خلق را از دست غم

اگر وہ خود اپنے عمل میں ثابت قدم نہ ہو۔ تو خلقت کو غم کے ہاتھوں (یعنی معاصی) سے کیونکر چھڑائے۔

مقتدا چوں در ریاضت قایم است — تابعش را میل طاعت دایم است

پیشوا اگر ریاضت میں قائم ہو۔ تو اس کے مرید کی عبادت کی خواہش ہمیشہ ہی رہتی ہے۔

زانکہ باشد تابع اعمال پیر — ہر مریدی صادق از صدق ضمیر

کیونکہ ہر مرید صادق اپنے پیر کے اعمال کی پیروی صدق دل سے کرتا ہے۔

دیگر آں کہ شان حق بے غایت است — ہر زمانش نوع دیگر آیت است

اور نیز اس لئے کہ خدا تعالے کی شانیں بے شمار ہیں اور ہر دم اس کو نئی قسم کی آیت نظر آتی ہے۔

چونکہ معروف است بے حد لاجرم — معرفت بے غایت آید نیز ہم

چونکہ معروف (حق تعالیٰ) بے حد ہے (یعنی حصر و حد سے باہر ہے) اس کی معرفت بھی بے نہایت ہونا چاہئے۔

عمرہا گر او ریاضت مے کشد — روز و شب را صرف طاعت مے کند

پس (عارف) اگر عمروں تک ریاضت کرتا رہے۔ اور رات دن طاعت میں صرف کردے۔

دمبدم بیند جمال دیگر او — لاجرم دایم بود در جستجو

تو وہ ہر دم نیا جمال دیکھے گا۔ پس ضرور ہے کہ ہمیشہ جستجو اور طلب میں رہے

حال پیغمبر نگر با ایں کمال — فاستقم بودش خطاب از ذوالجلال

آں حضرت صلعم کی طرف دیکھئے کہ باوجود کمال کے خدائے ذوالجلال کی طرف

فاستقم[1] کا حکم ہوا۔

رہنمائی لائق ایں کامل است　　کز خودی فانی بجاناں اصل ست

رہنمائی اس کامل کو شایاں ہے۔ جو خودی سے فانی اور جاناں سے واصل ہے

جب اس سوال کے پہلے حصے سے فارغ ہو گئے۔ تو فرمایا۔

سوال چہارم کے دوسرے حصہ کا جواب

۴۸۳۔ کسے مرد تمام است کز تمامی　　کند با خواجگی کارِ غلامی

ترجمہ۔ انسان کامل وہ ہے جو اپنے کمال سے باوجود خواجگی کے غلامی کاسا کام کرے۔

شرح۔ یعنی انسان کامل وہ ہے۔ کہ مرتبہ تعین سے جو عبودیت کے لئے لازم ہے گذر کر فنائے خودی اور بقا باللہ کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہو۔ عین مطلق ہو گیا ہو۔ اور سارے جہاں کا مخدوم ہو۔ باوجود ایسی خواجگی کے غلامی کا کام کرے۔ یعنی متابعت اور عبودیت اور اطاعت کی راہ سے تجاوز نہ کرے۔

۴۸۴۔ پس آنگاہے کہ ببرید او مسافت　　نہد حق بر سرش تاج خلافت

ترجمہ۔ اس کے بعد جب وہ اپنا رستہ ختم کر لیتا ہے۔ تو حق تعالےٰ اس کے سر پر تاج خلافت رکھ دیتا ہے۔

شرح۔ مسافت یعنی بندہ و حق کے درمیانی دوری جو کثرت تعینات کے باعث ہے سالک اسے طے کر کے اور صفات بشری سے دور ہو کر اپنے اصل سے مل گیا۔ اس کے بعد وہ خلافت کا سزاوار ہوا۔ اور تجلی الٰہی سے متحقق ہو کر تمام اسماء و صفات الٰہی کا مظہر ہوا۔ تو حقتعالےٰ نے اس کے سر پر تاج خلافت رکھ کر مرتبہ اطلاق سے تقید کے مقام میں دوسروں کی تکمیل کے لئے روانہ کیا۔ اور انسان پر خلیفہ کا اطلاق اس وقت واقع ہوتا ہے جب وہ اس مقام پر

[1] فاستقم کما امرت (قرآن مجید پ ۱۲ ع ۱۰ اور پ ۲۵ ع ۲) اے پیغمبر جیسا تم سے فرما دیا گیا ہے۔ (اصل دین پر) قائم رہو۔

قایم ہو جائے۔ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ[1]۔ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

۳۵۰۔ بقائے یابد او بعد از فنا باز رود ز انجام دیگر رہ بہ آغاز

ترجمہ۔ فنا کے بعد پھر وہ بقا حاصل کرتا ہے اور انجام سے پھر دوبارہ آغاز کی طرف جاتا ہے۔

شرح۔ بعد اس کے کہ ہستی کی تعین نیست ہو گئی۔ اور وہ حق کی ہستی میں مل گیا۔ استغراق و فنا کے مرتبہ سے پھر مقام تعین میں آتا ہے۔ اور راہ سلوک جو سیر رجوعی سے طے کیا تھا۔ اس کے اخیر یعنی مقام سکر و اطلاق سے پھر دوبارہ آغاز یعنی مرتبہ صحو و تقیید کی طرف جاتا ہے۔ اور مقام تمکین و تعین میں ثابت قدم ہو کر خدا تعالےٰ کا خلیفہ اور ہادی مطلق اور گمراہوں کا رہنما بنتا ہے۔ نظم

آں جماعت کز خودی وارستہ اند در مقام بے خودی پیوستہ اند

وہ گروہ جو اپنے آپ سے آزاد ہیں۔ ہمیشہ مقام بے خودی میں ہیں۔

فانی از خود گشتہ و باقی بدوست جملگی مغز آمدہ فارغ ز پوست

اپنے آپ سے فانی ہو گئے۔ اور دوست کے ساتھ باقی (یعنی باقی باللہ) وہ تمام مغز ہو گئے۔ اور پوست سے بالکل فارغ۔

مقصد و مقصود ایجاد جہاں محرمانِ بزم وصل دلستاں

جہاں کے ایجاد کا وہی مقصد و مقصود ہیں اور (یار) دلستان کی بزم وصل کے محرم

مقتدا و رہنمائے انس و جاں آمدہ لولاک اندر شانشان

جن و انسان کے رہنما اور پیشوا ہیں لَوْلَاکَ[2] انہیں کی شان میں آیا ہے۔

---

[1] جب میں اس کو پورا کر لوں اور اپنی روح اس میں پھونک دوں۔ تو تم اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ (قرآن شریف پ ۱۴ ع ۳ اور پ ۲۳ ع ۱۱۷)

[2] لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔

گر قبول خاطر ایشاں شوی　　شد مسلّم بر تو ملک معنوی

اگر تو انکا منظور نظر ہو جائے۔ تو پھر ملک حقیقت تجھ پر مسلّم ہے۔

چونکہ انسان کامل کو خلافت الٰہی کے سبب تمام مراتب و شئونات کے لوازم اور حقوق ادا کرنے ضروری ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۱۵۱۔ شریعت را شعارِ خویش سازد　　طریقت را دثارِ خویش سازد

ترجمہ۔ شریعت کو اپنا شعار بنالے اور طریقت کو دثار[2]

شرح۔ یعنی چونکہ مقام بعد الفناء میں ہے اسے چاہئے۔ کہ شریعت کو اپنا شعار بنائے اور ظاہر میں لباس شرع پہنے۔ تاکہ دوسروں کی ہدایت کر سکے اور طریقت کو جو ارباب قرب کا طریقہ ہے۔ اس لباس کے اوپر پہنے۔

۱۵۲۔ حقیقت را مقامِ ذاتِ او داں　　شدہ جامع میانِ کفر و ایماں

ترجمہ۔ حقیقت کو اسکی ذات کا مقام جان اور وہ کفر و ایمان کا جامع ہے۔

شرح۔ حقیقت ذاتِ حق کا ظہور ہے۔ تعینات کے حجاب کے بغیر جسطرح کہ ساقی کوثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کمیل کے جواب میں فرمایا۔ کہ ھو المو ہوم مع صحو العلوم[2] حقیقت عبارت ہے مقام ولایت سے اور وہ اس انسان کامل کا مقام ہے جو کفر جو اسمائے جلالی کی مقتضیات سے ہے۔ اور ایمان جو اسمائے جمالی کے مقتضیات سے ہے دونوں کا جامع ہے۔ کیونکہ وہ ذات (حق تعالیٰ) کا مظہر ہے جو تمام اسماء کی جامع ہے۔

۱۵۳۔ باخلاقِ حمیدہ گشت موصوف　　بعلم و زہد و تقویٰ بودہ معروف

ترجمہ۔ اخلاق حمیدہ سے موصوف ہو جاتا ہے۔ اور علم۔ زہد۔ تقویٰ میں اس کی شہرت ہوتی ہے۔

شرح۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ[3] کے حکم کے مطابق انسان کامل کو چاہئے۔ کہ

---

[1] شعار۔ اندر کا کپڑا جو بدن سے لگا ہوا ہو۔ اور دثار وہ جو دوسرے کپڑوں کے اوپر پہنا جائے۔
[2] دیکھو بیت ۲۸

اخلاق حمیدہ پیدا کرے۔ اور اوصاف پسندیدہ سے متصف ہو۔ اور ولی کامل کے کمال کی غایت یہ ہے۔ کہ عقلیات۔ حکمیات۔ تعینات۔ حقایق اور معارف کے علوم ظاہرہ و باطنہ میں ماہر ہو۔ تاکہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظاہری اور باطنی وارث ہوسکے۔ زہد۔ دنیا سے اور جو آرزوئیں دنیا سے متعلق ہیں۔ ان سے باہر آنا ہے اور تقویٰ ڈرنا ہے حق تعالےٰ سے معاملوں کے نتیجوں میں اور اپنے نفس سے کہ مبادا مہالک میں ڈال دے۔

۳۵۴۔ ہمہ با او و لے او از ہمہ دور ۔ بزیر قبہائے سِتر مستور (راز عزت)

ترجمہ۔ یہ سب کچھ اسی کے ساتھ ہے۔ مگر وہ سب سے الگ گویا گنبد (یا) (آسمان) کے نیچے ایک مخفی راز ہے۔

شرح۔ یعنی یہ سب اخلاق پسندیدہ اور نیک اوصاف جن کا اوپر ذکر ہے اس کامل کے ساتھ ہیں۔ اور تمام کے حقوق ادا کرتا ہے۔ لیکن سب سے دور ہے۔ کیونکہ وہ مقام فناء مطلق میں ہے۔ تمام مراتب سے خبردار کرنے کے لئے فرمایا۔

تمثیل دوم

اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقت، شریعت اور طریقت کے بغیر زندقہ و الحاد ہے۔

۳۵۵۔ تبہ گردد سراسر مغزِ بادام ۔ گرش از پوست بخراشی گہ خام

ترجمہ۔ بادام کا مغز بالکل خراب ہو جائے۔ اگر تو اسے ایسی حالت میں چھلکے سے نکالے۔ جب کہ وہ کچا ہو۔

۳۵۶۔ ولی چوں پختہ شد بی پوست نیکوست ۔ اگر مغزش برآئے بر کنی پوست

ترجمہ۔ لیکن جب پک جائے۔ اور چھلکے کو توڑ کر اس کا مغز نکالے۔ تو چھلکے کے بغیر ہی اچھا ہے۔

۳۵۷ شریعت پوست مغز آمد حقیقت   میانِ این و آن آمد طریقت

ترجمہ۔ شریعت چھلکا ہے اور حقیقت مغز ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان طریقت ہے (یعنی حقیقت سب سے اندر ہے۔ اور اس کے اوپر طریقت اور اس کے اوپر شریعت ہے)

شرح۔ یعنی طریقت ارباب حال کا طریقہ ہے۔ شریعت ظاہری احکام ہیں اور اس لحاظ سے شریعت چھلکے کی طرح ہے۔ پھر حقیقت جو توحید حقیقی کے ظہور کا نام ہے۔ اس کی نسبت سے طریقت چھلکے کی مانند ہے۔ پس جس طرح مغز بغیر پوست کے کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح حقیقت بھی شریعت و طریقت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

۳۵۸ خلل در راہ سالک نقص مغز است   چو مغزش پختہ شد بے پوست نغز است

ترجمہ۔ سالک کے طریقے (یعنی احکام شریعت و طریقت کی پابندی) میں اگر کوئی خلل ہو۔ تو اس سے مغز (حقیقت) کو نقصان پہنچتا ہے۔ مگر جب پختہ ہو جائے تو پھر مغز پوست کے بغیر ہی اچھا ہے۔

شرح۔ یعنی اگر سالک کے مقصد حقیقی کے رستے میں شریعت اور طریقت کی پابندی میں جو وصال حقیقی کے لئے ضروری ہے۔ کسی قسم کا خلل واقع ہو مثلاً عبادت پورے طور پر نہ ہو سکے۔ یا کوئی اور قصور رہ جائے۔ تو مغز یعنی حقیقت کو نقصان پہنچتا ہے اور سالک ان عبادتوں کے ترک کرنے کی وجہ سے مطلوب تک نہیں پہنچتا لیکن جب مغز پوست کے ذریعے پختہ ہو جائے۔ اور کسی نقص کے خلل کا اندیشہ نہ رہے۔ تو پھر اس سے اگر پوست الگ کر لیا جاوے۔ تو اکیلا مغز بھی عمدہ ہے۔ اور اس میں کوئی خلل نہیں آتا۔

۳۵۹ چو عارف با یقین خویش پیوست   رسیدہ گشت مغز و پوست بشکست

ترجمہ۔ جب عارف اپنے یقین (مقام وحدت کشف حقیقی) کو پا لے۔ تو گویا مغز پختہ ہو گیا۔ اور پھر پوست بھی ٹوٹ گیا۔

شرح۔ یعنی عارف اپنے یقین یعنی مقام وحدت و کشف حقیقی تک پہنچ جائے یہاں تک کہ پھر کوئی چیز اس کے درمیان حائل نہ ہو خواہ وہ مجذوب مطلق ہو کر سکر[1] میں رہے یا صحو میں۔ نظم۔

گفت لقمان سرخسی کائے آلہ — پیرم و سرگشتہ و گم کردہ راہ

لقمان سرخسی نے عرض کی کہ اے اللہ۔ میں بوڑھا ہوں۔ سرگشتہ ہوں اور راہ گم کردہ ہوں۔

بندہ غم گشتہ ام شادیم بخش — پیر گشتم خط آزادیم بخش

میں غم کا کشتہ ہوں۔ مجھے خوشی عطا کر۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے خط آزادی عطا کر۔

بندہ چوں شد پیر دلشادش کنند — پس خطش بدہند و آزادش کنند

غلام جب بوڑھا ہو جائے۔ تو اسے خوش کرتے ہیں پھر اسے خط آزادی دیکر آزاد کر دیتے ہیں۔

ہاتفے گفت اے حرم را خاص خاص — ہر کہ او از بندگی خواہد خلاص

ہاتف نے کہا کہ اے حرم الہی کے خاص الخاص۔ جو کوئی غلامی سے آزاد ہونا چاہے۔

محو گردد عقل و تکلیفش بہم — ترک گیر این ہر دو را در نہ قدم

تو اس کی عقل اور احکام شرعی کی تکلیف دونو مٹ جاتی ہیں۔ ان دونو کو چھوڑ دے۔ اور اندر آ۔

گفت الٰہی من ترا خواہم مدام — عقل و تکلیفم نباید والسلام

عرض کی یا اللہ۔ میں ہر وقت تجھے چاہتا ہوں عقل و تکلیف کی مجھے ضرورت نہیں پس سلام۔

عقل و تکلیف مقام جمع الجمع میں چاہئے۔ تاکہ دوسروں کی ہدایت کر سکے۔ مگر

---

[1] سکر۔ نشہ۔ بیہوشی۔ صحو۔ ہوشیاری۔

واحد مطلق کے چہرے کے مشاہدہ سے کبھی غافل نہ ہو۔ لیکن اگر مجذوب کامل ہو۔ تو پھر اسے اپنے نفس کی تکمیل کے لئے (شریعت) کے پاس کی ضرورت نہیں۔

۳۵۹ الف- وجودش اندریں عالم نباید برون رفت و دگر ہرگز نیاید

ترجمہ- اس کا وجود پھر اس عالم میں نہیں ہونا چاہئے۔ جب ایک دفعہ باہر نکل گیا پھر ہرگز نہیں آئے گا۔

شرح- یعنی وجود عارف اس عالم میں کثرت نہیں پاتا۔ اور اگر کبھی ظہورات کی جامعیت کے سبب اس عالم میں تفرقہ نظر آتا ہے۔ تو پھر اسے بحر الٰہی کی موج فرق کے ساحل سے جمع کے غرقاب ڈال دیتی ہے۔

۳۶۰- دگر با پوست یابد تابش خور درین نشأہ کند یک دورہ دیگر

ترجمہ- اور اگر اپنے پوست کو قائم رکھتے ہوئے خورشید (ہدایت) کی چمک پاتا ہے۔ تو اسی عالم میں ایک اور دورہ لگاتا ہے۔

شرح- کشف حقیقی مغز (حقیقت) کی پختگی اور رسیدگی ہے جب سالک وہاں پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اگر پوست شریعت کو قائم رکھے۔ اور اس کے آفتاب ارشاد کی چمک طالبوں کو پہنچے۔ وہی حقیقت جو بمنزلہ ایک دانہ کے ہے۔ مرید قابل کی طبیعت میں پہنچ کر اس کامل کی پرورش سے ایک اور دورہ کرتی ہے اور اس سے بھی وائرہ وجود پورا ہوتا ہے۔

۳۶۱- درختے گردد اندر آبی از خاک کہ شاخش بگذرد از ہفتم افلاک

ترجمہ- وہی دانہ پانی سے خاک میں درخت بن جاتا ہے۔ اس قدر بلند کہ ساتویں آسمان سے گذر جاتا ہے۔

شرح- یعنی وہی دانۂ حقیقت ارشاد کامل کے پانی سے مرید قابل کی خاک استعداد میں درخت بن جاتا ہے جس کی ترقی اور کمال کی شاخ ساتویں آسمان سے

لہ یہ بیت میں نہیں سمجھ سکا۔ مسٹر ونفیلڈ کے ترجمہ میں بھی اس کا ذکر نہیں۔ اس لئے میں نے شارح کی متابعت سے درج تو کر دیا ہے مگر اس کے لئے الگ نمبر مقرر نہیں کیا۔

گذر جاتی ہے۔ اور یہ بلندی قدر کے لئے مثل ہے۔ اور ممکن ہے۔ سات آسمان سے مراد سات صفات ذاتیہ ہوں۔ یعنی صفات کے مرتبوں سے گذر کر مقام اطلاق ذاتی پر پہنچ جاتا ہے۔

۳۶۲۔ ہماں دانہ بروں آید دگربار یکے صد گشتہ از تقدیر جبار

ترجمہ۔ وہی دانہ پھر نکلتا ہے۔ اور (خدائے) جبّار کی تقدیر سے ایک سے سو ہو جاتے ہیں۔

شرح۔ یعنی جس طرح پہلے کامل سے اس مرید میں (حقیقت نے) سرایت کی تھی۔ اسی طرح اس سے اس کے مرید میں سرایت کر جاتی ہے۔ تاکہ اس کا مرید پہلے مرید کی طرح ایک درخت بن جاوے۔ اور وہی حقیقت جو اس میں ظاہر ہوئی تھی۔ اس کے مرید میں زیادہ ظہور و کمال کے ساتھ ظاہر ہو۔ کیونکہ صفات کمال کا ظہور اشخاص وافراد کی خصوصیات کے مطابق زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

۳۶۳۔ چو سیر حبہ بر خطِ شجر شد ز نقطہ خط ز خط دور دگر شد

ترجمہ۔ جس طرح نقطہ کی سیر سے خط شجر پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح نقطے سے خط اور خط سے دوسرا دور پیدا ہوتا ہے۔

شرح۔ یعنی جب حبہ حقیقت کی سیر نشأ کامل کے شجر کے خط پر پوست شریعت کے ساتھ واقع ہوئی۔ تو اس حبہ حقیقت سے انسان کامل کی پیدائش تک ایک خط (بھی) متصور ہو گیا (کیونکہ وہی حقیقت مختلف مراتب میں ہو کر انسان میں پہنچی) پھر اس خط سے ظاہر سے باطن کی طرف ایک دوسرا دور واقع ہوا۔ اور خط کا آخیری نقطہ اس کے پہلے نقطہ سے مل گیا۔ اور دائرہ کمال ظاہر ہوا۔

۳۶۴۔ چو شد در دائرہ سالک مکمل رسد ہم نقطۂ آخر بہ اول

ترجمہ۔ سالک جب اس دائرہ (وجود) میں مکمل ہو گیا۔ تو نقطۂ آخر نقطۂ اول سے مل گیا۔

شرح۔ یعنی دائرہ وجود میں سالک مکمل ہو گیا۔ اور مقام وحدت میں پہنچ گیا۔

گویا وجود سالک کے عروج و نزول کی دونوں قوسوں کے سرے آپس میں مل گئے اور سالک دونوں حالتوں کے جامع ہونے کے سبب مکمل اور پورا ہو گیا۔

۳۶۵۔ دگر بارہ شود مانند پرکار بدان کارے کہ اوّل بود برکار

ترجمہ۔ پرکار کی طرح جو کام (دائرہ کی تکمیل) کر چکتا ہے۔ پھر اُسی کام میں مصروف ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی جمع و وحدت کے مقام سے فرق و کثرت کے مقام میں لوٹنے کے بعد عبادت و سلوک جو پہلے موہوم باتیں نظر آتی تھیں۔ اب مستقل اور سچی نظر آتی ہیں۔ تاکہ جس طرح پہلے معاد سے مبدا تک پہنچا تھا۔ اب مبدا سے معاد کی طرف جائے۔ اور مقام وحدت اس کی ملک ہو جائے۔ اور ہر وقت پرکار کی طرح دائرہ وجود کو مکمل کرے جب کبھی وہ وحدت سے کثرت و تعین میں آتا ہے تو تعینات اس کے لئے حجاب نہیں ہوتے۔ اور پرکار کی طرح جو دائرہ ختم کر چکتا ہے۔ تو پھر اسی دائرہ کے لئے درکار ہوتا ہے تاکہ نزول و عروج سے دائرہ کو مکمل کرے۔

چونکہ سالک کی سیر کی انتہا وجہ وحدت سے کثرت کے پردوں کا اُٹھ جانا ہے اس لئے فرمایا۔

۳۶۶۔ چو کرد او قطع یکبارہ مسافت نہد حق بر سرش تاج خلافت

ترجمہ جب سالک مسافت اور بعد کو یکبارگی طے کر لیتا ہے۔ تو حق تعالےٰ اس کے سر پر تاج خلافت رکھ دیتا ہے۔

شرح۔ یعنی جب تک سالک مقام تلوین میں رہتا ہے۔ اور آثار کثرت کا ظہور اس کے لئے جمال وحدت کا پردہ بنا رہتا ہے۔ اسوقت تک وہ مقام خلافت میں قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابھی اس کے لئے پردے ہیں۔ اور یقین کے ٹھنڈے پانی کی گھاٹ سے تحقق کا آب حیات نہیں پیا۔ لیکن جس وقت وہ مسافت اور فاصلہ کو ایک بار قطع کر لیتا ہے۔ اور استقامت و یقین کے مقام کو اپنا وطن بنا لیتا ہے۔ تو انبیا علیہم السلام کا وارث۔ کائنات کا مرکز۔ اور زمانے میں اللہ تعالےٰ

کا خلیفہ بن جاتا ہے۔ اور اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[1] کے حکم کے مطابق کرامت و خلافت کا تاج اس کے سر پر رکھ کر اسے کن مکان کا مقصود بنا دیتے ہیں۔ نظم۔

هفت دریا اندرو یک قطرهٔ   جمله هستی پیش مهرش ذرهٔ

سات دریا اس (آدم) میں ایک قطرہ کے برابر ہیں۔ اور اس آفتاب کے سامنے تمام کائنات ایک ذرہ ہے۔

یک دهن خواهم به پهنائے فلک   تا بگویم وصف آں رشک ملک

مجھے آسمان جتنا منہ چاہئے۔ تاکہ میں اس رشک ملک کی تعریف کروں۔

وصف ایں آدم که نامش مے بردم   تا قیامت گر بگویم قاصرم

آدم جس کا نام لیتا ہوں۔ اگر قیامت تک میں اس کی تعریف کرتا رہوں۔ جب بھی قاصر ہوں۔

چونکہ اس بیان سے پایا جاتا ہے۔ کہ حقیقت پرست شریعت کیساتھ (مرشد) کامل کی پرورش سے مرید مخلص میں ظہور پاتا ہے۔ اور اس سے اس کے مرید میں۔ اور اس کے مرید در مرید میں علیٰ ہذا القیاس۔ یہاں سے ممکن ہے۔ کہ وہ لوگ جو حقیقت حال سے ناواقف ہیں۔ ان باتوں سے تناسخ[2] کی بو پائیں۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔

۷۴۳۔ تناسخ نیست ایں کز روئے معنیٰ   ظهورالیست در عین تجلّی

ترجمہ۔ یہ تناسخ نہیں ہے۔ بلکہ اندر سے حقیقت عین تجلّی میں مختلف ظہور ہیں۔

شرح۔ یہ تناسخ نہیں ہے کہ ایک کامل کی طبیعت سے اس کے کمال کے ذریعے حقیقت کا ظہور کسی دوسرے مظہر میں ہو۔ پھر اس مظہر سے کمال کے بعد کسی دوسرے میں۔ یہ تو کمال کا برونہ ہے۔ کہ ظلمانی پردوں کو پھاڑ کر شرع نے انہیں اور انہیں سے شرع

---

[1] میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (قرآن شریف پ ۱ ع ۴)

[2] تناسخ روح کا تعلق ہے ایک بدن کے خراب ہونے کے بعد دوسرے بدن سے۔ اور اس میں تکرار لازمی ہے۔ کیونکہ وہی روح ہے۔ جو بار بار ایک جسم سے دوسرے جسم میں پھرتی ہے کھوبیت عث ۹

یعنی دو کامل مظہر اول میں [illegible] ظہور دیگر در مرحوم [illegible] تناسخ [illegible]

تک پھرتا ہے۔ اور یہ بروزات عین تجلی میں ہیں۔ اور تجلی میں یہ ضروری نہیں کہ پہلا مظہر نابود ہو جائے۔ تو پھر ہی دوسرا مظہر ظہور پا سکتا ہے جس طرح تناسخ میں ہے۔ کہ پہلا بدن نیست ہو جائے۔ تو پھر ہی دوسرے بدن سے تعلق ہوتا ہے۔ تجلی میں تکرار ہرگز نہیں ہوتی (جس طرح تناسخ میں ہوتی ہے) پس ایک حالت میں واحد مطلق اتنے ہزار مظاہر میں الگ الگ نوع پر ظہور فرماتا ہے۔ نظم

ہر لحظہ بشکلے بت عیار بر آمد ہر دم بلباس دگر آں یار بر آمد

وہ بت عیار ہر لحظہ نئی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ یار ہر دم نئے لباس میں جلوہ فرماتا ہے۔

القصہ ہم او بود کہ مے آمد و مے رفت تا عاقبت آں شکل عرب وار بر آمد

البتہ وہی تھا۔ جو آتا تھا اور جاتا تھا۔ آخر کار وہ عرب کی شکل میں ظاہر ہوا۔

ایں نیست تناسخ سخن وحدت صرف است کافر شود آنکس کہ بانکار بر آمد

یہ تناسخ نہیں ہے بلکہ خاص وحدت کی بات ہے۔ جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ فرمایا

۲۶۸۔ وَقَدْ سَأَلُوْا وَقَالُوْا مَا النِّهَايَةُ فَقِيْلَ هِيَ الرُّجُوْعُ اِلَى الْبِدَايَةِ

ترجمہ (لوگوں نے) پوچھا کہ (سالک کی سیر) کی نہایت کیا ہے۔ پس جواب ملا کہ نہایت مبدء کی طرف واپس لوٹنا ہے

شرح۔ یہ مضمون اوپر کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے۔

قاعدہ دوم

مسئلہ۔ ولایت کے مختتم ہونے۔ اور خاتم اولیاء سے ختم ولایت کے بعد ظہور ولایت کے بیان میں۔

۲۶۹۔ نبوت را ظہور از آدم آمد کمالش در وجود خاتم آمد

ترجمہ۔ نبوت کا ظہور آدم علیہ السلام سے ہوا۔ اور اس کی تکمیل حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے وجود مبارک سے۔

شرح۔ یعنی دائرہ نبوت کے نقطۂ اول آدم علیہ السلام ہیں۔ اور نقطۂ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود شریف ہے۔ جو تمام صفات الٰہی کے مظہر ہیں۔ اور جن سے دائرہ کی تکمیل ہوئی ہے۔

۲۷۰۔ ولایت بود باقی تا سفر کرد   چو نقطہ در جہاں دورِ دگر کرد

ترجمہ۔ (نبوت ختم ہو گئی) ولایت باقی تھی اس نے (مظاہر اولیا میں) سفر کیا اور نقطہ کی طرح جہان میں ایک اور دورہ لگایا۔

شرح۔ یعنی جب نبوت ختم ہو گئی۔ تو ولایت بلا نبوت رہ گئی۔ اور نبوت کے لباس سے عاری ہو کر سیر و سفر کے طریقہ پر مظاہر اولیا میں ظاہر ہوئی۔ اور نقطۂ سیارہ کی طرح جہان میں ایک اور دورہ لگایا۔ یعنی جس طرح کہ پہلے انبیا علیہم السلام کے مظاہر میں نبوت کے لباس میں دورہ کیا تھا۔ اسی طرح اب شرائع و احکام کی تبلیغ کے لئے مظاہر اولیا میں دوسرا دورہ کیا۔ اور حقائق و اسرار کو بیان کیا۔ نظم

گہ نبی بود و گہے آمد ولی   گہ محمد گشت و گاہے شد علی

کبھی نبی تھا۔ اور کبھی ولی۔ کبھی محمد ہوئے اور کبھی علی

در نبی آمد بیان راہ کرد   در ولی از سرِ حق آگاہ کرد

نبی میں آ کر رستہ کو بیان کیا۔ اور ولی میں حقیقت کے اسرار سے خبردار کیا۔

۲۷۱۔ ظہورِ کلِ او باشد بخاتم   بدو یابد تمامی دورِ عالم

ترجمہ۔ (نبوت کی طرح) ولایت کا پورا پورا ظہور اور کمال خاتم الاولیا (امام محمد مہدی) سے ہوگا۔ اور زمانہ کا دور انہیں کی ذات سے پورا ہوگا۔

شرح۔ یعنی ولایت کا پورا ظہور اور کمال خاتم اولیا سے ہوگا جس سے

لہ یعنی نبوت حضرت آدم ؑ سے شروع ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ ہر ایک نبی خدا تعالیٰ کی کسی ایک صفت کے مظہر تھے۔ مگر آنحضرت صلعم تمام صفات کے مظہر ہیں۔

امام محمد مہدیؑ بارہویں امام مراد ہیں۔ جو موجود ہیں۔ (اور اخیر زمانے میں ظاہر ہونگے) ان سے دور عالم کو کمال حاصل ہوگا۔ اور حقایق و اسرار الٰہی آپ کے زمانے میں ہی پورے طور پر ظاہر ہونگے جس طرح خاتم الانبیا (جناب محمد الرسول اللہ صلعم) کے زمانے میں احکام شریعت مکمل طور پر ظاہر ہوئے تھے۔

تمام گروہ جو حدوث عالم کے قایل ہیں۔ وہ فنائے عالم کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ مگر فنا کے وقوع میں انہیں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں جو چیز جائز ہو ضروری نہیں کہ وہ واقع بھی ہو۔ اور حدوث کے قایل ہونے کے سبب زمانہ کی ابتدا کو مانتے ہیں۔ لیکن فنا پر دلالت کرنے والی آیات مثلاً بعث و نشور۔ احیاء موتیٰ۔ و اخراج من فی القبور کی تاویل کرتے ہیں۔ کہ دور عالم کا تمام ہونا اسے نئے سرے سے شروع کرنا ہے۔ شعر

قیامتی الصغری تجلی وانما قیامتی الکبری باتمام دورۃ

میری چھوٹی قیامت بدن اور روح کے الگ ہونے سے ہے اور بڑی قیامت دورہ کے پورا ہونے سے۔

وذالک معادی فی قیامتی اللتی اقوم الذی المعبود فیھا بجثتی

قیامت میں میرا انجام یہی ہوگا۔ کہ معبود کے سامنے اسی جسم کے ساتھ کھڑا ہونگا

ولیس اذا حققت ذات بناسخ فتختلف الاعیان فی کل دعوۃ

جب میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ تو یہ کوئی تناسخ نہیں۔ کیونکہ ہر ایک دور میں اعیان مختلف ہوں گی۔

چونکہ خاتم الاولیا ولایت کے نقطہ حقیقت کے مظہر ہیں۔ اور تمام اولیا کے مراتب کے جامع ہیں۔ فرمایا۔

۲۷۳۔ وجود اولیا او را چو عضو اند کہ او کل است البتا ہمہ جزو اند۔

ﻟﻪ حالا بھی آنے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کیساتھ ہوکر دجال ملعون سے جنگ کریں گے اور غالب آئینگے

ﻟﻪ بعث و نشور۔ مردوں کو زندہ کرنے اور قبر والوں کو نکالنے سے۔

ترجمہ۔ اولیا کا وجود ان کے لئے بمنزلہ اعضا کے ہے۔ کیونکہ وہ کل ہیں اور باقی اجسد اکی مانند ہیں۔ (یعنی باقی اولیاء اللہ ہیں جو صفتیں متفرق پائی جاتی ہیں۔ انہیں سب اکٹھی موجود ہیں)۔

شرح۔ یعنی خاتم الاولیا ولایت مطلق کے مظہر ہیں۔ اس کے دائرہ میں اولیا ہیں سے ہر ایک کا وجود کسی خاص صفت کمال کو لے کر ظاہر ہوا۔ لیکن کمال کی تمام صفتیں نقطۂ اخیرہ یعنی امام محمد مہدیؑ ہیں ظہور پائیں گی۔ شعر

جملہ گشتہ خوشہ چین خرمنش — دست امید ہمہ در دامنش

تمام ان کے خرمن کے خوشہ چین ہیں۔ اور سب کا دست امید انہیں کے دامن میں ہے۔ damine money امام مہدی

۴۷۳۔ چو او از خواجہ یابد نسبت تام — از و باطا ہر آمد رحمت عام

ترجمہ۔ چونکہ خاتم الاولیاء کو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت تام حاصل ہے اس واسطے ان سے رحمت عام ظاہر ہوگی۔

شرح۔ نسبت فرزندی تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول صلبی جو مشہور ہے۔ دوم قلبی یعنی ہدایت کی خوبی سے تابع (مثلاً مرید) کا دل متبوع (مثلاً مرشد) کے دل کی طرح ہو جائے۔ سوم حقیقی وہ یہ ہے کہ تابع متبوع کی ایسی اچھی متابعت کرے کہ نہایت مرتبہ کمال یعنی جمع اور فرق بعد الجمع کے مقام پر پہنچ جائے۔ اور تابع اور متبوع ایک ہو جائیں۔

چونکہ خاتم الاولیاء آنحضرت صلعم کی آل میں سے ہیں نسبت صلبی ثابت ہے اور چونکہ ان کا دل مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اللہ تعالیٰ کی بے شمار تجلیات کا آئینہ ہوگیا ہے۔ اس لئے نسبت قلبی بھی ہے۔ اور چونکہ مقام لی مع اللہ[1] کے وارث ہیں۔ پس نسبت حقیقی بھی ظاہر ہے۔ اس لئے ان میں اور آنحضرت صلعم میں نسبت تام یعنی تینوں قسم کی نسبت ہے۔ اس لئے

---

[1] دیکھو بیت ۱۲۱

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ[1] کے حکم کے مطابق خاتم الاولیا بھی رحمت رحمانی کے مظہر ہیں۔ اور جس طرح آنحضرت صلعم نبوت کے جامع تھے۔ آپ ولایت کے جامع ہوں گے اور دو جہان کی سعادت ان کی پیروی پر منحصر ہو گی۔ تمام اصول ایک بنیاد پر قائم ہو جائیں گے اور احکام وحدت کے ظہور سے کثرت کے اختلافات درمیان سے اُٹھ جائیں گے۔ اس وقت شیخ سعدالدین حموی قدس اللہ سرہ کا یہ قول میدان ظہور میں جلوہ گر ہو گا۔ لَنْ یَّخْرُجَ الْمَھْدِیُّ حَتّٰی یَسْمَعُ مِنْ شَرَاتِ الْعَیِلِ اَسْرَارَ التَّوْحِیْدِ[2]

۳۷۴۔ شود او مقتدائے ہر دو عالم خلیفہ گردد از اولادِ آدمؑ

ترجمہ۔ وہ دو جہان کے پیشوا ہونگے اور اولاد آدم میں سے وہ خلیفہ ہونگے۔

شرح۔ یعنی خاتم الاولیا علیہ السّلام خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے باطن ہیں۔ اور آپ کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہیں آپ دو جہان یعنی عالم ملک و ملکوت کے پیشوا اور واسطہ فیض ہوں گے۔ اور ان کی خلافت و تصرف ان سے ظہور میں آئے گی نظم

اے زبدہ مجمل و مفصّل وے در مفصلات مجمل

اے مجمل و مفصل کے خلاصے۔ اور جس کی ذات میں تمام مفصل صفات مجمل طور پر موجود ہیں۔

آیات جمال دلربائی در شان تو گشتہ است منزل

جمال دلربائی کی آیتیں تیری ہی شان میں نازل ہوتی ہیں۔

تو آئینہ جہان نمائی در تو است ہمہ جہان ممثل

تو آئینہ جہان نما ہے۔ پس سارے جہاں کی تصویر تجھ میں ہے۔

---

[1] بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔

[2] مہدی علیہ السلام نہیں نکلیں گے جب تک جو تی کے تسمے سے بھی توحید کے اسرار نہ سُن لیں۔ یعنی توحید اس قدر پھیلے گی۔

تمثیل سوم

انبیاء اور اولیاء کے مراتب اور مرتبہ جامع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے بیان میں

۳۷۵- چو نور آفتاب از شب جدا شد　　ترا صبح و طلوع و استوا شد

ترجمہ- جب آفتاب کا نور رات سے الگ ہوا- تو صبح ہوئی- پھر سورج نکلا- پھر نصف النہار تک پہنچا-

شرح- یعنی آفتاب کا نور جس سے چاند روشن ہے- رات سے الگ ہونے لگا[1]- اور تاریکی کم ہوگئی- تو صبح پیدا ہوئی- اور آفتاب کے نور نے روئے زمین پر اپنا پر تو ڈالا- پھر زیادہ ہوکر دائرہ افق سے گذر گیا- اور جانب مشرق سے طلوع کیا- پھر بلندی کے درجوں پر چڑھنے لگا- یہانتک کہ سمت الراس تک پہنچ گیا-

۳۷۶- دگر بارہ ز دور چرخ دوّار　　زوال و عصر و مغرب شد پدیدار

ترجمہ- پھر چرخ دوار کی گردش سے زوال- عصر اور مغرب ظاہر ہوئے-

شرح- چونکہ فلک کی حرکت دوری ہے- دائرہ نصف النہار سے آفتاب کے گذرنے کے بعد مغرب کی طرف پستی کے درجے یعنی زوال- عصر- مغرب- ظاہر ہوتے ہیں- سورج کی سمت جب خط استوا سے گذر جائے تو زوال ہے- اور جب ہر ایک چیز کا سایہ اس سے دگنا ہوجائے- تو عصر- اور جب سورج افق غربی میں چھپ جائے تو مغرب-

چونکہ اس محسوس تمثیل کا بیان معقول کے سمجھانے کے لئے تھا- اس لئے فرمایا-

۳۷۷- بود نور نبی خورشید اعظم　　گہ از موسیٰ پدید و گہ ز آدم

ترجمہ- اسی طرح آنحضرت صلعم کا نور بھی خورشید اعظم تھا- جو کبھی حضرت موسیٰ میں ظاہر ہوا اور کبھی حضرت آدم میں-

[1] چاند سورج کی روشنی سے چمکتا ہے- اس لئے جب وہ غروب ہوتا ہے- تو گویا رات سے سورج کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے-

شرح۔ آنحضرت صلعم کے نور کا فیض سب کیلئے عام تھا۔ اسلئے آنحضرت صلعم گویا تمام کاملوں میں خورشید اعظم کی مانند تھے۔ کیونکہ انبیاء و اولیا علیہم السلام آنحضرت صلعم کے جمال کے مختلف مظاہر تھے۔

۳۷۸۔ اگر تاریخ عالم را بخوانی مراتب را یکایک بازدانی

ترجمہ۔ اگر جہان کی تاریخ کو پڑھے۔ تو تمام (انبیا کے) مراتب کو جان لے۔

شرح۔ یعنی اگر آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین صلعم تک سب انبیا کے حالات ترتیب وار پڑھے۔ تو تجھے صاف معلوم ہو جائے۔ کہ نبوت کے دائرہ کمال کی قوسِ ارتفاع میں ہر ایک نبی کے مرتبہ کو آں حضرت صلعم کی حقیقت سے کیا نسبت تھی۔

۳۷۹۔ ز خورہر دم ظہور سایہ شد کہ آں معراج دیں را پایہ شد

ترجمہ۔ خورشید سے ہر لحظہ نیا سایہ ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ (سائے) دین کی سیڑھی کے پائے ہیں۔

شرح۔ آفتاب سے درجات ارتفاع کے مطابق ہر گھڑی نیا سایہ ظاہر ہوتا ہے۔ پس فرمایا۔ کہ حقیقت محمدی صلعم کے آفتاب سے ہر قرن اور ہر زمانہ میں انبیا میں سے ایک کامل کا وجود یعنی سایہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ مختلف سائے گویا آفتاب کی سیڑھی کے پائے ہیں۔ جن سے بلندی کے اعلیٰ درجوں پر پہنچتے ہیں۔ تاکہ وہ مختلف سائے اظہار کی نہایت تک پہنچ جائیں۔ یہ کاملوں کے وجود گویا دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیڑھیاں ہیں۔

۳۸۰۔ زمانِ خواجہ وقتِ استوا بود کہ از ہر ظل و ظلمت مصطفےٰ بود

ترجمہ۔ آنحضرت صلعم کا زمانہ وقت استوا تھا۔ (یعنی جب سورج سمت الراس میں تھا) اس لئے ہر چھوٹے بڑے سایہ سے آپ پاک تھے۔

شرح۔ یعنی جس طرح استوا کے وقت سایہ غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت کا زمانہ جو نورِ نبوت کے ظہور کا انتہائی درجہ ہے اور سورج کے سمت الراس پر

پہنچنے کی مانند ہے۔ ہر سایہ اور ظلمت سے برگزیدہ و پاک تھا۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانے میں تمام ظاہری و باطنی طریقے حد کمال کو پہنچ گئے نظم

ہست راہ او صراط المستقیم[1] گفتہ حق اورا علےٰ خلق عظیم[2]

آنحضرت صلعم کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپکے متعلق فرمایا۔ کہ وہ خلق عظیم پر ہیں۔

از جمال اوست عالم را صفا گشتہ از خوانش دو عالم بانوا

انہیں کے جمال سے زمانہ میں صفائی ہے۔ اور انہیں کے خوان نعمت سے دو جہان ساز و سامان والا ہوگا۔ خط استوا پر سورج ہوتا ہر وقت سایہ نہیں ہوتا

۳۸۱۔ بخطِ استوا بر قامت راست ندارد سایہ پیش و پس چپ و راست

ترجمہ۔ اگر خط استوا پر عین سیدھے کھڑے ہوں۔ تو آگے پیچھے۔ دائیں بائیں کسی طرف بھی سایہ نہیں ہوتا۔

شرح۔ خط استوا ایک فرضی دائرہ ہے۔ جہاں ہمیشہ دن رات برابر ہوتے ہیں جب خطِ استوا کے خط پر رہنے والے لوگ سیدھے کھڑے ہوں۔ تو ان کا سایہ بالکل نہ ہوگا۔ کیونکہ سایہ ان چاروں سمتوں میں سے کسی ایک طرف سورج کے جھکنے سے پیدا ہوتا ہے۔ [illegible]

۳۸۲۔ چو کرد او بر صراطِ حق اقامت بامرِ فاستقم میداشت قامت

ترجمہ۔ چونکہ آنحضرت صلعم صراط حق پر کھڑے تھے۔ اس لئے فاستقم (قائم رہو) اصل دین پہ) کے حکم سے انکی قامت (ذات) راستہ تھی۔

شرح۔ یعنی آنحضرت صلعم ہمیشہ اخلاق۔ اوصاف اور اعمال ظاہر و باطن کے اعتدال کے صراط مستقیم پر قائم تھے۔ جو خط استوا کی مانند ہے اور ہمیشہ فرق بعد الجمع

---

[1] صراط المستقیم۔ جس کی ہدایت کے لئے ہر نماز میں دعا مانگی جاتی ہے۔

[2] اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (پ ۲۹ ع ۳) اور بے شک آپ کے اخلاق بڑے اعلیٰ درجے کے ہیں۔

کے مقام پر مقیم تھے - جو واحدنیت و فردانیت کا مرتبہ ہے - جہاں رات دن اور کثرت وحدت برابر ہیں کیونکہ نہ تو وہاں کثرت وحدت پر غالب ہے - جو حجاب وحدت ہو سکے - اور نہ وحدت کثرت پر غالب ہے - جس سے نیک و بد کی عدم امتیاز لازم آئے - بلکہ کثرت اور وحدت دونوں کو مشاہدہ کرتے ہیں - اور چونکہ آنحضرت صلعم صراط مستقیم پر اقامت رکھتے تھے - اس لئے ہمیشہ فاستقم کے حکم کے مطابق اپنی قامت یعنی ظاہر کو آراستہ رکھتے تھے - اور جس طرح آنحضرت کے غیب و باطن میں کجی اور ٹیڑھاپن نہیں تھا - ویسے ہی ظاہر میں بھی نہیں تھا -

۳۸۳ - نبود شش سایہ کو دارد سیاہی ز ہے نور خدا ظل الٰہی

ترجمہ - آپ کا سایہ نہ تھا - کیونکہ اس میں سیاہی ہوتی ہے - اور آپ تو سراسر خدا کا نور اور اس کا سایہ تھے -

شرح - وحدت حقیقی کا آفتاب تجلی ذات کے سمت الراس سے آنحضرت صلعم پر چمکتا تھا - اس لئے ان کی ہستی کو ظلمت امکانیہ پر نہ چھوڑا - بلکہ اپنے ذات و صفات کے نور سے منور کر دیا - نظم

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ احمد است دیدن او دیدن خالق شد است

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[1] آنحضرت کی شان ہے - اس لئے انکا دیدار خدا کا دیدار ہے

من چرا بالا کنم رو در عیوق چوں زدی این زمین تا بار شروق

(آنحضرت کے موجود ہونے کے باعث) اس زمین پر روشنی ہی روشن ہے تو میں اپنا عیوق[2] کی طرف کیوں منہ اٹھاؤں ؛

دو مگوی و دو مخوان و دو مدان بندہ را در خواجگی خود محو خوان

دو نہ کہو - نہ پڑھو - نہ جانو - بلکہ غلام کو اپنے مالک میں محو جانو -

---

[1] مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ ۹ ع ۱۶) اور اے پیغمبر جب تم نے تیر چلائے - تو تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ نے تیر چلائے -

[2] ایک ستارہ کا نام ہے -

پھر تعجب سے فرماتے ہیں " زہے نور خدا ظل الٰہی یعنی حقیقت کی رو سے عین نور خدا ہیں اور تعین و تشخیص کی رو سے خدا کا سایہ ہیں۔

۳۸۴۔ ور ا قبلہ میان غرب و شرق است ازیں او در میان نور غرق است

ترجمہ۔ آپ کا قبلہ مغرب اور مشرق کے درمیان واقع ہے۔ اس لئے وہ سراسر نور میں ڈوبا ہوا ہے۔

شرح۔ آنحضرت صلعم کا قبلہ اور رخ صورت و معنی میں وسط اعتدال ہے[1] جس طرح حضرت موسیٰ کا قبلہ اسم الظاہر کے غلبہ کے سبب تشبیہ[2] کی طرف تھا۔ اور مغرب کی طرف توجہ کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنی امت کو برے افعال اور جسمانی لذات سے بچنے کی دعوت دیتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ کی توجہ اسم الباطن کے غلبہ سے تنزیہ[3] کی طرف تھی۔ مشرق کی طرف توجہ کرنے سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی سبب سے اپنی امت کو تقدیس دل کی تطہیر کمالات معنوی کی سیر۔ خلوت اور قطع تعلق کی دعوت دیتے تھے۔ آں حضرت صلعم کا قبلہ اور رخ اسم جامع اللہ کے مظہر ہونے کے سبب اللہ تعالےٰ کی حقیقت جامعیت کی طرف ہے۔ جسمیں تمام روحانیات اور جسمانیات شامل ہیں۔ اور آنحضرت صلعم تمام ذرات موجودات میں تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ آپ تجلیات جمالی و جلالی میں مستغرق رہیں۔ اور عین تنزیہ میں تشبیہ اور عین تشبیہ میں تنزیہ کا مشاہدہ کریں۔

۳۸۵۔ بدست او چو شیطاں شد مسلماں بزیر پائے او شد سایہ پنہاں

ترجمہ۔ آنحضرت کے ہاتھ پر شیطان بھی مسلمان ہوگیا۔ اور آپ کے پاؤں

---

[1] جیسا کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ مابین المشرق والمغرب قبلتی۔ (مشرق و مغرب کے درمیان میرا قبلہ ہے)

[2] معقولات سے خدا کی ہستی کا ماننا تشبیہ ہے۔

[3] دیکھو بیت ۱۰۶۔

کے نیچے سایہ پوشیدہ ہوگیا۔
شرح۔ حدیث اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ عَلٰی یَدَیَّ[1] کی طرف اشارہ ہے شیطان شطن بمعنی بُعد سے مشتق ہے۔ پس جو انقیاد و اطاعت سے دور ہوا سے شیطان کہتے ہیں چونکہ آنحضرت صلعم کا نفس نفیس انحراف۔ اور افراط و تفریط سے پاک تھا۔ اور اعتدال سے موصوف۔ ضروری ہے۔ کہ ان کے دست مبارک پر شیطان بھی مسلمان ہو گیا۔ اور اسی استقامت کے سبب سایہ جو جھکاؤ اور کجی سے پیدا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے پاؤں کے نیچے چھپ گیا۔ کیونکہ سایہ اشخاص کے لئے ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم کا قدم ہمت اس مقام پر تھا۔ جہاں آپ کا تعین شخصی نور تجلی کے پرتو میں فنا ہوگیا تھا۔ اور آپ سراسر نور ہوگئے تھے نظم

چوں فناش از فقر پیرایہ شود　　او محمد وار بے سایہ شود

جسکی فنا فقر سے آراستہ ہوجائے۔ وہ آنحضرت صلعم کی طرح بے سایہ ہوجائیگا

فقر فخری[2] را فنا پیرایہ شد　　چوں زبانہ شمع او بے سایہ شد

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کی زیب فنا سے ہوئی۔ اور شعلہ کیطرح اس کی شمع بے سایہ ہوگئی۔

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر　　سایہ را نبود بگرد او گذر

شمع جب سر سے پاؤں تک شعلہ ہو جائے۔ تو اس کے گرد سایہ کا گذر بھی نہیں ہو سکتا۔

شمع چوں در نار شد کلی فنا　　نے اثر بینی ز شمع نے ضیا

شمع جب آگ میں بالکل فنا ہوگئی۔ تو نہ تجھے شمع کا نشان نظر آئیگا نہ روشنی کا

چونکہ آنحضرت صلعم کا مرتبہ مراتب موجودات سے اعلےٰ ہے۔ فرمایا۔

۳۸۷۔ مراتب جملہ زیر پایۂ اوست　　وجود خاکیاں از سایۂ اوست

ترجمہ۔ تمام مراتب آنحضرت صلعم کے مرتبہ کے نیچے ہیں۔ اور کاملوں کا وجود

---

[1] میرا شیطان میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔
[2] فقر میرا فخر ہے۔

انہیں کے سایہ کی بدولت ہے۔

شرح۔ کیونکہ آنحضرت صلعم تجلی ذات کے ساتھ مخصوص تھے۔ اور باقی انبیاؑ تجلی صفاتی کے ساتھ۔ اور خاکیاں سے مراد کامل لوگ ہیں۔

۲۸۷۔ زنورش شد ولایت سایہ گستر مشارق با مغارب شد برابر

ترجمہ۔ آنحضرت صلعم کے نور سے ولایت نے سایہ ڈالا۔ اور مغارب مشارق کے ساتھ برابر ہوگئیں (تشریح کے لئے بیت آیندہ دیکھو)

شرح۔ یعنی حقیقت محمدی صلعم کا نور مشرق نبوت میں ظاہر ہوا۔ اور رتبہ استوا یعنی آنحضرت صلعم کے زمانہ تک پہنچا مغرب کی طرف اسی نور سے ولایت جو آنحضرت کا باطن تھی سایہ گستر ہوئی اور تعینات اولیا کے ساتے (یعنی وجود) پیدا ہوئے۔ اور مغارب مشارق کے ساتھ برابر ہوگئیں۔ پس انبیاؑ میں سے ہر ایک کے مقابلہ میں امت مرحومہ کے تعینات میں سے ایک تعین موجود ہوگا۔

۲۸۸۔ زہر سایہ کہ اول گشت حاصل در آخر شد یکے دیگر مقابل

ترجمہ۔ ہر ایک سایہ جو شروع میں حاصل ہوا تھا۔ اس کے مقابل میں ایک سایہ آخر میں بھی ہے۔

شرح۔ مشرق کے نقطوں میں سے ہر ایک نقطہ کے مقابلہ میں ایک مغرب کا نقطہ ہے مثلاً آنحضرت صلعم سے درجات نبوت گویا مشرق کی طرف ہیں۔ اور اس طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام سب سے زیادہ نزدیک ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اِنِّیْ اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسٰے بْنِ مَرْیَمَ فَاِنَّهٗ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ[1] مغرب یعنی ولایت کی طرف سے سر ولایت کے ظہور کی ابتدا حضرت علی مرتضیٰؓ سے ہوئی آنحضرت صلعم نے فرمایا ....

.... ان علیًّا منی وانا منہ وھو ولیّ کل مومنٍ تحقیق علی مجھ سے ہیں۔ اور میں

[1] عیسےٰ بن مریم مجھ سے تمام لوگوں کی نسبت زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔

ان سے اور وہ ہر ایک مومن کے ولی[1] ہیں۔

وایضاً لکل نبی وصی وارث وان علیاً وصی ووارثی۔ ایضاً ہر ایک نبی کا ایک وصی[2] ولایت ہونا چاہیے۔ پس علیؑ میرے وصی اور وارث ہیں۔

وایضاً انا اقاتل علی تنزیل القرآن وعلی یقاتل علی تاویل القرآن۔ ایضاً میں قرآن کی تنزیل کے مطابق جھگڑتا ہوں۔ مگر علیؑ قرآن کی تاویل پر جھگڑتے ہیں۔ وایضاً یا ابابکر کفی وکف علی فی العدل سواء۔ اے ابوبکر میرا اور علی کا ہاتھ عدل میں دونوں برابر ہیں۔

وایضاً انا مدینۃ العلم وعلیّ بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب ایضاً میں علم کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ پس جسے علم کی طلب ہو وہ دروازے سے آئے۔

وایضاً وانا وعلی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتی۔ ایضاً میں اور علی ایک درخت سے ہیں۔ اور لوگ مختلف درختوں سے۔

وایضاً قسمت الحکمۃ عشرۃ اجزاء فاعطی علی تسعۃ والناس جزء واحدۃ۔ ایضاً۔ حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی۔ ان میں سے نو حصے علیؑ کو دیئے گئے۔ اور باقی ایک تمام لوگوں کو۔

وایضاً اوصی من امن بی وصدقنی بولایتہ علی ابن ابی طالب فمن تولاہ فقد تولینی ومن تولینی فقد تولی اللہ

ایضاً جو شخص مجھ پر ایمان لائے اور میری رنبوت کی تصدیق کرے۔ اسکو علیؑ کی دوستی کی وصیت کرتا ہوں۔ پس جو انہیں دوست رکھیگا۔ اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا۔ اس نے گویا خدا کو دوست رکھا۔

وایضاً لما اسری بی فی لیلۃ المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللہ

---

[1] دوست۔ مالک۔ متصرف۔

[2] وہ شخص جسے وصیت کی گئی ہو۔

تعالیٰ الی رسل ھم یا محمد بما ذا بعثتم فقالوا بعثنا علیٰ شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتک والولایۃ لعلی ابن ابی طالب۔

ایضاً۔ جب میں معراج کی رات (آسمان پر گیا)، تو تمام انبیا میرے پاس آسمانوں پر جمع ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی بھیجی۔ کہ "یا محمد ان سے دریافت کرو۔ کہ تم کس چیز پر مامور تھے۔ (جواب میں) انہوں نے عرض کیا کہ ہم لا الٰہ الا اللہ اور آپ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کی شہادت پر مامور تھے۔

اور حضرت علیؑ کے سرِ ولایت کے مبدء ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ تمام کاملوں اور اولیاء اللہ کا سلسلہ ان تک پہنچتا ہے۔ نظم

داری دلا ہوائے سلوکِ طریقِ حق ۔۔۔ باید قدم نہی بہ رہِ شاہ لا فتیٰ[۱]

اے دل تجھے حق تعالیٰ کے راہ میں چلنے کی خواہش ہے۔ تو شاہ لا فتیٰ کے رستہ میں قدم رکھ۔

شاہی کہ از بلندی قدرش خبر دہد ۔۔۔ ایزد بہل اتی و بہ تاکید انما

حضرت علیؑ وہ بادشاہ ہیں۔ کہ ان کی بلندی قدر کی خبر خدا دیتا ہے "ھل اتیٰ[۲]" اور "انما[۳]" کی تاکید سے۔

بر تختِ ملکِ فقر چو او شاہِ مطلق است ۔۔۔ شاہانِ فقر جملہ باو کردہ اقتدا

ملکِ فقر کے تخت پر چونکہ وہ بادشاہ مطلق ہیں۔ اس لئے تمام فقر کے بادشاہوں نے انکی پیروی اختیار کی۔

وصفِ کمالِ او ست سلونی و لو کشف ۔۔۔ کس را نبودہ عرصہ ایں بعد انبیا

انہیں کے کمال کی تعریف "سلونی" و "لو کشف[۴]" ہے۔ انبیا کے بعد کسی کو یہ رتبہ

---

[۱] لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ علی کے سوا کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں [۲] آیہ تطہیر کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھو قرآن شریف پ ۲۲ ع ۱۔

[۴] لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً۔ (اگر تمام پردے اٹھا دیئے جائیں۔ تو بھی میرے علم میں زیادتی نہ ہوگی) کی طرف اشارہ ہے۔

حاصل نہیں ہوا۔

پس ضرور ہے۔ کہ علیؑ مرتضیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل ہیں۔ فرمایا۔

۳۸۹۔ کنوں ہر عالمے باشد ز امت رسولے را مقابل در نبوت

ترجمہ۔ اب (جب کہ دورِ نبوت ختم ہو گیا۔ تو اولیاء) امت میں سے ہر ایک رسول کے مقابلہ میں ایک ولی ہو گا۔

شرح۔ یعنی اب دورِ نبوت ختم ہو گیا۔ اور دورِ ولایت ہے۔ علمائے ربانی میں سے ہر ایک عالم سابق رسولوں میں سے ہر ایک رسول کے مقابلہ میں ہو گا۔ اور اسی نبیؑ کے طریقے پر ہو گا۔ اور وہ دونوں فیض الٰہی حاصل کرنے میں ایک دوسرے کے مانند ہوں گے۔

۳۹۰۔ نبی چوں در نبوت بود اکمل بود از ہر ولی ناچار افضل

ترجمہ۔ آنحضرت صلعم چونکہ نبوت میں (سب نبیوں سے) زیادہ کامل تھے۔ اس واسطے وہ سب اولیا سے (بہ رجہا) افضل تھے۔

شرح۔ یعنی آنحضرت صلعم تمام انبیاء و اولیاء سے افضل ہیں کیونکہ مطلق انبیاء اولیا سے اکمل ہیں۔ اور آنحضرت صلعم تمام انبیاء سے افضل ہیں پس ضروری ہے۔ کہ اولیاء سے کہیں بہتر ہوں۔

۳۹۱۔ ولایت شد بخاتم جملہ ظاہر بر اول نقطہ ہم ختم آمد آخر

ترجمہ۔ تمام ولایت خاتم الاولیا کے ساتھ ظاہر ہوگی (اور وہ چونکہ خاتم الانبیاء صلعم کے باطن ہیں) تو گویا ولایت کا انجام نقطۂ اول حقیقت محمدی صلعم پر ہوگا

شرح۔ یعنی تمام کمال خاتم الاولیا امام محمد مہدیؑ کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ اور دائرہ کمال نقطۂ اول یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گا۔ کیوں کہ

[1] اسی طرح باقی انبیاءؑ کے مقابلہ میں دیگر اولیا ہیں [2] علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ حدیث (میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے۔ عالم سے مراد یہاں ولی ہے کیونکہ علوم وہبی۔ لدنی اور کشفی مراد ہیں۔ نہ کہ علوم کسبی و تعلیمی۔

امام مہدی صلعم [illegible]

خاتم الاولیا علیہ السلام خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن ہیں۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یُواطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَکُنْیَتُہٗ کُنْیَتِیْ۔

۲۹۲- ازو عالم شود پُرامن وایماں   جماد و جانور یابد ازو جاں

ترجمہ۔ حضرت مہدی علیہ السلام سے جہاں پُرامن اور پرایمان ہو جائے گا۔ اور جمادات وحیوانات سب ان سے جان پائیں گے۔

شرح۔ چونکہ آنحضرت صلعم اسم العدل کے مظہر ہیں۔ اس واسطے آپ کی طفیل عالم پرامن ہو جائے گا۔ اور آپ کا زمانہ چونکہ انکشاف حقیقت کا زمانہ ہے۔ اس واسطے زمانہ پرایمان ہوگا۔ تمام اشیا توحید حقیقی کی تصدیق کے لئے زبانیں ہو جائیں گی۔ اور غایت اعتدال سے ہر کمال جو جمادات۔ نباتات۔ اور حیوانات میں بالقوہ موجود تھا۔ بالفعل ظاہر ہو جائے گا۔ اور سب اپنے اپنے کمال کو پہنچ جائیں گے۔ آنحضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ جمادات۔ حیوانات میں تمام کمال کی صفتیں ظاہر ہو جائیں گی

۲۹۳- نماند در جہاں یک نفس کافر   شود عدل حقیقی جملہ ظاہر

ترجمہ۔ ان کے زمانے میں ایک شخص بھی کافر نہیں رہے گا۔ اور تمام عدل حقیقی ظاہر ہو جائے گا۔

شرح۔ چونکہ خاتم الاولیا کی ذات کے ساتھ اسرار توحید الہام ہیں۔ کفر و شرک جو جہل کے لوازمات سے ہیں انکے زمانے میں نہ رہیں گے۔ تمام لوگ عارف اور موحد ہو جائیں گے۔ اور عدل حقیقی جو وحدت حقیقی کا سایہ ہے۔ اور شریعت طریقت اور حقیقت کے علوم پر مشتمل ہے۔ پورے پورے طور پر ظاہر ہو جائیگا۔ اور جس طرح انبیا علیہم السلام کی ملتوں کے اختلاف خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف سے برابر ہو گئے تھے اور تمام اصول ایک ہی دین پر قائم ہو گئے تھے۔ اسی طرح تمام اختلاف جو مذہب میں پیدا ہو گئے ہیں خاتم الاولیا کے ظہور سے برابر ہو جائیں گے

لہ انکا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ اس کی کنیت میری کنیت کے مطابق ہوگی یعنی محمد بن عبد اللہ

مخالفت اُٹھ جائے گی۔ اور عدل حقیقی ظاہر ہوگا۔ نظم

یکتن پیش درشہر ما اکنوں نماند — زانکہ شبیر ہیں خسروانرا برنشاند

ہمارے شہر میں اب ایک شخص بادشاہ نہیں رہا۔ کیونکہ شبیر میں نے تمام بادشاہوں کو اپنی اپنی جگہ بٹھا دیا۔

نقل بر نقل است و مے بر مے ہا — بر منارہ رو بزن بانگ صلا

نقل پر نقل ہے اور شراب پر شراب ہاں منارہ پر چڑھ کر صلائے عالم کی آواز دیدو

آفتاب اندر فلک دستک زنان — ذرہ ہا چوں عاشقاں بازی کناں

آفتاب آسمان میں گا بجا رہا ہے۔ اور ذرے عاشقوں کی طرح کھیل رہے ہیں

چشم دولت سحر مطلق مے کند — روح شد منصور انا الحق مے زند

چشم دولت جادو کر رہی ہے۔ روح گویا منصور ہے۔ کہ انا الحق کہہ رہی ہے

گوش را بربند افسوں ہا مخر — جز فسون آں ولی داد گر۔

کان بند کر لے۔ اور جادوؤں کی تلاش میں نہ پھر سوائے اس اول ولی کے جادو کے

۳۹۴۔ بود از سر وحدت واقف حق — در و پیدا نماید وجہ مطلق

ترجمہ۔ سر وحدت کو جاننے سے واقف حق ہو گئے۔ پس آپ کی ذات میں وجہ مطلق ظاہر نظر آتا ہے۔

شرح۔ یعنی چونکہ خاتم الاولیاء توحید ذاتی والے ہیں۔ پس سر وحدت سے عارف حق ہوں گے۔ اور چونکہ آپ ولایت مطلقہ کے مظہر ہیں۔ اس لئے وجہ مطلق کمال اطلاق کے ساتھ ان میں ظہور پائے گا۔ اور ان میں حقیقت انسانی کا کمال کما حقہ ظاہر ہوگا۔

سوال پنجم

۳۹۵۔ کہ شد بر سر وحدت واقف آخر؟ — شناسائے چہ آمد عارف آخر؟

ترجمہ۔ سر وحدت سے کون آگاہ ہے۔ اور عارف کس چیز کا شناسا ہوتا ہے۔

جواب

۳۹۶۔ کسے بر سیرِ وحدت گشت واقف ــــ کہ او واقف نشد اندر مواقف

ترجمہ۔ سیرِ وحدت کو وہ شخص پاتا ہے۔ جو درمیانی منزلوں پر نہ ٹھہرے۔ (بلکہ ان منزلوں کو عبور کرتا جائے اور مقام وحدتِ اطلاقی تک پہنچ جائے)[1]

۳۹۷۔ دلِ عارف شناسائے وجود است ــــ وجودِ مطلق او را در شہود است

ترجمہ۔ عارف کا دل وجود (واحد مطلق) کو پہچانتا ہے اور وجودِ مطلق کا ہمیشہ مشاہدہ کرتا ہے۔

شرح۔ عارف وہ صاحب دل ہے۔ جو جان لے کہ وجود واحد مطلق ہے اور اس وجود کے سوا کوئی وجود نہیں ہے۔ باقی تمام وجود اسی کے نمایش اور عکس ہیں جو تعینات کے آئینوں میں سے نظر آتی ہیں۔ اور وجود مطلق ہمیشہ اس کے شہود میں ہوتا ہے

۳۹۸۔ بجز ہست حقیقی ہست نشناخت ــــ دیا ہستی کہ ہستی پاک در باخت[2]

ترجمہ۔ وہ وجود حقیقی کے سوا کسی ہستی کو نہیں جانتا۔ اور یا جو کچھ تیری ہستی ہے۔ اسے بالکل فنا کر دیتا ہے۔

شرح۔ یعنی عارف جو وجود مطلق کا شناسا ہے۔ دو طریقوں سے معرفت حاصل کرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ قطعی اور یقینی دلیل سے جان لے۔ کہ وجود مطلق یعنی حق کے

---

[1] ذات احدیت ظہور و اظہار کے مرتبوں میں اسماء و صفات کے لباس میں متلبس ہو کر مظاہر جسمانی و روحانی میں تنزل کرتی ہے اور ہر تعین اس کا ایک پردہ ہو جاتا ہے جب تک سالک کثرت و تعینات کے تمام مراتب پیر کامل کی ہدایت سے عبور نہ کرے۔ وحدت اطلاقی کے مقام تک نہیں پہنچتا۔ اور پردوں سے خلاصی نہیں پاتا۔ مواقف موقف کی جمع ہے جس کے معنے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

[2] بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے۔ دیا ہستی کہ دارد پاک در باخت اور یہ زیادہ صاف ہے

سوا اور کوئی وجود نہیں۔ دوسرے یہ کہ مکاشفہ اور حال کے طریقے پر تجلی احدی کے اندر میں اپنے وجود مجازی کو فنا کر دے۔ اور عین الیقین اور حق الیقین سے عارف باللہ ہو کر دیکھ لے کہ سوائے حق تعالے کے کوئی موجود نہ ہے اور نہ تھا۔

۳۹۹۔ وجود تو ہمہ خارست و خاشاک   برون انداز از خود جملہ را پاک

ترجمہ۔ تیرا وجود (راہ حقیقی میں) خار و خاشاک ہے۔ بس اسے اپنے آپ سے بالکل نکال دے۔

شرح۔ یعنی تیرا وجود تیرے راہ میں خار و خاشاک ہیں۔ اسے مٹا دے۔ اور اپنے آپ سے بے خود ہو جا۔ تاکہ تو وجود حق کی وحدت کا رستہ پا سکے۔

۴۰۰۔ برو تو خانۂ دل را فرو روب   مہیا کن مقام و جائے محبوب

ترجمہ۔ جا اور خانۂ دل کو صاف کر۔ اور اسے محبوب (حقیقی) کے قیام کیلئے تیار کر۔

شرح۔ خانۂ دل یعنی بارگاہ کبریا کے مقام کو اغیار کی خس و خاشاک سے صاف کر۔ اور اُسے محض حق کے لئے چھوڑ دے۔

۴۰۱۔ چو تو بیرون شدی او اندر آید   بتو بے تو جمال خود نماید

جب تو باہر نکل جائے گا۔ تو وہ (وجود حق) اندر آ جائے گا۔ اور تجھے تیرے وجود کے بغیر اپنا جمال دکھائے گا۔

شرح۔ یعنی جب تعین سالک جو حجاب ہے اُٹھ جائے۔ تو حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور خودی کے پردے کے بغیر وہ پردہ حق سے سالک جمال حق کو دیکھتا ہے۔

۴۰۲۔ کسے کو از نوافل گشت محبوب   بہ لائے نفی کرد او خانہ جاروب

ترجمہ۔ جو کوئی عبادات نافلہ سے محبوب ہو جائے۔ اور نفی کی لا (یعنی لا الٰہ الا اللہ) سے لا سے جو لا الٰہ الا اللہ میں ہے اپنے خانۂ دل کو صاف کر لے۔

شرح۔ جو کوئی حدیث نبوی صلعم[1] کے مطابق عبادت نافلہ سے محبوب حق ہو جائے اور نفی کے لا سے جو لا الہ الا اللہ میں ہے خانۂ دل کو صاف کر لے۔ اور

---

[1] یہ حدیث بیت ۱۷۵ کی شرح میں گذر چکی ہے۔

غیریت اور اپنی ہستی کے خس و خاشاک کو بھی دور پھینک دے۔ اور خانہ کو صاحب خانہ کے لئے چھوڑ دے۔ تو مقصود آفرینش اسے حاصل ہو جائے گا۔

۴۰۳۔ در درونِ جائے محمود او مکان یافت ز بی یسمع و بی یبصر نشان یافت

ترجمہ۔ تو وہ مقام محمود میں جگہ پائے گا۔ اور بی یسمع اور بی یبصر کا پتہ اسے مل جائے گا۔

شرح۔ جائے محمود یعنی مقام محمدی صلعم جو بقا بعد از فنا کا مرتبہ ہے اسمیں اسے جگہ مل جائے گی۔ اور اوصاف الٰہی سے متصف ہو کر بی یسمع اور بی یبصر کے مقام کا نشان پائے گا۔ نظم

کشف این معنے اگر خواہی بیا تیغ لا زن بر سر غیر خدا
اگر اس حقیقت کو کھولنا چاہتا ہے۔ تو آ اور ماسوا کے سر پر لا کی تلوار مار۔

بعد نفی خلق کن اثبات حق تا کہ گردی غرق بحر ذات حق
خلقت کی نفی کے بعد حق کا اثبات کر۔ تاکہ تو ذات حق کے سمندر میں غرق ہو جائے

از میان برخیزد این ما و منی پس گدا گردد بحق شاہ و غنی
پھر یہ ما و منی (خودی) درمیان سے اٹھ جائے گی۔ اور گدا بھی حق کے ذریعے شاہ و غنی ہو جائے گا۔

عالم توحید رو بنمایدت ہر چہ گفتم جملہ باور آیدت
عالم توحید تجھے اپنا چہرہ دکھائے گا۔ اور جو کچھ میں نے کہا ہے تجھے اسکا یقین آ جائے گا۔

قول عارف نیست از تقلید و ظن محض تحقیق و یقین ست این سخن
عارف کی بات تقلیدی اور ظنی نہیں ہوتی بلکہ یہ بات محض تحقیق و یقین ہے۔

۴۰۴۔ ز ہستی تا بود باقی برو شین نیابد علم عارف صورت عین

ترجمہ۔ جب تک (اپنی) ہستی کا داغ اس پر باقی رہے گا۔ عارف کے علم (تعین)

لے یہ بھی اسی حدیث سے ماخوذ ہے جس کا ذکر اوپر کے بیت میں ہے۔

کو عین (الیقین) کی صورت حاصل نہیں ہوگی۔

شرح۔ جب تک بقیہ ہستی کا عیب اور رہا رعارف میں باقی رہیں گے۔ اور وہ فنا فی اللہ ہو جائے گا۔ تب تک عارف کا علم کہ سوائے خدا کے کوئی موجود نہیں ہے عین و شہود کی صورت اختیار نہیں کرے گا۔ اور اس کی توحید علمی عیانی نہ ہوگی۔ کیونکہ جسمانی تعلقات اور نفسانی تعینات اسے عین توحید کے مشاہدہ سے روکیں گے

۴۰۵۔ موانع تا نگردانی زخود دور درون خانۂ دل نایدت نور

ترجمہ۔ جب تک تو اپنے آپ سے رکاوٹیں[1] دور نہ کرے گا۔ تب تک تیرے دل میں نور (الٰہی) داخل نہیں ہوگا۔

۴۰۶۔ موانع چوں دریں عالم چہار است طہارت کردن از وے ہم چہار است

ترجمہ۔ اس جہان میں چونکہ چار موانع ہیں۔ اس لئے ان سے پاک ہونے کے بھی چار طریقے ہیں۔

شرح۔ یعنی موانع از روئے کلی چار[2] ہیں۔

۴۰۷۔ نخستین پاکی از احداث و انجاس دوم از معصیت و از شر وسواس

ترجمہ۔ پہلے حدث و نجاست سے (بدن اور جامہ کی پاکی ہے۔ (جس کے بغیر شرعاً نماز درست نہیں) دوسرے گناہ اور وسواس شیطانی سے طہارت ہے (یہ دونوں شریعت سے متعلق ہیں)۔

۴۰۸۔ سوم پاکی ز اخلاق ذمیمہ ست کہ با او آدمی ہمچو بہیمہ است

ترجمہ۔ تیسرے بری عادات سے پاک ہونا ہے۔ کیونکہ آدمی ان کے ساتھ

---

[1] معصیات۔ قولی و فعلی خباثتیں۔ ملکات ردیہ اور اخلاق و اوصاف ذمیمہ سب موانع ہیں۔ جو سالک کی سد راہ ہوتے ہیں۔ جب تک ان سے تو پاک نہ ہو۔ قرب حق کی منزل طے نہیں ہو سکتی۔ [2] ورنہ افراد و اشخاص کی نسبت سے جزئی طور پر بے شمار موانع ہیں [3] جن سے شرور و معاصی مثلاً شہوت، غضب، بخل، حرص، کبر، حب جاہ، حب دنیا۔ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

چار پائے کی مانند ہے (یہ پاکی ارباب طریقت سے مخصوص ہے۔ اور انبیا علیہم السلام کا فعل ہے)

۴۰۹۔ چہارم پاکی سر است از غیر کہ اینجا منتہی میگردد سیر

ترجمہ۔ چوتھے دل کا پاک کرنا غیر حق سے۔ اور اس پاکی پر سالک کی سیر ختم ہوجاتی ہے (یہ ارباب حقیقت کی طہارت ہے)

شرح۔ یہاں سر کے معنے قلب (دل) کے ہیں۔ اور ابیات کے معانی ظاہر ہیں

۴۱۰۔ ہر آں کو کرد حاصل ایں طہارات شود بے شک سزاوار مناجات

ترجمہ۔ جو شخص ان طہارتوں کو حاصل کرلے۔ تو وہ بلاشک و شبہ مناجات کے قابل ہو جائے گا۔

شرح۔ یعنی جس نے یہ چاروں طہارتیں حاصل کرلی۔ اسکا ظاہر و باطن پاک ہوجائے گا اور مناجات سے یہاں صلوٰۃ مراد ہے۔ کیونکہ المصلی یناجی ربہ[1] پس وہ مناجات الٰہی کے قابل ہوجاتا ہے۔ اور قرب و مواصلت حقیقی جو نماز کی انتہا ہے۔ حاصل کرلیتا ہے۔ اور اس پر الصلوٰۃ معراج المومنین کی حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے۔

۴۱۱۔ تو تا خود را بکلی در نبازی نمازت کے شود ہرگز نمازی

ترجمہ۔ جب تک تو اپنے آپ کو (قمار خانہ فنا فی اللہ میں) بالکل نہ ہار دے تیری نماز ہرگز نمازی نہیں ہوسکتی۔

شرح۔ یعنی جب تک تو مطلق فانی نہ ہوجائے۔ تب تک تو نمازی نہیں ہوسکتا اور وصال حقیقی تک نہیں پہنچ سکتا۔

۴۱۲۔ چو ذاتت پاک گردد از ہمہ شین نمازت گردد آنگہ قرۃ العین

ترجمہ۔ جب تیری ذات تمام داغوں سے پاک ہوجائے گی۔ اس وقت تیری نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی۔

---

[1] نمازی خدا سے باتیں کرتا ہے۔

شرح - حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ[1] کی طرف اشارہ ہے۔

۴۱۳ - نماند درمیانہ ہیچ تمیز شود معروف و عارف جملہ یک چیز

ترجمہ - پھر دونوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں رہتی - اور عارف و معروف دونوں ایک چیز ہوجاتے ہیں۔

شرح - چونکہ حقیقت میں غیر حق کا کوئی وجود نہیں ہے - عارف و معروف (اور عابد و معبود) کی امتیاز یعنی اطلاق و تقید کا اعتبار محو اور فانی ہوجاتا ہے۔

سوال ششم

۴۱۴ - اگر معروف و عارف ذات پاک است چہ سودا در سر این مشت خاک است؟

ترجمہ - اگر معروف (حق تعالیٰ) اور عارف (انسان) دونوں (حقیقت میں) وہی ذات پاک ہے[2]۔ تو پھر اس مشت خاک (انسان) کے سر میں یہ سودا (طلب و عشق) کیسا؟

جواب

۴۱۵ - مکن بر نعمت حق ناسپاسی کہ تو حق را بنور حق شناسی

ترجمہ - حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کر - کیونکہ تو حق کو حق کے نور سے ہی پا سکتا ہے۔

شرح - وجود اور دوسرے اوصاف کمال جو اس کے لوازمات سے ہیں سب خدا تعالیٰ کی عطا ہیں - ان پر ناشکری نہ کر - کیونکہ تو حق کے وجود سے موجود ہوا ہے اور علم و شناسائی وجود کے تابع ہیں - جس کا وجود اپنا نہ ہو - اس کا علم بھی اپنا نہیں ہوسکتا - پس تو حق تعالیٰ کا عارف اور شناسا حق تعالیٰ کی بدولت ہوا ہے

[1] میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

[2] جیسا کہ بیت ۴۱۳ میں گذرا ہے۔

پھر بھی نہیں جانتا۔ کہ حقیقت میں عارف و معروف وہی ہے نظم

گر تو بینائی ز انوار یقین   عارف و معروف جز حق را مبین

اگر تو انوار یقین سے دیکھنے والا ہے۔ تو عارف اور معروف سوائے خدا کے کسی کو نہ جان۔ چونکہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں نہیں پایا۔

۴۱۶۔ جز او معروف و عارف نیست دریاب   ولیکن خاک مے یابد ز خورشید تاب

ترجمہ۔ اس کے سوا عارف و معروف کوئی نہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لے لیکن خاک خورشید سے ہی گرمی حاصل کرتی ہے۔

شرح۔ جس طرح خاک اپنی قابلیت کے ذریعے سے آفتاب کی روشنی کو منعکس کرتی ہے۔ اور حرارت حاصل کرتی ہے جس سے اسمیں گرمی ظاہر ہوتی اسی طرح انسانوں کی اعیان ثابتہ پر ان کی قابلیت کے مطابق تجلی الہی کے نور کا پرتو چمکتا ہے۔ اور گرمی عشق کی حرارت اور اس کی طلب ظہور میں آتی ہے۔ پس حقیقت میں عارف اور معروف وہی حق تعالیٰ ہے۔

۴۱۷۔ عجب نبود کہ ذرہ دارد امید   ہوائے تاب مہر نور خورشید

ترجمہ۔ اگر انسان اگر خدا کے عشق کا دم بھرے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ذرہ نور خورشید کی گرمی محبت کی امید رکھتا ہے[1]

شرح۔ اعیان ثابتہ جو حق تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ ان کو ذرہ سے تشبیہ دی ہے یعنی جس طرح ذرہ کا ظہور نور خورشید کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اعیان ثابتہ پر

---

[1] اس بیت کا دوسرا مصرع سوال کے دوسرے مصرعے کا جواب ہے۔

[2] اس بیت میں اور آئندہ چند ابیات میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى۔ یعنی جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم کی پیٹھوں سے انکی نسلوں کو باہر نکالا۔ اور ان کے نفسوں پر ان کو گواہ بنا کر ان سے پوچھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب بولے ہاں۔

جبتک ذات الٰہی کے تجلی کا نور نہ چمکے عالم عین میں انکا ظہور نہیں ہوسکتا۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ یہ ذرہ ناچیز اس بات کی خواہش رکھتا ہو۔ کہ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ[1] کی محبت خورشید کی شعاع کی طرح اس پر پڑے۔ اور اس محبت کے سبب آسمان صفات سے نور ذات اس پر چمکے۔ اور اسے ظلمت عدم سے صحرائے وجود میں لائے تاکہ جو کچھ ان کے استعداد میں بالقوہ موجود تھا۔ وہ اس نور کی بدولت بالفعل ظاہر ہو۔

۴۱۸۔ بیاد آور مقام و حالِ فطرت کزانجا بازدانی اصلِ فکرت

ترجمہ۔ تو اپنی پیدائش کے حال اور مقام کو یاد کر۔ کہ وہاں سے تجھے اپنے فکر کی اصل حقیقت معلوم ہو۔

شرح۔ یعنی فطرت اصلی کا حال یاد کر۔ کہ جس وقت تو لباس وجود سے عاری تھا۔ اور لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَذْکُوْرًا[2] کے غیب آباد میں پوشیدہ تھا۔ اس حال میں بھی تیرا ذاتی تقاضا یہ تھا۔ کہ جب نیستی سے ہستی میں آئے۔ تو تجھ سے مبدء کی معرفت ظہور میں آئے اور یہ سیر و سلوک جو عالم ہستی میں تجھ سے ظہور میں آتا ہے اس کی فکر کی اصل اسی ذاتی تقاضا کے مقتضیات سے ہے۔ اور وہی فکر تجھے اس حقیقت میں مشغول رکھتی ہے۔ تاکہ تو عارف باللہ ہو جائے۔

۴۱۹۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ایزد کرا گفت؟ کہ بود آخر کہ آں ساعت بلیٰ گفت؟

ترجمہ۔ خدا تعالےٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کس کو کہا تھا۔ اور وہ کون تھا جس نے اس وقت بلیٰ کہا؟[3]

شرح۔ یعنی مقام فطرت میں حقیقت انسانی اور اولاد آدم کے سوا بلیٰ کس نے

---

[1] دیکھو بیت ۱۳۹۔

[2] ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا (پ ۲۹ ع ۱۹)
بے شک انسان پر ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے۔ کہ وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا۔

[3] دیکھو بیت ۴۱۷

کہا تھا۔ اگر معرفتِ حق ان میں بمقتضائے ذاتی نہ ہوتی۔ تو وہ حق تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیوں کرتے۔ پس یہ عشق اور طلب معرفت کا سودا اس وقت سے ہے جب انسان کچھ بھی نہ تھا۔ نظم

ما در ازل بعشق تو افسانہ بودہ ایم ۔۔۔ ما مست و رند و عاشق و فرزانہ بودہ ایم

ہم ازل سے ہی تیرے عشق کا قصہ بنے رہے ہیں۔ اسی لئے کبھی مست و رند و عاشق اور کبھی ہوشیار رہے ہیں۔

پیش از ظہور عالم و آدم بہ بزم انس ۔۔۔ با تو حریف ساغر و پیمانہ بودہ ایم

عالم اور آدم کے ظہور سے پہلے ہی بزم محبت میں تیرے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہے ہیں۔

نام و نشان لیلیٰ و مجنوں نبُد کہ ما ۔۔۔ از عشق عقل سوز تو دیوانہ بودہ ایم

ابھی لیلیٰ و مجنوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ جب سے ہم تیرے عشقِ عقل سوز کے دیوانے بنے رہے ہیں۔

چونکہ اعیانِ اشیا کو قابلیت اور استعداد تجلی اقدس سے حاصل ہوتی ہے فرمایا۔

۴۲۰۔ دراں روزے کہ گلہا مے سرشتند ۔۔۔ بدل در قصۂ ایمان نوشتند

ترجمہ۔ جس دن کہ آدمؑ اور ان کی اولاد کی مٹی تیار کی گئی۔ اسی دن دل میں ایمان کا قصہ لکھا گیا۔

شرح۔ یعنی فطرت کے دن حقیقت انسانی کی طینت معرفت تام کی مظہریت کے قابل ہونے کی سبب تجلی اقدس سے جمال و جلال کے دونوں ہاتھوں سے تیار کی گئی۔ معرفت اور خدائی تصدیق اولئک کتب فی قلوبہم الایمان[1] کے زیور اور زینت سے آراستہ ہو کر علم حق میں ظہور پایا۔ اور وجود عینی حاصل ہوا۔ اور کمال عرفان کی استعداد و قابلیت ملی۔

۴۲۱۔ اگر آں نامہ را یک رہ بخوانی ۔۔۔ ہر آں چیزے کہ میخواہی بدانی

[1] یہی ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان لکھا گیا۔

ترجمہ۔ اگر اس نامہ (دل) کو ایکبار پڑھ لے تو جو کچھ بھی چاہیے تجھے معلوم ہو جائے

شرح۔ یعنی اگر استعداد ذاتی کی تحریر جو ہر ایک کے عین ثابتہ کے نامہ میں موجود ہے۔ پڑھے۔ تو تجھے معلوم ہو جاتے۔ جو کچھ بھی کسی سے ظہور میں آتا ہے سب اس کے تقاضائے ذاتی سے ہے۔

۲۲۴۔ تو ببستی عقدِ عہدِ بندگی دوش　　　　ولے کردی بنادانی فراموش

ترجمہ۔ کل رات تو نے عہد بندگی کا عقد باندھا تھا۔ مگر (آج) ناوانی سے اسے بھلا بیٹھا ہے۔

شرح۔ تجلی اقدس کو جو اعیان و استعدادات کا معین ہے۔ دن سے تعبیر کیا۔ جیسا کہ فرمایا "دراں روزے کہ گلہا ے سرشتند"[1] کیونکہ وہ مرتبہ اسماء و صفات کے بغیر ہے۔ اور مرتبہ وحدانیت کو جو علم اور اسماء و اعیان کی امتیاز کا مقام ہے۔ رات (دوش) سے تعبیر کیا۔ کیونکہ یہ مرتبہ اطلاق ذاتی کے کمال ظہور سے تنزل کا مرتبہ ہے جسمیں ظہور ذات حجاب اسماء میں محتجب ہو جاتا ہے۔ یعنی اے انسان تو نے وحدانیت اور علم کے مقام میں عہد الست کے عہد کو "بلیٰ" کہہ کر قبول کیا تھا۔ لیکن جو عہد وجود علمی کے مرتبہ میں باندھا تھا۔ وجود عینی میں آکر اسے فراموش کر دیا۔ کیونکہ یہاں تجھ پر اسماء جلالیہ کا غلبہ ہے۔ جو علائق جسمانی سے (حقیقت کو) پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی فطرت سے غافل ہو گیا۔

۲۲۵۔ کلامِ حق بداں گشت است منزل　　　　کہ تا یادت دہد آں عہدِ اوّل

ترجمہ۔ خدا کا کلام اس لئے نازل ہوا۔ کہ تجھے وہ پہلا عہد یاد کرائے۔

شرح۔ اس لئے یاد کرائے کہ معرفت و علم حاصل کرے اس واسطے اس کے متعلق اکثر آیتیں تنبیہ و تذکیر کے طریقہ پر نازل ہوئی ہیں۔

---

[1] دیکھو بیت ۱۶۸ ۔ [2] دیکھو بیت ۲۰۰ ۔ [3] تجلی اقدس۔ وہ تجلی جو اسماء کے بغیر تھا اور ابھی تک لباس اسماء و صفات سے متلبس نہیں ہوا تھا۔ اس لئے شوائب کثرت سے پاک تھا۔ [4] قرآن شریف اور دوسری آسمانی کتابیں اور صحیفے۔

۴۲۴- اگر تو دیدۂ حق را بہ آغاز دریں جا ہم تو دانی دید نش باز

ترجمہ- اگر تو نے شروع (مقام فطرت) میں حق کو دیکھا تھا- تو تو جانتا ہے کہ یہاں بھی اسے دیکھ لے گا-

شرح- یعنی اگر تجھ میں مرتبۂ فطرت میں جمال حق کے مشاہدہ کی قابلیت تھی- اور جمال حق کو تو نے دیکھا تھا- تو اس عالم کونی میں بھی دیکھ سکے گا- کیونکہ یہ دوسرا عالم پہلے عالم کے مطابق ہے-

۴۲۵- صفاتش را ببیں امروز ایں جا کہ ذاتش را توانی دید فردا

ترجمہ- حق تعالٰی کی صفات کو آج (اس زمانہ میں) یہاں دیکھ لے تاکہ کل (قیامت) کو تو اس کی ذات دیکھ سکے -

شرح- اس دنیا میں صفات حق کو آیات آفاقی و انفسی میں مشاہدہ کر- اور دیکھ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات نے مظاہر عالم کی صورتوں میں کیونکر ظہور کیا ہوا ہے تاکہ علائق بدنی سے چھوٹنے کے بعد کل عالم آخرت میں ذات حق کو تو دیکھ سکے[1]-

۴۲۶- وگرنہ رنج خود ضائع مگرداں برو بشنو تو لا تہدی ز قرآں[2]

ترجمہ- ورنہ اپنی کوشش کو خواہ مخواہ ضائع نہ کر جا اور قرآن مجید سے لا تہدی سن رکھ-

شرح یعنی تحصیل کمالات کیلئے فطری قابلیت چاہئے- اور ہدایت سے یہی فطری قابلیت مراد ہے

---

[1] اللہ تعالٰی فرماتا ہے- مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا- ترجمہ جو اس دنیا میں دیدہ و دانستہ اندھا بنا رہا- وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور نجات کے رستے سے بہت بھٹکا ہوا (پ ۱۵ ع ۱۲)

[2] اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ- اے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق تم جس کو چاہو- ہدایت نہیں دے سکتے- بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے- ہدایت دیتا ہے- اور وہی راہ پر آنے والوں کے حال سے خوب واقف ہے- (پ ۲۰ ع ۹)

تمثیل

اس امر کے بیان میں کہ جس شخص میں کسی چیز (رویتہ حق) کی فطری قابلیت نہ ہو۔ وہی اس سے منکر ہوتا ہے۔

۴۲۷۔ ندارد باورت اکمہ زالواں وگر صد سال گوئی نقل وبرہاں

ترجمہ۔ مادرزاد اندھا (جس نے کبھی کوئی رنگ دیکھا ہی نہیں) تیری بات پر کبھی یقین نہ کرے گا۔ خواہ تو سو سال تک رنگوں کی ہستی پر عقلی اور نقلی دلیلیں پیش کرتا رہے۔

۴۲۸۔ سفید و سرخ و زرد و سبز و کاہی بنزد او نباشد جز سیاہی

ترجمہ۔ تمام رنگ۔ مثلاً سفید۔ سرخ۔ زرد۔ سبز۔ کاہی۔ اس کے نزدیک سیاہی ہی ہے (کیونکہ تاریکی وظلمت کے سوا اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں)

۴۲۹۔ نگر تا کور مادرزاد بدحال کجا بینا شود از کحل کحال

ترجمہ۔ دیکھ مادرزاد نابینا جو (ہمیشہ) بدحال ہے۔ وہ حکیم کے سرمہ ڈالنے سے کب بینا ہو سکتا ہے۔

شرح۔ مادرزاد اندھے کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا مرض دور نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر پہلے بینا ہو۔ اور پھر کسی وجہ سے اندھا ہو گیا ہو۔ تو اکثر اس کا علاج استاد کامل کی قوت میں ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ نیک مرد جس کی آنکھ اصل فطرت میں بینا تھی۔ پھر اس وجود کونی میں علائق جسمانی کے سبب اندھا ہو گیا ہو تو مرشدان کامل جو طبیب معنوی ہیں اپنے حسن ارشاد سے اس بیماری کو دور کر کے پھر اس شخص کی بینائی کو لوٹا سکتے ہیں تاکہ اس عالم میں بھی حق تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکے۔ لیکن جو کوئی فطرت ہی سے اندھا ہو۔ نعوذ باللہ منہ[1]۔ اس کی مرض کا دور کرنا انبیاء اور اولیاء سے بھی نہیں ہو سکتا۔

---

[1] ہم اس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

۴۳۰۔ خیرہ از دیدنِ احوالِ عقبیٰ بود چوں کورِ مادر زاد دنیا

ترجمہ و شرح۔ عقل عقبیٰ کے حالات (رویت حق وغیرہ) کے دیکھنے سے اسی طرح (معذور) ہے جس طرح دنیا کا مادرزاد اندھا رنگوں کے دیکھنے میں)

۴۳۱۔ ورائے عقل طورے دار انسان کہ بشناسد بداں اسرار پنہاں

ترجمہ۔ عقل سے اوپر ایک اور طریقہ ہے جس سے انسان رازہائے مخفی کو پہچانتا ہے۔

شرح۔ عقل نظری جو ترتیب مقدمات سے مجہول کا معلوم کرنا ہے اسکے اوپر انسان کے واسطے ایک اور طریقہ بھی ہے جس سے انسان ان اسرار کو جو عقل سے مخفی اور پنہاں ہیں جان لیتا ہے۔ وہ طریقہ تصفیہ عبادت سلوک اور دوام توجہ ہے۔ جو انبیاء اولیا کا طریقہ ہے۔

۴۳۲۔ بسانِ آتش اندر سنگ و آہن نہادہ ست ایزد اندر جان و تن

ترجمہ۔ جس طرح پتھر اور لوہے کے اندر آگ ہے اسی طرح خدا تعالیٰ نے (یہ طریقہ) جان اور جسم میں ڈال دیا ہوا ہے۔

شرح۔ یعنی حکمت الٰہی نے جس طرح سنگ و آہن میں آگ رکھی ہوئی ہے اور جب ان دونوں کو ایک دوسرے پر ماریں تو آگ نکلتی ہے۔ لیکن الگ الگ کسی میں سے بھی آگ نظر نہیں آتی اسی طرح وہ طریقہ (عشق) جو طریقہ تصفیہ ہے۔ انسان کے جان اور جسم میں رکھا ہوا ہے پس جب جان اور تن ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ تو عشق کی آگ ان سے نکلتی ہے۔ اور غائب چیزیں اور راز ہائے مخفی اس سے روشن ہو جاتے ہیں۔ لیکن جان اور جسم دونوں میں سے کسی کو بھی تنہا یہ بات حاصل نہیں۔ جان و تن کا ایکدوسرے پر مارنا یہ ہے کہ خواہشات

سلہ فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا
جس کو اپنے پروردگار سے ملنے کی امید ہو۔ تو چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے۔ (قرآن مجید پارہ ۱۶ ع ۲)

ت کی مخالفت۔ کسر نفس اور ریاضت میں مشغول ہونا وغیرہ۔ نظم

یا ز عشق جاناں بر فروز   بود و نابود ت در آں آتش بسوز

ں جاناں سے آگ جلا۔ اور اپنی بود و نابود کو اس میں جلا دے۔

سلطان عشقش جا کند   صد جہاں در یک نفس برہم زند

میں اس کے عشق کا سلطان اپنی جگہ قائم کرتا ہے۔ ایک نفس میں سو

برہم کر دیتا ہے۔

ل مجموع پیدا گردد ایں از   چوں شنیدی بہ و باخود بپرداز

اسی مجموعہ (یعنی جان و تن) سے یہ راز ظاہر ہوتا ہے جب تو نے

۔ تو بس اس میں لگ جا اور دوسری باتوں کے پیچھے نہ پڑ

یعنی جب اصل حقیقت سے واقفیت ہو گئی تو عقلی دلیلوں سے باز

کام سے کام رکھ۔ پاکیزگی میں مشغول ہو۔ اور غیروں کے نقش تختہ

دے اور اپنے آپ کو خودی سے بچا۔

ہم او فتاد آں سنگ و آہن   ز نورش ہر دو عالم گشت روشن

جب وہ سنگ و آہن (جان و تن) آپس میں ٹکرا گئے۔ تو ان کے نور

عالم منور ہو گئے۔

۔ یعنی جب جان و تن کے سنگ و آہن ایکدوسرے پر پڑے۔ تو

نے سے نور پیدا ہوا۔ جس سے دونوں جہان روشن ہو گئے یعنی بجود

کو وحدت حقیقی کے نور سے روشن پایا۔ نظم

خالی کرد خود را از خودی   یافت خود را عین نور ایزدی

جب اپنے آپ کو خودی سے خالی کر لیا۔ تو اپنے آپ کو عین نور ایزدی

ں دوست گشتی جاں فشاں   پر زخود بینی ہمہ کون و مکاں

دوست کے عشق میں جان اڑا دیگا۔ تو سب کون و مکان کو اپنے آپ

بھرا پائے گا۔

۴۳۵۔ توئی تو نسخۂ نقشِ الٰہی ‏ ‏ ‏ بجو از خویش ہر چیزے کہ خواہی

ترجمہ۔ نقشِ الٰہی کا تو ہی ایک نسخہ ہے (یعنی تیرے سوا صورتِ الٰہی کا نسخۂ جامعہ کوئی نہیں) پس جو چیز چاہتا ہے۔ اپنے آپ سے طلب کر۔

شرح۔ اگر تو اس بات کا طالب ہے۔ کہ حق تعالیٰ کو عیاں دیکھے۔ تو مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ[1] کے حکم کے مطابق چاہئے۔ کہ اپنے آپ کو پہچانے۔ تاکہ جمالِ الٰہی کے مشاہدہ کو پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ دولتِ عظمیٰ عقل و دلیل سے حاصل نہیں ہوتی۔

سوال ہفتم

جو کچھ اربابِ کمال زبان سے ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً انا الحق وغیرہ اس کی تحقیق

۴۳۶۔ کہ امیں نقطہ را نطق است انا الحق ‏ ‏ ‏ چہ گوئی ہرزہ گو بود آں مزبق

ترجمہ۔ کس نقطہ (پہ پہنچ کر کسی) کو انا الحق کہنا (شایان) ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ وہ جعلساز (منصور حلاج[2]) بیہودہ گو تھا۔

شرح۔ یعنی کون ہے جس نے انا الحق کہا۔ اور کیا یہ واقعی کمال ہے۔ جو کاملوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یا وہ جعلساز (منصور حلاج) جس نے یہ بات کہی تھی۔ بیہودہ اور فضول گو تھا۔ یا اس درہم کی طرح جس پر پارہ مل کر چاندی کی مانند بنا لیا جاوے وہ بھی نورِ تجلی کے بارے سے روشن کیا ہوا تھا۔ اور اس نے انا الحق کہہ دیا۔

[2] حلاج۔ (دھنیا۔ روئی دھنکنے والا۔ اور حسین بن منصور کا لقب ہے۔ وہ اصل میں حلاج نہ تھے۔ ایک دن اپنے حلاج دوست کے مکان پر بیٹھے تھے۔ وہ کہیں چلا گیا۔ انہوں نے اشارہ کیا۔ تو روئی صاف ہونے لگی۔ اسی سے ان کو حلاج کہنے لگے۔ وہ ایک بڑے کامل ولی تھے اور عرب و فارس کے بہت سے شہروں میں رہے۔ اور آخرکار انا الحق کہنے کے باعث دار پر چڑھائے گئے اور ان کا بدن جلا کر دریائے دجلہ میں ڈال گیا۔ یہ واقعہ ۳۰۹ھ میں ہوا۔

[1] حدیث ہے۔ ترجمہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ وحدت حقیقت کا نقطہ ہے۔ جو ہر مظہر میں انا الحق
کہہ اٹھتا ہے فرمایا۔

۴۳۷۔ انا الحق کشف اسرار است مطلق   بجز حق کیست تا گوید انا الحق

ترجمہ: انا الحق، رازہائے (پنہان) کا کشف و اظہار ہے۔ حق تعالیٰ کے سوا
اور کون ہے جو انا الحق کہہ سکے۔

شرح۔ مطلق یعنی بے شک و شبہ۔

۴۳۸۔ ہمہ ذرات عالم ہمچو منصور   تو خواہی مست گیر و خواہ مخمور

ترجمہ۔ تمام ذرات عالم منصور کی طرح ہیں۔ تو خواہ انہیں مست سمجھے یا مخمور۔

شرح۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مستی اور مطلق بے خودی کی حالت
یا حالت مخموری جو بالکل بے خودی نہیں ہوتی۔ یا فنا اور سکر کی حالت کے سوا
راز حقیقت کا افشا کرنا جائز نہیں۔ اور شریعت و طریقت میں ممنوع ہے۔ پس
فرمایا۔ کہ صاحب کمال اور اہل حال کا یہ کلمہ کہنا تو بجائے خود رہا جہان کا ہر ایک ذرہ
منصور کی مانند ہے۔

۴۳۹۔ درین تسبیح و تہلیل اند دائم   بدین معنی ہمہ باشند قائم

ترجمہ۔ ہمیشہ اسی تسبیح و تہلیل میں ہیں۔ اور اسی حقیقت سے ان کا قیام ہے

شرح۔ یعنی انا الحق سے یہ مراد ہے۔ کہ ذات و صفات میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک
نہیں ہے اور تمام ذرات عالم تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں۔ یعنی غیر کی نفی اور حق
کا اثبات کرتے ہیں۔ اور حقیقت میں تسبیح و تہلیل کا کمال یہی ہے۔ کہ تسبیح و تہلیل
کرنے والا انا الحق کہہ اٹھے۔ کیونکہ ھُو (وہ) اور انت (تو) میں غیبت اور خطاب کے

۱؎ تسبیح: سبحان اللہ کہنا یعنی پاک ہے اللہ اور تہلیل لا الٰہ الا اللہ کہنا یعنے
سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔

سبب اثنینیت کا شائبہ پایا جاتا ہے پس نفی مکمل نہیں ہوتی۔ بدیں معنی ہمہ باشند قائمہ یعنی موجودات انا الحق سے قایم ہے اور حق سب کو قایم رکھنے والا ہے
اگر تو چاہتا ہے کہ انا الحق کا راز تجھ پر کھل جائے تو خودی سے فنا اور بقا باللہ ہو جا اس کی دلیل کے لئے فرمایا۔

۴۴۰۔ اگر خواہی کہ گردد بر تو آسان — وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ را یکرہ فرو خواں

ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ یہ راز تجھ پر آسان ہو جائے۔ تو ان من شئی کو ایک دفعہ پڑھ۔

شرح۔ یعنی اگر یہ جاننا چاہتا ہے۔ کہ ذرات عالم تسبیح کرتے ہیں۔ اور ذرات وصفات میں غیر کی مشارکت سے حق کی تنزیہ کرتے ہیں۔ تو اِنْ مِنْ شَيْءٍ يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ[1] کو ایکبار پڑھ۔ تاکہ تو جان لے کہ سب چیزیں تسبیح و تنزیہ کرتی ہیں۔ اور جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ تنزیہ تمام یہ ہے کہ (منزہ) انا الحق کہا تھے۔
'حمد' صفات کمال الٰہی کا اظہار ہے۔ پس ہر ایک کی حمد اس صفت کا اظہار ہے جسکا وہ مظہر ہے۔ اور تمام صفات حق کا حامد انسان کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ (کیونکہ تمام صفات حق کا عارف وہی ہے)

۴۴۱۔ چو کردی خویشتن را پنبہ کاری — تو ہم حلاج وار این دم بر آری

ترجمہ۔ تو بھی اگر اپنے آپ کو روئی کی طرح پریشان کر کے محو کر دے۔ تو حلاج کی طرح انا الحق کا دم بھرنے لگے۔

شرح۔ یعنی جب اپنے وجود خیالی کو برہم اور فنا کرے۔ تو تو بھی منصور کیطرح انا الحق کہہ اٹھے

۴۴۲۔ برآر و پنبہ پندارت از گوش — ندائے وَاحِدِ الْقَهَّارِ[2] بنیوش

ترجمہ۔ اپنے کان سے پندار کا پنبہ نکال دے۔ اور واحد القہار کی ندا سن۔

---

[1] اور جتنی چیزیں ہیں۔ سب اسکی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہیں (پ ۱۵ ع ۵)

[2] لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (خدا کی طرف سے ندا ہوگی) آج کس کی حکومت ہے حکومت اکیلے خدا کی ہے۔ جو بڑا زبردست ہے۔ (قرآن شریف پ ۲۴ ع ۷)

چونکہ غفلت و پندارِ حقیقت کی آگاہی سے روکنے والی ہیں۔ اس لئے
ش سے غرور کا پلنبہ نکال۔ تاکہ تو آج ہی (یعنی موجودہ وقت میں ہی
کے دن) سن لے۔ اور جان لے کہ حق کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔

آید از حق بر دوامت   چرا گشتی تو موقوفِ قیامت؟

تعالےٰ کی طرف سے تجھے ہمیشہ ندا آتی ہے۔ کہ (اپنے آپ کو فنا
ات میں مل جا پھر) تو قیامت پر کیوں ٹال رہا ہے؟

یعنی چونکہ ہستی ہمیشہ یگانگی مطلق کا تقاضا کرتی ہے۔ کیونکہ ہستی
کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہی ذاتی تقاضا ہے۔ جسکی تعبیر لِمَنِ الْمُلْکُ
الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ سے کرتے ہیں۔ پس یہ ندا حق تعالیٰ سے ہمیشہ آتی
ہے۔ تو باوجود اس ندا کے قیامت کا انتظار کس لئے کر رہا ہے۔

وادیِ ایمن کہ ناگاہ   درختے گویدت اِنِّی اَنَا اللہ

دی ایمن میں داخل ہو۔ تاکہ یکایک درخت تجھے کہہ دے۔ میں

ین سے مراد طریق تصفیہ اور درخت سے عالم نباتات جسمیں انسان کا
ہیں۔ یعنی تصفیہ باطن میں کوشش کرتا کہ دوئی کا زنگ دل سے اتر جائے
سے انا اللہ کی ندا سنے اور یقین کرلے۔ کہ جب درخت تجلی الٰہی کا
ہے۔ انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ بطریق اولیٰ ہوگا۔ نظم

دوئی ز آئینہ دل زدودہ ایم   تا حسن جانفزائے تو با تو نمودہ ایم

سے ہم نے دوئی کا زنگ اتار دیا ہے۔ تب جاکر تیرا حسن جانفزا
لیے) تجھ کو دکھلایا۔

تا کہ بطور دل آمدیم   انی انا اللہ از ہمہ عالم شنیدہ ایم

ہ میں اوپر گذر چکا ہے۔ مگر چونکہ سب نسخوں میں درج ہے۔ اور کسی
ہیں کیا۔ اس لئے میں نے بھی اس کے لئے الگ نمبر مقرر کر دیا ہے ٭

موسیٰ کلیم اللہؑ کی طرح جب سے طور دل میں آئے ہیں تمام عالم سے انی انا اللہ سن رہے ہیں۔

۲۵۴۔ روا باشد انا اللہ از درختے چرا نبود روا از نیک بختے

ترجمہ۔ جب ایک درخت سے "میں ہوں اللہ" کی آواز جائز ہے۔ تو ایک نیک بخت (انسان) سے کیونکر جائز نہ ہوگی۔

شرح۔ یہ اس جماعت کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے منصور کے قتل کا فتویٰ دے دیا تھا۔ نظم

چوں قلم در دست غداری بود لاجرم منصور بر داری بود

جب قلم (حکومت) کسی غدار کے ہاتھ میں ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ منصور (جیسا نیک بخت) پھانسی پائے۔

چوں کہ حکم اندر کف رنداں بود لاجرم ذوالنون در زنداں بود

جب حکومت رندوں کے ہاتھ میں ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ ذوالنونؒ مصری (جیسا بزرگ) قید خانے میں جائے۔

یعنی "میں ہوں اللہ" کی آواز ایک درخت سے تو جائز سمجھتے ہیں۔ تو ایک نیک بخت انسان (منصور) سے کیوں جائز نہیں قرار دیتے۔ اور اسے ایک عجیب بات شمار کرتے ہیں۔

لہ ذوالنون مصری۔ ان کا نام ثوبان بن ابراہیم اور کنیت ابو الفیض اور لقب ذوالنون ہے۔ ملک نوبہ کے رہنے والے تھے۔ امام مالک بن انس کے شاگرد اور انہیں کے مذہب پر تھے۔ علم تصوف میں سب سے پہلے انہوں نے ہی کلام کیا۔ مصری انہیں زندیق سمجھتے رہے اور موت کے بعد خوارق عادت دیکھ کر انہیں معلوم ہوا۔ کہ وہ ایک بڑے بزرگ تھے انہوں نے نوے سال کی عمر پا کر ۲۔ شعبان ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ ایک کشتی میں بیٹھے ان پر چوری کا الزام لگایا گیا۔ اور آخر کار چوری گئی ہوئی چیز مچھلی نے دریا سے نکال کر دے دی۔ اس دن سے ذوالنون مشہور ہو گئے ۔

۴۴۶۔ ہر آنکس را کہ اندر دل شکے نیست   یقین داند کہ ہستی جز یکے نیست

ترجمہ۔ جس کسی کے دل میں شک نہیں ہے۔ وہ یقینی طور پر جانتا ہے۔ کہ ہستی صرف ایک ہی ہے اور بس۔

شرح۔ یعنی وہ جماعت جو یقینی دلائل یا کشف حقیقی کے ذریعے وہم و گمان سے گذر چکے ہیں۔ یقین کرتے ہیں کہ وجود صرف ایک ہی ہے۔ یعنی وجود واجب اور اشیا کا وجود اس کا تجلی ہے۔

۴۴۷۔ انانیت بود حق را سزاوار   کہ ہو غیب است غائب وہم پندار

ترجمہ۔ 'انا' (میں) کہنا حق تعالے کو سزاوار ہے کیونکہ 'ہو' غائب (کو تعبیر کرنے کے لئے) ہے اور غائب وہم پندار ہے۔

شرح۔ چونکہ ذات ہستی 'یگانگی مطلق' کا تقاضا کرتی ہے اس لئے انانیت یعنی 'انا اللہ' اور 'انا الحق' کہنا خدا ہی کو سزاوار ہے۔ اور 'ہو' ذات کو غائب ہونے کے اعتبار سے کہتے ہیں۔ غائب وہم و پندار ہے۔ اور حق تعالے ضرور ہے پس جو کچھ بھی غیریت۔ غیبت اور اثنینیت (دوئی) کا موجب ہو۔ وہ حضرت حق تعالے کے لائق نہیں ہے۔

۴۴۸۔ جناب حضرت حق را دوئی نیست   دراں حضرت من و ما و توئی نیست

ترجمہ۔ حضرت حق تعالے میں دوئی نہیں ہے۔ اور اس بارگاہ میں 'میں' 'ہم' اور 'تو' بھی نہیں۔

شرح۔ یعنی اللہ تعالے لئے وحدت حقیقی [illegible]۔ اور اس بارگاہ میں دوئی کا دخل نہیں ہے۔ کہ 'ہو' سے تعبیر کریں۔ بلکہ 'میں' اور 'ہم' جو مفرد و جمع ہیں۔ اور 'تو' جس میں خطاب لازم ہے۔ یہ بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کثرات حقیقی و اعتباری دونوں سے منزہ ہے۔

۴۴۹۔ من و ما و تو و او ہست یک چیز   کہ در وحدت نباشد ہیچ تمیز

ترجمہ۔ میں، ہم، تو اور وہ سب ایک چیز (ایک ذات اور ایک حقیقت) ہیں

کیونکہ وحدت میں کسی قسم کی تمیز نہیں ہوتی۔

شرح۔ کیونکہ یہ سب اعتبارات جو ہمارے ساتھ منسوب ہیں۔ مقام وحدت میں اُٹھ جاتے ہیں۔

۴۵۰۔ ہر آنکہ خالی از خود چوں خلا شد
انا الحق اندرو صوت و صدا شد

ترجمہ۔ جو شخص خودی سے خلا[1] کی طرح سے خالی ہو گیا۔ اس میں انا الحق کی آواز اور گونج پیدا[2] ہو جاتی ہے گی۔

شرح۔ یعنی جو شخص خودی اور اپنے تعین سے خلا کی طرح خالی ہو جاتے۔ تو اس کی ہستی کے بغیر اس میں انا الحق کی آواز پیدا ہو جائے گی۔ نظم

از زبانم چوں تو خود گفتی انا الحق آشکا
پس چو منصورم چرا بر دار عشق آویختی

تو نے خود ہی میری زبان سے صاف صاف انا الحق کہدیا۔ تو پھر منصور کیطرح مجھے عشق کی صلیب پر کیوں لٹکا دیا ہے؟

۴۵۱۔ شود با وجہ باقی غیر ہالک
یکے گردد سلوک و سیر و سالک

ترجمہ۔ (انسان) وجہ باقی (وجہ ربانی) کے ساتھ غیر ہالک[3] ہو جاتا ہے۔ اور سلوک، سیر، سالک سب ایک ہو جاتے ہیں ٭

شرح۔ موجودات میں سے ہر ایک موجود کے لئے دو وجہیں ہیں۔ ایک مِن حیث التعین اور اس وجہ سے اُسے غیر کہتے ہیں کیونکہ مقید اور غیر مطلق ہے دوسرے مِن حیث الحقیقۃ جو وجود واحد سے عبارت ہے۔ جسکا تجلی سب صورتوں

---

[1] خلا وہ مکان ہے۔ جس میں کوئی جسم آ سکے۔ پھر حکما کے دو گروہ ہیں ایک تو خلا کو محض لاشیٔ مانتا ہے۔ دوسرا گروہ خلا کو ایک مقدار تصور کرتے ہیں جو مادہ سے خالی ہو۔

[2] صدا یعنے گونج ہے۔ یعنی یہ انا الحق وغیرہ جو لوگوں کی زبان سے نکلتی معلوم ہوتا ہے حقیقت والے کی آواز کی گونج ہے۔

[3] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ رب ۲۰ ع ۱۲) اس کی ذات کے سوا سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

ہیں ہے۔ اور یہی وجہ باقی ہے وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ سے انہیں دو وجہوں کی طرف اشارہ ہے۔ پس فرمایا کہ جب تعین جو ہستی مطلق کو عارض ہوا تھا نیست ہو جاتا ہے۔ اور وجہ باقی یا وجہ ربانی کے ساتھ غیر ہالک (نہ مرنے والا) ہو جاتا ہے۔ تو بے شک ایک چیز اور ایک حقیقت رہ جاتی ہے اور سب تمیزیں مٹ جاتی ہیں۔

۴۵۲۔ حلول و اتحاد اینجا محال است — کہ در وحدت دوئی عین ضلالست

ترجمہ۔ حلول اور اتحاد یہاں ناممکن ہیں۔ کیونکہ وحدت میں دوئی اور غیریت عین گمراہی ہے۔

شرح۔ حلول حق تعالیٰ کا اپنے غیر میں اترنا ہے اور اتحاد حق تعالیٰ کا بعینہٖ کوئی دوسری چیز ہو جانا ہے یہ دونوں باتیں ظہور حق در صور اشیاء میں صوفیوں کے اعتقاد کے مطابق محال ہیں۔ کیونکہ ان کا اعتقاد ہے۔ کہ دار وجود میں حقتعالیٰ کے سوا کوئی مکین نہیں ہے۔ اور وحدت حقیقی میں دوئی اور غیریت عین گمراہی ہے۔ نظم

ایں جا حلول کفر بود اتحاد ہم — کیں وحدتیست لیک بتکرار آمدہ

یہاں حلول اور اتحاد دونوں کفر ہیں۔ کیونکہ یہ وحدت ہے۔ جو بار بار ظاہر ہوئی ہے

اینجا چہ جائے وصف حلول است و اتحاد — کیں جا حقیقت ہست باطوار آمدہ

یہ حلول و اتحاد کے وصف کی کون سی جگہ ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے۔ جو مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

۴۵۳۔ حلول و اتحاد از غیر خیزد — ولے وحدت ہم از سیر خیزد

ترجمہ۔ حلول اور اتحاد دونوں کسی غیر کے وجود سے حاصل ہوتے ہیں لیکن وحدت حقیقی (ذات حق کی) سیر سے حاصل ہوتی ہے۔

شرح۔ یعنی حلول و اتحاد مذکورہ بالا معنوں میں غیر سے حاصل ہوتے ہیں۔

---

[1] جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہے گا۔

کیونکہ جب تک دو چیزیں نہ ہوں۔ کہ ایک دوسرے میں حلول کرے۔ یا ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو۔ حلول واتحاد نہیں ہو سکتے۔ لیکن وحدت سیارے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی ذات واحد تنزلات وظہورات کے مرتبوں میں ہر جگہ اعتباری قیدوں کے تقیدات سے مختلف نقشوں اور صورتوں میں ظہور کرتی ہے۔ ان صورتوں سے جو حقیقت میں عدم ہیں۔ اس حقیقت واحد میں تعدد و تکثر کا وہم پڑتا ہے۔

۴۵۴۔ تعین بود کز ہستی جدا شد نہ حق بندہ نہ بندہ با خدا شد

ترجمہ۔ رہستی وخودی کو فانی کیا وغیرہ عبارات سے یہ مطلب ہے کہ تعین تھا جو ہستی حق سے جدا ہو گیا۔ یہ نہیں کہ خدا بندہ بن گیا یا بندہ خدا ہو گیا۔

شرح۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ اپنے آپ کو خودی سے خالی کر اور فانی و محو ہو جا اس کا یہ مطلب نہیں کہ تیرا وجود ہے۔ اس کو معدوم کرنے کی کوشش کر۔ بلکہ یہ مراد ہے۔ کہ وجود مطلق یعنی حق سے تعینات اٹھ جائیں تاکہ ظاہر ہو جائے۔ کہ حق کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ نہ تو حق بندہ ہوتا ہے۔ اور نہ بندہ خدا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حلول اور اتحاد ہیں۔

۴۵۵۔ وجود خلق و کثرت در نمود است نہ ہر چہ آں ہے نماید عین بود است

ترجمہ۔ مخلوقات وکثرت کا وجود صرف نمود میں ہے۔ کیونکہ جو کچھ نظر آتا ہے۔ یہ عین ہستی ہی نہیں ہے۔

شرح۔ یعنی وجود مخلوقات نمود بے بود ہے۔ کیونکہ اکثر چیزیں جب تک نمود ہوتی ہے لیکن اپنے آپ میں وجود نہیں رکھتیں۔ یہ تمام تعینات اسی قسم کی ہیں۔

تمثیل

(نمود ہائے بے بود کے بیان میں)

۴۵۶۔ بنہ آئینۂ اندر برابر درو بنگر ببیں آں شخص دیگر

ترجمہ۔ آئینہ اپنے سامنے رکھ اس میں نظر کر۔ اور دوسرا شخص (جو آئینے میں نظر آتا ہے) اسے دیکھ۔

۴۵۷۔ یکے رہ باز بیں تا چیست آں عکس نہ آں نیست و نہ آں پس کیست آں عکس؟

ترجمہ۔ (اسے دیکھ کر) ایک دفعہ پھر (غور و تامل سے) دیکھ۔ کہ عکس جو آئینہ میں ہے وہ کیا ہے۔ نہ تو ہے (جس کا عکس ہے) اور نہ وہ آئینہ ہے۔ (اور نہ وہ آئینہ میں کچھ ہے)

شرح۔ یعنی آئینہ میں نظر کر اور جو شخص اس میں نظر آتا ہے اسے دیکھ کہ عکس جو آئینہ میں ہے۔ وہ کیا ہے۔ کیونکہ یہاں آئینہ اور اس کے سامنے کے شخص کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور حقیقت میں وہ عکس نہ وہ آئینہ کے سامنے کا شخص ہے۔ نہ وہ آئینہ ہی ہے۔ اور نہ آئینہ میں کچھ اور ہے۔ کیونکہ اگر آئینہ میں کوئی چیز ہوتی۔ تو اس شخص کے سامنے ہوتے بغیر بھی نظر آتی۔ دیکھنے والے شخص اور آئینہ میں کوئی صورت واقعی نہیں ہے۔ جو تصور میں آسکے۔ پس وہ عکس ایک قسم کی وجہ ہے۔ اور یہ بھی جاننا چاہئے۔ کہ عکس جو نظر آتا ہے۔ ایک خیالی اور مثالی صورت ہے۔ جس کا اظہار حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے فرمایا۔ تاکہ اس بات کی مثال قائم ہو جائے۔ کہ بے بود کی نمود بھی ہو سکتی ہے۔ تاکہ جس میں فطری قابلیت ہو۔ وہ چیزوں کی عدمیت کو ان کی نمود کے باوجود سمجھ سکے۔ اور ان کی حقیقت سے آگاہ ہو۔

۴۵۸۔ چو من ہستم بذاتِ خود معیّن ندانم تا چہ باشد سایۂ من

ترجمہ۔ چونکہ میں اپنی ذات میں معین (وجود مجسم) ہوں۔ اس لئے میں نہیں جانتا۔ کہ میں کس کا سایہ ہوں۔

شرح۔ میں نہیں جانتا۔ کہ میرا سایہ جو ان شعاعوں کے انعکاس سے جو میرے حجاب کے پیچھے ہیں۔ دکھائی دیتا ہے۔ وہ کیا چیز ہے۔ کیونکہ نہ وہ میں ہوں۔ نہ تو ہے۔ پس نمود بے بود ہے۔

سلہ کیونکہ انسان اور سایہ کے درمیان حد فاصل ہے۔

۴۵۹ عدم با ہستی آخر چوں شود ضم؟ نباشد نور و ظلمت ہر دو باہم

ترجمہ۔ عدم اور ہستی آخر کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ نور و ظلمت دونوں اکٹھے نہیں ہوتے۔

شرح۔ یعنی نیستی ہستی کے ساتھ اور نور ظلمت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ ضدین اور متقابلین کا جمع ہونا محال ہے۔ اور ممکن اپنی آپ میں نہ ہست ہے نہ نیست یعنی امکان ایک اعتبار ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ اور ممکن اپنی ہستی کے وقت بھی واجب نہیں ہوتا۔ اور اپنی حقیقت عدمی پر باقی رہتا ہے۔ ورنہ حقیقتوں کا بدل جانا لازم آتے۔ پھر ظہور وجود کے سبب ممکن کے لئے ایک اور اعتبار بھی ہے۔ یعنی وجوبیت۔ اسی طرح واجب اپنے وجوب ذاتی پر باقی رہتا ہے۔ اور ممکن کی صورت میں واجب کے ظہور سے نہ ذات واجب میں کوئی تغییر لازم آتا ہے۔ نہ ممکن میں۔ پس وجودات ممکنات نمود ہائے بے بود ہیں۔

۴۶۰۔ چو ماضی نیست مستقبل مہ و سال چہ باشد غیر از اں یک نقطۂ حال

ترجمہ۔ ماضی اور مستقبل تو موجود ہی نہیں۔ پس سال اور مہینہ (ہفتہ اور دن وغیرہ) نقطۂ حال کے سوا کچھ نہیں۔

شرح۔ زمان، فلک اعظم کی حرکت کی مقدار کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس کی حرکت دائمی ہے اس لئے اس حرکت کا ہر ایک تعین جو فرض کیا جاوے۔ وہ دوسرے تعینات میں سے بعض سے پہلے اور بعض سے پیچھے ہوگا۔ اور بقا میں دو تعینوں کا جمع ہونا محال ہے۔ امتداد زمانی جو اس حرکت سے پیدا ہوتی ہے اس میں جو جزو بھی فرض کیا جاوے۔ وہ بعض اجزا کی نسبت پیچھے ہوگا پس وہ گزرے ہوئے اجزا جو نیست ہو گئے ہیں۔ زمان ماضی کہلاتے ہیں۔ اور بعض اجزا کی نسبت آگے ہوگا۔ یہ اجزا جو ابھی تک نہیں آئے زمان مستقبل کہلاتے ہیں۔ اور اس جزو مفروض کو حال اور آن کہتے ہیں۔ حال ماضی کی انتہا و مستقبل

کی ابتدا ہے۔ اور دونوں کے درمیان حد فاصل ہے۔ حال اور آن کی نسبت امتداد زمانی کے ساتھ وہی ہے۔ جو نقطہ کو ایسے خط مفروض کے ساتھ جو دونوں طرف سے غیر تمنا ہی ہو۔ اس لئے (مصنف نے) فرمایا۔ کہ ماضی جو گذر گیا ہے۔ وہ بھی عدم ہے۔ اور او مستقبل جو ابھی آیا نہیں وہ بھی عدم ہے۔ پس ماہ و سال جو زمانہ کے ساتھ آویختہ ہیں۔ اسی طرح ہیں۔ اگر گذر گئے ہیں۔ تو بھی عدم ہیں۔ اور اگر نہیں آئے تو بھی عدم ہیں پس یہ امتداد زمانی اس نقطہ حال کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس نقطہ حال ہی ہے۔ کہ تجدد تعینات سے ایک لمبے اور غیر تمنا ہی خط کی مانند امتداد زمانی کی صورت میں نظر آتا ہے۔

۴۶۱۔ یکے نقطہ ست وہمی گشتہ ساری تو او را نام کردی نہر جاری

ترجمہ۔ (نقطۂ حال) ایک نقطۂ وہمی ہے۔ جو سریان میں ہے۔ تو نے اس کا نام نہر جاری رکھ دیا۔

شرح۔ یعنی وہ نقطہ حال ایک وہمی نقطہ ہے۔ اور فلک اعظم کی دوامی حرکت سے جو سرعت تجدد اسے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے سبب اس نقطہ پہ سریانی صورت کا وہم ہوتا ہے جس طرح بارش کا قطرہ گرنے میں رسی کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ یا پھرنے والا نقطہ دائرہ کی طرح نظر آتا ہے۔ پس اس سرعت تجدد کے سبب اس نقطۂ وہمی کا نام نہر جاری ہو گیا۔ جو ہمیشہ چلتی ہے۔ اور جس کی ابتدا و انتہا نہ ہو۔ حالانکہ وہ ایک نقطہ وہمی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی پس یہ نہر جاری بھی ایک نمود بے بود ہے۔

۴۶۲۔ بجز من اندریں صحرا دگر کیست؟ بگو با من کہ ایں صوت و صدا کیست؟

ترجمہ۔ میرے سوا اس (صحرائے دنیا) میں کون ہے۔ مجھے بتا کہ یہ شور و غل کیا ہے۔

شرح۔ یعنی میری ذات (یعنی حق متعین بتعین) کے سوا اس صحرائے وجود میں اور کون ہے۔ اور چونکہ سب کچھ حق تعالے ہی ہے۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں پس

بہ صوت و صدا (یعنی وجود ممکنات) جو صحرائے وجود میں نظر آتی ہے کیا ہے جس طرح آواز اور گونج کا وجود ثابت نہیں ہے۔ اور نمود بے بود ہے اسی طرح خلقت کا وجود ہے۔ جو قول کن کے صوت و نغمہ سے پیدا ہوا تھا۔ اور اعیان ممکنہ سے جو عدم اضافی بمنزلہ جسم سخت کے ہیں منعکس ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ نظم

مطرب عشق مے نوازد ساز عاشقے کو کہ بشنود آواز

مطرب عشق ساز بجاتا ہے۔ عاشق کہاں ہے کہ اس کی آواز کو سنے۔

ہمہ عالم صدائے نغمہ اوست کہ شنید ایں چنیں صداے دراز

سارا جہان اس کی نغمہ کی گونج ہے۔ ایسی لمبی گونج بھی کسی نے سنی ہے۔

راز او از جہاں بروں افتاد خود صدا کے نگاہ دارد راز

اس کا بھید زمانے سے باہر نکل گیا۔ کیونکہ گونج بھید کی نگہداشت کہاں کر سکتی ہے۔

چونکہ اعراض سے جواہر کا ترکیب پانا بھی بے بود نمائشوں میں سے ایک ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۳۶۳۔ عرض فانی است جوہر زو مرکب بگو کے بود۔ یا خود کو مرکب؟

ترجمہ۔ عرض فانی ہے پس بتا کہ جوہر اس سے کیونکر مرکب ہو سکتا ہے۔ یا وہ (جوہر) خود بخود مرکب کیسے ہو سکتا ہے؟

شرح۔ جو متکلمین مادہ سے خالی جواہر مثلاً عقول و نفوس کے قائل نہیں ہے۔ انکے نزدیک جوہر منحصر ہے جوہر فرد میں اور اجسام میں جو اس سے ترکیب پاتے ہیں۔ انکا ایک گروہ اس بات کا قایل ہے۔ کہ تمام جواہر اعراض مجتمعہ ہیں۔ دوسرا گروہ اس بات پر ہے۔ کہ اعراض ہر جسم کی حقیقت میں ہیں جو ہر وہ ہے۔ جو قائم بالذات ہو۔ اور عرض جو نہ ہو۔ العرض لا یبقیٰ زمانین[۲] کے حکم مطابق عرض فانی ہے۔ ہر لحظہ

[۱] یہ شعر مطبوعہ کتاب میں نہیں تھا۔ مگر اسکے سوا باقی دونوں شعروں کا مطلب فوت ہوتا تھا۔ اسلئے قلمی نسخہ سے نقل کر کے درج کر دیا ہے [۲] دیکھو بیت ۱۰۳ [۳] عرض دو وقتوں میں باقی نہیں رہتا۔ بلکہ ہر لحظہ متجدد ہوتی رہتی ہے۔

نیست ہوتا ہے۔ اور پھر نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور متکلمین کے دو گروہ یعنی جواہر کو اعراض مجتمعہ ماننے والے اور اعراض کو حقیقت جوہر میں داخل جاننے والے اس کو مانتے ہیں۔ پس جب یا جوہر قائم بالذات ہے۔ تو اعراض سے جو فانی اور عدم ہیں کیونکہ ترکیب پا سکتا ہے۔ اور جو چیز نابود سے مرکب ہو وہ بود کیسے ہو سکتی ہے

۷۶۴۔ ز طول و عرض و ز عمق است اجسام وجودے چوں پدید آید ز اعدام؟

ترجمہ۔ اجسام طول عرض اور عمق سے ہیں لیکن یہ سب عدام ہیں) عدموں سے وجود کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔

شرح۔ یعنی اجسام جس کا وجود ثابت نظر آتا ہے۔ طول۔ عرض۔ اور عمق سے پیدا ہوئے ہیں لیکن یہ تینوں اعتباری۔ وہمی اور عدمی امر ہیں۔ اور جسم کا وجود انہیں اعدام سے ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ عدم ہرگز موجود نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قلب حقائق محال ہے۔ اور عدم سے وجود حاصل نہیں ہو سکتا۔

۷۶۵۔ ازیں جنس است اصل جملہ عالم چو دانستی بیا ر ایمان فالزم

ترجمہ۔ تمام عالم کی اصل اسی قسم کی (نمود بے بود) ہے۔ جب تو نے یہ جان لیا۔ تو (توحید حقیقی پر) ایمان لا اور اسے لازم پکڑ[له]

شرح۔ یعنی تمام عالم کا وجود اور اصل نمود ہائے بے بود کی قسم سے ہے۔ جن کا ذکر گذر چکا ہے۔ جب تو نے ان تمثیلوں سے سمجھ لیا کہ خلق کا وجود بھی نمود بے بود ہے۔ تو حق تعالے کی توحید حقیقی پر ایمان لا۔ اور تصدیق کر۔ کہ جو کچھ ہے۔ حق ہی ہے۔ اسکے سوا سب کچھ عدم ہے۔ پھر اس ایمان کو لازم پکڑ۔ نظم

گر در آں کوچہ بار یابے تو کے ازاں کوچہ باز گردی کے

اگر تو اس کوچہ میں باریاب ہو جائے۔ تو پھر وہاں سے کب واپس آئے گا۔

نفس خود بر تراش و او را باش تا شود جملۂ جہاں بیک شئی

له اَصَبْتَ فَالْزَمْ۔ تو نے پا لیا۔ پس لازم پکڑ۔ یعنے ایک دفعہ یہ نقطہ حاصل ہو گیا تو پھر اس سے غافل نہ ہو۔

اپنے آپکو نکالدے اور اس کا ہوجا۔ تاکہ سارا جہان ایک چیز ہو جائے۔
چونکہ معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ فرمایا۔

۴۶۶۔ جز از حق نیست دیگر ہستی الحق ہو الحق گوئی گر خواہی انا الحق

ترجمہ۔ حق تعالےٰ کے سوا یقیناً کوئی ہستی نہیں (جب یہ بات تم پر ثابت ہو جائے) پھر خواہ "ہو الحق" کہو۔ خواہ "انا الحق" (دونوں درست ہیں)

شرح۔ مختصر یہ کہ عارف حقیقی جس عبارت سے بھی حقیقت کی تعبیر کرے۔ درست ہے کیونکہ اصلیت سے واقف ہے۔

۴۶۷۔ نمود وہمی از ہستی جدا کن نہ بیگانہ خود را آشنا کن

ترجمہ۔ ہستی (حق) سے نمود وہمی (یعنی تعین) کو الگ کر دے۔ تو غیر نہیں ہے پس اپنے آپ کو آشنا بنا۔

شرح۔ یعنی غیریت۔ بن۔ اور بیگانگی کا وہم تعین اور نمود وہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو ہستی مطلق کو عارض ہوتی ہیں پس اس تعین کو ہستی حق سے الگ کر دے۔ تاکہ تجھے معلوم ہو جائے۔ کہ تو آشنا ہے بیگانہ نہیں۔

سوال ہشتم

۴۶۸۔ چرا مخلوق را گویند واصل؟ سلوک و سیر او چون گشت حاصل؟

ترجمہ۔ مخلوق (سالک) کو واصل (بحق) کیوں کہتے ہیں۔ اور اسے سلوک اور سیر کیونکر حاصل ہوئی۔

شرح۔ یعنی سالک جو مخلوق ہے۔ اسے واصل کیوں کہتے ہیں۔ اور اسے سلوک کس طرح حاصل ہوا۔ کہ مخلوق ہوکر وصال میسر آگیا۔

جواب

۴۶۹۔ وصال حق ز خلقیت جدائیست ز خود بیگانہ گشتن آشنائیست

سلہ وصال اپنی ہستی کو خدا کی ہستی میں فنا کر دینا جس طرح برف پگھل کر سمندر میں مل جاتی ہے۔

ترجمہ۔ خلقیت سے جدا ہو جانا خدا سے ملنا ہے۔ اور اپنے آپ سے بیگانہ ہو جانا خدا کی آشنائی ہے۔

شرح۔ یعنی حقیقت میں وصال سے یہ مراد ہے۔ کہ سالک تعین اور ہستی مجازی جسے خلق کہتے ہیں۔ اس سے جدا ہو جاوے۔ اور حق کی آشنائی یہ ہے۔ کہ اپنی خودی سے بالکل بیگانہ ہو جاوے۔ نظم

یار ما با ماست از ما کے جداست   مائیئ ما پردۂ ادبار ماست

ہمارا یار ہمارے ساتھ ہے۔ جدا کہاں ہے۔ یہ ہماری مائی ومنی ہماری بدبختی کا پردہ ہے۔

ہر کہ از مائی منی بیگانہ شد   بے حجاب جاں بجاناں آشناست

جو کوئی مائی ومنی سے بیگانہ ہوا۔ وہ جان (خودی) کے حجاب کے بغیر جاناں کا آشنا ہو جائے گا۔

چونکہ وصال حقیقی تعین امکانی کو اٹھا دینے کا نام ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۷۷۴۔ چو ممکن گرد امکاں برفشاند   بجز واجب تو گر چیزے نماند

ترجمہ۔ ممکن جب امکان کی گرد جھاڑ دے۔ تو واجب کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

شرح۔ یعنی ممکن ہستی کے وقت 'واجب' ہے۔ جس کے ساتھ تعین عدمی گویا امکان کے گرد و غبار کی طرح ہے۔ جو وجود مطلق کے صفحہ پہ جم گئی ہے۔ پس جس وقت 'ممکن' اس گرد کو جھاڑ دے۔ اور مٹا دے۔ تو واجب کے سوا باقی کچھ نہیں رہے گا۔ کیونکہ امکان ہی نمود بے بود تھی۔ جب نمود وہی جاتی رہی۔ جو کچھ تھا۔ نظر آ گیا۔ نظم

قصہ ما و او مگو با او   یا تو باشی دریں میاں یا او

ما و من کا قصہ اس سے نہ کہو۔ یا تو ہو گا یا وہ

رہنمائے من و تو در قرآن   از قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرۡہُمۡ خوان

قرآن سے اگر میرا تیرا رہنما رچاہتے تو) قل اللہ ثم ذرہم[1] پڑھ۔

۴۷۱۔ وجودِ ہر دو عالم چون خیال است   کہ در ذاتِ بقا عین زوال ست

ترجمہ۔ دو عالم کا وجود خواب و خیال کی مانند ہے۔ جو بقا کے وقت میں بھی ہمیشہ زوال و عدم ہے۔

شرح۔ یعنی چونکہ ہستی واجب ہی ہے۔ جو عالم کی صورت میں متجلی و ظاہر ہے۔ اور غیر حق ہمیشہ عدم ہے۔ عالم کا وجود صورت خیالی کی مانند نمود بے بود ہے اور کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ لیکن بقا کے وقت چونکہ حق سے قائم ہوتا ہے۔ اسلئے وجود حق سے علیحدہ عالم کا وجود زوال عدم اور نابود ہوتا ہے۔ بنظم۔

دو عالم با زغیر او خیال انست   مشو جاناں گرفتار خیالات

اس کے بغیر دونوں جہان ایک خیال ہیں۔ اے دوست خیالات میں قید نہ ہو

۴۷۲۔ نہ مخلوق است آں کو گشت واصل   نہ گوید ایں سخن را مردِ کامل

ترجمہ۔ "جو واصل ہو گیا وہ مخلوق ہی ہے" یہ بات[2] مرد کامل ہرگز نہیں کہتا۔

شرح۔ یعنی مخلوق اور خلق سے تعین و تشخص مراد ہے۔ ورنہ وجود جس مرتبہ میں بھی ہو۔ واجب ہی ہے۔ اور جب تک یہ تعین شخصی نہ اٹھ جائے۔ وصال حاصل نہیں ہوتا پس واصل مخلوق نہیں رہتا۔ اور جبتک مخلوقیت کا نشان بھی باقی رہے۔ واصل نہیں ہو سکتا پس یہ بات کہ مخلوق واصل رجق ہے۔ دانا اور کامل شخص کبھی نہیں کہتا کیونکہ حقیقت میں حق ہی ہے جو حق سے واصل ہوتا ہے۔

۴۷۳۔ عدم کے راہ یابد اندریں باب   چہ نسبت خاک را با ربِ ارباب

ترجمہ۔ عدم اس باب کا رستہ کس طرح پا سکتی ہے۔ خاک کو تمام پروردگاروں کے

---

[1] قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (پ ۷ ع ۱۱) کہو اللہ پھر ان کو پڑے جھک مارنے دو۔

[2] یا جو واصل (باللہ) ہو گیا ہو۔ وہ مخلوق نہیں ہے۔ اور کوئی مرد کامل یہ بات نہیں کہہ سکتا (کہ وہ مخلوق ہے)

پروردگار سے کیا نسبت۔

شرح۔ ممکنات قطع نظر اس سے کہ واجب کا تجلی ان کی صورتوں میں ہے۔ عدم ہیں پس وہ باب وصول تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اور جب تک مدرک اور مدرک[1] میں مناسبت نہ ہو۔ ادراک ممکن نہیں ہے۔ خاک (انسان) کو اپنی کثافت وظلمت کے باوجود رب الارباب کے ساتھ کیا نسبت ہوسکتی ہے کیونکہ وہ تو لطیف محض اور نور مطلق ہے۔ پھر وہ عارف اور واصل بحق کیسے ہوسکتا ہے۔

۴۷۴۔ عدم چہ بود کہ باحق واصل آید وزو سیر و سلوک حاصل آید

ترجمہ۔ عدم کی کیا بساط ہے۔ کہ وہ حق کے ساتھ واصل ہو سکے۔ اور سیر و سلوک حاصل کر سکے۔

شرح۔ یعنی عدم جو محض نیستی ہے۔ حق کے ساتھ کیونکر واصل ہوسکتی ہے اور سیر و سلوک جو وجود علم اور حیات کے تابع ہیں۔ اسے کیونکر حاصل ہوسکتے ہیں۔

۴۷۵۔ اگر جانت شود زین معنی آگاہ بگوئی در زمان اَستغفر اللہ

ترجمہ۔ اگر تیری جان (نفس ناطقہ) اس حقیقت سے آگاہ ہوجائے۔ تو تو فوراً توبہ توبہ کر اٹھے۔

شرح۔ نیز النفس ناطقہ اگر اس بات سے آگاہ ہوجائے۔ کہ غیر حق عدم ہے۔ تو اس اعتقاد سے کہ مخلوق واصل بحق ہوسکتا ہے۔ فوراً مغفرت اور معافی مانگے کیونکہ یہ بدظنی ہے۔

۴۷۶۔ تو معدوم و عدم پیوستہ ساکن بواجب کے رسد معدوم ممکن

ترجمہ۔ تو معدوم ہے۔ اور عدم ہمیشہ ساکن ہوتا ہے (کیونکہ حرکت تابع وجود ہے) پس معدوم ممکن واجب تک کس طرح پہنچ سکتا ہے۔

شرح۔ یعنی اے ممکن تو اپنے آپ میں معدوم ہے۔ اور عدم ہمیشہ ساکن ہوتا ہے کیونکہ حرکت بالکل وجود کے تابع ہے۔ سیر و سلوک جو حق کی طرف معنوی حرکت

---

[1] مدرک ادراک کرنے والا اور مدرک جس کا ادراک کیا جاوے۔

ہے۔ اور وصول جو واجب تک پہنچتا ہے۔ معدوم ممکن کو کب حاصل ہو سکتے ہیں۔
کیونکہ حرکت اس کی ذات کے منافی ہے۔

۴۷۷۔ ندارد ہیچ جوہر بے عرض عین عرض چہ بود؟ کہ لا یبقیٰ زمانین

ترجمہ۔ کوئی جوہر عرض کے بغیر حقیقت نہیں رکھتا۔ اور عرض کیا ہے کہ دو وقتوں میں باقی نہیں رہتا (یعنی ایک لمحہ سے زیادہ باقی نہیں رہتا۔ اور خود عدم ہے)

شرح۔ یعنی عالم جواہر و اعراض ہیں۔ جوہر جو وجود میں متلبس ہے۔ عرض کے بغیر خارج میں عین یعنی حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر جواہر بسیط[1] ہوں۔ تو جب تک عوارض و تشخصات میں متلبس نہ ہوں۔ عین میں ظہور نہیں پا سکتے۔ اور اگر مرکب جسمانی ہوں۔ تو اعراض سے ترکیب اور تحقق پاتے ہیں۔ پھر عرض جو جوہر کا ثبوت ہے۔ بذات خود دو وقتوں میں باقی نہیں رہتا۔ اس لئے عدم ہے۔ تو عدم سے وجود کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

۴۷۸۔ حکیمے کاندریں فن کرد تصنیف بہ طول و عرض و عمق کرد تعریف

ترجمہ جس حکیم نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اس نے جسم کی تعریف ان تینوں اعراض سے کی ہے۔ یعنی طول عرض اور عمق۔

شرح۔ یعنی علم طبعیات کے حکیم نے جس نے احکام طبعیہ پر بحث کی ہے اور کتابیں تصنیف کی ہیں جسم طبعی کی تعریف یوں کی ہے۔ کہ وہ ایک جوہر ہے کہ اس میں ابعاد ثلاثہ یعنی طول۔ عرض اور عمق کا فرض کرنا ممکن ہو۔ اس طرح پر کہ ایک دوسرے کو قائمہ زاویوں پر قطع کریں۔ یہ ابعاد عدمی امور ہیں۔ اور عدم سے وجود کا ترکیب پانا بے حقیقت اور بے ثبوت ہے۔

۴۷۹۔ ہیولیٰ چیست جز معدوم مطلق کہ میگردد بدو صورت محقق؟

ترجمہ۔ ہیولیٰ معدوم مطلق ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ اور پھر اس سے صورت

---

[1] وہ شئے جو مرکب نہ ہو۔ یعنی جسے پھاڑ کر دو یا زیادہ مختلف قسم کی اشیاء نہ نکال سکیں جیسے سونا چاندی وغیرہ دیکھو بیت ۴۶۳

کو ثابت کرتے ہیں۔

شرح۔ حکما نے جوہر کی تقسیم یوں کی ہے۔ کہ جوہر یا دوسرے جوہر کا محل ہوتا ہے۔ یا حال۔ اگر محل ہو۔ تو اسے ہیولی کہتے ہیں۔ اگر حال ہو تو صورت اور اگر دونوں سے مرکب ہو۔ تو اسے جسم کہیں گے پس فرمایا۔ کہ ہیولی صورت سے الگ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور صورت ہیولی سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ حال کا ثبوت محل سے ہوتا ہے جس چیز کا ثبوت عدم سے ہو۔ اس کا حال کیا ہوگا۔ یہیں سے قیاس کر لو۔ کہ جواہر جو اجسام کی اصل ہیں۔ اُن کی حقیقت تو یہ ہے۔ جو تم نے سنی۔ پس اجسام جو ان سے مرکب ہیں وہ کیا ہوں گے۔

۴۸۰۔ چو صورت بے ہیولیٰ در عدم نیست ‏ ‏ ‏ ‏ ہیولیٰ نیز بے او جز عدم نیست

ترجمہ۔ جس طرح عدم میں ہیولی کے بغیر صورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح صورت کے بغیر ہیولی بھی محض عدم ہے۔

شرح۔ یہ بات عقلی دلائل سے ثابت ہو گئی ہے۔ کہ صورت اور ہیولی ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اور چونکہ لزوم دونوں طرف سے ہے[1] اسلئے صورت بھی ہیولی کے بغیر عدم ہی ہوگی۔ در عدم نیست؛ سے حکما کہ اس اعتقاد کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔

۴۸۱۔ شدہ اجسام عالم زیں دو معدوم ‏ ‏ ‏ ‏ کہ جز معدوم ز ایشاں نیست معلوم

ترجمہ۔ پس سارا عالم ان دو معدوموں سے ہی موجود ہے۔ کیونکہ معدومیت کے سوا ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

شرح۔ یعنی حکما کے نزدیک اجسام عالم ہیولی اور صورت سے مرکب ہیں اور یہ دونوں ہیں ایکدوسرے کے بغیر معدوم ہیں۔ پس سارا عالم ان دو معدوموں سے موجود ہوا ہوگا۔ کیونکہ ہیولی اور صورت کی معدومیت کے سوا اور کوئی بات ان کے متعلق معلوم نہیں۔ کہ وہ کیا ہیں۔ حالانکہ معدوم سے کسی چیز کا موجود ہونا محال ہے۔

---

[1] یعنی جسطرح ہیولی کے بغیر صورت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح صورت کے بغیر ہیولی نہیں ہو سکتا۔

۴۸۲۔ ببیں ماہیت را بے کم و بیش نہ موجود و نہ معدوم است در خویش

ترجمہ۔ اپنی ماہیت اور حقیقت کو دیکھ کہ وہ کمی بیشی کے بغیر اپنے آپ میں نہ موجود ہے نہ معدوم ہے۔

شرح۔ یعنی اپنی ماہیت اور حقیقت پر نظر کر۔ کہ کمی بیشی کے بغیر اپنے آپ میں نہ موجود ہے۔ نہ معدوم۔ کیونکہ اگر موجود ہو۔ تو معدوم نہ ہوتی۔ اور اگر اپنے ذات میں معدوم ہوتی تو ماہیات ممتنعہ کی طرح موجود نہ ہو سکتی۔ کیونکہ قلب حقائق محال ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ ممکن ایک اعتباری امر ہے جسے عقل وجود اور عدم کے ادراک سے ترکیب دیتی ہے۔ اور حقیقت میں کوئی وجود نہیں رکھتا۔ وجود ہمیشہ واجب ہوتا ہے۔ اور عدم ہمیشہ ممتنع اور اجتماع ضدین محال ہے[1]

۴۸۳۔ نظر کن در حقیقت سوئے امکاں کہ او بے ہستی آمد عین نقصاں

ترجمہ۔ امکان (اور ممکن) پر از روئے حقیقت نظر کر۔ کہ وہ ہستی کے بغیر سراسر نقصان (یعنی نیستی) ہے

شرح۔ مجازی اور سرسری نظر کو چھوڑ کر اعتبار اور حقیقت کی آنکھ سے امکان اور ممکن پر نظر کر۔ کہ امکان کے ساتھ جب تک وجود نہ ملے۔ وہ عین نقصان یعنی عدم ہے۔ اور نیستی سے زیادہ اور کیا نقصان ہوگا۔

۴۸۴۔ وجود اندر کمال خویش ساریست تعینہا امور اعتباریست

ترجمہ۔ وجود مطلق اپنے کمال (ظہور) میں ساری ہے۔ یہ تعینات سب اعتباری اور وہمی باتیں ہیں۔

شرح۔ یعنی وجود مطلق میں اپنے کمال یعنی وحدت و انبساط جو تقاضائے ذاتی ہیں ان کے ظہور و اظہار کی حبِّ ذاتی ہے۔ اسی کے ذریعے ازل سے ابد تک سب موجودات پر ساری و متجلی ہوتا ہے۔ تعینات جو ظہور کے مختلف مراتب میں قیود و اعتباراتی کے سبب اس حقیقت کو عارض ہوتی ہیں۔ سب امور اعتباری اور نمود وہمی ہیں۔

[1] یعنی عدم کا وجود ہونا یا وجود عدم ہونا محال ہے۔

۴۸۵۔ امورِ اعتباری نیست موجود   عدد بسیار و یک چیز است موجود

ترجمہ۔ اعتباری[1] امور فی الحقیقت موجود نہیں ہیں۔ جس طرح بے شمار عدد ہیں۔ لیکن معدود ایک چیز ہوتی ہے۔

شرح۔ یعنی تعینات حقیقت میں موجود نہیں ہیں۔ بلکہ یہ بھی ایک کی تعداد کی طرح ایک اعتبار ہے۔ ایک کو دو بار گنو تو دو ہو جائے گا۔ تین بار گنو تو تین۔ اور اسی طرح پر اس سے آگے۔ یعنی ایک کو بار بار گننے سے بے شمار عدد پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن معدود ایک ہی رہتا ہے۔

۴۸۶۔ جہاں را نیست ہستی جز مجازی   سراسر کار[2] او لہو است و بازی

ترجمہ۔ جہاں کی ہستی صرف مجازی ہے (حقیقی نہیں) اور اس کے کام سراسر کھیل اور تماشا ہیں۔

شرح۔ آیت اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ[3]۔ نظم

ایں عمر بے بقا کہ ندارد وکس وفا   ویں دولت دو روزہ و بے اعتبار ہیچ

یہ عمر بے بقا جو کسی سے وفا نہیں کرتی۔ اور یہ دو روزہ دولت جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ سب ہیچ ہیں۔

ایں تخت و تاج و سلطنت و جاہ و کوکبہ   ویں لشکر و خزانہ و ایں گیر و دار ہیچ

یہ تخت۔ تاج۔ سلطنت۔ مرتبہ۔ سواری اور یہ لشکر۔ خزانہ اور پکڑ دھکڑ۔ سب کچھ بھی نہیں۔

ایں جستجوئے منصب و اسباب حرص جاہ   ویں کاروبار دنیا و ایں سعی کار ہیچ

یہ منصب کی جستجو اور مرتبہ کے لالچ کے اسباب۔ یہ دنیاوی کاروبار اور کوششیں سب ہیچ ہیں۔

---

[1] امر اعتباری وہ ہے۔ جس کی ہستی تصور کرنے والے کے دماغ کے سوا کہیں نہ ہو۔ وہ بھی اس وقت تک کہ اس کا تصور کرے۔

[2] کار عالم مثلاً مرنا۔ جینا۔ خوشی۔ رنج۔ خوشحالی۔ بدحالی وغیرہ سب بچوں کا سا کھیل ہے۔

[3] (پ ۲۶ ع ۸) یہ دنیا کی زندگی تو بس نرا کھیل اور تماشا ہے۔

تمثیل

وجود مطلق کا مراتب کثرات میں ظہور اور وجود عالم کی بے اعتباری کے بیان میں

۴۸۷ - بخارے مرتفع گردوز دریا ‌ ‌ ‌ ‌ بامر حق فرو بارد بصحرا

ترجمہ۔ سمندر سے بخار اٹھتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق جنگل میں (بارش بنکر) برستا ہے۔

شرح ۔ عناصر اربعہ کے عالم کو عالم کون و فساد کہتے ہیں۔ کون ایک صورت کے بعد دوسری صورت کا قبول کرنا ہے۔ اور فساد صورت کا چھوڑ دینا عناصر میں سے ہر ایک میں یہ قابلیت ہے۔ کہ اپنی صورت چھوڑ کر دوسرے کی صورت قبول کرلے۔ چنانچہ روز دیکھتے ہیں۔ کہ ہوا لوہار کی بھٹی میں آگ بن جاتی ہے۔ اور عمل کیسر میں پتھر پانی ہوجاتا ہے۔ ہوا پانی ہوجاتی ہے جس طرح شبنم۔ پانی حرارت سے ہوا بن جاتا ہے اسلئے فرمایا۔ کہ آفتاب کی گرمی سے سمندر سے بخار اٹھتا ہے۔ وہ بخار ہوائی اور آبی اجزا سے مرکب ہے۔ جو اس قدر چھوٹے ہیں۔ کہ حس ان کو تمیز نہیں کرسکتی۔ اور انکو آب و ہوا کی بجائے کوئی دوسری چیز سمجھتی ہے پس جس وقت یہ بخار کرۂ زمہریر میں پہنچتا ہے۔ تو سردی اگر بہت زور میں ہو۔ تو کثیف ہوکر برف اور اولے کی صورت

سلہ یہ تمثیل قرآن مجید پ ۱۱ ع ۸ سے لی گئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ (اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ) دنیا کی زندگی کی مثال تو بس پانی کی سی ہے۔ کہ ہم نے اس کو آسمان سے برسایا پھر زمین کی روئیدگی جس کو آدمی اور چارپائے کھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ مل گئی۔ اس طرح پر کہ پانی کو جذب کرلیا۔ اور وہ کھیتی پھولی یہاں تک کہ جب زمین نے فصل سے بناؤ سنگھار کرلیا۔ اور خوشنما ہوئی۔ اور کھیت والوں نے سمجھا۔ بس اب وہ اس پر قابو پاگئے۔ ناگاہ رات کے وقت یا دن کے وقت ہمارا عذاب نازل ہوا۔ پھر ہم نے اس کا ایسا ستھراؤ کیا۔ کہ گویا کل اس کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ جو لوگ سوچتے سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے ہم دلیلیں اسی طرح تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

اختیار کر لیتا ہے۔ اگر سردی کم ہو۔ تو جمع ہو کر قطروں کی صورت میں برستا ہے۔ اس بخار مجتمع کو ابر کہتے ہیں۔ اور اس کا تقاطر باران کہلاتا ہے اسلئے فرمایا کہ بامرِ حق فرو بارد بصحرا یعنی وہ طبقۂ زمہریر میں برف یا بارش بنکر حق تعالیٰ کے حکم سے صحرا میں برس جاتا ہے

۴۸۸۔ شعاعِ آفتاب از چرخِ چارم　　فرود آید شود ترکیب باہم

ترجمہ۔ چوتھے آسمان سے (جہاں آفتاب ہے) آفتاب کی شعاع نیچے اترتی ہے اور (بارش سے) مل جاتی ہے۔

شرح۔ یعنی چرخ چہارم سے آفتاب کی شعاع مٹی سے ملی ہوئی بارش پہ پڑتی ہے اور باہم مرکب ہو جاتی ہیں۔

۴۸۹۔ کند گرمی دگر رہ عزم بالا　　در آویزد بدو آں آب دریا

ترجمہ۔ گرمی پھر اوپر جانے کا ارادہ کرتی ہے لیکن وہ آب دریا اس سے چمٹ جاتا ہے (کہ مجھ کو چھوڑ کر کہاں ؟)۔

شرح۔ یعنی جب شعاعِ آفتاب کی گرمی اس (آب و خاک) سے ملتی ہے۔ تو وہ گرمی دوبارہ اوپر جانے کا ارادہ کرتی ہے۔ کیونکہ کرۂ نار اس کا مرکز ہے لیکن چونکہ آپس میں ترکیب پائے ہوئے ہیں۔ اس لئے آب دریا جس سے بادل اور بارش بنی تھی۔ اس گرمی کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔

۴۹۰۔ چو با ایشاں شود آب و ہوا ضم　　بروں آید نباتِ سبز و خرّم

ترجمہ۔ جب ان کے ساتھ ہوا اور پانی مل جاتے ہیں تو اس ترکیب سے سبز اور خوش و خرم نباتات نکلتی ہے۔

شرح۔ چونکہ ہوا کو گرمی سے اور خاک کو سردی سے مناسبت ہے۔ اس لئے ہوا اور خاک اس گرمی اور آب سے مل جاتی ہیں۔ تو یہ چاروں عناصر چھوٹے چھوٹے ہو کے آپس میں چھونے اور ٹوٹنے پھوٹنے کے سبب ترکیبی صورت قبول کر لیتے ہیں مثلاً حرارت اور ہوا اوپر کی طرف کھینچتے ہیں۔ اور آب اور خاک نیچے کی طرف ہوتے ہیں۔ لیکن نباتات ان کے درمیان کھڑی ہے۔

۴۹۱ - غذاءِ جانور گردد زتبدیل خوردِ انسان و بابد باز تحلیل

ترجمہ - یہ نباتات جانوروں کی خوراک بن کر حیوانات میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس کو انسان کھاتا ہے۔ پھر وہ خوراک تحلیل ہو جاتی ہے۔

شرح - چونکہ ایجادِ عالم سے غرض معرفت ہے۔ اور معرفت سوائے انسانی حالت کے ممکن نہیں۔ پس جو کچھ بھی ہے۔ اسی دھن میں ہے۔ کہ مرتبہ انسانی تک پہنچ جائے۔ لیکن ترقی بتدریج ہوتی ہے۔ اس لئے وہ نباتات پہلے حیوانات کی غذا بنتی ہے۔ پھر حیوان کو انسان کھاتا ہے۔ اور وہ حیوان انسان میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور حیوانی درجہ سے انسانی درجے میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۹۲ - شود یک نطفہ و گردد در اطوار وزاں انسان شود پیدا دگر بار

ترجمہ - اس سے نطفہ بن جاتا ہے۔ جو مختلف حالتوں میں پھرتا ہے۔ اور اس سے پھر انسان پیدا ہوتا ہے۔

شرح - یعنی جب حیوان انسان میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور انسان کا جزو ہو جاتا ہے۔ تو مرد و عورت کے ازدواج سے نطفہ کی صورت پیدا کرتا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے[1] علقگی اور مضغگی کے درجوں میں تبدیل ہو کر دوسری بار انسانی صورت پیدا کرتا ہے۔

۴۹۳ - چو نورِ نفسِ گویا در تن آید یکے جسمِ لطیف و[2] روشن آید

ترجمہ - جب جسم میں نفس ناطقہ کا نور آتا ہے۔ تو ایک لطیف اور روشن جسم پیدا ہو جاتا ہے۔

شرح - روحِ حیوانی کو کمال اعتدال حاصل ہونے کے بعد تنِ انسان میں نفس ناطقہ چمکتا ہے۔ اور وہ صورت انسانی ایک لطیف نازنین اور انوارِ علوم سے روشن

---

[1] دیکھو بیت ۳۱۹ اور اس سے اگلے چند ابیات۔

[2] واؤ کسی نسخہ میں نہیں۔ مگر مجھے واؤ کا ہونا نہ ہونے سے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر ونفیلڈ بھی واؤ کے حامی معلوم ہوتے ہیں۔

جسم میں ظاہر ہوتی ہے۔

۳۹۴۔ شود طفل و جوان و کہل و کم پیر　　بداند علم و رائے و عقل و تدبیر

ترجمہ۔ بچہ۔ جوان۔ اڈھیڑ اور بوڑھا ہوتا ہے علم۔ رائے عقل اور تدبیر سیکھتا ہے

شرح۔ جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ تو کچھ مدت طفل رہتا ہے نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی۔ پھر جوان با تمیز ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کہل (اڈھیڑ) کہلاتا ہے۔ جب ساٹھ سال کی عمر سے گذر کر بڑی عمر کو پہنچتا ہے تو بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تمیز کے زمانے سے لے کر اخیر عمر تک علم۔ رائے عقل۔ تدبیر سیکھتا رہتا ہے۔ اور قسم قسم کے کمال کی صفتیں اس سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔

۳۹۵۔ رسد آنگہ اجل از حضرت پاک　　رود پاکی بہ پاکی خاک با خاک

ترجمہ۔ پھر حضرت پاک الٰہی سے اجل آ پہنچتی ہے۔ روح قدسی اپنی اصل کی طرف اور خاکی (عناصر) اپنے مرکز کی طرف چلے جاتے ہیں۔

شرح۔ یعنی یہ عمر کے مرتبے اور کمال کی صفتیں حاصل کرنے کے بعد حضرت مقدس الوہیت سے اجل آ پہنچتی ہے یعنی عمر صوری ختم ہو جاتی ہے۔ اور کما بدأکم تعودون[1] کے حکم کے مطابق رود پاکی بہ پاکی خاک بہ خاک۔ پاک یعنی روح قدسی اضافی بدن سے قطع تعلق کر کے اپنے مبدء اور اصل کی طرف واپس چلا جاتا ہے۔ اور تمام عناصر اپنے اپنے مرکز کی طرف چلے جاتے ہیں۔

چونکہ اس تمثیل سے غرض کثرت کی صورت میں وحدت کے ظہور کا بیان ہے اس لئے فرمایا۔

۳۹۶۔ ہمہ اجزاء عالم چوں نبات اند　　کہ یک قطرہ ز دریائے حیات اند

ترجمہ۔ تمام اجزائے عالم نباتات کی طرح ہیں۔ کیونکہ یہ بھی اسی طرح دریائے حیات (وحدت حقیقی) کے ایک قطرہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

شرح۔ یعنی جس طرح نبات بارش کے ایک قطرہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی

---

[1] جس طرح تم پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح پھر ہو گے۔ (پ ۸ ع ۱۰)

طرح سارا عالم وحدت حقیقی کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ اور ایک قطرہ اس لئے
فرمایا۔ کہ تمام موجودات ایک تجلی شہودی یعنی موجودات عینیہ میں ظہور حق سے حاصل
ہوئی ہیں۔ ورنہ موجودات عالم کا ہر ایک جز بحر توحید کا ایک قطرہ ہے کیونکہ ہر
ایک جز الگ الگ اسم کا مظہر ہے)

۴۹۷۔ زماں چوں بگذرد بر وے شود باز ہمہ انجام ایشاں ہمچو آغاز

ترجمہ۔ جب ظہور کا زمانہ اجزائے عالم پر گزر چکے گا۔ تو جس طرح نیستی سے
ہستی میں آئے تھے اب دوسری دفعہ ہستی سے نیستی میں جائیں گے۔ اور سب
کا معاد مبدء کے مطابق ہوگا۔

۴۹۸۔ رود ہر یک از ایشاں سوئے مرکز کہ نگزارد طبیعت خوئے مرکز

ترجمہ۔ ان اجزائے عالم میں سے ہر ایک اپنے مرکز کی طرف جائیگا۔
کیونکہ طبیعت سے مرکز کی خو نہیں جاتی۔

شرح۔ مرکز مبداء ہے۔ جو سب کا اصلی مقام ہے۔ مدت ظہور کے بعد تمام
اجزائے عالم اپنے اصل مبداء کا رخ کریں گے۔ کیونکہ طبیعت مرکز کی خو نہیں چھوڑتی
اور تعینات عالم کا مرکز عدم ہے پس سب اپنے مبدء یعنی عدم ہی کی طرف لوٹیں گے۔[1]

۴۹۹۔ چو دریائیست وحدت لیک پرخوں کزو خیزد ہزاراں موج مجنوں

ترجمہ۔ وحدت ایک دریا ہے لیکن پرخون دریا بعتبار سرعت فنا جس میں
ہزاروں موجیں دیوانہ وار اٹھتی ہیں۔

شرح۔ پرخون سرعت فنا کے اعتبار سے چنانچہ ہمیشہ تمام عالم میں سرعت فنا
کا اثر محسوس ہوتا ہے تعینات میں تو انقضا [illegible] سرعت
پیدا ہونا کے اعتبار سے فنا [illegible]
اعتبار سے فنا [illegible] ہے موج اور مجنوں کی تشبیہ [illegible]
بھی دیوانے کی طرح بے قرار و بے ثبات ہے۔

[1] کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ۔ ہر ایک چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے [illegible]

۵۰۰۔ نگر تا قطرۂ باراں ز دریا چگونہ یافت چندیں شکل و اسماء

ترجمہ۔ دیکھ۔ اس دریا سے نکل کر بارش کے قطرے نے اس قدر شکلیں اور نام کیونکر حاصل کر لئے۔

۵۰۱۔ بخار و ابر و باران و نم و گل نبات و جانور انسانِ کامل

ترجمہ۔ بخار۔ ابر۔ بارش۔ نم۔ کیچڑ۔ نباتات۔ جانور اور ان سب کے بعد انسانِ کامل۔

شرح۔ یعنی پہلے جب دریا سے نکلا۔ تو بخار تھا۔ جب طبقۂ زمہریر میں پہنچکر مجتمع ہوا۔ تو ابر بنا۔ جب قطرہ قطرہ ہو کر برسا۔ تو بارش کہلایا۔ زمین پر پہنچا تو نم ہوا۔ خاک سے مل کر کیچڑ بنا۔ پھر صورت ترکیبی پا کر زمین سے نکلا تو اس کا نام نبات ہوا۔ جب جانور کی غذا بنا۔ تو حیوان کہلایا۔ جب اُسے انسان نے کھایا تو اُس سے نطفہ پیدا ہوا۔ پھر علقہ ہوا۔ پھر مضغہ ہوا۔ اور رحم میں صورت انسانی حاصل کر کے پیدا ہوا۔ اور انسان کامل الحقیقت بن گیا۔

۵۰۲۔ ہمہ یک قطرہ بود آخر در اوّل کزو شد ایں ہمہ اشیا ممثّل

ترجمہ۔ آخر یہ شروع میں ایک قطرہ ہی تھا جس سے یہ تمام چیزیں بنیں۔

شرح۔ یعنی بخار سے لے کر انسان تک جو کچھ بھی اوپر ذکر ہوا۔ اس پر غور کرو کہ شروع میں ایک پانی کا قطرہ تھا۔ پھر اس کی صورت کی تبدیلی سے اتنی چیزیں بن گئیں۔

۵۰۳۔ جہاں از عقل و نفس و چرخ و اجرام چو آں یک قطرہ داں ز آغاز و انجام

ترجمہ۔ عقل۔ نفس۔ آسمان۔ اور اجرام (بسائط و مرکبات) یعنی سارا عالم شروع سے

(حاشیہ صفحہ ۲۵۶) اس کے سوا کثرت کو وحدت سے وہی نسبت ہے۔ جو موج کو سمندر سے کیونکہ موج کا وجود کثرت کی طرح اعتباری ہے۔ بنی اور بگڑ گئی۔

[1] ارتقاء کے درجے ترتیب وار کس خوبی سے ادا کر دیئے ہیں

[2] ان الفاظ کی تشریح کے لئے دیکھو بیت ۳۱۹

اخیر تک اس ایک قطرہ کی مانند سمجھ لو۔

شرح۔ یعنی عقل، نفس کل، چرخ افلاک اور بسیط و مرکب اجرام جن کا نام عالم ہے سب اسی قطرہ کی مانند ہیں عقل کل جو بمنزلہ قطرہ کے ہے۔ اس نے وحدت حقیقی کے سمندر سے ظہور کر کے تعینات عالم کے تمام مراتب میں سیر کی۔

۵۰۴ اجل چون رسد در چرخ و انجم شود ہستِ ہمہ در نیستی گم

ترجمہ۔ جب افلاک و انجم کی اجل (وقت مقررہ) آ پہنچے گی۔ تو سب کی ہستی نیستی میں گم ہو جائے گی۔ (جس طرح پہلے نیستی سے نکلی تھی)

شرح۔ جب ان کی ہستی کی مدت ختم ہو جائے گی۔ تو اپنی اپنی مجازی ہستیوں کو جو نمود بے بود ہیں نیستی میں کھو بیٹھیں گے۔ اور اپنے اصل عدمیت کی طرف لوٹیں گے۔ اور حق کے سوا کوئی نہیں رہے گا۔

۵۰۵ چو موجے بر زند گردد جہاں طمس یقیں گردد کاَن لَمْ تَغْنَ بِالْاَمْس

ترجمہ۔ جب (وحدت حقیقی کے سمندر سے) ایک موج اٹھے گی۔ تو جہان مٹ جائیگا اور اس بات کا پورا پورا الیقین ہو جائے گا۔ کہ گویا وہ کل تھا ہی نہیں"۔

شرح۔ جب وحدت حقیقی کا سمندر اسم اَلْقَاھِر[1] کے تجلی سے متجلی ہوا۔ تو جہان نابود ہو جائے گا۔ اور اس بات کا یقین (یعنی عین الیقین) ہو جائے گا۔ کہ حق تعالے نے جو تمثیل دنیا کی زندگی کے متعلق فرمائی ہے۔ کَاَن لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ یہ بالکل درست ہے

۵۰۶ خیال از پیش برخیزد بیک بار نماند غیر حق در دار دیار

ترجمہ۔ خیال (یعنی نمود بے بود ہستی ممکنات) بالکل اٹھ جائے گی۔ اور گھر میں حق تعالی کے سوا کوئی رہنے والا نہ ہوگا۔

شرح۔ یعنی حق تعالے کے تجلی ذاتی سے جو مظاہر کے فنا کا مقتضی ہے۔ ممکنات کی ہستی جو حقیقت میں خیال اور نمود بے بود ہے بالکل مٹ جائے گی۔ اور ہستی حقیقی مطلق محض ہو کر ظہور کرے گی۔

---

[1] اس تمثیل کے شرح میں پہلی نوٹ دیکھو۔

۵۰۷- ترا قربے شود آں لحظہ حاصل   شوی تو بے توئی با دوست واصل

ترجمہ- اس وقت تجھے قرب حقیقی حاصل ہوگا- اور تو توئی (یعنی ہستی موہوم) کے بغیر دوست حقیقی سے مل جائے گا-

شرح- یعنی جب وہی تعین جس سے غیریت کا وہم پڑتا تھا- بالکل اٹھ جائے گی- تو تجھے خاص قرب حقیقی حاصل ہوگا- کیونکہ دوری اس تعین کے سبب نظر آتی تھی جو نہ تو بغیر اس تو (یعنی ہستی موہوم) کے دوست حقیقی سے مل جائیگا- کیونکہ توئی جو دوئی کا وہم ڈالتی تھی- نہ رہے گی-

۵۰۸- وصال اینجا بگہ رفع خیال است   خیال از پیش برخیزد وصال است

ترجمہ- وصال اس جگہ خیال (یعنی تعین) کا اٹھا دینا ہے- جب یہ خیال اٹھ جائے- تو وصال ہی وصال ہے-

شرح- یعنی اہل توحید کے نزدیک وصال حق سے یہ مراد ہے کہ تعین یعنی خیال اور نمود بے بود فنا ہو جائے جب یہ تعین جو خیال اور وہم ہے- محو ہو جائے تو وصال ہی وصال ہے-

۵۰۹- مگو ممکن ز حد خویش بگذشت   نہ او واجب شد و نے واجب او گشت

ترجمہ- یہ نہ کہو کہ ممکن اپنی حد سے گذر گیا ہے- کیونکہ نہ ممکن واجب ہوتا ہے نہ واجب ممکن (بلکہ دونوں اپنے وجوب و امکان ذاتی پر قائم ہیں)

شرح- چونکہ ممکن واجب کے تجلی سے موجود ہے اس لئے عدم کیسے ہوگا اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ممکن میں وجود واجب کے ظہور سے وجوبیت بالغیر ہے- اس سے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے- کہ ممکن اپنی حد (یعنی عدمیت) سے گذر گیا- کیونکہ جس طرح وجود واجب کے لئے وجوب ذاتی ہے- اسی طرح امکان یعنی اعتبار و عدمیت بھی ممکن کے لئے ذاتی ہے- اس لئے ممکن کبھی واجب نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ اپنی عدمیت پر قائم رہتا ہے-

۵۱۰- ہر آنکو در معانی گشت فائق   نگوید کیں بود قلب حقائق

ترجمہ۔ جو شخص معانی اور حقایق میں (دوسروں سے) سبقت لے جاتے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ واجب ممکن یا ممکن واجب ہو جاتا ہے (کیونکہ یہ تو قلب حقایق ہے۔ (جو محال ہے)

شرح۔ یعنی جو شخص تقلید اور وہم سے گذر جائے۔ اور ضعیف عقل والوں سے آگے بڑھ جائے۔ اِس کو یہ کہنا مناسب نہیں۔ کہ واجب ممکن یا ممکن واجب ہو جاتا ہے کیونکہ قلب حقائق محال ہے۔

۵۱۱۔ ہزاران نشاۂ داری اے خواجہ در پیش ٭ برو آمد شد خود را بیندیش

ترجمہ اے انسان تجھے ہزاروں منزلیں اور حالتیں درپیش ہیں۔ جا اور اپنے آنے جانے کو غور سے سوچ۔

شرح ہزاروں سے مراد کثرت ہے۔ حصر نہیں۔ یعنی اے انسان تجھے کئی نشات اور بے شمار ظہورات درپیش ہیں۔ کیا معنی اور کیا صوری۔ پس مبدائی۔ معاشی۔ اور معادی نشأت پر غور کر اور نشاء مبدائی جو آمد سے مراد ہے اور نشاء معادی جس کی طرف شُد سے اشارہ کیا ہے۔ دونوں کو یاد کر اور اپنے آپ سے غافل نہ ہو کیونکہ تجھے کئی کام درپیش ہیں۔ یہی نشاء معاش جو دنیا سے مخصوص ہے۔ ہمیشہ نہیں رہیگی۔ کیونکہ جس طرح دنیا انسان سے آباد ہے اسی طرح آخرت بھی اسی سے آباد ہوگی۔

۵۱۲۔ ہمہ جزو و کل از نشأت انسان ٭ بگویم یک بیک پیدا و پنہاں

ترجمہ۔ نشأت انسان کے تمام جزو کل ایک ایک کرکے بیان کروں گا۔ کیا نشأت صوری اور کیا نشأت معنوی۔

شرح۔ یعنی اس سے دو سوال کے بعد (یعنی سوال یاد و ہم کے جواب میں) انسان

لہ نشأۃ میں معاش اور معاد تینوں شامل ہوتے ہیں۔ یعنی پیدا ہونے سے پہلے کی حالت اس دنیا کی عمر۔ اور آخرت کی حالت۔ اس کا تلفظ نَشأۃ ہے۔ مگر یہاں نَشا باندھا ہوا ہے۔

کے جزو کل کو یک بیک بیان کروں گا۔ پیدا و پنہاں یعنی صوری و معنوی

سوال نہم

۵۱۳۔ وصالِ ممکن و واجب بہم چیست؟ حدیث قرب و بعد و بیش و کم چیست؟

ترجمہ۔ ممکن اور واجب کا آپس میں ملنا کیا ہے؟ اور قرب و بعد اور بیش و کم کیا مراد ہے؟

شرح۔ یعنی بیان کر کہ ممکن اور واجب کا وصال کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے خدا کا قرب اور نزدیکی حاصل کر لی ہے۔ اور فلاں شخص دور ہے۔ یا فلاں شخص قرب میں زیادہ ہے۔ اور فلاں شخص کم۔ ان سے کیا مراد ہے۔ یہ تفاوت کہاں سے آ گئی؟

جواب

چونکہ وصال کا بیان گزر چکا ہے۔ اسلئے حصہ دوم کے جواب کے متعلق فرمایا۔

۵۱۴۔ ز من بشنو حدیث بے کم و بیش زنزدیکی تو دور افتادی از خویش

ترجمہ۔ مجھ سے واقعی بات کمی بیشی کے بغیر سن۔ زیادہ نزدیکی کے سبب تو اپنے آپ سے دور جا پڑا ہے[1]

شرح۔ چونکہ تمام ذرات موجودات کی نمود ہستی حق سے ہے۔ اور کوئی چیز اس کے وجود کے فیض عام سے بے بہرہ نہیں۔ اس لئے فرمایا۔ کہ مجھ سے واقعی بات بے کم و بیش سن تو زیادہ نزدیکی کے سبب دور جا پڑا ہے۔ اور تو نہیں جانتا کہ حق تعالےٰ نے تجھ میں ظہور کیا ہوا ہے۔ اور تیری ہستی حق سے ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ[2] نظم

---

[1] جس طرح زیادہ دوری عدم ادراک کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح زیادہ نزدیکی سے بھی ادراک نہیں ہو سکتا۔ جیسے مثلاً کوئی چیز آنکھ کے ساتھ لگا دی جائے تو بھی نظر نہیں آتی۔

[2] ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (قرآن مجید پ ۲۶ ع ۱۶)

میان آب حیاتی و آب مے جوئی فراز گنجی و از فاقہ در تنگ و پوئی

تو آب حیات کے درمیان ہے۔ اور پھر پانی تلاش کرتا ہے۔ خزانہ میں ہے اور فاقہ سے مارا مارا پھرتا ہے۔

تو کوئے دوست ہمی جوئی و نمے دانی کہ گر نظر بحقیقت کنی ہمان کوئی

تو دوست کا کوچہ تلاش کرتا ہے۔ اور جانتا نہیں۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھے تو تُو وہی کوچہ ہے۔

چونکہ تجلی حق ہر ایک شئے کی صورت میں اس کی قابلیت کے برابر ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۵۱۵۔ چو ہستی را ظہورے در عدم شد از انجا قرب و بُعد و بیش و کم شد

ترجمہ۔ چونکہ ہستی مطلق کا ظہور عدم (یعنی اعیان ثابتہ) میں ہے (اور وہ بھی ہر ایک کی استعداد کے مطابق۔ پھر استعداد میں فرق ہے) پس یہاں سے قرب۔ بعد۔ بیش و کم پیدا ہو گئے۔

شرح۔ یعنی ہستی مطلق کا ظہور عدم یعنی اعیان ثابتہ میں ہوا۔ ان اعیان کی استعداد میں اور قابلیتیں مختلف تھیں۔ اس لئے استعدادات کی تفاوت سے قرب۔ بعد۔ بیش و کم پیدا ہو گئے۔ نظم

ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

جو کچھ بھی ہے ہمارے ناساز اور بے ڈھنگے قد کا تصور ہے۔ ورنہ تیرا خلعت تو کسی کے قد پر چھوٹا نہیں۔

۵۱۶۔ قریب آن ہست کو را رش نورست بعید آن نیستی کز ہست دورست

ترجمہ۔ قریب وہ ہستی ہے جس نے نور کی بارش کو پالیا۔ اور بعید وہ نیستی ہے جو (نور) وجود سے دور رہی۔

شرح۔ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَہٗ ذٰلِکَ النُّوْرُ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَہٗ ضَلَّ

ست سے مراد اعیان ثابتہ ہیں۔ خلق کے معنی یہاں تقدیر کے ہیں یعنی تقدیر
لے ہے۔ اور رَشَّ نور، نور وجود کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ جسے
کہتے ہیں۔ اور مَنْ اَصَابَہٗ سے ان اعیان کی طرف اشارہ ہے۔
وجود خارجی پالیا تھا۔ اور علم سے عین میں آگئے تھے۔ یا آئیں گے۔ اور
سے ان اعیان کی طرف اشارہ ہے۔ جو علم سے عین میں نہ آئے ہیں۔
تے ہیں۔ قرب دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو ایجادی ہے۔ اور ثُمَّ رَشَّ سے
رف اشارہ ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ جس نے اس رَشِّ نور کو پالیا وہ قریبا
مقابل ہیں وہ ہے۔ جو نور سے دور رہا ہے۔ نظم

بیار دست در آغوش و بیخبر   جویدخبر ز یار کہ آں یار ما کجاست

شخص یار کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہے۔ مگر بے خبر ہے۔ اس لئے
ا ہے کہ وہ ہمارا یار کہاں ہے۔ بیت

آں یار دائم اندتو یکدم دور نیست   گرچہ تو مہجور از وے او ز تو مہجور نیست

نہ تیرے ساتھ ہے۔ اور ایکدم بھی تجھ سے جدا نہیں۔ اگرچہ تو اس سے
ہ تجھ سے دور نہیں۔
شہودی جس کے متعلق فرمایا۔

ے زخود در تو رساند   ترا از ہستی خود وا رہاند

(خدا تعالیٰ) تجھے خاص نور اپنی طرف سے عطا کرے۔ تو تجھے
سے چھٹکارا مل جائے۔
یان علمیہ کو وجود خارجی سے پہلے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی[2] کے
بسیط حاصل تھا۔ یہی ادراک عبادات اضطراری اور رحمانی رحمت عام

خلقت کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر ان پر نور پھیلا دیا۔ پس جس کو وہ نور پہنچ
یا۔ اور جو اس سے رہ گیا۔ وہ ضلالت و گمراہی میں پڑ گیا۔
پروردگار نہیں ہوں سب نے کہا۔ ہاں کیوں نہیں (پ ۹ ع ۱۲)

کا مقتضی ہے۔ اور قرب ایجادی کے لئے لازم ہے۔ اور یہ ادراک اس ادراکِ ثانی سے الگ ہے۔ جو وجود خارجی کے مرتبہ میں تکلیف[1] کا موجب ہوتا ہے۔ کیونکہ ادراک بسیط ذات (مدرک) سے ہرگز الگ نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے لئے فکر کی احتیاج ہے۔ تکوین و ایجاد انبیاء و رسل کی بعثت۔ اور عبادت اور طاعت کا حکم سب اسی واسطے ہیں۔ کہ ادراکِ ادراک میدان ظہور میں آسکے۔ اور یہی ادراک ادراک غلطی اور گمراہی کا مقام بھی ہے۔

جس طرح ادراک بسیط عباداتِ[1] اضطراری اور رحمتِ[2] عامہ رحمانی کا مقتضی ہے جو قربِ[3] ایجادی کا موجب ہیں۔ اسی طرح ادراکِ ادراک عباداتِ[4] اختیاری اور سیر سلوک اور رحمتِ[5] خاص رحیمی کا مقتضی ہے۔ اور یہ قربِ[6] شہودی کا موجب ہیں۔ قرب شہودی اللہ تعالےٰ کی نور ہدایت کے سوا میسر نہیں ہوتا۔ اس لئے فرمایا۔ اگر اللہ تعالےٰ لاحسن سابقہ فطری کے سبب اپنی طرف سے تجھے وہ نور خاص بخشے۔ جو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ تجلی صمدی کے انوار جو مظاہر کو فنا کر دیتے ہیں۔ تجھے ہستی مجازی سے رہا کر کے قربِ حقیقی تک پہنچا دیں۔

۵۱۸۔ چہ حاصل مر ترا زیں بود و نابود   کز و گاہیست خوف و گہ رجا بود

ترجمہ۔ تجھے اس وجود و عدم (یعنی حیات و موت) سے کیا حاصل ہے۔ کیونکہ ان کے سبب کبھی تجھے موت کا ڈر ہے۔ اور کبھی (حیات کی) امید۔

شرح یہ وجود امکانی جسے عقل نے بود اور نابود یعنی وجود اور عدم سے تعبیر کیا ہے تیرے پیچھے کیوں پڑا ہے۔ اور اپنے آپ کو راہ حق میں قربان کیوں نہیں کرتا۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے خاص نور سے مشرف ہو کر اپنی خودی سے نکلے اور آرام پائے۔ کیونکہ جب تک تیرا وجود امکانی ہے۔ خواہ عالم حسی میں ہو یا برزخ مثالی میں کبھی بود کی امید ہے۔ اور کبھی نابود کا

---

[1] کسی سے کوئی کام کروانا۔ یہاں تکلیف شرعی مراد ہے۔ یعنی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ وغیرہ۔

[2] جیسا علمی کی حالت میں "بلیٰ" کہنا سمجھ سوچ کے بغیر تھا۔ مگر وجود خارجی میں سب کچھ غور و فکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی اس ادراک کا علم ہوتا ہے۔ اور یہی ادراکِ ادراک ہے۔

خوف رہتا ہے۔ نظم

در عشق مجوئے ما و من را		صد بار بگفتم ایں سخن را

عشق میں ما و من کو تلاش نہ کریں تجھے یہ بات سو بار کہہ چکا ہوں۔

اے ابجد عشق او نخواندہ		در وصل فراق خویش ماندہ

اے انسان تو نے اس کے عشق کی الف۔ ب نہیں پڑھی اور اپنے ہی وصل اور فراق میں رہا ہے۔

در عشق و نہ شک و نہ یقین است		نہ خوف و رجا نہ کفر و دین است

عشق میں شک اور یقین دونو نہیں ہوتے۔ نہ اُمید و بیم نہ کفر و ایمان۔

آں سرور دیں چو رفت ایں راہ		بنگر کہ چہ گفت لی مع اللہ

سرور دیں (یعنی آنحضرت صلعم) نے یہی رستہ اختیار فرمایا۔ پس دیکھو کیا خوب فرماتے ہیں۔ لِی مَعَ اللّٰہِ......الخ[1]

چونکہ عارف محرومی و مایوسی سے آزاد ہو جاتا ہے اسلئے فرمایا۔

۵۱۹۔ نترسد زوکسے کو را شناسد		کہ طفل از سایۂ خود مے ہراسد

ترجمہ۔ جو اس (حق تعالی) کو پہچانتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کیونکہ (سب صورتیں اسکی نشانوں کے سائے ہیں اور) اپنے سایہ سے بچے ڈرا کرتے ہیں۔

شرح یعنی جو کوئی حق تعالی کا عارف اور شناسا ہو وہ اس سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اپنے وجود سے فانی ہو گیا اور خوف وجود سے ہی ہوتا ہے فانی کو کیا خوف۔ وہ تو تمام حسی اور خیالی صور تو کو وجود حقیقی کی مختلف شانوں کے سائے سمجھتا ہے اور سایہ سے ڈرنا لیے بچے ہوتے ہیں عقلمند صاحب تمیز سایہ سے نہیں ڈرتا۔ فرد

خلق اطفال اند جز مست خدا		نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

مست خدا کے سوا سب لوگ بچے ہیں۔ جو خواہشات سے آزاد ہو۔ اسکے سوا کوئی بالغ (بمبلغ کمال) نہیں ہے۔

---

[1] دیکھو بیت ۱۲۱

۵۲۰۔ نماند خوف اگر گردی روانہ   نخواہد اسپ تازی تازیانہ

ترجمہ۔ اگر تو چل پڑے تو پھر بھی کوئی خوف نہیں رہتا۔ کیونکہ (اس چلنے سے تو اسپ تازی کی مانند ہو جائیگا اور) اسپ تازی کو تازیانہ کی ضرورت نہیں۔

شرح۔ یعنی عارف کا تو کیا ذکر سالک کو بھی اس رستے میں خوف نہیں رہتا بشرطیکہ درد طلب اسکا دامنگیر ہو اور وصل محبوب کی طلب میں راہ کی تمام رکاوٹوں کو دلسے نکال دے۔ غضب الہی اور عذاب دوزخ کا خوف انکے لئے تازیانہ کی مانند ہے۔ جنکے نفسوں پر کھانے پینے اور آرام کی طلب غالب ہو اور طاعت میں کوتاہی کرتے ہوں۔ وہ اس تازیانہ سے ڈر کر سیر الی اللہ میں تیز ہو جاتے ہیں اور جلد منزل کمال پر پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن عاشق صادق جسے طلب محبوب میں قرار نہیں وہ اسپ تازی کی مانند ہے۔ جسے تازیانہ کی ضرورت نہیں۔ نظم

عاشق آں باشد کہ چوں آتش بود   گرم رو سوزندہ و سرکش بود

عاشق وہ ہے کہ آگ کی مانند ہو جائے یعنی تیز رو۔ جلنے والا اور سرکش۔

لحظۂ کافری داند نہ دین   ذرۂ نے شک شناسد نے یقین

کافری اور دینداری ایک لحظہ کیلئے بھی نہ جانے اور شک و یقین کو ذرا بھی نہ پہچانے۔

عشق جاناں ہر کجا منزل گرفت   جان آنکس از ہستی دل گرفت

جہاں بھی عشق جاناں نے مقام کر لیا۔ دل نے ہستی سے اسکی جانکو لے لیا۔

۵۲۱ ترا از آتش دوزخ چہ باک است   کہ از ہستی تن و جان تو پاک است

ترجمہ۔ تجھے آتش دوزخ کا کیا ڈر ہے کیونکہ تیرا جسم اور روح ہستی (خودی) سے بالکل پاک ہے۔

شرح۔ یعنی تو جو مجازی ہستی سے فانی و پاک ہے اور تیرا نفس تیرے اعمال و اخلاق سے پاکیزہ ہے اور نفسانی خواہشات جو برزخ مثالی میں آگ، سانپ، بچھو وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتی ہیں ان سب سے تو گذر گیا ہے اور ہر ایک کو ضد میں تبدیل

کر دیا ہے۔ پس لوگوں کا دوزخ تیرے لئے عین بہشت ہے۔ کیونکہ تیرے اقوال و اعمال حور۔ غلمان۔ محلات۔ نہریں اور درخت بن گئے ہیں۔

۵۲۲۔ ز آتش زرِّ خالص بر فروزد   چو غشّی نیست اندر وے چہ سوزد؟

ترجمہ۔ زر خالص آگ میں چمک اٹھتا ہے کیونکہ جب اس میں آمیزش نہیں تو جلیگا کیا؟

شرح۔ یعنی سالک جب طبعی، شہوانی اور نفسانی مقتضیات سے گذر گیا اور پاک ہوگیا تو وہ زرِ خالص کی مانند ہو جاتا ہے۔ اسے آتش سے کوئی ڈر نہیں ہے۔ اور برے اخلاق سونے میں آمیزش کی طرح ہیں اور یہی آگ میں جلتی ہے۔

۵۲۳۔ ترا غیر از تو چیزے نیست درپیش   ولیکن از وجودِ خود بیندیش

ترجمہ۔ تیرے سوا تیرے آگے کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن اپنے وجود کو اچھی طرح سوچ (کہ اپنی خودی سے آزادی اور نیستی کیطرف رجوع کسطرح ہو سکتا ہے)

شرح۔ یعنی تیری اپنی خودی کے سوا کوئی چیز درپیش نہیں جو تیری برائی اور عذاب کا باعث ہو۔ جو کوئی اپنی خودی سے آزاد ہو جاتے اسے کوئی بڑی بات پیش نہیں آتی لیکن یہ نہ سمجھو کہ اپنی خودی سے گذر جاتا ہے آسان کام ہے۔ پس اپنے مجازی وجود اور نیستی کا فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس تعین کا رفع کرنا اور اپنی نیستی کیطرف رجوع کرنا کئی مقدمات پر موقوف ہے۔ مثلاً فطری استعداد ارشاد کامل اور ریاضت شاقہ وغیرہ۔

۵۲۴۔ اگر در خویشتن گردی گرفتار   حجابِ تو شود عالم بیکبار

ترجمہ۔ اگر تو اپنے آپ میں گرفتار ہوگیا تو سارا عالم یکایک تیرے لئے حجاب ہو جائیگا۔

شرح۔ یعنی چونکہ حقیقت انسانی تمام عالموں میں سے چیدہ نسخہ ہے۔ اس لئے انسان جب خودی کے پردے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو گویا سارا عالم اسکے لئے پردہ ہو جاتا ہے نظم

گفتم چہ دورم از تو چو مارا گناہ نیست　　گفتا کہ ہست ہستی تو بدترین گناہ

میں نے کہا میں تم سے دور کیوں ہوں جبکہ میرا کوئی گناہ بھی نہیں اس نے جواب دیا کہ تیری ہستی ہی سب سے بڑا گناہ ہے

۵۲۵۔ توئی در دور ہستی جزو اسفل　　توئی با نقطۂ وحدت مقابل

ترجمہ۔ دائرۂ وجود میں تو جزو اسفل ہے (کیونکہ تو وجود کے تنزل کا آخری نقطہ ہے) اور وحدت چونکہ تنزل کا مبدء ہے اسلئے تو اسکے عین مقابل ہے۔

شرح۔ چونکہ مرتبہ انسانی قوس نزولی کی انتہا اور قوس عروجی کی ابتداء ہے۔ ضرور ہے کہ یہی جزو اسفل نقطۂ وحدت کے مقابل ہو۔

۵۲۶۔ تعینہای عالم بر تو طاریست　　ازاں گوئی چو شیطان ہمچو من کیست؟

ترجمہ۔ سارے جہان کے تعینات تجھ پر طاری ہیں (اور گویا تیری حقیقت مجموع عالم ہے) اسلئے تو شیطان کیطرح کہتا ہے کہ میرے جیسا کون ہے؟

شرح یعنی اسماء وصفات جو تعینات عالم کا سبب ہیں۔ انکی تمام خصوصیات تجھ پر طاری ہیں اور تجھ میں انکا ظہور ہے۔ بلکہ سارا عالم حقیقت میں حقیقت انسانی کے تشخصات ہیں اور چونکہ حق تعالی نے اپنے ذاتی وصفاتی کمال کیساتھ تیری صورت میں تجلی فرمایا ہے اور سارا عالم تیری حقیقت کی نسبت اجزا کی مانند ہے تو کل اور مجموع عالم ہے "سب کچھ" اپنے آپکو ہی پاتا ہے۔ سارے جہان کی انانیت تجھ میں جمع ہے اور جسطرح شیطان نے حضرت آدمؑ کی نسبت کہا تھا انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) تو بھی کہتا ہے کہ میرے جیسا کون ہے اور میں سب سے مقدم ہوں۔

ازاں گوئی مرا خود اختیار است　　تن من مرکب و جانم سوار است

ترجمہ۔ اسی لئے تو کہتا ہے کہ مجھے خود اختیار ہے۔ میرا جسم گویا ایک گھوڑا ہے اور روح اسپر سوار ہے۔

شرح۔ یعنی اختیار کو اپنے ساتھ منسوب کرنا نشاۂ انسانی میں اسماء الہی کا عکس ہے

وہ نقطۂ وحدت کے مقابل ہے اور صورت انسانی میں سارے جہان کے تعینات
، پس وہ حق تعالیٰ کی قدرت ارادت اور اختیار اپنے آپ میں دیکھتا ہے ۔
حقیقت سے غافل ہے کہ جسطرح اسکے ساتھ وجود کی نسبت مجازی ہے اسی
ات و افعال کی نسبت بھی مجازی اور وہمی ہے کیونکہ صفات و افعال ذات
ہوتے ہیں حقیقت میں انسان کی ذات ہے نہ صفات اور چونکہ اعلیٰ و ادنیٰ
کو اپنے آپ میں دیکھتا ہے اور افعال کا صادر ہونا عقل کے تصور نفس کی
ر اعضا کی حرکت سے جانتا ہے اور صفات کو اپنے ساتھ منسوب کرتا ہے اسلئے
کہ تن من مرکب و جانم سوار است، اور عنان اختیار اپنے ہاتھ میں سمجھتا ہے ۔

زمام تن بدست جاں نہادند ہمہ تکلیف بر من زاں نہادند

ہ جسم کی عنان جان کے ہاتھ میں ہے اور اسی واسطے مجھ پر تکلیف
ہی) ہے ۔
ج ۔ مجوب جو اختیار کو اپنے ساتھ منسوب کرتا ہے اس بات کا معتقد ہے ۔
ختیار کی باگ عقل اور جان کے ہاتھ میں ہے جسوقت چاہتا ہے کہ کوئی فعل
صادر ہو پہلے عقل اسکی تصویر بناتی ہے پھر نفس اسکے حصول کی تدبیر
مش کرتا ہے ۔ پھر باعثہ اور فاعلہ قوتوں کی تحریک سے وہ فعل ظاہر ہوتا
نے آپکو مستقل فاعل جانکر کہتا ہے کہ یہ اسی اختیار کیوجہ سے مجھ پر اوامر و نواہی
ہے

ی کیں رہ آتش پرستیست ہمہ ایں آفت و شومی زہستیست

، تو نہیں جانتا کہ یہ آتش پرستوں کا طریقہ ہے اور اس آفت اور بدقسمتی
ی کی نسبت اپنے ساتھ کرنا) ہے ۔
یعنی افعال کو اپنے ساتھ منسوب کرنا استقلال کے طریقہ پر (مجاز کے طریقہ پر نہیں)

نے خودی کا حجاب ہے ۔ دیکھو بیت ۵۲۷
جو حکم ہے کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو ۔ تو گویا کرنا نہ کرنا میرے اختیار میں ہے ۔

آتش پرستوں کا طریقہ ہے جو دو مبدؤں کو مانتے ہیں ایک فاعل خیر اور ایک فاعل شر اور یہ بد اعتقادی ہستی سے پیدا ہوتی ہے یعنی ہستی کو اپنے ساتھ منسوب کرنے سے! اور یہ سب آفتیں اسی سے ظاہر ہوتی ہیں۔

۵۳۰۔ کدامی اختیار ای مرد جاہل　　کسے راکو بود بالذات باطل

ترجمہ۔ اے بیوقوف آدمی اس شخص کو کیا اختیار ہو سکتا ہے جو بالذات نیست اور باطل ہو۔

شرح۔ بندہ کی بے اختیاری پر دلیل ہے کہ اس شخص کو کیا اختیار ہو سکتا ہے جو بالذات باطل اور نیست ہو۔

۵۳۱۔ چوں بود ہستیٔ تو یکسر ہمہ نابود　　بگوئی کا ختیارت از کجا بود

ترجمہ۔ تیری ہستی بالکل نابود ہے بتا تو سہی کہ تیرا اختیار کس کا تھا۔

شرح۔ یعنی تیرا وجود فی حد ذاتہ نابود کی مانند ہے۔ اور تو نہیں کہتا۔ کہ اختیار کسکا تھا۔ جو چیز خود معدوم ہو اُسکے ساتھ اختیار کو منسوب کرنا جہالت ہے۔

۵۳۲۔ کسے کو را وجود از خود نباشد　　بذات خویش نیک و بد نباشد

ترجمہ۔ جسکا اپنا وجود ہی نہ ہو وہ بالذات نہ نیک ہوگا نہ بد۔

شرح۔ یعنی چونکہ افعال صفات کے تابع اور صفات ذات کے تابع ہے جو بالذات معدوم ہو اسکے ساتھ وجود کی نسبت مجازی ہوگی اور بالذات نہ نیک ہو سکتا ہے نہ بد

۵۳۳۔ کرا دیدی تو اندر جملہ عالم　　کہ یکدم شادمانی یافت بے غم؟

ترجمہ۔ تو نے سارے جہان میں کسکو دیکھا ہے جس نے ایکدم بھی غم کے بغیر خوشی پائی ہو؟

شرح۔ اگر کسی کو صدور افعال میں اختیار ہوتا تو ضرور تھا کہ جسطرح وہ چاہتا سب کام اسی طریقے پر ہوتے مگر از روئے انصاف بتا کہ تو نے کسکو دیکھا ہے۔ جسنے خوشی رنج کے بغیر پائی ہو۔ اکثر واقعات خواہش کے خلاف ہی ہوتے ہیں! و حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمانا عرفت اللہ بفسخ العزائم[1] انسان کے عدم اختیار

[1] ارادوں کے ٹوٹنے سے میں نے اللہ کو پہچانا۔

ہے

اصل آخر جملہ اُمید   کہ ماند اندر کمالِ خویش جاوید؟
ری امید یں کس کی بر آئیں اور کون ہے جو ہمیشہ کمال میں رہا ہو؟
م اختیار کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جو شخص کمال حاصل کرتا ہے وہ
ہیشہ نہیں رہتا مثلاً صوری و معنوی قدرت کے باوجود انبیا۔ اولیا
ن کا زوال و انتقال۔ نظم

سالک صاحب نظر   تا محمد کو و آدم درنگر
لے سالک غور سے دیکھ کہ آدمؑ سے لیکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب

کو و ذریات کو   نام کلیات و جزویات کو
ہے اور اُنکی اولاد کہاں۔ کلیات اور جزویات کا نام ونشان

قی و اہل مراتب   بزیر امر حق واللہ غالب
تو باقی ہیں مگر مرتبوں والے حق تعالیٰ کے زیر فرمان ہے اور خدا اپنے
ے۔

بوت۔ ولایت۔ سلطنت۔ امارت وغیرہ ہر قسم کے کمال کے مرتبے
مرتبوں والے امر حق کے تصرف میں ہیں حق تعالیٰ انکو متغیر و متبدل
نتقال و زوال ان کے سر پر آپہنچتا ہے اور حق تعالیٰ اپنے حکم میں
ہ چاہتا ہے اسی طرح کرتا ہے۔

ناس اندر ہمہ جائے   ز حد خویشتن بیروں منہ پائے
ک جگہ میں موثر حق تعالےٰ ہے۔ پس اپنی حد سے باہر پاؤں

ظاہر کی صورتوں میں اور ہر ایک جگہ اور محل میں حق تعالیٰ کو ہی موثر

ماننا چاہیئے۔ کیونکہ تمام اشیا کا وجود اور انکے افعال اصل میں حق تعالیٰ کا وجود اور اُسی کے افعال ہیں۔ جو انکی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور اپنی امکانی اور عدمی حد سے پاؤں باہر نہ رکھ۔ کیونکہ جس چیز کا وجود اپنا نہ ہو وجود کے توابع (یعنی صفات اور افعال) بھی اسکے نہیں ہونگے۔ نظم

اوبصنعت آذر است و من صنم　　　آلتے کو سازدم من آں شوم

وہ اپنی صنعت میں سنگ تراش ہے اور میں پتھر ہوں۔ جو چیز مجھکو بنانا چاہتا ہے میں وہی ہوجاتا ہوں۔

گر مرا چشمہ کند آبے دہم　　　ور مرا آتش کند تابے دہم

اگر مجھے چشمہ بنادے تو میں پانی دیتا ہوں۔ اگر مجھے آگ بنادے تو میں گرمی دیتا ہوں۔

گر مرا شکر کند شیریں شوم　　　ور مرا حنظل کند تلخیں شوم

اگر مجھے شکر بنادے تو میٹھا ہوجاتا ہوں۔ اگر حنظل بنادے تو کڑوا ہوجاتا ہوں۔

من چو کلکم در میان اصبعین　　　نیستم در صف طاعت بین بین

میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں اور طاعت کی تعریف کے قریب قریب بھی نہیں۔

۵۳۷۔ ز حال خویشتن پرس این قضیہ　　　وانجا باز دان کاہل قدر کیست

ترجمہ۔ اپنے حال اور وجدان سے پوچھ کہ یہ قضیہ کیا ہے اور وہیں سے اہل قدر کی ہستی کا اندازہ کرلے۔

شرح۔ اشاعرہ معتزلہ کو قدریہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ قدرت کو بندوں سے منسوب کرتے ہیں۔ اور معتزلہ اشاعرہ کو قدریہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ قدرت کا اثبات کرتے ہیں اور تمام افعال کو حق تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق مانتے ہیں۔ لفظ قدریہ کا اطلاق معنی اور استعمال کے لحاظ سے دونوں پر ہو سکتا ہے۔ اشاعرہ اس نام کی

تردید میں دو حدیثوں سے سند لاتے ہیں پہلی حدیث تو یہ ہے اَلْقَدَرِیَّۃُ مَجُوْسُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کیونکہ اسمیں قدریہ اور مجوس کی مشارکت ہے۔ اور مجوس دو خالقوں کو مانتے ہیں۔ خالقِ خیر اور خالقِ شر۔ پس معتزلہ اس بات میں ان سے ملتے ہیں۔ کیونکہ وہ بندے کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں دوسری حدیث یہ ہے۔ اَلْقَدَرِیَّۃُ خُصَمَاءُ اللہِ فِی الْقَدَرِ[2] اور قدر کا دعویٰ اسی کو ہو سکتا ہے جسکا یہ اعتقاد ہو کہ بندہ کسی چیز کی تقدیر اور خلق پر قادر ہے جسے خدا تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس لئے فرمایا کہ "زحال خویشتن پرس" یعنی اپنی وجدان کیطرف رجوع کر اور اپنے احوال سے پوچھ کہ احوال و افعال کو اپنے ساتھ منسوب کرنا کیا ہے۔ کیونکہ وجدان شاہد ہے کہ بندہ کو اختیار نہیں۔ اور جب تو اپنا حال دیکھتا ہے کہ اکثر افعال تیری مرضی کے خلاف واقع ہوتے ہیں۔ اسی حال سے جان لے کہ اہل قدر کی کیا حیثیت ہے۔

۵۳۸۔ ہر آنکس کہ مذہب غیر جبر است　　نبی فرمود کو مانند گبر است

ترجمہ جس شخص کا مذہب اور اعتقاد جبر کے سوا (قدریہ) ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ گبر ہے۔

شرح۔ جبر اختیار کے مقابل ہے۔ اور جبریہ ایک گروہ ہے جو بندہ کے فعل کو خدا سے منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندہ کو بالکل کوئی قدرت نہیں ہے نہ قدرت موثرہ جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں مستقل ہے اور نہ قدرت کاسبہ جیسا کہ اشاعرہ کہتے ہیں۔ کہ بندوں کے افعال حق تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن بندوں کو کسب[3] کی قدرت اور اختیار ہے گویا جبریہ

---

[1] فرقہ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں۔ [2] فرقہ قدریہ قدر میں خدا تعالیٰ سے جھگڑتے ہیں۔

[3] مولانا شبلی سوانح مولانا روم میں فرماتے ہیں کہ کسب محض ایک مہمل لفظ ہے جسکی کچھ تعبیر نہیں کی جا سکتی۔ اسی بنا پر اکثر کتب کلام میں لکھا ہے کہ اس لفظ کی حقیقت نہیں بیان کی جا سکتی۔ مسلم الثبوت میں ہے کہ کسب اور جبر توام بھائی ہیں۔

کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ صدور افعال میں جماد کی مانند ہے پس فرمایا کہ جس شخص کا مذہب واعتقاد جبر کے سوا ہو۔ وہ حدیث شریف القدریہ مجوس ھذہ الامۃ[1] کے مطابق گبر کی مانند ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قدرت اور باقی صفات وافعال کی نسبت اپنی طرف کرنا خواہ کسی طریقے سے ہو۔ عارفوں اور محققوں کے اعتقاد کے خلاف ہے اور اس بیت میں معتزلہ اور اشاعرہ دونوں کو قدریہ شمار کیا ہے۔

(۵۳۶) چناں کاں گبر یزداں اہرمن گفت ہمیں ناداں احمق او و من گفت

ترجمہ۔ جسطرح گبر یزدان اور اہرمن کہتے ہیں اسطرح یہ نادان احمق (قدریہ) "وہ" اور "میں" کہتے ہیں۔

شرح۔ یعنی جسطرح مجوس خالق خیر کو یزداں یعنی رحمان اور خالق شر کو اہرمن یعنی شیطان کہتے ہیں اسی طرح جاہل احمق جسکا مذہب جبر کے سوا (قدریہ) ہے دو "وہ" اور "میں" کہتا ہے۔ کیونکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ نیکی خدا کی طرف سے ہے اور بدی ہمارے نفس کی طرف سے ہے اور اشاعرہ کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہے لیکن ہمارے کسب کا اسمیں دخل ہے۔ پس دونوں "وہ" اور "میں" کہتے ہیں۔

(۵۳۷) بما افعال را نسبت مجازیست نسب خود در حقیقت لہو و بازیست

ترجمہ۔ افعال کو ہم سے مجازی نسبت ہے حقیقی نہیں، اور یہ نسبتیں حقیقت میں کھیل تماشے (کی طرح) ہیں۔

شرح۔ یعنی افعال کی نسبت ہم (جو) مظاہر ہیں۔ ان سے مجازی ہے کیونکہ اصل میں ہمارا وجود حقیقی نہیں پس (وجود) کے تابع (یعنی افعال) بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ پس افعال کی نسبت ہم سے اعتباری ہی ہے اور بچوں کے کھیل کی مانند ہے۔

(۵۳۸) نبودی تو کہ فعلت آفریدند ترا از بہر کارے برگزیدند

ترجمہ۔ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا کہ تیرے افعال پیدا کئے گئے تھے اور تجھے تو

---

[1] دیکھو بیت ۵۳۶

ایک بڑے کام کی خاطر برگزیدہ کیا ہے۔

شرح۔ تو جو اپنے آپ کو فعل کا فاعل جانتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تو ابھی عالم عین میں نہیں آیا تھا جب تیرے افعال علم حق میں مقرر ہو چکے تھے پس جو چیز تجھ سے پہلے پیدا ہو چکی ہو۔ اس میں تیری قدرت کا کیا دخل ہو سکتا ہے اور تجھے روح اضافی اس واسطے نہیں عطا کیا گیا کہ تو اپنے اختیار سے فاعل ہو۔ بلکہ تجھے ایک اور بڑے کام کیلئے برگزیدہ کیا گیا ہے اور وہ کام یہ ہے کہ تو ذات۔ صفات اور اسماء کے ظہور کیلئے صیقل کئے ہوئے آئینے کی مانند ہو۔ تاکہ حق تعالیٰ اپنے آپکو تمام کمالات کیساتھ شہود عینی سے تجھ میں مشاہدہ کرے۔ لیکن آئینے کو صورتیں دکھانے کی قدرت اور اختیار کہاں ہے۔

۵۴۲۔ بقدرت بے سبب دانائے برحق بعلم خویش کردہ حکم مطلق

ترجمہ۔ قادر مطلق نے اپنی قدرت سے جو بے سبب ہے۔ اپنے علم میں (سب کے متعلق) قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔

شرح یعنی قادر برحق نے جسکے فعل میں باطل اور عبث نہیں ہوتے۔ اپنی قدرت سے جو بے سبب اور بے علت ہے حکم فرما دیا کہ ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق کس طرح پر ہو۔ اور کون کونسے عمل اور فعل اس سے ظاہر ہوں۔ پس حقیقت میں اسکو اپنے افعال میں اختیار نہیں ہوتا۔

۵۴۳۔ مقدر گشتہ پیش از جان و از تن برائے ہر یکے کارے معین

ترجمہ۔ روح اور جسم سے پہلے ہر ایک شخص کیلئے ایک کام مقدر ہو گیا تھا۔

شرح یعنی جان اور تن کا ایک دوسرے سے ملنے کا تو کیا ہی ذکر ہے۔ تنکے مرتبہ ارواح واجساد میں آنے سے بھی پہلے ہر ایک شخص کیلئے ایک معین کام اور مقرر عمل مقدر ہو گیا تھا۔

۵۴۴۔ یکے ہفصد ہزاراں سال طاعت بجا آورد کردش طوق لعنت

ترجمہ۔ ایک (ابلیس) تو سات سو ہزار سال کی عبادت بجا لایا اور اسے طوق لعنت پہنایا گیا۔

شرح یعنی ہر چیز احکام علمی کے مطابق واقع ہوتی ہے اور کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے اسکی شہادت ابلیس کے قصہ سے ملتی ہے کہ وہ سات سو ہزار سال (یعنی سات لاکھ) سال تک عبادت کرتا رہا لیکن اس طاعت کے باوجود طوق لعنت اسکی گردن میں ڈالا گیا اور سات سو ہزار اس بات کیطر اشارہ ہے کہ ابلیس میں افراط و تفریط کے ساتوں مرتبے (اخلاق ذمیمہ) اپنے اپنے کمال کو پہنچ چکے تھے۔ کیونکہ ہزار مرتبہ عددی میں کمال ہے اور ابلیس قوت واہمہ کی صورت کا نام ہے۔

۵۴۵۔ دگر از معصیت نور و صفا دید   چو توبہ کرد نور اصطفا دید

ترجمہ۔ دوسرے نے گناہوں سے نور و صفائی دیکھی۔ جب توبہ کی تو برگزیدگی کا نور پایا۔

شرح مصنفؒ کی مراد مشہور قصہ ہے جسکے دہرانے کی ضرورت نہیں (یعنی قصہ حضرت آدم علیہ السلام)

۵۴۶۔ عجب تر آنکہ این از ترک مامور   شد از الطاف حق مرحوم و مغفور

ترجمہ اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ (ابلیس کے ایک حکم کے ترک کرنے سے (آدمؑ) خدا کی مہربانیوں کی بدولت مرحوم و مغفور ہو گئے۔

شرح یعنی اگر ابلیس کا مردود ہونا باوجود طاعت کے اور آدمؑ کا مقبول و برگزیدہ ہونا باوجود عصیان کے عجیب ہیں تو ان سے زیادہ تعجب خیز یہ بات ہے کہ ابلیس کے ترک (سجدہ) سے لطف الہٰی آدمؑ کے شامل حال ہو گیا اور وہ مرحوم و مغفور ہوئے۔

۵۴۷۔ مر آن دیگر ز منہی گشت ملعون   زہے فعل تو بے چند و چہ و چون

ترجمہ اور وہ دوسرا (ابلیس) ایک ممنوع فعل کے کرنے سے (یعنی آدمؑ کے درخت کے قریب جانے سے) ملعون ہو گیا تیرے فعل عجب ہیں جن میں کتنا۔ کیا اور کیونکر کی گنجائش نہیں۔

شرح حضرت آدمؑ کو ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا مگر وہ نہ رکے اور اس منہی کے مرتکب ہو گئے۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابلیس ملعون ہو گیا اور آدمؑ

کا گناہ ابلیس کی لعنت اور پھٹکار کا باعث ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اسے یہ کام کرنے پر آمادہ کیا۔ آدمؑ اور ابلیس کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حکمت الٰہی سے ابلیس کا ترک ما مور (سجدہ) آدمؑ کے ارتکاب منہی کا مقتضی تھا کیونکہ اگر بالفرض ابلیس تابعداری کا سجدہ کر دیتا تو آدمؑ کو درخت کے قریب جانیکی ترغیب نہ دیتا اور آدمؑ اعلیٰ اور اسفل رحمت جامعہ سے مشرف نہ ہوتے! اور اگر درخت کے قریب جانیکی نہی سے نہ رکنا ظاہر نہ ہوتا اور تجرد ارواح کے بہشت سے نکل کر عالم دنیا (طبیعت) میں انکا آنا نہ ہوتا تو ابلیس (یعنی قوت واہمہ) کے وسوسہ اور اغوا کا کمال آدمؑ اور انکی اولاد میں قیامت تک ظاہر نہ ہوتا۔ اور ابلیس کا مقتضائے ذاتی کمال جلالیہ یعنی انانیت کے پردہ میں چھپنا اور مبداء سے دُور ہونا ہے تاکہ عالم کی تعمیر کا سبب ہو یہ بھی ظاہر نہ ہوتا اور اسمائے جلالیہ کے مقتضیات پوشیدہ رہتے۔

۵۴۸ جناب کبریائی لاابالی است منزہ از قیاسات خیالی است

ترجمہ۔ جناب کبریائی غنی اور بے پرواہ ہے اور خیالی قیاسوں سے پاک ہے۔

شرح۔ حدیث قدسی ھٰؤلاء فی الجنۃ لا ابالی بطاعتھم[ل] کی طرف اشارہ ہے یعنی جناب کبریائی اپنی استغنا کے سبب اس سے پاک ہے کہ اسکے افعال علت اور غرض کیساتھ ہوں اور افعال الٰہی اس سے کہیں بالا ہیں۔ کہ خیالی قیاسات یعنی غائب کو حاضر سے قیاس کرنا اور وہمی اور عقلی دلیلیں اسکی عظمت کے پردوں تک پہنچ سکیں۔

۵۴۹ چہ بود اندر ازل اے مرد نااہل کہ ایں یک شد محمد آں ابو جہل

ترجمہ۔ اے بے سمجھ انسان کیا سبب تھا کہ ازل میں ایک تو محمد مصطفےٰ صلعم ہوئے اور دوسرا ابو جہل (جیسا ملعون)۔

شرح یعنی اے بے سمجھ انسان تو جو خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل

ل سب جنت میں جائینگے۔ مجھے انکی طاعت کی پرواہ نہیں۔

ہوتے ہیں اگر واقعی ایسے ہوتے تو ازل یعنی مبد فطرت ہیں کونسا سبب اور کونسی علت تھی کہ یہ ایک تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے برگزیدہ ہوئے اور وہ دوسرا ابوجہل ملعون ہوا! ور اس بات کی تحقیق نہ عقل سے ہو سکتی ہے نہ علم سے۔ ہاں کشف سے اس قدر معلوم ہوا ہے کہ اعیان ثابتہ اسماء الٰہی کی صورتیں ہیں اور اسماء ذات کی شانوں کی صورتیں ہیں! ور علم کا تعلق ہر عین کیساتھ اسکی استعداد کے مطابق ہے اور قضا علم کے تابع ہے! ور حق کا تجلی عالم عین ہیں ان اعیان کی صورتوں میں انکی استعدادوں کے برابر ہوتا ہے۔

۵۵۰۔ کسے کو با خدا چون و چرا گفت   چو مشرک حضرتش را ناسزا گفت

ترجمہ جس نے خدا کے متعلق 'کیونکر' اور 'کیوں' کہا۔ اس نے مشرک کی طرح وہ بات کہی جو حضرت خداوندی کے لائق نہیں۔

شرح۔ یعنی چونکہ خدا کا کمال ذاتی عقل و دانش کے احاطے سے باہر ہے اللہ تعالیٰ کے افعال جو بتدریج علم سے عین میں آتے ہیں جو کوئی ان میں چون و چرا کہتا ہے وہ مشرک کی طرح ایسی بات کہتا ہے جو حضرت خداوندی کے لائق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے احوال اور ایجاد کے کم وکیف سے واقفیت جب ہی ممکن ہے کہ کوئی اسکے علم میں شریک ہو اور پوچھ سکے کہ اس طرح کیوں کیا اور دوسرے طریقہ پر کیوں نہیں کیا؟

۵۵۱۔ ورا زیبد کہ پرسد از چہ و چون   نباشد اعتراض از بندہ موزون

ترجمہ اسی (خدا تعالیٰ) کو شایاں ہے کہ بندوں سے 'کیا' و 'کیوں' فرمائے لیکن بندہ کو مناسب نہیں کہ ایسا اعتراض (خدائی فعلوں میں) کرے۔

شرح۔ یعنی چونکہ عظمت کبریائی حضرت خداوندی کے شایاں ہے اسی کو لائق ہے کہ بندوں سے چہ و چوں کے متعلق سوال کرے تاکہ بندوں کے قصور اور نقصان ان پر ظاہر ہوں لیکن بندہ سے چوں و چرا کا اعتراض پسندیدہ نہیں۔

۵۵۲۔ خداوندی ہمہ در کبریائی ست   نہ علت لائق فعل خدائی ست

ترجمہ۔ خداوندی اور الوہیت کبریائی اور عظمت میں ہی ہے علت (و غرض) خدائی فعل کے لائق نہیں۔

شرح۔ یعنی الوہیت اور خداوندی بالکل کبریائی عظمت اور استغنا میں ہے اور جو کچھ حضرت خداوندی سے صادر ہوتا ہے عین کمال ہے علت اور غرض خدائی فعل کے لائق نہیں فعل کی غرض ایسی ہونی چاہیئے جو اصلح اور الیق ہو۔ تاکہ فاعل اس کام کے کرنے میں پیشقدمی کرے اور اس سے فاعل کے کمال حاصل کرنے کی کوشش لازم آتی ہے۔ تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً[۱]

۵۵۳ سزاوار خدائی لطف و قہر است ولیکن بندگی در قہر و جبر است

ترجمہ۔ خدائی کے لائق لطف و قہر (دونو) ہیں لیکن بندگی کے لائق جبر و قہر (کی برداشت) ہے۔

شرح۔ یعنی اقتضائے ذاتی کے لحاظ سے لطف و قہر خدائی کے لائق ہیں۔ تاکہ اطلاقی شان اسمائے جمالی و جلالی میں ظاہر ہو۔ اور کمال جو اسکا مقتضی ہے قوت سے فعل میں آئے۔ اور بندگی کے لائق ذات کی ضرورت اور افعال کی حاجتمندی ہے تاکہ لطف و رحمت عام سے انکو وجود عطا کرے۔ اور صدور افعال کا اختیار ان سے چھین لے تاکہ وہ اپنی نیستی اور بے بسی سے واقف ہو جائیں۔

۵۵۴ کرامت آدمی را اضطراریست نہ آں کو را نصیب اختیاریست

ترجمہ۔ کرامت اور خرق عادت انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ یہ نہیں کہ اسکو اسمیں کچھ اختیار ہے۔

شرح۔ یعنی چونکہ آدمی حضرت الوہیت کے ذات و اسما کا مظہر و مجلا ہے اسلئے تصرف اور خرق عادت جسکا نام کرامت ہے اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ اس تصرف میں اسکا کچھ اختیار ہے۔ کیونکہ وہ تصرف حق تعالی کا ہے۔ جو آدمی میں ظاہر ہوتا ہے۔

---

[۱] اللہ تعالی اس (اشکال) سے بہت بلند ہے۔

۵۵۵۔ نبوده هیچ چیزش هرگز از خود   پس آنگه پرسدش از نیک از بد

ترجمہ۔ انسان کے پاس اپنی کوئی چیز بھی نہیں۔ پھر بھی اس سے نیک و بد کی پرسش ہوگی۔

شرح۔ یعنی وجود۔ خلقت اور فعل میں سے انسان کا اپنا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ ممکن اپنے آپ میں عدم ہے۔ لیکن پھر بھی اس سے نیک و بد کے متعلق سوال کیا جائیگا اور اسکے اعمال کے مطابق ثواب یا عذاب ملیگا۔ یہ سب فعل حق کی بے غرضی اور کمال خداوندی کے اظہار کی دلیل ہیں۔

۵۵۶۔ ندارد اختیار و گشته مامور   زہے مسکیں کہ شد مختار و مجبور

ترجمہ۔ انسان کو کچھ اختیار نہیں لیکن پھر بھی مامور ہے۔ یہ عجیب مسکین ہے۔ کہ مختار بھی ہے اور مجبور بھی۔

شرح۔ یعنی جو فعل بھی انسان سے صادر ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی تقدیر ارادت اور قدرت سے ہوتا ہے! ور وہ اس فعل میں مجبور ہے لیکن اس حال کے باوجود مامور اور مکلف ہے۔ انسان بھی عجیب مسکین و حیران ہے کہ اختیار بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ مکلف ہے اور مجبور بھی ہے۔ یہ معنی امام محمد جعفر الصادق علیہ السلام کے کلام سے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا لا جبر و لا تفویض بل امر بین الامرین[لہ]

نظم

این چہ استغنا چہ بے باکیست این   با کہ بتواں گفت آخر چیست این

یہ کیا استغنا اور کیسی بے باکی ہے۔ کس سے کہیں کہ آخر یہ کیا ہے۔

من ندارم اختیارِ خویشتن   گشته ام مجبور امر ذو المنن

مجھے اپنے آپ کچھ اختیار نہیں بلکہ خدا کے حکم سے مجبور ہوں۔

ہر زماں آرد دگر راہم بہ پیش   دہ کہ بس حیرانم اندر کار خویش

ہر وقت نیا راستہ مجھے درپیش ہے میں اپنے معاملے میں عجب حیران ہوں

گہ مکانم مے کند در لامکان   گہ کند جانم اسیر خاکدان

لہ یعنی انسان نہ تو بالکل مجبور ہے اور نہ مختار بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے۔

کبھی تو میرا مقام "لامکان" ہیں بناتا ہے۔ کبھی میرے روح کو اس خاکدان (زمین) کا گرفتار کرتا ہے۔

گہ در آرد در دلم صد دیو و دد گاہ خالی مے کند از غیر خود

کبھی میرے دل میں سینکڑوں جنوں اور شکاری جانوروں (کے خیال) کو لاتا ہے۔ کبھی اپنے غیر سے بالکل خالی کر دیتا ہے۔

گہ غریقِ بحرِ انوارم کند گہ اسیرِ قیدِ پندارم کند

کبھی مجھے بحر انوار میں غرق کر دیتا ہے۔ کبھی مجھے غرور کی قید میں گرفتار کر دیتا ہے۔

گہ چناں سازد کہ رشک آید ملک گہ ز نامم ننگ میدارد ملک

کبھی تو ایسا بناتا ہے کہ فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ کبھی میرے نام سے انہیں شرم آتی ہے۔

او بہر ساعت بہانہ نو کند آتش اندر خرمنِ جانم زند

وہ ہر وقت نیا بہانہ بنا لیتا ہے اور میرے خرمنِ جان میں آگ لگا دیتا ہے۔

گاہ گوید نیک از من بد ز تو است گاہ گوید جملہ من تو رنگ و بو است

کبھی کہتا ہے کہ نیکی میری طرف سے ہے اور بدی تیری طرف سے۔ کبھی کہتا ہے کہ سب کچھ میں ہی ہوں اور تو صرف رنگ اور بو ہے۔

گاہ گوید ہست جملہ از قضا گہ ندارم گفت من بد را رضا

کبھی کہتا ہے کہ سب کچھ قضا سے ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ میں بدی سے راضی نہیں۔

ایں عبث نبود کہ محض حکمت است عین علم و عدل و لطف و رحمت است

یہ عبث نہیں بلکہ محض حکمت ہے۔ سراسر علم۔ عدل۔ لطف اور رحمت ہے۔

تا توانی رو دہ ہشیار باش راز جانت را مکن با خلق فاش

جہاں تک ہو سکے ہشیاری سے کام لے۔ اور اپنی جان کے راز کو لوگوں میں فاش نہ کر۔

۵۵۷۔ نہ ظلم است اینکہ عین علم و عدل است نہ جور است اینکہ محض لطف و فضل است

ترجمہ۔ یہ ظلم نہیں ہے بلکہ عین علم و عدل ہے۔ یہ جور نہیں بلکہ محض لطف اور فضل ہے۔

شرح۔ یعنی انسان جو بے اختیاری کے باوجود مامور اور مکلف ہے یہ ظلم نہیں ہے کیونکہ ظلم کسی کے حق میں تصرف کرنا ہے۔ بلکہ عین علم ہے۔ اسلئے کہ وضع الشی فی موضعہ[1] کے مطابق واقع ہوا ہے اور اسکا تصرف یعنی تکلیف استحقاق کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اپنی ملک میں ہے۔ کسی غیر کی ملک میں نہیں۔ اور یہ تکلیف بے اختیاری کے باوجود جور و ستم نہیں۔ کیونکہ جور و ستم یہ ہے کہ کسی کو ایسے کام کی تکلیف دی جائے۔ جسکے کرنے کی اس میں قابلیت نہ ہو۔ لیکن انسان میں یہ قابلیت موجود ہے[2]۔ بلکہ اسمیں قرب و معرفت کے حاصل کرنیکی صلاحیت بھی ہے۔

۵۵۸۔ شرعت زاں سبب تکلیف کردند کہ از ذات خودش تعریف کردند

ترجمہ۔ تکالیف شرعی تجھ پر اسواسطے مقرر کی گئیں کہ تیری تعریف ذات الٰہی (کی صفات و اسماء کی مظہریت) سے کی گئی تھی۔

شرح۔ یعنی حضرت الوہیت نے انسان کو اس لئے تکالیف شرعیہ سے مکلف کیا۔ کہ اسکو علم۔ قدرت وغیرہ کی مظہریت سے مخصوص کیا ہوا تھا۔

۵۵۹۔ چو از تکلیف حق عاجز شوی تو بیکبار از میاں بیروں روی تو

ترجمہ۔ جب تو تکالیف (جو حق تعالیٰ نے تجھ پر مقرر کی ہوئی ہیں ان) سے عاجز

---

[1] کسی چیز کو اسکے مناسب موقع پر قائم کرنا۔

[2] لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا (پ ۳ ع ۸) ترجمہ۔ اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جتنی اسکو طاقت ہو۔

آجائیگا۔ تو یکایک درمیان سے باہر نکل جائیگا یعنی یہ تعین اور پردہ اُٹھ جائیگا
شرح۔ یعنی جسوقت تو اپنی عدمیت کی حقیقت سے واقف ہو جائیگا۔ تو تکلیف
حق سے عاجز آجائیگا! ور جان لیگا کہ تیری تکلیف صرف اسلئے تھی کہ مظہر وظاہر
کے اتحاد سے حق تعالی نے اپنی ذات وصفات کو تیرے ساتھ منسوب کیا تھا اور
اپنی ذات سے تیری تعریف کی تھی ورنہ نہ تیرا وجود ہے نہ افعال ”بیکبار از
میان بیروں شدی تو“ یعنی ممکن کی عدمیت والا حصہ یعنی عبدیت الہیت والے
حصہ سے ممتاز ہو جائیگا! ور تو بالکل درمیان سے باہر نکل جائیگا! ور جان لیگا کہ
تو ”نمود بے بود“ اور عدم وہی تھا! ور عابد۔ معبود۔ مکلف سب ایک ہی حقیقت
ہے۔ جو اطلاق وتقلید کے اعتبار سے الگ الگ نظر آتی ہے۔

۵۶۰۔ زتکلیفت رہائی یابی از خویش غنی گردی بحق اے مرد درویش

۵۶۔ شرح۔ یعنی اپنے (عدمی تعین) سے بالکل رہائی پائیگا اور وجود حق سے متحقق
ہو کر بقاء بعد الفناء سے متصف ہو جائیگا تو حق تعالی کیساتھ تو بھی تونگر ہو جائیگا
پہلے تجھے کوئی صفت حاصل نہ تھی۔ اب حق تعالی کا وجود۔ قدرت۔ علم۔ اختیار سب
کچھ اپنے آپ میں مشاہدہ کریگا! ور تیرے بغیر سب کچھ ہوگا صرف ”تو“ ہی
درمیان میں نہ ہوگا۔

۵۶۱۔ برو جان پدر تن در قضا دہ بہ تقدیرات یزدانی رضا دہ

ترجمہ۔ جب حالت ایسی ہے تو اے باپ کی جان جا اور قضا سے راضی ہو
جا اور خدا کی تقدیر کو مان لے۔

شرح۔ یعنی چونکہ تجھے کوئی اختیار نہیں ہے جا اور اپنے آپکو قضا کے حوالے
کر یعنی قضا کو مان لے اور یقیناً سمجھ لے کہ جو کچھ فاعل مختار نے تیرے متعلق مقدر
فرمایا ہوا ہے اس سے ادل بدل نہیں ہوگا۔ پس تقدیر الہی سے راضی ہو جا
اور سرگردان نہ ہو۔

سوال دہم

۵۶۲۔ چہ بحر است آنکہ نطقش ساحل آمد ز قعر او چہ گوہر حاصل آمد

ترجمہ۔ وہ کونسا سمندر ہے جسکا ساحل نطق ہے اور اسکی تہ سے کونسے موتی نکلتے ہیں۔

شرح۔ سوال دریافت کیا کہ بتادہ سمندر اور دریا کونسا ہے جسکا ساحل اور کنارہ نطق ہے اور اسکی تہ سے کیا کیا موتی حاصل ہوتے ہیں۔ جب سوال کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے تو فرمایا۔

جواب

۵۶۳۔ یکے بحر است ہستی نطق ساحل صدف حرف و جواہر دانش دل

ترجمہ۔ ہستی ایک سمندر ہے جسکا ساحل زبان ہے۔ حروف اسکے صدف اور دانش دل اسکے موتی ہیں۔

شرح۔ یعنی ہستی جو وجود میں ہے ایک سمندر کی مانند ہے جسکا کنارہ نطق ہے نطق کے دو معنے ہیں۔ ایک ادراک کلیات دوسرے گویائی یہاں دوسرے معنے مراد ہیں اور حروف والفاظ صدف کی جگہ ہیں۔ جو اس دریا سے حاصل ہوتے ہیں اور ان صدفوں میں موتی دانش دل ہے جو حقائق اشیا اور معارف الہی سے عبارت ہے۔

۵۶۴۔ بہر موجے ہزاراں دُرِ شہوار برون ریزد ز نقل و نص و اخبار

ترجمہ۔ ہر ایک موج کے ساتھ نقل (عقلی) نص (قرآن) اور اخبار (احادیث) کے دُرِ شہوار (ساحل نطق پر) نکلتے ہیں۔

شرح۔ یعنی اس دریائے ہستی سے نقل زبانی کی صورت میں جو موجیں اٹھتی

ہیں ان میں سے ہر ایک کیا ہے معارف حقائق اور علوم یقینی کے ہزاروں موتی
نطق کے ساحل پر نکلتے ہیں اور کاملوں کی نقل قرآن کی نص یا نبیوں کی اخبار
کی صورت میں باہر آتے ہیں۔

۵۶۵۔ ہزاراں موج خیزد ہر دم از وے   نگردد قطرۂ ہرگز کم از وے

ترجمہ۔ اس سمندر سے ہر دم ہزاروں موجیں اٹھتی ہیں لیکن اسپر بھی اس سے
قطرہ کم نہیں ہوتا۔

شرح۔ یعنی تجلیات کی کثرت اور بحر ہستی کی انبساط اس طریقہ پر ہے کہ ہر دم اور
ہر لحظہ کئی موجیں اس سمندر سے ظاہر ہوتی ہیں اور ایک قطرہ بھی اس سمندر سے
کم نہیں ہوتا کیونکہ شانیں غیر متناہیہ ہیں۔

۵۶۶۔ وجود علم ازاں دریائے ژرف است   غلاف دُرِّ او از صوت و حرف است

ترجمہ۔ علم کا وجود اسی عمیق سمندر سے ہے اور اُسکے موتیوں کا غلاف آوازیں
اور حروف ہیں۔

شرح۔ یعنی ہستی کے عمیق سمندر سے علم اور ادراک کا وجود ہے کیونکہ صفات
کا منبع اور مصدر ذات ہی ہوتی ہے۔ اور علم کے موتیوں کا غلاف آوازیں اور
حروف ہیں۔ کیونکہ علم و معانی کے موتی حروف اور آوازوں کے صدفوں سے
ظاہر ہوتے ہیں۔

۵۶۷۔ معانی چوں کند اینجا تنزّل   ضرورت باشد او را از تمثّل

ترجمہ۔ یہاں چونکہ معانی نے (معقول سے محسوس کیطرف) تنزل کیا ہے۔ اسلئے
ضروری ہے کہ اسکی تمثیل بیان کی جاوے۔

شرح۔ معانی یعنی وجود۔ علم۔ نطق۔ صوت۔ حرف نے اس سوال وجواب
میں سمندر۔ سیپ۔ موتی وغیرہ کی صورت میں تنزل کیا ہے یعنی معقول اشیا
محسوس اشیاء سے تعبیر کی گئی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ ان معانی کو ایک تمثیل
کے ذریعے بیان کیا جاوے۔

تمثیلِ اول

۵۶۸۔ شنیدم من کہ اندر ماہِ نیسان صدف بالا رود از قعرِ عمّان

ترجمہ: میں نے سنا ہؤا ہے کہ ماہ نیسان میں بحر عمّان کی تہ سے صدف اوپر (یعنی سطح آب پر) آتے ہیں۔

شرح: نیسان رومیوں کا ایک مہینہ ہے جو موسم بہار میں آتا ہے اور صدف ایک آبی جانور ہے جسکا جسم صدف (سیپ) کے ساتھ ملا ہؤا ہوتا ہے اور وہ اسے دونو طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے جسطرح پرندے کے دونوں بازو جنہیں کبھی کھولتا ہے اور کبھی بند کرتا ہے۔ ماہ نیسان میں وہ جانور سمندر کی تہ سے پانی کی سطح پر آتا ہے۔

۵۶۹۔ ز شیبِ قعرِ بحر آید برا فراز برُوئے بحر بنشیند دہن باز

ترجمہ: سمندر کی تہ[لہ] سے وہ اوپر آتا ہے اور سطح سمندر پر منہ کھول کر بیٹھ جاتا ہے۔

۵۷۰۔ بخاری مرتفع گردد ز دریا فرو بارد بامرِ حق تعالےٰ

ترجمہ: سمندر سے دھواں سا اٹھتا ہے اور حق تعالیٰ کے حکم سے برس پڑتا ہے۔

۵۷۱۔ چکد اندر دہانش قطرۂ چند شود بستہ دہانِ او بصد بند

ترجمہ: اسکے منہ میں چند قطرے پڑ جاتے ہیں پھر اسکا منہ اس طرح بند ہو جاتا ہے کہ گویا سو بندوں سے بندھا ہؤا ہے۔

شرح: جسطرح رحم نطفہ کو قبول کرتا ہے اسی طرح صدف کا پیٹ اس قطرہ کو قبول کرتا ہے پھر اسکا منہ اسقدر مضبوط اور بند ہو جاتا ہے کہ گویا اس پر سو بند لگے ہوئے ہیں۔

۵۷۲۔ رود در قعرِ دریا بادلے پر شود آں قطرۂ باراں یکے دُر

لہ گہلی زمین۔ یہاں مراد سمندر کی تہ۔

ترجمہ۔ پھر وہ صدف بھرے ہوئے دل کیساتھ سمندر کی تہ میں چلا جاتا ہے۔
اور وہ بارش کا قطرہ موتی بن جاتا ہے۔

شرح۔ مشہور ہے کہ سمندر کی سیپی چند روز ٹھہرنے کے بعد پھر یہ طریقہ اختیار
کرتا ہے کہ صبح ہی صبح سمندر کی سطح پر آجاتا ہے۔ اور شام تک ہوا کھاتا ہے اور
شام سے لیکر صبح تک پانی کے نیچے رہتا ہے اس طرح چند روز گذرنے پر وہ
قطرے بستہ ہو کر جم جاتے ہیں۔ پھر وہ صدف سمندر کی تہ میں آرام کرتا ہے اور
رب العالمین کی قدرت سے وہ قطرۂ باران قیمتی موتی بن جاتا ہے اور جب نکالنے
کا وقت آتا ہے تو

۷۴۳ بقعر اندر رود غواص دریا   ازاں آرد بروں لؤلوءِ لالا

ترجمہ پھر سمندر میں غوطہ لگانے والا سمندر کی تہ میں جاتا ہے اور اس سے
آبدار موتی باہر نکالتا ہے۔

شرح یعنی جو آدمی دریا میں غوطہ لگاتے ہیں وہ سمندر کی تہ پر پہنچ کر وہاں سے
اُن صدفوں کو لاتے جن سے صاف اور شفاف موتی نکالتے ہیں۔

تمثیل کی تمام تفصیل بیان کرنے کے بعد ممثل کا بیان شروع کیا۔

۷۴۴ تنِ تو ساحل و ہستی چو دریاست   بخارش فیض و بارانش علم اسماست

ترجمہ۔ تیرا جسم ساحل ہے اور ہستی سمندر کی مانند ہے فیض (الٰہی) دھواں ہے
اور (اسماء الٰہی) کا علم بارش ہے۔

شرح۔ یعنی وجود سمندر کی مانند ہے اور انسان کا بدن اسکا کنارہ ہے اور چونکہ
پہلے نطق کو کنارے سے تشبیہ دی تھی (اور اب بدن سے) اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ نطق سے مراد نطق صوری ہے جو بدن سے متعلق ہے اور حقیقت ساحل انسان
کی تعین جامعہ ہے جس میں ظاہر و باطن دونو شامل ہیں۔ اس سمندر کے کنارے
پر فیض رحمانی ہے جو فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کے حکم کے مطابق ظہور و اظہار کی
محبت کی گرمی سے مدد حاصل کرتا ہے اور بارش اسماء الٰہیہ ہے۔ جو استعدادات

۵۷ دیکھو بیت ۱۳۹

انسانی کی زمین پر برستی ہے۔

چونکہ غوطہ زن چاہتا ہے کہ سمندر سے موتی نکالے۔ اسلئے فرمایا۔

۵۷۵۔ خرد غواصِ این بحرِ عظیم است	کہ ورا صد جواہر در گلیم است

ترجمہ۔ خرد (یعنی قوت عاقلہ) اس بڑے سمندر کی غوطہ زن ہے کیونکہ اسکے لئے سینکڑوں موتی اسکی کملی میں ہیں۔

شرح۔ یعنی خرد یا قوت عاقلہ اس دریائے ہستی کی غوطہ زن ہے جو ہمیشہ تفکر و تدبر سے غوطہ زنی کرتی ہے اور اس غوطہ زنی سے علوم و معارف یقینیہ کے بیشمار موتی جو استعداد انسانی میں پنہاں ہیں۔ دریائے ہستی سے ساحل نطق پر لاتی ہے۔

۵۷۶۔ دل آمد علم را مانند یک ظرف	صدف بر علم دل صوت است با حرف

ترجمہ۔ دل علم کیلئے ایک برتن کی مانند ہے اور اس علم کا صدف آواز اور حروف ہیں۔

شرح۔ یعنی انسان کا دل جو الوہیت کی جمعیت کی صورت ہے اپنی جامعیت کے سبب علم اسماء کیلئے ایک ظرف ہے کیونکہ وہ سب پر محیط ہے اور مرکزیت کے سبب سمندر کی تہ کی مانند ہے اور علم دل کا صدف آواز اور حروف ہیں۔ کیونکہ وہ معانی کے غلاف ہیں جن میں معانی پرورش اور صفائی پاتے ہیں۔

۵۷۷۔ نفس گردد روان چون برق لامع	رسد زو حرفہا در گوش سامع

ترجمہ۔ نفس بجلی کی چمک کی طرح چلتا ہے اور اس سے سننے والے کے کان میں حروف پہنچتے ہیں۔

شرح۔ یعنی جسطرح فصل بہار میں تیز ہوا صدفوں کو سمندر کی تہ سے پانی کی سطح پر لاتی ہے۔ تاکہ بارش کے قطرے ان میں پڑیں۔ اور پھر (اپنے وقت پر) انکو کناروں پر پھینک دیتی ہے اسی طرح نفس انسانی کی ہوا متحرک ہو کر چمکتی ہوئی بجلی

کی طرح باطن متنفس کے سمندر کی تہ سے آواز اور حروف کے صدفوں کو اخراج کے کناروں تک پہنچاتی ہے۔ اور اس چلتے ہوئے نفس سے سننے والے کے کان میں آوازیں اور حروف پہنچتے ہیں۔

۵۷۸۔ صدف بشکن بروں کن دُرِّ شہوار　　بیفگن پوست مغزِ نغز بردار

ترجمہ۔ صدف کو توڑ اور دُرِّ شہوار کو باہر نکال۔ چھلکے کو پھینک دے اور عمدہ مغز کو اٹھا لے

شرح۔ یعنی جس طرح صدف سے غرض موتی ہے اور جب تک صدف کو نہ توڑ موتی نہیں نکلتا۔ اسی طرح آواز حروف اور الفاظ سے بھی معانی مقصود ہیں۔ اور جب تک ظاہری علوم اور الفاظ یعنی پوست سے آگے نہ گزر جائے۔ عمدہ مغز یعنی معانی حقایق اور علوم مکاشفہ تک نہیں پہنچے گا۔

۵۷۹۔ لغت با اشتقاق و نحو با صرف　　ہمے گردو ہمہ پیرامن حرف

ترجمہ۔ لغت اشتقاق۔ نحو۔ اور صرف وغیرہ سب حروف کے اردگرد پلٹے ہوئے ہیں

شرح۔ یعنی یہ سب علوم الفاظ کی تحت میں ہیں۔ اور الفاظ حروف سے مرکب ہیں

۵۸۰۔ ہر آں کو جملہ عمرِ خود دریں کرد　　بہرزہ صرف عمرِ نازنیں کرد

ترجمہ۔ جس نے اپنی ساری عمر انہیں علوم میں خرچ کر دی۔ اس نے نازپروردہ عمر کو بے فائدہ ضائع کر دیا۔

۵۸۱۔ زجوزش قشرِ خشک آمد وہ دوست　　نیابد مغز ہر کو پوست نشکست

ترجمہ۔ اس کے اخروٹ سے صرف خشک چھلکا اس کے ہاتھ آئے گا۔ اور جو چھلکے کو نہ توڑے اسے مغز نہیں ملتا۔

شرح۔ یعنی جنہوں نے انہیں علوم میں اپنی عمریں صرف کر دیں وہ ان کی مانند ہیں جنہیں اخروٹ سے صرف خشک چھلکا ہاتھ آئے۔ جس سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ جب تک چھلکے کو نہ توڑیں۔ مغز نہیں نکلتا۔ چھلکے کو توڑنے سے یہ مطلب ہے۔ کہ اسی میں پھنس نہ جائیں بلکہ اسے علم دین کا وسیلہ سمجھیں۔ اور علم دین کے مطابق عمل کریں۔

چونکہ احادیث اور قرآن کی تفسیر کا جاننا ان علوم مذکور کے جاننے پر موقوف ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۵۸۲۔ لیک بے پوست ناپختہ است مغز نہ علم ظاہر آمد علم دین نغز

ترجمہ۔ لیکن پوست کے بغیر ہر ایک مغز کچا رہ جاتا ہے۔ اور اسی طرح علم دین (مغز) بھی علم ظاہری (پوست) سے ہی اچھا ہوتا ہے۔

شرح۔ جس طرح مغز پوست سے اچھی طرح پختہ ہوتا ہے علم دین یعنی تفسیر حدیث کا کمال بھی علم ظاہری یعنی لغت۔ اشتقاق نحو اور صرف وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔

۵۸۳۔ زمن جان برادر پند بنیوش بجان و دل برو در علم دین کوش

ترجمہ۔ اے میری جان مجھ سے نصیحت سن۔ جا اور دل و جان سے علم دین میں کوشش کر۔

شرح۔ چونکہ ایجاد کی حکمت علم معرفت ہے۔ اور معرفت حقیقی عبادت سے حاصل ہوتی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[1] اسمیں سبب کا ذکر کیا۔ اور مسبب مراد لیا۔ اور عبادت علم دین پر موقوف ہے۔ کیونکہ اگر عبادت کی کیفیت معلوم نہ ہو۔ تو عبادت کا نتیجہ مایوسی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ پس فرمایا۔ کہ اے میرے دینی بھائی۔ میری نصیحت سن اور قبول کر اور پوری پوری توجہ سے علم دین حاصل کرنے میں کوشش کر۔ کیونکہ دونوں جہان کے مقصد اسکے وسیلے سے حاصل ہوتے ہیں۔

۵۸۴۔ کہ عالم در دو عالم سروری یافت اگر کہتر بد از وے مہتری یافت

ترجمہ۔ کیونکہ (علوم دین کا) عالم دونوں جہان میں سرداری پاتا ہے۔ اگر چھوٹا بھی ہو پھر بھی اسے بڑائی حاصل ہو جاتی ہے۔

شرح۔ یعنی علوم دین کا عالم دنیا اور آخرت میں پیشوائی پاتا ہے۔ دنیا میں تو اس لئے کہ عبادت۔ خاوند عورت کے تعلقات اور دوسرے معاملات میں لوگوں کو اس

---

[1] دیکھو بیت ۵۹

کی احتیاج رہتی ہے۔ اور آخرت میں اس لئے کہ اس علم پر عمل کر کے آخرت میں درجے ملیں گے۔ عالم اگر اصل اور نسب میں سب سے چھوٹا اور کم ہو علم کی برکت سے سب سے بڑا اور اچھا ہو جائے گا۔ اور تمام لوگ اسکے محتاج ہونگے۔

۵۸۵۔ عمل کاں از سرِ احوال باشد　بسے بہتر ز علمِ قال باشد

ترجمہ۔ عمل جو حال سے پیدا ہو قال کے علم سے کہیں بہتر ہے۔

شرح یعنی وہ عمل اور عبادت جس میں حال پایا جائے اور جس سے بندہ اور خدا کے درمیانی پردے اُٹھ جائیں۔ علم قال سے بہت بہتر ہے کیونکہ قال سے اعمال کی کیفیتیں جاننا مقصود ہوتا ہے! ور عمل سے غرض معنوی احوال ہیں یعنی انوار و تجلیات کا مشاہدہ اور قرب خواہ صاحب عمل میں ظاہری علم نہ ہو۔

۵۸۶۔ ولے کارے کہ از آب و گل آید　نہ چوں علم است کاں کارِ دل آید

ترجمہ۔ لیکن جو عمل آب و گل (یعنی جسم) سے متعلق ہو (مثلاً جس عبادت میں حضورِ قلب نہ ہو) وہ علم کے برابر نہیں ہے کیونکہ علم دل کا کام ہے۔

شرح یعنی اگرچہ حال والا علم قال کے علم سے بہتر ہے۔ لیکن جو عمل بدن کے آب و گل سے ہو اور جان کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔ وہ علم جیسا نہیں کیونکہ علم خواہ قالی ہی ہو آب و گل کے برابر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بہرحال دل کا کام ہے۔

۵۸۷۔ میانِ جسم و جاں بنگر چہ فرق است　کہ ایں را غرب گیری آنچہ شرق است

ترجمہ۔ دیکھ جسم اور روح میں کتنا فرق ہے جسم کو اگر مغرب خیال کرے تو روح مشرق ہے۔ (یعنی انمیں بعد المشرقین ہے)

شرح یعنی اگر چاہے کہ مراتب مذکورہ کا فرق تجھ پر ظاہر ہو تو دیکھ کہ جسم اور روح میں کسقدر فرق ہے۔ اگر جسم کو مغرب خیال کریں کیونکہ اس میں صفات کمال پوشیدہ ہیں تو روح مشرق ہے۔ کیونکہ صفات کے تمام انوار

اس سے طلوع ہوتے ہیں۔

۵۸۸۔ ازینجا بازدان احوالِ اعمال بہ نسبت با علوم قال با حال

ترجمہ۔ یہیں سے جان لے کہ اعمال بدنی کو علوم قال سے وہی نسبت ہے جو علوم قال کو حال سے ہے۔ (یعنی اول بمنزل جسم اور دوم بمنزلہ جان کے ہے۔)

شرح۔ یعنی یہاں سے معلوم کر کہ اعمال بدنی کو علوم حال سے کیا نسبت ہے کیونکہ علوم قال اعمال بدنی کی نسبت بمنزلہ جان کے ہیں۔ پھر علوم قال کو حال سے بعینہٖ یہی نسبت ہے۔ یعنی حال علوم قال کی جان ہے۔ کیونکہ حال مکاشفہ کو کہتے ہیں۔ جو عین الیقین ہے۔

۵۸۹۔ نہ علم است آنکہ دارد میلِ دنیا کہ صورت دارد اما نیست معنی

ترجمہ۔ جس میں دنیا کی خواہش موجود ہو علم نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی صورت علم کی ہے۔ ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں۔

شرح۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ[1] یعنی وہ علم جس میں دنیا کی خواہش ہو وہ حقیقت میں علم نہیں ہے۔ کیونکہ علم وہ ہے جو قرب حق کا وسیلہ ہو۔ جو علم جاہ و منصب کا وسیلہ ہو۔ وہ صورت میں علم ہے۔ حقیقت میں دوسری صنعتوں کی طرح وہ بھی ایک صنعت ہے۔

۵۹۰۔ نگردد جمع ہرگز علم با آز ملک خواہی سگ از خود دور انداز

ترجمہ۔ علم لالچ کیساتھ جمع نہیں ہوتا۔ اگر تو فرشتے کو چاہتا ہے تو کُتے کو اپنے آپ سے نکال پھینک۔

شرح۔ یعنی علوم دین جو نفس کو بُرے اخلاق سے پاک کرتے ہیں حرص اور دنیا کی محبت کیساتھ جمع نہیں ہوتے کیونکہ انکے درمیان دشمنی ہے۔ اگر فرشتہ کو چاہتا ہے۔ تو کتے کو اپنے آپ سے دور پھینک دینا چاہیئے! اس حدیث کے

---

[1] دنیا کی محبت سب گناہوں کی اصل ہے۔

مطابق کلا یدخل الملٰئکۃ بیتاً فیہ کلبٌ او تصاویرُ [۱]

۵۹۱۔ علوم دین ز اخلاق فرشتہ ست نیاید در دلے کو سگ سرشت ست

ترجمہ: دینی علوم فرشتوں کے اخلاق سے ہیں اور جس دل کی سرشت کتے کی ہو۔ اس میں وہ علوم نہیں آتے۔

شرح: یعنی علوم دین جو نفس انسانی کی پاکیزگی کا موجب ہیں۔ فرشتوں کے اخلاق سے ہیں اسی لئے فرشتے وحی کا واسطہ ہیں۔ اور فرشتوں کے اخلاق کو کتوں کے صفات یعنی حرص و لالچ کے ساتھ دشمنی ہے اسلئے جس دل کی سرشت کتوں کی سی ہو۔ اس میں فرشتوں کے اخلاق نہیں آتے۔

۵۹۲۔ حدیث مصطفےٰ آخر چنیں است نکو بشنو کہ البتہ چنیں است

ترجمہ۔ حدیث نبوی آخر یہی ہے اسے خوب سُن اور سمجھ لے کہ واقعی ایسا ہے

شرح۔ حدیث وہی ہے جو (بیت نمبر ۵۹۰ میں) مذکور ہے یعنی جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اسمیں فرشتہ نہیں آتا۔ اسکو خوب سُن لے کہ علوم دین ان سگ سرشتوں کے ساتھ جمع نہیں ہوتے۔

۵۹۳۔ درون خانہ چوں ہست صورت فرشتہ نا ید اندر وے ضرورت

ترجمہ۔ گھر میں جب تصویر ہو تو اس میں فرشتہ بالکل نہیں آتا۔

۵۹۴۔ برو بزدائی اول تختۂ دل کہ تا سازد ملک پیش تو منزل

ترجمہ۔ پس جا اور پہلے تختۂ دل کو صاف کر۔ تا کہ فرشتہ تیرے سامنے اپنا مقام کرے۔

شرح۔ دل جو نفس میں آفاقی لوح محفوظ ہے۔ اسکے تختہ کی سطح کو ردی ملکات بری صفات کی تصویروں اور اوہام باطل و خیالات فاسدہ کے نقشوں سے پاک کر اور ذکر و فکر کے پانی سے دھو۔ تا کہ طہارات اور پاکیزگی کے ذریعے عالم الٰہی کیساتھ مناسبت پیدا ہو جائے اور پاک رہے جس جو حقیقت کی صور علمیہ ہیں۔

---

[۱] جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوں۔ اسمیں فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔

اور جنکو فرشتے کہتے ہیں تیرے خانۂ دل میں آئیں۔

۵۹۵ از وی تحصیل کن علمِ وراثت　　　زبہر آخرت میکن حراثت

ترجمہ اس فرشتے سے علمِ وراثت (لدنی) حاصل کر اور آخرت کیلئے کاشتکاری کر[1]

شرح یعنی تیرا دل جو نفس وسوسہ سے خالی ہے۔ اس میں جو فرشتہ مقام کئے ہوئے ہے اس سے علم وراثت حاصل کر یعنی معنوی کشفی ادراک نبی کریم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماسے اولیا کو ملتا ہے اور عالم آخرت کیلئے کاشتکاری کر۔ کیونکہ جو یہاں نہ بوئیگا وہاں کیا کاٹیگا۔ نظم

ایں دم است آں وقت تخم انداختن　　　کارہائے روز حاجت ساختن

نہ بیج بونے کا یہی وقت ہے اور حاجت کے دن کے کام اسیوقت درست ہو سکتے ہیں۔

ہر چہ کشتی ہمچنیں آں خواہی درود　　　نیک و بد آنجا عیاں خواہد نمود

جو کچھ کاشت کریگا اسی کی جنس کاٹیگا وہاں سب نیک و بد ظاہر ہو جائینگے۔

چونکہ فرصت ہست بنشاں بی درنگ　　　آں نہال میوہائے رنگ رنگ

یہاں تو فراغت ہے بے درنگ گاڑ وہ پودے جن میں رنگ برنگ میوے آتے ہیں۔ (یعنی نیک اعمال جب قلب کی صفائی اور جلاسے علم وراثت حاصل کرنے کا مستحق ہو گیا۔ تو فرمایا کہ

۵۹۶ کتاب حق بخواں از نفس و آفاق　　　مزین شو باصل جملہ اخلاق

ترجمہ خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی اپنے نفس و آفاق کو مطالعہ کر اور تمام اخلاق کی اصل (یعنی حکمت و عدالت) سے مزین ہو۔

شرح۔ یعنی اس فرشتہ کی تعلیم سے صفات و اسماء الٰہی کی آیات کی کتاب پڑھ۔ پہلے تو تیرا نفس ہے جو تمام کتب الٰہی کی جامع کتاب ہے اور جسمیں اسماء و صفات کی تمام آیتیں درج ہیں دوسرے آفاق ہے جو ایک علیحدہ کتاب ہے اور پہلی کتاب انفسی کی

---

[1] حدیث میں ہے　　　دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

تفصیل ہے اور تعین کے اعتبار سے تجربہ سے الگ ہے یعنی پڑھو اور دانا اور حکیم ہو اور عدالت کے زیور اور حکمت کی زینت سے مزین و مجلا ہو کیونکہ یہی سب اخلاق کی اصل ہے

قاعدہ

۵۹۷ اصول خلق نیک آمد عدالت پس ز دے حکمت و عفت شجاعت

ترجمہ۔ نیک اخلاق کے اصول چار ہیں۔ عدالت، حکمت، عفت اور شجاعت۔

شرح۔ انسان کے نفس ناطقہ میں دو قوتیں ہیں اول ادراک دوم تحریک یا قوت شہوی سے یا قوت غضبی سے۔ یہ چار قوتیں نظری۔ علمی۔ شہوی اور غضبی ہیں۔ جب یہ اپنی اپنی جگہ پر اعتدال کے ساتھ افراط و تفریط کے بغیر صرف کی جائیں تو ہر ایک سے ایک فضیلت حاصل ہوتی ہے پس اخلاق کے اصول چار ہیں اول قوت نظری کی تہذیب جسے عدالت کہتے ہیں دوم قوت علمی کی تہذیب جسے حکمت کہتے ہیں۔ سوم قوت شہوی کی تہذیب جسے عفت کہتے ہیں۔ چہارم قوت غضبی کی تہذیب جسے شجاعت کہتے ہیں اور عدالت کا تقدم اسلئے ہے کہ باقی تین فضیلتیں اسپر موقوف ہیں انکی تفصیل فن اخلاق کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اس بیت کیمطابق یہ چار فضیلتیں اخلاق کے اصول ہیں۔ اسلئے فرمایا۔

۵۹۸ حکیمے راست کردار است و گفتار کسے کو متصف گردد بدیں چار

ترجمہ جس میں یہ چاروں فضیلتیں پائی جائیں۔ وہ راست کردار اور راست گفتار حکیم ہے۔

شرح یعنی حکیم ہونا یہ ہے کہ حکمت کی دونوں قسمیں یعنی نظری اور علمی سے متصف ہو اور راست کرداری حکمت نظری کیطرف اشارہ ہے یعنی چیزوں کو جیسی کہ وہ ہیں جانے اور پہچانے تو خواہ مخواہ راست گفتاری بھی آجائیگی کیونکہ قول علم کیصورت ہے

۵۹۹ بحکمت باشدش جان و دل آگہ نہ گردد بہ باشد و لئے نیز ابلہ

ترجمہ اسکا دل اور اسکی جان حکمت سے آگاہ ہو جائیگی اور حکمت چو نکہ

ص۔ ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ اور ادراک قوت نظری سے یا قوت علمی سے تحریک

اعتدال ہے اسلئے افراط تفریط دونوں سے بچ رہیگا (نہ تو زیادہ چالاک[1] ہوگا اور نہ بیوقوف۔

شرح یعنی جو شخص اخلاق حسنہ کے ان چاروں اصولوں سے متصف ہو جائے اسکی جان اور دل حکمت سے واقف ہو جائینگے اور اس سے اشیا کی حقیقت سے واقف ہو جائیگا اور انکے مطابق عمل کر سکیگا۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ان نیک فضیلتوں میں سے ہر ایک کی دو طرفیں ہیں۔ ایک افراط دوسرے تفریط اور دونو بری ہیں۔ مثلاً قوت نطقی کا اعتدال حکمت ہے لیکن اسکی افراط گربزی اور تفریط ابلہی ہے اور دونو بری ہیں۔ گربزی [illegible] ہے جو ایسی چیز میں فکر کرے جس میں فکر واجب نہ ہو۔ یا جتنا فکر واجب ہے اس سے زیادہ کرے اور ابلہ وہ ہے جو جان بوجھکر بالکل فکر نہ کرے۔ اور حکیم وہ ہے جو ضروری کاموں میں پسندیدہ مقدار کے مطابق قوت ادراک کو کام میں لائے اس سے زیادہ حیلہ اور مکر کا موجب ہے۔ اور اس سے معاملات کے انتظام میں خلل واقع ہوتا ہے اور بالکل چھوڑ دینا (یعنی قوت ادراک اور فکر کو بالکل کام میں نہ لانا) دین و دنیا کے نقصان کا باعث ہے۔

۶۰۰۔ بعفت شہوت خود کرد مستور شرہ ہمچوں خمود ازوے شدہ دور

ترجمہ عفت سے اپنی شہوت کو چھپائے ہوئے ہے۔ مردہ دلی کی طرح بے حیائی بھی اس سے دور ہے۔

شرح عفت جو قوت شہوی کی درمیانہ حالت ہے اعتدال قوت عاقلہ کی تابعداری اور اپنی خواہشوں کی مخالفت سے حاصل کی ہے شہوت و حرص کو اپنے آپ میں چھپایا ہوا ہے اور اسکی دونو طرفیں افراط جسے شرہ کہتے ہیں اور تفریط جسے خمود کہتے ہیں اس سے دور ہو گئی ہیں۔

---

[1] یہ لفظ دراصل گرگ اور بچہ سے مرکب ہے یعنی وہ شخص جو ظاہر بکری سا جیسا اور باطن میں بھیڑیے کی طرح ہو۔ مجازاً اسکا استعمال حیلہ گر چالاک۔

۶۰۱۔ شجاع و صاف از ذلّ و تکبّر   مبرا ذاتش از جبن و تہوّر

ترجمہ۔ حکیم کو چاہیئے کہ شجاع ہو۔ اور ذلت و تکبر دونوں سے پاک ہو۔ اور اس کی ذات سے نامردی اور حد سے زیادہ دلیری دونو دور ہوں۔

شرح۔ یعنے حکیم کو چاہیئے کہ اس میں شجاعت ہو۔ جو قوت غضبی کے اعتدال کا نام ہے اور نفس ناطقہ کے حکم ماننے اور حد اعتدال سے نہ گذرنے سے حاصل ہوتی ہے نیز ذلت جو جبن کے لیئے لازمی ہے۔ اور تکبر جو تہور کے لیئے لازمی ہے دونوں سے پاک اور مبرا ہو۔ اور اس کی ذات سے شجاعت کی افراط یعنی تہور اور تفریط یعنی جبن دونوں دور ہوں۔

۶۰۲۔ عدالت چون شعار ذات او شد   ندارد ظلم از آن خلقش نکو شد

ترجمہ۔ چونکہ عدالت اس کا لباس ہو گئی ہے۔ اس لیئے اس میں ظلم نہیں ہے اور اس کے تمام اخلاق نیک ہو گئے۔

شرح۔ عدالت مساوات اور راستی ہے۔ یعنی مرتبہ وسط۔ اور وہ قوت نظری کی تہذیب ہے۔ یا وہ حالت ہے جو حکمت۔ عفت اور شجاعت کے ملنے جلنے سے پیدا ہوتی ہے پس جب حکیم کا لباس اور طریقہ عدالت ہو جاتی ہے۔ تو ظلم جو عدالت کی ضد ہے۔ اس میں نہیں رہتا۔ اور اس کے تمام اخلاق نیک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اعتدال پر واقع ہیں اور کسی شخص کا عدالت سے متصف ہونا یہ ہے کہ جو کچھ اس سے واقع ہو۔ وہ ایسا ہی ہو جیسا کہ چاہیئے۔

۶۰۳۔ ہمہ اخلاق نیکو در میان ست   کہ از افراط و تفریطش کران ست

ترجمہ۔ تمام نیک اخلاق میانہ (روی) میں ہیں۔ کیونکہ میانہ (روی) افراط اور تفریط دونوں سے دور ہے۔

شرح۔ یعنی تمام اخلاق حسنہ وسط میں ہیں۔ کیونکہ وسط افراط اور تفریط دونوں سے ایک کنارے پر ہے۔ یعنی دونوں سے دور ہے۔ کیونکہ افراط و تفریط دونوں وسط سے پھرنے کے نام ہیں۔

۶۰۴۔ میانہ چوں صراط المستقیم است   زہر دو جانبش قعر جحیم است

ترجمہ۔ 'میانہ' یا 'وسط' صراط المستقیم (راہ راست) کی طرح ہے۔ اور اس کے دونوں طرف دوزخ ہے۔

شرح یعنی حدِ وسط صراط المستقیم ہے۔ جو اس کو کمال نفسی کے مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ اور طریق اعتدال کے سوا معرفت اور حقایق امور حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اس 'وسط' کے دونوں طرفیں یعنی افراط اور تفریط دوزخ ہیں۔ یعنی جو شخص اس صراط المستقیم سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہوا۔ اور فراط یا تفریط اختیار کی۔ بس دوزخ میں پھنس گیا۔ اور کمال کے درجوں سے نقصان کی درکوں[1] میں جا پڑا اور جب تک اعتدال کی راہ کو طے نہ کرے گا بہشت تک نہ پہنچے گا۔

۶۰۵۔ بباریکی و تیزی موئے و شمشیر   نہ روئے گشتن و بودن بر و دیر

ترجمہ۔ باریکی میں بال اور تیزی میں تلوار کی مانند ہے نہ وہاں سے کوئی واپس آسکتا ہے۔ اور نہ زیادہ دیر تک اس پر ٹھہر سکتا ہے۔

شرح۔ صراط یعنی میانہ اور وسط کی تعریف کی طرف اشارہ ہے کہ باریکی میں بال اور تیزی میں شمشیر کی طرح ہے۔ اور زیادہ باریکی کے سبب اس سے واپس لوٹنا ممکن نہیں۔ کیونکہ ذرا اِدھر اُدھر ہونے سے دوزخ میں پڑ جائیگا۔ اور زیادہ تیزی کے سبب اس پر زیادہ دیر بھی نہیں ٹھہرا جاتا۔ کیونکہ جس طرح بے انتہا طرفوں کے درمیان وسط حقیقی کو پانا مشکل ہے۔ پانے کے بعد اس پر قائم رہنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے نظم

صورت عدل ست میزان و صراط   بر صراط حق گذر با احتیاط

میزان اور صراط عدل کی صورتیں ہیں۔ پس صراط حق سے احتیاط کے ساتھ گزر

انحراف از ہر دو جانب دوزخ است   اعتدال این و آن چوں برزخ است

دونوں جانب پھرنا دوزخ ہے۔ اور ان کے درمیان اعتدال برزخ ہے۔

---

[1] درک درجہ کے مقابل ہے۔ طبقہ دوزخ ۱۲

راہ اوسط رو کہ شد خیر الامور   تا رہی از دوزخ پر شر و شور

درمیانی راہ چل کیونکہ وہ سب سے اچھا کام ہے[1]۔ تاکہ شور و شر سے بھرے ہوئے دوزخ سے رہائی پائے۔

تا نسازی بر صراط حق عبور   کے رسی در جنت و حور و قصور

جب تک صراط کو طے نہ کرے گا۔ جنت اور حور و قصور تک کیسے پہنچ جائیگا۔

چونکہ عدل کی ضد صرف ظلم ہی ہے فرمایا

۶۰۶۔ عدالت چوں یکے دارد ز اضداد   ہمے ہفت آمد ایں اضداد ز اعداد

ترجمہ۔ چونکہ عدالت کی ضد صرف ایک ہی ہے (یعنی ظلم) اس واسطے یہ اضداد تعداد میں سات ہیں۔

شرح۔ حکماء نے عدالت کے بھی افراط و تفریط کی دونوں طرفوں کو معتبر مانا ہے۔ ظلم اور انظلام ظلم تو لوٹ مار اور بلا استحقاق اسباب معاش کا حاصل کرنا ہے۔ اور انظلام ایسے طالب معاش کو جگہ دینا اور بلا استحقاق چھیننے والے کی تابعداری کرنا۔ لیکن یہاں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عدالت کی ضد صرف ایک ہی ہے اور اس لئے اصول اخلاق کے اضداد تعداد میں سات ہیں۔ انظلام جو عدالت کی تفریط ہے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اس فقیر (شارحؒ) کے دل میں اس کی وجہ یہ آتی ہے۔ کہ ولایت و فقر کا کمال عجز اور نیستی میں ہے۔ پس حقیقت میں انظلام مراتب کمال کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اس لئے صفات مذمومہ میں اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مرتبہ کمال کی انتہا یہ ہے کہ لوگوں کی ایذا رسانی سے لذت اٹھائے۔

۶۰۷۔ بزیر ہر عدد سرے نہفت است   ازاں درہاے دوزخ نیز ہفت است

ترجمہ۔ ہر ایک عدد کے نیچے ایک راز پوشیدہ ہے اس لئے (ان سات صفات مذمومہ کے سبب) دوزخ کے سات دروازے ہیں۔

شرح۔ یعنی ان ساتوں میں سے ہر ایک عدد کے نیچے کوئی نہ کوئی راز نہاں ہے۔ اور ان رازہائے نہانی میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ان سات اضداد سے دوزخ کے

---

[1] حدیث ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔ ۱۲

سات دروازوں کی طرف اشارہ ہے۔

۶۰۸۔ چنان کہ ظلم شد دوزخ مہیا   بہشت آمد ہمیشہ عدل راجا

ترجمہ۔ جس طرح دوزخ ظلم سے تیار ہوا ہے۔ اسی طرح بہشت عدل کا مقام ہے۔

شرح۔ یعنی جس طرح دوزخ ظلم اور ردی ملکوں سے تیار ہو کر ظالم وقاہر کی جگہ بنا اسی طرح بہشت عدل اور راستی کی جگہ اور حدِ وسط ہو کر عادل و صادق کا مقام بنا۔

۶۰۹۔ جزای عدل نور و رحمت آمد   سزای ظلم لعن و ظلمت آمد

ترجمہ۔ عدل کی جزا نور اور رحمت ہے۔ ظلم کی سزا ظلمت اور لعنت ہے[1]

شرح۔ اعمال کی جزا دوسری چیزوں کی خاصیت کی طرح ہے۔ مثلاً زہر افعی کو لازم ہے اور حلاوت شہد کو لازم ہے پس مصنفؒ فرماتے ہیں۔ کہ اخلاق کی راستی اور عدل کی جزا تجلیات الٰہی کا نور اور بے انتہا رحمت ہے۔ اور امر و نہی سے منحرف ہونے اور ظلم کی سزا۔ ظلمت۔ دوری اور لعنت ہے نظم۔

نیست انسان ہر کرا خلق بد است   در حقیقت چوں سباع است و دواست

جس کے اخلاق برے ہوں وہ انسان ہی نہیں۔ حقیقت میں وہ درندوں کے مانند ہے۔

مایۂ دوزخ چہ باشد خلق بد   خلق بد آمد براہ دوست سد

برے اخلاق صرف مایۂ دوزخ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ دوست کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

چوں شوی پاک از ہمہ اخلاق بد   اسلم الشیطاں ترا باشد سند

جب تو تمام برے اخلاق سے پاک ہو جائیگا۔ تو گویا تو نے شیطان کو مسلمان کر لیا[2]۔

۶۱۰۔ ظہور نیکوئی در اعتدال است   عدالت جسم را اقصیٰ الکمال است

---

[1] حدیث میں ہے اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ ظلم قیامت کے دن اندھیرے کا موجب ہوگا ۱۲۰۰ [2] دیکھو بیت ۳۸۵۔

ترجمہ۔ اعتدال میں نیکی اور حسن کا ظہور ہے۔ اور جسم کا نہایت کمال عدالت ہے۔

شرح۔ یعنی حسن کا ظہور حدِ وسط میں ہے۔ جس وقت انسان نیک اخلاق اور فضیلت والے ملکے حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس کے ظاہر و باطن میں حسن یعنی نیکی ظاہر ہو جاتی ہے۔ باطن میں تو معرفت جو حسنِ نفس ہے اور اس کی آرائش جو ایمان ہے پیدا ہو جاتے ہیں اور ظاہر میں عبادت جو حسن بدن ہے اور اس کی آرائش یعنی دین و اسلام پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور جسم کا اعلےٰ کمال عدالت ہے کیونکہ عدالت مساوات ہے اور مساوات اعتبار وحدت کے بغیر صورت نہیں پکڑتی۔ پس جسم کے کمال کی غایت یہ ہے کہ اس کے متباعد اور متضاد اجزا آپس میں متقارب اور متسالم ہو جائیں۔ اور اس کا مادہ اور صورت چھوٹے چھوٹے ذرے ہو کر اور آپس میں مل کر ایک ہو جائیں۔ اور ہر ایک کی کیفیتوں کا تضاد و کسر و انکسار سے متحد ہو جائے۔ اور صورت وحدانی ظاہر ہو۔ پس وہ صورتِ وحدانی عدالت ہے۔ جو مرکب میں بسیط کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

۶۱۱۔ مرکب چوں شود مانندِ یک چیز زاجزاء او دُور گردد فعل و تمییز

ترجمہ۔ جب مرکب ایک چیز کی طرح ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اجزا سے ان کے فعل اور تمیز دور ہو جاتے ہیں۔

شرح یعنی مرکب جس سے انسان کا بدن مراد ہے۔ جب عدالت کے ذریعے ایک چیز کی طرح ہو جاتا ہے۔ یعنی صورت وحدانی حاصل کر لیتا ہے۔ تو اجزا یعنی عناصر اربعہ سے ہر ایک کا فعل یا کیفیت گرمی۔ سردی۔ خشکی۔ تری۔ دور ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی تمیز نہیں رہتی۔ کیونکہ سب مل کر ایک چیز ہو جاتے ہیں۔

۶۱۲۔ بسیط الذّات را مانند گردد میانِ این و آں پیوند گردد

ترجمہ۔ پھر وہ مرکب بسیط الذّات (نفس ناطقہ اور روح انسانی) کے مانند ہو جاتا ہے (اور) اس میں اور اس میں ایک پیوند قائم ہو جاتا ہے۔

شرح یعنی وہ مرکب وحدت کے سبب جو اجزا کی مساوات سے حاصل ہوتی ہے۔ بسیط الذات یعنی عقول ونفوس مجردہ کی مانند ہوجاتا ہے۔ اور ان سے مشابہت پیدا کرلیتا ہے۔ یہ مرکب یعنی بدن اس بسیط الذات یعنی نفس ناطقہ یا روح انسانی سے پیوند ہوجاتا ہے اس پیوند کے بیان میں فرمایا۔

۶۱۳۔ نہ پیوندے کہ از ترکیب اجزاست کہ روح از وصف جسمیت مبراست

ترجمہ۔ یہ پیوند وہ نہیں جو کہ مرکب اور اس کے اجزا میں ہوتا ہے کیونکہ روح جسمیت سے پاک ہے۔

شرح۔ یہ پیوند ایسا نہیں جو مرکب اور اس کے اجزا میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے جسم لازم ہے اور روح انسانی نہ جسم ہے نہ جسمانی ہے۔ اس لئے جسمانی اوصاف کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔

۶۱۴۔ چو آب و گل شود یکبارہ صافی رسد از حق بدو روح اضافی

ترجمہ۔ جب آب و گل (یعنی بدن انسان) ایک دفعہ صاف ہوجاتا ہے تو اسے حق کی طرف سے روح اضافی عطا ہوتی ہے۔

شرح۔ یعنی جب بدن انسانی کے آب و گل آپس میں اتحاد پیدا کرلیتے ہیں۔ اور اپنے تضاد طبیعی سے صاف ہوجاتے ہیں۔ تو اس آب و گل کو اس مساوات کے ذریعے حق تعالےٰ سے روح اضافی ملتی ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي[ل] اور انسان خلقت جامعیت سے مشرف ہوتا ہے۔

۶۱۵۔ چو باید تسویہ اجزاے ارکان درو گیرد فروغ عالم جان

ترجمہ۔ اجزاے ارکان (یعنی عناصر) جب مساوات حاصل کرلیتے ہیں تو اس میں عالم روحانی کی چمک پیدا ہوجاتی ہے۔

شرح۔ یعنی جب اجزاے ارکان یعنی عناصر آپس میں مساوات حاصل کرلیتے ہیں اور صورت وحدانی پیدا ہوجاتی ہے۔ تو عالم جان کی روشنی اس مساوات پر چمکتی ہے اور آب و گل کی ظلمت کو علم و معرفت کے نور سے منور

ل حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۱۳ پر

کر دیتی ہے۔

۶۱۶۔ شعلِ جاں سوئے تن وقتِ تعدیل چو خورشید جہاں آمد بہ تمثیل

ترجمہ۔ مساوات کے وقت جسم پر روح کی شعاع اس طرح پڑتی ہے۔ جس طرح شعاع خورشید (زمین پر)

تمثیل دوم

۶۱۷۔ اگرچہ خور بچرخ چارمین است شعاعش نور وندبیر زمین است

ترجمہ۔ خورشید اگرچہ چوتھے آسمان پر ہے۔ مگر اس کی شعاع سے زمین کو نور حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے امور تدبیر پاتے ہیں۔

۶۱۸۔ طبیعتہائے عنصر نزدِ خور نیست کواکب سرد و گرم و خشک و تر نیست

ترجمہ۔ خورشید میں عنصری طبیعتیں نہیں۔ کیونکہ ستارے سرد و گرم اور خشک و تر نہیں ہوتے۔

شرح۔ کواکب میں طبیعت عنصریہ کے نہ ہونے کی یہ دلیل ہے۔ اگر گرم ہوں تو خفیف ہوں۔ اور اگر سرد ہوں۔ تو ثقیل ہوں۔ اور ان میں اوپر چڑھنے یا نیچے اترنے کا میلان ہو کیونکہ خفت اور سبکی طبیعت کی قوت ہے۔ جس کے سبب سے جسم اوپر کی طرف متحرک ہوتا ہے اور ثقل طبیعت کی وہ قوت ہے جس سے جسم نیچے کی طرف حرکت کرتا ہے۔ مگر یہ قطعی دلیلوں سے محال ثابت ہو چکا ہے۔ اور افلاک کے بیرنگ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر رنگدار ہوں تو آنکھوں کے لئے پردہ ہوتے اور جو ستارے آٹھویں آسمان پر ہیں۔ ان کے ورے سات پردے ہوتے (اور وہ بالکل نظر نہ آسکتے۔ لیکن ایسا نہیں) پس

---

[1] پ ۲۳ ع ۱۴۔ اور اپنی روح اس میں پھونک دی۔

شفاف، اور بے رنگ ہیں۔

۶۱۹۔ عناصر جملہ از وے گرم و سرد است سفید و سرخ و سبز و آل و زرد است

ترجمہ۔ مگر اسی (آفتاب و دیگر کواکب) سے عناصر گرم۔ سرد۔ سفید۔ سرخ۔ سبز پیازی اور زرد ہیں۔

شرح۔ یعنی اس بات کے باوجود کہ آفتاب اور دوسرے ستاروں میں رنگ نہیں ہیں۔ مگر مرکبات اور عناصر میں جو رنگ نظر آتے ہیں سب انہیں کے ذریعے سے ہیں۔

۶۲۰۔ بود حکمش رواں چوں شاہ عادل نہ خارج میتواں گفتن نہ داخل

ترجمہ۔ اس کا حکم عادل بادشاہ کی طرح جاری ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سورج (کی شعاعیں) عناصر میں داخل ہیں۔ یا ان سے خارج ہیں۔

شرح۔ یعنی آفتاب اور اس کی شعاع کا حکم عناصر میں جاری اور ساری ہے۔ اس طریقہ پر کہ اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ اور چونکہ عادل بادشاہ کے ساتھ تشبیہہ دی ہے۔ جس میں ظلم و ستم نہیں ہے۔ اس لئے ان میں بھی کوئی بے قاعدگی نہیں ہوتی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آفتاب کی شعاعیں عناصر کی طبیعتوں میں داخل ہیں۔ یا ان سے خارج ہیں۔ کیونکہ اگر داخل ہوتیں۔ تو تجزی اور انقسام لازم آتا۔ اور اگر خارج ہوتیں۔ تو ان کی تاثیر نہ ہوتی۔ اسی تشبیہہ کی مطابقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا۔

۶۲۱۔ چو از تعدیل شد ارکان موافق ز حسنش نفس گویا گشت عاشق

ترجمہ۔ جب مساوات سے ارکان ایک دوسرے سے موافق ہو جاتے ہیں۔ تو اس کے حسن مساوات پر نفس ناطقہ عاشق ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی جب اجزاء ارکان نے مساوات اور تناسب تامہ جس کا نام حسن ہے پا لیا تو نفس ناطقہ اس مساوات کی صورت پر عاشق ہو گیا۔ اور اس سے تعلق پیدا کر لیا۔ روح کا بدن سے تعلق ایسا ہی ہے جیسا عاشق کا معشوق

سے۔ کیونکہ عاشق ہمیشہ معشوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور معشوق سے جُدا نہیں ہوتا۔

۶۲۲۔ نکاحِ معنوی افتاد در دین جہاں را نفسِ کُلّی داد کابین

ترجمہ۔ دین متین کے مطابق نفسِ ناطقہ اور صورتِ انسانی میں نکاحِ معنوی واقع ہوتا ہے۔ اور نفسِ ناطقہ انسان کو سارا جہان مہر میں دے دیتا ہے۔

شرح یعنی جب صورتِ انسانی میں حسن ظاہر ہوتا ہے۔ اور نفسِ ناطقہ اس صورت پر عاشق ہو جاتا ہے۔ تو ولی مطلق یعنے حق تعالےٰ نفس اور صورت انسانی کے درمیان نکاح معنوی کر دیتا ہے یعنی عقد اور تصرف جو دین مبین کے نکاح صوری کی حقیقت ہے۔ چونکہ نکاح مہر کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس لئے نفس ناطقہ اجزائے عالم کے تمام نفوس مہر میں انسان کو دے دیتا ہے اور تمام عالم انسان کی ملک ہو جاتا ہے اور اس کے تصرف میں آجاتا ہے۔

۶۲۳۔ از ایشاں می پدید آید فصاحت علوم و نطق و اخلاق و صباحت

ترجمہ۔ پھر ان سے فصاحت۔ علوم۔ گویائی۔ اخلاق اور خوبصورتی ظاہر ہوتی ہے۔

شرح۔ یہ سب مساوات کا نتیجہ ہے۔

۶۲۴۔ ملاحت از جہانِ بے مثالی درآمد ہمچو رندِ لا ابالی

ترجمہ۔ پھر عالم غیب سے رندِ بے باک کی طرح ملاحت آجاتی ہے۔

شرح یعنی وحدتِ حقیقی کے نور کا لمعہ مرتبہ اطلاق (جہانِ بے مثالی یا خفا) سے تنزل کر کے اس مرتبہ تقیید۔ و مثال میں رند لا ابالی کی طرح آجاتی ہے۔ تاکہ دلوں کو اپنی طرف کھینچے۔ اور حسن و جمال کی تخت گاہ پر جاگزیں ہو جاتی ہے۔

۶۲۵۔ بشہرستان نیکوئی علم زد ہمہ ترتیب عالم را بہم زد

ترجمہ۔ خوبصورتی کے شہر میں اپنا جھنڈا نصب کر دیا۔ اور (دلفریبی سے) تمام عالم کو زیر و زبر کر دیا۔

شرح۔ جب مساوات میں حسن جاگزیں ہوا۔ اور نفس ناطقہ کو کھینچا۔ اور

ان کے ازدواج سے ہر قسم کے کمال اور جمال ظاہر ہوئے۔ تو ملاحت جو ایک وجدانی حالت ہے حسن پر اضافہ ہوگئی۔ اس نے بے باکانہ آکر خوبصورتی کے شہر میں جھنڈا نصب کرایا۔ اور حسن وجمال کے ملک کی مالک بن گئی۔ چونکہ شور انگیز اور فتنہ پرداز تھی۔ جہان کی ترتیب کو بالکل درہم برہم کر دیا۔ اور دلوں کو مسخر کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور دلبری کی تمام صفتیں اس میں نمودار ہوگئیں۔

۶۲۶۔ گہے بر رخش حسن او شہسوار است   گہے بانطق تیغ آبدار است

ترجمہ۔ کبھی وہ حسن کے گھوڑے پر سوار ہوتی ہے۔ کبھی گویائی میں چمکتی ہوئی تلوار ہے۔

شرح۔ یعنے جب وہی ملاحت جو وحدت حقیقی کے نور کا پرتو ہے بصورت انسانی میں ظہور کرتی ہے۔ تو اسے ملاحت کہتے ہیں۔ لیکن جب نفس گویائی میں ظاہر ہوتی ہے۔ تو اسے فصاحت کہتے ہیں۔

۶۲۷۔ ولیؔ و شاہ و درویش و پیمبر   ہمہ در تحت حکم او مسخر

ترجمہ۔ ولی۔ بادشاہ۔ درویش۔ پیغمبر سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

شرح یعنے ملاحت جو وحدت حقیقی کا نور ہے۔ اس نے ایسے طریقہ سے جلوہ گری کی ہے۔ کہ یہ چاروں قسم کے شخص جن کی نظر میں دُنیا و مافیہا بالکل نہیں جچتے۔ ملاحت کے بندۂ بے دام ہیں۔ اور لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ[1] کے مقتضا کے مطابق اس کی قید سے رہائی نہیں پاتے۔

۶۲۸۔ درون حسن روئے نیکواں چیست   نہ آں حسن است تنہا گوئی آں چیست

ترجمہ۔ خوبصورت چہروں کے حسن کے اندر کیا ہے۔ کیونکہ وہ خالی حسن ہی نہیں (بلکہ کچھ اور بھی ہے) پس بتا کہ وہ کیا ہے۔

شرح۔ یعنی حسن والوں کے حسن کے اندر کیا چیز ہے۔ جو عاشقوں کے دلوں کو مسخر کرتی ہے یہ دلفریبی اور نصرت حسن اکیلے کا کام نہیں کیونکہ حسن جو تناسب کا نام ہے۔ اکثر انسانوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر ان میں دلربائی نہیں ہوتی۔

[1] قرآن شریف پ ۲۲ ع ۳۔ گو ان کا حسن تم کو کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے ۱۲۔

۶۲۹۔ جز از حق مے نیاید دلربائی — کہ شرکت نیست کس را با خدائی

ترجمہ۔ دلربائی حق تعالےٰ کے سوا کسی سے نہیں ملتی۔ کیونکہ اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے۔

شرح۔ یعنی دلوں کا جاذب اور تصرف جس کی تعریف لا یسعنی ارضی ولا سمائی[1] سے کی گئی ہے۔ حق تعالےٰ کے وجودات میں تاثیر و تصرف کرنے والا سوائے خدا کے کوئی نہیں۔

۶۳۰۔ کجا شہوت دل مردم رباید — کہ حق گہ گہ ز باطل مے نماید

ترجمہ۔ لوگوں کے دل شہوت کہاں لے جاتی ہے (یعنی نہیں لے جاتی) بلکہ صرف اتنا ہے۔ کہ حق ہی (جس میں دلربائی ہے) کبھی کبھی باطل شرعی میں دکھائی دیتا ہے۔

شرح۔ حق اور باطل جو شرح میں استعمال ہوتے ہیں۔ وہ حرام حلال کی قسمیں ہیں۔ لیکن حق حقیقی وجود مطلق ہے اور باطل حقیقی عدم۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے

اَصْدَقُ قَوْلٍ قَالَتِ الْعَرَبُ قَوْلُ لَبِيْدٍ "اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ"[2]

اور چونکہ حق کے سوا سب عدم ہے۔ اور عدم وجود میں تاثیر و تصرف نہیں کر سکتا۔ پس فرمایا کہ معشوقوں کی صورت میں جاذب اور دلربائی حقیقت میں شہوت کے سبب نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالےٰ ہی ہے۔ جو اس صورت میں جاذب قلوب کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ باطل شرعی کی صورت میں ہو۔ کیونکہ حق صورت جلالی میں بھی جو باطل شرعی ہے ظہور کرتا ہے نظم

ہر حسن بکر قم ز کتاب جمال اوست — در دفتر جمال تو کم شو رقم ببین

ہر حسن اس کی کتاب جمال کی ایک تحریر ہے تو دفتر جمال میں محو ہو جا تحریر

---

[1] زمین و آسمان میں میری گنجایش نہیں

[2] عربوں میں سے لبید کا قول سب سے سچا ہے "اللہ تعالےٰ کے سوا ہر ایک چیز باطل ہے"۔

کو نہ دیکھ۔

۶۴۱۔ موثر حق شناس اندر ہمہ جائے ز حد خویشتن بیروں منہ پائے

ترجمہ وشرح۔ ہر ایک صورت میں (جمالی ہو یا جلالی) حق تعالےٰ کو ہی موثر جان اور اپنی حد امکانی سے باہر پاؤں نہ رکھ۔ نظم

آنکہ خود را می نماید از رخ خوباں چو ماہ میکند از دیدۂ عشاق در خوباں نگاہ

جو اپنے آپ کو معشوقوں کے چہرے میں چاند کی طرح دکھاتا ہے۔ وہی عاشقوں کی نگاہ سے معشوقوں کو دیکھتا ہے۔

عشق چوں خود کرد با خود آنچہ کرد و میکند پس نباشد عاشق و معشوق را جرم و گناہ

پہلے اس نے اپنے ساتھ آپ ہی عشق کیا۔ پس عاشق و معشوق جو عشق کرتے ہیں یا کرینگے۔ اس میں ان پر کوئی گناہ نہیں۔

خیمہ بیروں زد پے اظہار خود سلطان عشق تا کند پر عرصۂ ملک جہان عرض سپاہ

سلطان عشق نے اپنے اظہار کے لئے خیمہ باہر نصب کرایا۔ تاکہ سپاہ کا ظہور جہان کے میدان کو بھر دے۔

عشق کثرت بر نتابد پیش او باشد یکے یوسف و گرگ و زلیخا و عزیز و چاہ و جاہ

عشق کثرت کی تاب نہیں لاتا۔ اس کے سامنے یوسف۔ بھیڑیا۔ زلیخا۔ عزیز چاہ اور مرتبہ ایک ہی ہیں۔

۶۴۲۔ حق اندر کسوت حق دین حق دان حق اندر باطل آمد کار شیطان

ترجمہ۔ حق کو حق شرعی کے لباس میں پانا سچا دین جان اور حق کو باطل شرعی میں پانا شیطان کا فعل ہے۔

شرح۔ حق حقیقی نے نور کے پرتو کو شرعی حق کے لباس میں دیکھنا دین حق ہے۔ پس اسی کو پکا دین اور ارباب یقین کا شیوہ خیال کر۔ اور باطل شرعی کی صورت میں حق کو دیکھنا شیطان۔ نفس اور خواہش کا فعل ہے۔ اور ارباب کمال کے طریق سے دوری کا باعث ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اگر کسی اچھی صورت سے عشق

مجازی کیا جائے۔ اور وہ عشق پاک طریقہ سے ہو۔ جس سے نفسانی شہوات بالکل نہ ہوں۔ تو یہ حق در کسوت حق ہے۔ باطل سے دور اور سچا دین ہے۔ اور یہی عشق حقیقی تک پہنچا دیتا ہے۔ شعر

عشق آں باشد کہ باطل حق شود — قید را بگذارد و مطلق شود

عشق سے باطل بھی حق ہو جاتا ہے۔ قید و تقید سے چھوٹ کر مطلق ہو جاتا ہے اور اگر شہوت کا خیال ہو۔ جو طبیعت حیوانی سے پیدا ہوتا ہے گو صورت حسن میں وہ جاذب و تصرف فعل حق ہے۔ لیکن باطل شرعی یعنی شہوت میں ظہور کیا ہے اس واسطے وہ شیطان اور نفس کا فعل ہے۔ جو شر کے ظہور کا موجب ہے اور یہ شرع میں ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ عالم طبیعت میں تقید مبدء حقیقی سے بعد اور حقیقت حال سے ناواقفی کا موجب ہے۔ اور اس کا مرتکب مطعون ہے اعمال و افعال مختلف گروہوں کے نسبت سے مختلف حکم رکھتے ہیں۔ جو چیز کاملو کے واسطے عین نقصان ہے وہی ناقصوں کے لئے عین کمال ہے معشوق کے لباس میں حق کا مشاہدہ کرنا کامل اور ناقص کی نسبت سے اسی کے مطابق قیاس کرنا چاہیئے۔ نظم

جبر باشد پر و بال کاملان — جبر ہم زندان و بند جاہلان

جبر کاملوں کے لئے پر و بال ہیں۔ جن سے وہ ترقی کرتے ہیں) لیکن جاہلوں کے لئے قید و زنجیر ہے۔

بال بازاں را سوئے سلطان برد — بال زاغاں را بگورستان برد

پر بازوں کو بادشاہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن کوؤں کو گورستان میں پہنچاتے ہیں

ہر چہ گیرد علتے علت شود — کفر گیرد کاملے ملت شود

جسے بیماری لگ جائے وہ خود بیماری ہو جاتا ہے۔ لیکن کامل اگر کفر بھی اختیار کرے تو وہ بھی مذہب بن جاتا ہے۔

نعمت جنات خوش بر دوزخی — شد محرم گرچہ حق آمد سخی

دوزخی پر جنت کی اچھی اچھی نعمتیں حرام ہیں۔ اگرچہ خدا تعالےٰ سخی ہے (یعنی ان کو ان نعمتوں سے محروم کرنا ان کے اعمال کا نتیجہ ہے ورنہ خدا کے ہاں کیا کمی ہے) حُسن و جمال کے پردے میں حق کا مشاہدہ کرنا، کامل اور ناقص کی نسبت سے اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ تاہم حکم کلی یہی ہے کہ حق شرعی کے لباس میں حق کا مشاہدہ سچا دین اور ارباب کمال کا شیوہ ہے۔ اور باطل شرعی کی صورت میں حق کو دیکھنا نفس اور شیطان کا کام ہے۔

سوال یازدہم

۴۳۳۔ چہ جزو واست آنکہ او از کل فزونست؟ طریق جستن آن جزو چونست؟

ترجمہ۔ وہ جزو کونسا ہے۔ جو کُل سے بڑا ہے۔ اور اس جزو کو تلاش کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب

۴۳۴۔ وجود آن جزو داں کز کل فزونست کہ موجودات کل وین ہ گونست

ترجمہ۔ 'وجود' وہ جزو ہے جو کل سے زیادہ ہے۔ کہ موجودات کل ہے (اور وجود اس کا جزو ہے) اور یہ عام قاعدے کا عکس ہے۔

شرح۔ 'وجود' مطلق تعین اور تشخص جو اس کو عارض ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ موجود کہلاتا ہے۔ پس 'وجود' ہر ایک موجود کا جزو ہے۔ اور موجودات میں سے ہر ایک موجود کُل ہے۔ جو وجود کا ایک جزو ہے۔ پس فرماتے ہیں۔ وہ جزو جو کل سے زیادہ ہے۔ وجود ہے۔ کیونکہ کل موجودات کے دو جزو ہیں۔ ایک وجود دوسرے تعین۔ اور جزو یعنی وجود کی زیادتی کل یعنی موجودات پر اس لئے ہے کہ جو موجود بھی فرض کیا جاوے۔ وہ وجود با تعین خاص ہوگا۔ اور ایک وجود با تعین خاص، تعین کے اعتبار سے دوسرے وجود با تعین خاص سے الگ ہوگا۔

مثلاً آسمان تعین کے لحاظ سے زمین کا غیر ہے۔ لیکن وجود تمام موجوات پر شامل ہے۔ اور سب میں ساری ہے۔ اور اس کا اطلاق ہر ایک پر راست آتا ہے۔ پس وجود جزو ہے۔ جو موجودات یعنی کل سے زیادہ ہے۔ اور یہ جزو کی کل پر زیادتی عام قاعدے کے خلاف ہے۔ کیونکہ کل جزو سے زیادہ ہوتا ہے

۶۳۵۔ بود موجود را کثرت برونی ۔۔۔ کہ او وحدت ندارد جز درونی

ترجمہ۔ موجودات کی کثرت (باعتبار تعین وتشخص) ظاہری ہے۔ کہ وحدت اور اتحاد اس میں صرف اندرونی یا باطنی ہے۔

شرح۔ یعنی موجودات کی کثرت اور اختلافات نسبت و اضافت کے اعتبار سے ہے۔ جو مختلف صورتوں میں حقیقت واحد کے تقید سے پیدا ہوتی ہے اور یہ وجہ ظاہر ہے اور 'برونی' سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر موجودات کی وحدت اور اتحاد واحد مطلق کے وجود کے اعتبار سے ہے۔ جو سب کی حقیقت اور باطن ہے۔ اور تمام موجودات کا قیام اسی سے ہے۔ اور 'درونی' سے اسی اعتبار کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

۶۳۶۔ وجود کل ز کثرت گشت ظاہر ۔۔۔ کہ او بر وحدت جزو است سایر

ترجمہ۔ کل (یعنی موجوات) کی ہستی کثرت سے ظاہر ہوئی وہی کثرت جزو (یعنی وجود) کی وحدت کو گھیرے ہوئے ہے۔

شرح۔ کل یعنی موجودات کی ہستی حقیقت واحدہ کی نسبتوں، اضافتوں اور شانوں کی کثرت سے ظاہر ہوئی ہے۔ اور سب کچھ اسی حقیقت کا ظہور ہے جو ہر موجود میں کسی خاص نسبت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ موجودات کی ظاہر وجہ ہے۔ پس کل یعنی تعینات کی ہستی نے جزو یعنی وجود کی وحدت کو چھپا لیا۔

۶۳۷۔ چو کل از روئے ظاہر ہست بسیار ۔۔۔ بود از جزو خود کمتر بمقدار

ترجمہ۔ ظاہر میں کل (یعنی موجودات) بے شمار ہے۔ لیکن (حقیقت میں)

اپنے جزو (یعنی وجود) سے مقدار میں کمتر ہے۔

شرح۔ کل موجودات جو ظاہر ہیں بے شمار ہے۔ حقیقت میں اپنے جزو یعنی وجود سے شمولیت اور مقدار کے لحاظ سے کمتر ہے۔ کیونکہ ہر ایک موجود دوسرے موجود سے الگ ہے۔ اور وجود جو موجود کا جزو ہے سب موجودات میں شامل ہے۔

۴۳۸۔ ز آخر واجب آمد جزو ہستی — کہ ہستی کرد او را زیر دستی

ترجمہ۔ وجود واجب آخر ہستی کا جزو ہے۔ جس کو ہستی نے اپنا زیر دست بنا لیا ہوا ہے۔

شرح ہستی سے یہاں موجودات یعنی کل مراد ہے اور واجب سے وجود مطلق یعنی جزو۔ مطلب وہی ہے۔ کہ وجود جو جزو ہے۔ کل سے زیادہ ہے۔ نظم

بود ہر بود با تو نابود است — واین چنین بود ہ است بابود است

بودن بود بہ نمود تو بود — ہمہ نابود ازاں نمود بود

۴۳۹۔ ندارد کل وجودے در حقیقت — کہ او چون عارضہ شد بر حقیقت

ترجمہ۔ حقیقت میں کل یعنی موجودات کی کوئی ہستی نہیں۔ کیونکہ وہ تو حقیقت کے عوارض کی طرح ہیں

شرح۔ یعنی کل موجودات و کثرات حقیقت میں نمود بے بود ہیں۔ جو وجود واجب کے عارض ہیں۔

۴۴۰۔ وجود کل کثیر و واحد آید — کثیر از روئے کثرت می نماید

ترجمہ۔ کل یعنی موجودات کا وجود (ظاہراً) کثیر اور (حقیقتاً) واحد ہے اور کثیر کثرت (تعینات) کی رو سے نظر آتا ہے۔

شرح۔ یعنی موجودات کا وجود نسبت اور اسماء کی رو سے کثیر ہے۔ مگر ذات یعنی وجود کی حیثیت سے واحد ہے۔ یہ کثرت صرف ظاہری ہے۔ اصل میں حقیقت ہی ہے۔ جو ظاہری صورت میں کثیر اور باطن میں واحد نظر آتی ہے

٦٤١- عرض شد ہستی کاں اجتماعیست   عرض سوئے عدم بالذات ساعیست

ترجمہ۔ ممکن کی ہستی جو امورِ اجتماعی کا عرض ہے۔ پیدا ہوئی پس عرض اپنی عادمیّت ذاتی کے سبب ہمیشہ عدم کی طرف جانے میں کوشاں ہے۔

شرح۔ یعنی ممکن جو وجود اور عدم کی ترکیب سے پیدا ہوا ہے۔ چند امور اجتماعی کا عرض ہے۔ یعنی پہلے نہیں تھا۔ پھر پیدا ہوگیا۔ عرض اپنی عدمیت ذاتی کے سبب ہمیشہ اپنے مرکز یعنے عدم کی طرف جانے میں ساعی اور کوشاں ہے

٦٤٢- بہر جزوے کہ کل کاں نیست گردد   کل اندر دوم زامکاں نیست گردد

ترجمہ۔ کل (موجودات) میں سے ہر ایک جزو جو فنا ہوتا ہے۔ اس کی فنا کے ساتھ گویا تمام موجودات ہر لحظہ فنا ہوتی رہتی ہے۔

شرح۔ کل یعنی موجوداتِ ممکنہ کے دو جزو ہیں اول یعنی وجود جس میں کبھی تغیر نہیں آتا۔ اور جزو دوم (یعنی تعین) جو ایک عارضی امر ہے۔ اور ہر دم فنا ہوتا رہتا ہے۔ پس کل میں سے ہر ایک جزو کے فنا کے ساتھ کل کا انعدام لازم آتا ہے۔ یعنی تمام ممکنات ہر آن میں فنا ہوتی رہتی ہے۔

٦٤٣ جہاں کل است و در ہر طرفۃ العین   عدم گردد و لَا یَبقٰی زَمَانَین

ترجمہ۔ عالم یعنی کل ہر لمحہ میں عدم یعنی فنا ہوتا رہتا ہے (کیونکہ وہ عرض ہے) اور عرض ایک لمحے سے زیادہ باقی نہیں رہتا۔

شرح۔ عالم یعنی موجوداتِ ممکنہ اور کل ایک ہیئت اجتماعی کی طرح عرض ہے اور ہر لحظہ فنا ہوتا رہتا ہے کیونکہ اَلعَرَضُ لَا یَبقٰی زَمَانَین[1]

٦٤٤- دگر بارہ شود پیدا جہانے   بہر لحظہ زمین و آسمانے

ترجمہ۔ ہر لحظہ جہان دوسری دفعہ نیا پیدا ہوتا ہے۔ نئی زمین اور نیا آسمان[2]۔

شرح۔ یعنی جہان ہر لحظہ اقتضائے ذاتی سے فنا ہوتا رہتا ہے اور فیضِ رحمانی

١؎ دیکھو بیت ٦٧٧ ٢؎ دیکھو حاشیہ صفحہ ٣٥٤۔

اور مدد وجودی سے پھر نیا جہان پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے (مثلاً بیت ۱۵
میں) گذر چکا ہے۔

۴۴۵۔ ہر ساعت جوان و کہنہ پیراست　　ہر دم اندرو حشر و نشیر است

ترجمہ۔ ہر گھڑی جہان بوڑھا کھوسٹ ہوتا رہتا ہے اور ہر دم اس عالم
میں حشر اور نشور رہتا ہے۔

شرح۔ یعنی عالم ہر دم لباس وجود کے سبب جوان ہے لیکن اس اعتبار سے
کہ وجود کا فیض ہمیشہ ایک طریقہ پر رہتا ہے۔ بوڑھا ہے۔ حشر کے معنے جمع اور
نشر کے معنے کھولنا ہے۔ یعنی چونکہ تعینات عالم ہر دم وحدت کی طرف رجوع
کرتے ہیں۔ اس لئے حشر ہے یعنی جمع ہے۔ اور تفرقہ نہیں نظر آتا۔ لیکن فیض
رحمانی کے تواتر کے اعتبار سے چونکہ وہ حقیقت واحد ہر لحظہ کثرات عالم کی
صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس لئے نشر ہے (مگر اس سے نشیر کیونکر نکل آیا؟)

۴۴۶۔ درو چیزے دو ساعت می نپاید　　دراں لحظہ کہ مے میرد بزاید

ترجمہ۔ اس (عالم) میں کوئی چیز بھی دو گھڑی نہیں رہ سکتی (یعنی صرف
ایک ساعت رہتی ہے) اور جس لحظہ میں مرتی ہے اسی میں پھر پیدا ہوجاتی ہے۔

۴۴۷۔ ولیکن طامۃ الکبریٰ نہ این است　　کہ این یوم العمل آن یوم دین است

ترجمہ۔ لیکن یہ (مرنا اور جینا) طامۃ الکبریٰ (بڑی قیامت) نہیں ہے کیونکہ
یہ روز عمل ہے اور وہ (قیامت) روز جزا ہے۔

شرح۔ طم لغت میں کنوئیں کو پر کرنا اور ہموار کرنا ہے اور قیامت کو طامۃ الکبریٰ
اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن تمام تعینات نیست ہوجائیں گے اور زمین وجود
ہموار ہوجائیگی۔ یعنی یہ جو کہا گیا ہے عالم طرفۃ العین میں منعدم ہوجاتا ہے اور
جو کچھ اس عالم میں ہے ہر لحظہ مرتا ہے اور پیدا ہوتا ہے۔ یہ قیامت کی ایک مثال
اور نمود ہے۔ اور نشاء اولی یعنی روز عمل میں ہے۔ لیکن بڑی قیامت نشاء ثانیہ
یعنی روز دین (وجزا) میں ہوگی۔

۶۴۸۔ ازاں تا ایں بسے فرق است نہار   بنادانی مکن خود را گرفتار

ترجمہ۔ اس قیامت اور اس قیامت میں بہت فرق ہے۔ خبردار اپنے آپ کو جہالت میں گرفتار نہ کرنا۔

شرح۔ یعنی اس طامتہ الکبریٰ اور اس قیامت میں جو ہردم واقع ہوتی ہے کئی فرق ہیں۔ اول یہ کہ وہ روز جزا ہے اور یہ روز عمل۔ دوم یہ کہ وہاں ظہور فعلی ہوگا۔ یعنی تمام چیزیں ایک دفعہ ظاہر ہو جائینگی۔ لیکن یہاں قدم بہ قدم ہے تیسرے وہ تفصیل ہے اور یہ اجمال چوتھے وہ ابدی ہے اور یہ فانی۔ پس خبردار دونوں کو ایک سمجھ کر نادانی میں گرفتار نہ ہونا۔

۶۴۹۔ نظر بکشائی در تفصیل اجمال   نگر در ساعت و روز و مہ و سال

ترجمہ۔ اس اجمال کی تفصیل پر غور کر۔ اور ساعت۔ روز۔ مہینہ سال کو دیکھ

شرح۔ یعنی دیکھ کر طامتہ الکبریٰ اور اس انعدام میں تفصیل و اجمال کی نسبت ہے اور یہ دن اور مہینہ کی نسبت یا مہینہ اور سال کی نسبت کے مانند ہے۔ جس طرح سال مہینہ کی تفصیل ہے۔ مہینہ دن کی۔ اور دن ساعت کی اسی طرح طامتہ الکبریٰ بھی انعدام اور تجدید کی تفصیل ہے۔ کیونکہ یہی نسبت ہر ایک شخص اور تمام عالم میں ہے۔

تمثیل

۶۵۰۔ اگر خواہی کہ ایں معنی بدانی   ترا ہم ہست مرگ و زندگانی

ترجمہ۔ اگر تو اس راز کو سمجھنا چاہتا ہے تو اپنے آپ پر قیاس کرلے کیونکہ تیرے لئے موت اور زندگانی ہے۔

شرح۔ یعنی اگر تو اس بات کو سمجھنا چاہتا ہے کہ ہر وقت عالم کا فنا و تجدد طامتہ الکبریٰ سے الگ ہے اور ان کی کیفیت کیا ہے۔ تو اپنے حالات پر قیاس کر۔ کیونکہ تیری موت اور زندگانی کئی قسم کی ہے۔ مرگ ہیئت اجتماعی کا تفرقہ۔ خفا اور پوشیدگی

ہے۔ اور حیات آگاہی شعور۔ ظہور اور بروز کا نام ہے۔ جس طرح حیات حسی اور معنوی ہوتی ہے۔ اسی طرح موت بھی حسی اور معنوی ہوتی ہے۔

۶۵۱۔ زہر چہ در جہان از زیر و بالا است   مثالش در تن و جانِ تو پیدا است

ترجمہ۔ جہان میں نیچے اوپر جو کچھ بھی ہے۔ اس کی مثال تیرے جسم اور روح میں موجود ہے۔

شرح۔ یعنی عناصر و موالید جو نیچے ہیں اور عقول۔ نفوس اور افلاک جو اوپر ہیں۔ ان سب کی مثال تیرے جسم اور روح میں ظاہر ہے۔ جیسا کہ کئی بار بیان ہو چکا ہے۔ نظم

از غفلت خویش در گمانی   گر طالب خود شوی بدانی

تو اپنی غفلت سے گمان اور شک میں ہے۔ اگر تو اپنا طالب ہو تو جانے۔

اے صورت خوب و زشت با تو   ہم دوزخ و ہم بہشت با تو

اے انسان جس کی اچھی اور بری صورت ہے۔ دوزخ اور بہشت دونوں تیرے ساتھ ہی ہیں۔

داری تو زمین و آسمانے   گر یافتہ بخود نشانے

تجھ میں زمین اور آسمان دونوں ہیں۔ (لیکن اس وقت جان سکتا ہے کہ) پہلے اپنا نشان پا لیا ہوا۔

ہفت و دو سہ ملت معین   در آب و گل تو است روشن

نہتر فرقے جو مقرر ہیں۔ سب تیری آب و گل میں روشن ہیں۔

یعنی چہ نظر کنی چپ و راست   کین ہجدہ ہزار عالم اینجا است

اس کے کیا معنی کہ تو دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ اٹھارہ ہزار عالم تو یہیں (یعنی تجھ میں) ہیں۔

گردد چو تو در نوردی این فرش   معلوم تو استوی علی العرش

جب تو اس فرش کو طے کرے گا۔ تو استوی علی العرش تجھے معلوم ہو جائیگا

گر دیدۂ دیدہ برکشائی ... ور خود ہمہ را بخود نمائی

اگر تو اپنی آنکھ کھولے۔ تو اپنے آپ ہیں ہی سب کچھ اپنے آپ کو دکھا دے۔

۶۵۲- جہاں چوں تست یک شخص معین ... تو او را گشتہ چوں جاں او ترا تن

ترجمہ- جہان بھی تیری طرح ایک معین شخص ہے تو گویا اس کی جان ہے اور وہ تیرا جسم ہے۔

شرح- یعنی جہان مجموعی حیثیت سے انسان کی طرح ایک معین شخص ہے۔ اور جسم کے کمالات روح سے مترتب ہوتے ہیں۔ عالم بھی انسان کا گویا جسم ہے اور انسان اس کا روح۔

۶۵۳- سہ گونہ نوع انساں را ممات است ... یکے ہر لحظہ و آں بر حسب ذات است

ترجمہ- نوع انسان کے لئے تین[1] قسم کی موت آتی ہے۔ ایک تو ہر وقت۔ اور وہ اقتضائے ذاتی (یعنی امکان) کے سبب ہے۔

شرح یعنی ان تینوں قسم کی موت میں سے پہلی تو وہ موت ہے جو ممکن پر اقتضائے ذاتی سے واقع ہوتی ہے۔

۶۵۴- دوم زاں ہا ممات اختیاری است ... سوم مردن مر او را اضطراری است

ترجمہ- ان میں سے دوسری موت اختیاری ہے۔ اور تیسری موت بے اختیاری ہے

شرح- یعنی مرگ اختیاری نفسانی خواہشات کو مارنا اور جسمانی لذات سے روگردانی ہے اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ الموت ھو التوبہ[2]

اور تیسری موت اضطراری ہے یعنی جسم اور جان کی مفارقت۔

۶۵۵- چو مرگ و زندگی باشد مقابل ... سہ نوع آمد حیاتش در سہ منزل

---

[1] پہلی موت تو وہ ہے۔ جو ہر دم واقع ہوتی ہے۔ جس کا بیان تجدد امثال میں گزر چکا ہے۔ دیکھو بیت ۶۴۳ دوسری موت اختیاری ہے موتو قبل ان تموتو میں اسی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اور تیسری موت یہی روح اور جسم کی جدائی ہے

[2] موت یہی توبہ ہے۔

ترجمہ۔ چونکہ موت اور زندگی ایک دوسرے کے مقابل ہوتی ہیں۔ اس لئے انسان کو تین منزلوں میں تین قسم کی زندگی ملتی ہے۔

شرح۔ یعنی ہر موت کے مقابلہ میں ایک زندگی ہوگی جس طرح نوعِ انسان کی موت تین قسم کی ہے اسی طرح زندگی بھی تین قسم کی ہے اور ایک ایک زندگی ایک ایک منزل میں انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ پہلی زندگی تو نفس رحمانی کی تجلی سے طرفۃ العین میں متواتر ملتی رہتی ہے۔ یہ زندگی اس موت کے مقابلہ میں ہے۔ جو انسان پر اپنی اقتضائے ذاتی یعنی امکان کے سبب ہر دم واقع ہوتی رہتی ہے۔ یہ زندگی مراتب وجود میں شامل ہے۔ اور نشأۂ ظہور کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسری زندگی ابدی قلبی ہے۔ جو صفات نفسانی سے پاک ہونے اور صفات قلبی سے متصف ہونے سے حاصل ہوتی ہے یہ زندگی موت اختیاری کے مقابلہ میں ہے۔ جیسے کہ افلاطون کا قول ہے۔ مُت بِالاِرادَۃِ تحیٰ بِالطَّبِیعَۃِ[1] اس زندگی کی منزل عالم قدس اور مرتبۂ تجرد میں ہے۔ یہ موت اور زندگی نوعِ انسانی کے ساتھ مخصوص ہے تیسرے حیات ابدی ہے جو برزخ مثالی میں ہر ایک مردے کے حال کے مطابق ہوگی۔

۷۵۔ جہاں را نیست مرگِ اختیاری کہ آن را از ہمہ عالم تو داری

ترجمہ۔ مرگ اختیاری یعنی دوسری قسم کی موت جہان کے لئے نہیں ہے کیونکہ یہ موت سارے عالم میں سے تیرے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

شرح۔ موت اختیاری معرفت کا وسیلہ ہے۔ معرفت نشأۂ انسانی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس کا وسیلہ بھی انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ نظم

گر بریزد خون من آن دوست رو پائے کوبان جان بر افشانم برد

اگر وہ دوست میرا خون بہاوے۔ تو میں (خوشی سے) ناچتا ہوا اس پر جان قربان کردوں۔

آزمودم مرگ من در زندگی است چون رہم زین زندگی پایندگی است

---

[1] ارادی موت اختیار کرتا کہ تجھے طبعی زندگی حاصل ہو۔۱۲

کیونکہ میں نے تجربہ کرلیا ہے کہ یہ زندگی میرے لئے موت ہے۔ پس اس زندگی اور پابندی سے کیسے رہائی پاؤں۔

وآنکہ مردن پیش او شد فتح باب ۔ سارعوا آید مر او را در خطاب

پس جس کے لئے مرنا فتح باب (در کشائی) ہو۔ اسے سارعوا[1] سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

۶۵۷۔ وے ہر لحظہ میگردد مبدّل ۔ در آخر مے شود مانند اوّل

ترجمہ۔ لیکن جہان ہر لحظہ مبدل ہو جاتا ہے اور اس کی آخری حالت پہلی حالت کی مانند ہوتی ہے۔

شرح۔ یعنے عالم ہر لحظہ بدلتا رہتا ہے۔ پرانا ہوتا ہے اور پھر نیا وجود پاتا ہے جیساکہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۶۵۸۔ ہر آنچہ گردد اندر حشر پیدا ۔ ز تو در نزع مے گردد ہویدا

ترجمہ۔ حشر (یعنے قیامت کبری) میں جو کچھ بھی ظاہر ہوگا۔ وہ سب حالات جان کنی کے وقت تجھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح۔ یعنی جو حالات قیامت کبری میں ظاہر ہونگے مثلاً آسمانوں کا لپٹنا۔ زمین کا بدلنا۔ آفتاب کا لپٹنا اور ستارگان کا منتشر ہونا وغیرہ یہ سب حالات تجھ سے نزع کے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ تو سارے جہان کا خلاصہ ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر فرمایا۔

۶۵۹۔ تن تو چون زمین سر آسمان است ۔ حواست انجم و خورشید جان است

ترجمہ۔ تیرا جسم زمین کی طرح ہے۔ اور سر آسمان کی طرح۔ تیرے حواس ستارے

---

[1] وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (پ ۴ - ع ۵) - ترجمہ۔ اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو۔ جس کا پھیلاؤ زمین اور آسمان جتنا ہے اور جو پرہیزگاروں کے لئے تیار ہے۔ ۱۲

ہیں اور روح آفتاب ہے۔

شرح۔ چونکہ انسان سارے عالم کا خلاصہ ہے۔ عقلمندوں نے وجود انسان کے اجزا کو تعینات عالم کے اجزا سے بالتفصیل مطابقت دی ہے۔ جیسا کہ اس بیت میں اور آئندہ جیتوں میں مذکور ہے۔

۶۶۰۔ چو کوہست استخوانہا کہ سخت است ۔ نبات ت موئے و اطراف درخت است

ترجمہ۔ تیری ہڈیاں جو سخت ہیں۔ پہاڑوں کی طرح ہیں بال نباتات ہیں۔ اور اعضا درخت ہیں۔

۶۶۱۔ تنت در وقت مردن از ندامت ۔ بلرزد چون زمین روز قیامت

ترجمہ۔ مرتے وقت ندامت سے تیرا جسم اس طرح کانپتا ہے۔ جس طرح زمین قیامت کے دن کانپیگی۔

۶۶۲۔ دماغ آشفتہ و جان تیرہ گردد ۔ حواست ہمچو انجم خیرہ گردد

ترجمہ۔ دماغ پریشان ہوجائیگا۔ اور جان تاریک ہوجائے گی۔ اور تیرے حواس ستاروں کی طرح چندھیا جائیں گے

۶۶۳۔ مسامت گردد از خوئی ہم چو دریا ۔ تو در وے غرق گشتہ بے سروپا

ترجمہ۔ تیرے بدن کے مسام پسینے سے دریا کی طرح بہینگے۔ اور تو اس میں غرق ہوکر آوارہ پھرے گا۔

۶۶۴۔ شود در جانکنی اے مرد مسکین ۔ ز سستی استخوانہا پشم رنگین

ترجمہ۔ اے مرد مسکین۔ جانکنی کے وقت سستی سے ہڈیاں رنگین اون کی طرح ہوجائینگی۔

۶۶۵۔ بہم پیچیدہ گردد ساق با ساق ۔ ہمہ جفتی شود از جفت مطلق

لہ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِہْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ (قرآن شریف پ ۳۰ ع ۲۰۴)
ترجمہ اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گے۔ نیز پ ۲۹ ع ۲
۔۔ اور پہاڑ ایسے اڑتے ہونگے جیسے رنگ برنگ کی اون۔ ۱۲

ترجمہ۔ (جانکنی کی تکلیف سے) پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائیگی[1] اور دوست اپنے دوست سے (الگ ہونے کے سبب) اکیلا رہ جائے گا[2]

۶۶۶۔ چو روح از تن بکلیت جدا شد۔ زمینت قاع صفصف لا تری شد

ترجمہ۔ جب روح تن سے بالکل جدا ہو جائیگا۔ تو تیری زمین قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا کی مصداق ہو جائے گی۔[3]

شرح۔ یعنی جب انسان کا روح بدن سے مفارقت کر جائیگا۔ تو جس طرح قیامت کبریٰ میں زمین سے پہاڑ اٹھالئے جائیں۔ زمین اور میدان برابر ہو جائینگے کوئی بلندی نہ رہیگی اسی طرح قیامت صغریٰ میں جو موت اضطراری کے بعد واقع ہوگی۔ سب کچھ میدان ہموار ہو جائیگا۔ باقی ابیات کے معانی صاف ہیں۔

۶۶۷۔ بدین منوال باشد حال عالم که تو در خویش مے بینی در آن دم

ترجمہ و شرح۔ یعنی جس طرح تو جان نکلنے کے وقت اپنے آپ میں یہ احوال دیکھتا ہے۔ احوال عالم بھی اسی طرح ہونگے۔

۶۶۸۔ بقا حق راست باقی جملہ فانیست بیانش جملہ در سبع المثانیست

ترجمہ۔ بقا حق تعالےٰ کو ہی ہے باقی سب فنا ہونے والے ہیں۔ اس کا مفصل بیان سبع مثانی (یعنی قرآن مجید) میں موجود ہے۔

شرح۔ غیر حق پر بقا کا اطلاق ظہور حق کے ذریعے ہے۔ ورنہ عام مظاہر اپنے آپ میں عدم ہے۔ اور فنائے عالم کا تمام بیان سبع المثانی یعنی قرآن مجید میں ہے

۶۶۹۔ بہ "کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ" بیان کرد "لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ" ہم عیاں کرد

ترجمہ۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ اور لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ سے سب کچھ ظاہر کر دیا ہے

---

[1] وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (پ ۲۹ ع ۱۷)

[2] وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (پ ۲۹ ع ۷) اور دوست دوست کو نہیں پوچھے گا۔

[3] (پ ۱۶ ع ۱۵) میدان ہموار جس میں نہ تو کہیں موڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ۔

[4] دیکھو بیت ۲۰۸ ؎

شرح - یعنی کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ[1] سے بیان فرمایا - کہ غیر حق جو کچھ ہے فانی اور عدم ہے اور اُن پر بقا کا اطلاق بَلْ هُمْ فِىْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ[2] کے حکم کے مطابق فیض رحمانی کے تجلی کے ذریعے ہیں۔

۶۷۰ - بود ایجاد و اعدام دو عالم چو خلق و بعثت نفس ابن آدم

ترجمہ - دو جہان کا فنا ہونا اور پھر پیدا ہونا - ابن آدم (یعنی انسان) کی پیدائش اور بعث (بعد الموت) کی طرح ہے -

شرح - یعنی دونوں جہان کی ایجاد و اعدام بنی آدم کے نفس کی پیدائش اور اعادہ کی مانند ہے - پس جس طرح انسان نیست ہوتا ہے - اسی طرح زمانہ بھی نیست ہو جائے گا -

۶۷۱ - ہمیشہ خلق در خلق جدید است اگرچہ مدت عمرش مدید است

ترجمہ مخلوقات ہمیشہ نئی آفرینش میں ہے - خواہ اس کی عمر کتنی ہی دراز معلوم ہو -

شرح - یعنی مخلوقات ہمیشہ تازہ آفرینش پاتی ہے - اگرچہ سرعت اور تیزی کے سبب عمر لمبی معلوم ہوتی ہے - یہی حال زمانے کا ہے -

۶۷۲ - ہمیشہ فیض فضل حق تعالیٰ بود از شان خود اندر تجلّا

ترجمہ - ہمیشہ حق تعالیٰ کے فضل کا فیض اپنی شان میں متجلّی رہتا ہے اور ظہور کرتا ہے -

---

[1] قرآن شریف پ ۲۷ ع ۱۱ جتنی مخلوقات زمین پر ہے - سب فنا ہو جانے والی ہے - اور صرف تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی ۱۲ [2] قرآن شریف پ ۲۶ ع ۱۵ "یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں" لیکن میرے خیال میں بیت کی عبارت اس آیت کو نہیں چاہتی الفاظ یعنی خلق جدید بھی اس آیت میں نہیں - اس لئے یہاں یا تو پ ۱۳ ع ۰ والی آیت مطلوب ہے یا پ ۲۲ ع ۲ والی کیونکہ دونوں میں الفاظ بھی موجود ہیں اور معنی بھی زیادہ مناسب ہیں ۱۲

شرح۔ کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِی شَانٍ کے مطابق مقتضیات ذاتی سے مختلف ظہور ہوتے ہیں اور ہمیشہ حق تعالےٰ کا فیض فضل تجلی کرتا ہے۔ یعنی تجلی رحمانی اور امداد وجودی۔

۴۷۳۔ از آں جانب بود ایجاد و تکمیل   وزیں جانب بود ہر لحظہ تبدیل

ترجمہ۔ اِس (حق تعالےٰ کی) طرف سے زمانہ کی ایجاد اور تکمیل ہوتی رہتی اور اِس (زمانہ کی) طرف سے ہر وقت تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

شرح۔ یعنی حق تعالےٰ کی طرف سے صفاتی تجلیات اور ذاتی شانوں سے ہر وقت عالم کی ایجاد اور کمالات وجودی کے مظاہر کی تکمیل ہوتی رہتی ہے۔ اور اِسی وجہ سے عالم کا وجود مستمر نظر آتا ہے اور عالم کی طرف سے اپنے ذاتی اقتضا سے ہر وقت تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اور اِسی وجہ سے ممکنات عالم اپنی نیستی میں مستمر ہیں۔ بلکہ اسمائے الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ عالم ہمیشہ ہست اور نیست ہوتا رہے۔ کیونکہ اسماء ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ مثلاً محی و ممیت وغیرہ۔

۴۷۴۔ ولیکن چوں گزشت ایں طور دنیا   بقائے کُل بود در دارِ عقبیٰ

ترجمہ۔ لیکن جب یہ دُنیا کا طریقہ گذر گیا۔ تو دارِ عقبیٰ میں موجودات (کل) کے لئے بقا ہوگی۔

شرح۔ جب وجہ باقی کا ظہور مظاہر غیر متوافقہ میں ہوتا ہے۔ تو فنا جو مظہر کے لئے لازم ہے۔ ظہور کرتی ہے۔ لیکن جب وہی تجلی اور ظہور مظاہر متوافقہ میں ہوتا ہے۔ تو بقا وجود کے لئے لازم اِس مظہر میں ظہور کرتی ہے۔ پس فرمایا۔ کہ عالم آخرت میں جہاں کمال کا توافق ہوگا وہاں بقا اپنا ظہور کرے گی۔ پس ضرور ہے کہ وہاں لوگ دائم الوجود اور مخلّد ہوں۔

۴۷۵۔ کہ ہر چیزے کہ بینی بالضرورت   دو عالم دارد از معنی و صورت

ترجمہ۔ کیونکہ ہر ایک چیز جسے تو دیکھتا ہے۔ ضروری طور پر دو عالم رکھتی

لے دیکھو بیت ۳۰۸ -

ہے۔ ایک عالم صوری دوسرے عالم معنوی یا حقیقی ۔

شرح ۔ یعنی ہر ایک تعین جو محسوس ہوتا ہے ۔ اس کے دو عالم ہیں ۔ ایک تو عالم صورت یہی جو نظر آتا ہے ۔ دوسرے عالم معنی یا حقیقت جہاں عالم صورت سے گذر جانے کے بعد ہمیشہ کے لئے قیام ہوگا ۔

۴۷۶۔ وصال او لبن عین فراق است مرآں دیگر ز عند اللہ باق است

ترجمہ ۔ عالم صورت کا وصال عین فراق اور نیستی ہے ۔ مگر دوسرا جو ہے ۔ وہ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ میں سے ہے ۔

شرح ۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ[1] کے مطابق یہ عالم عین نابود اور فراق ہے ۔ اور عالم معنی باقی ہے ۔ یعنی جو کوئی تعین اور ہستی مجازی سے نیست ہو جائے ۔ وہ وجود حقیقی کے ساتھ محشور اور مخلد ہو جائے گا

۴۷۷۔ بقا اسم وجود آمد ولیکن بجائے کاں بود سایہ چو ساکن

ترجمہ ۔ بقا صرف وجود کے لئے ہی ہے ۔ لیکن جہاں (وجود) ساکن کی طرح سایہ ہوں ۔ وہاں بھی کچھ بقا ہوتی ہے ۔

شرح ۔ یعنی درحقیقت بقا وجود کا نام ہے ۔ لیکن جہاں وجود مظاہر میں اس طرح سایہ یعنی منجلی اور ظاہر ہو ۔ کہ ساکن معلوم ہو ۔ وہاں بھی بقا کا اطلاق ہو سکتا ہے کیونکہ مظاہر سے اگر قطع نظر کریں تو وجود ساکن ہے ۔ اور ہمیشہ ایک حال میں ہے لیکن مظاہر کے اعتبار سے متحرک نظر آتا ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے ۔ کہ بقا وجود کا نام ہے ۔ اگر تعینات کو بالکل نظر انداز کر دیں ۔ اور تعین کے اعتبار سے ہی اشیاء پر فنا کا اطلاق ہوتا ہے ۔ کیونکہ جب مٹی کا برتن ٹوٹ جاتا ہے تو اس پر فنا کا اطلاق کرتے ہیں ۔ مگر مٹی کو باقی کہتے ہیں ۔ پس اسی وجود کا نام بقا ہے ۔

۴۷۸۔ مظاہر چوں بود بر وفق ظاہر در اول مے نماید عین آخر

ترجمہ ۔ جب مظاہر (ممکنات) ظاہر کے موافق اور مطابق ہوں ۔ تو اس عالم

---

[1] قرآن شریف پ ۱۴ ع ۱۹ ۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائیگا ۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہیگا

صوری میں عالم معنوی کے حالات نظر آجاتے ہیں۔

شرح - یعنی جب مظاہر (موجودات یہاں انسان) اور ظاہر (یعنی حق) میں مناسبت اور موافقت پائی جائے۔ یعنی انسان حق کے مطابق ہو۔ تو اس معنوی صوری عالم میں آخری اور معنوی عالم نظر آجاتا ہے۔ اور دنیا میں ہی سب حال ظاہر ہوجاتا ہے۔

۶۷۹۔ ہر آنچہ ہست بالقوۃ دریں دار در آں عالم بفعل آید بیک بار

ترجمہ - جو کچھ اس عالم دنیا میں استعداد اور قوت کی حالت میں موجود ہے وہی کچھ اُس عالم میں ایک بار واقع ہوجائیگا۔

شرح یعنی جب تعین جو خفا اور پوشیدگی کا موجب ہے۔ اُٹھ جائیگا۔ اور انسان عالم صوری سے عالم معنوی میں چلا جائیگا۔ تو انسان میں اپنی جامعیت ذاتی سے جو کچھ بالقوہ موجود تھا۔ وہ بالفعل ظاہر ہوجائیگا۔ کیونکہ عالم صوری ظہور حکمت کا محل ہے۔ اور اس کے کام بتدریج ہوتے ہیں۔ لیکن عالم معنوی ظہور قدرت کا مقام ہے۔ اس لئے اس کے کام یکبارگی ہوتے ہیں۔

قاعدہ

اس بیان میں کہ نفسانی اور جسمانی ملکے (عادتیں) عالم آخرت میں اس عالم کے مناسب صورتیں اور شکلیں اختیار کرلیں گے۔

۶۸۰۔ ز تو ہر فعل کاوّل گشت ظاہر براں گردی بہ بارے چند قادر

ترجمہ - جو کام تجھ سے ایک دفعہ ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تو اسے کئی بار کرے تو تو اس پر قادر ہوجائے گا۔

شرح - یعنے جو بھی اچھا برا فعل تجھ سے صادر ہوتا ہے۔ اس کو بار بار کرنے سے تو اس پر قادر ہوجاتا ہے۔ اور اس کام کو پھر کرنا تیرے لئے آسان ہوجاتا ہے

۶۸۱۔ بہر بارے اگر نفع است اگر ضر شود در نفس تو چیزے مدخر

ترجمہ۔ فعل بُرا ہو یا اچھا۔ جتنی دفعہ بھی اس کا تکرار کریگا۔ کچھ نہ کچھ اس سے تیرے نفس میں جمع ہوتا جائے گا۔

شرح جتنی دفعہ تو اس کا تکرار کرتا ہے۔ تو نیکی یا بدی جو کچھ بھی وہ ہے۔ تیرے نفس میں جمع ہوتی جاتی ہے۔ بلکہ تیرا خلق ہو جاتا ہے۔

۶۸۳۔ بعادت حالہا باخوے گردد بمدت میوہ با خوشبوئے گردد

ترجمہ۔ حال تکرار و عادت سے خو بن جاتا ہے۔ جس طرح میوے مدت گزرنے سے خوشبو اور لذیذ ہو جاتے ہیں۔

شرح۔ نفسانی کیفیتوں میں سے جو سریع الزوال ہو۔ اسے حال کہتے ہیں اور جو دیرپا ہو۔ اسے خلق یا خو کہتے ہیں۔ خلق نفس کا ملکہ ہے جس سے فعل کے صدور میں آسانی ہوتی ہے۔ اور تفکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ ملکہ ایک نفسانی کیفیت ہے۔ اور عادت جو ملکہ کا ایک سبب ہے۔ اس طرح پر ہے کہ پہلے پہلے ایک کام تفکر اور تکلیف سے ہوتا ہے پھر بار بار کرنے سے اس کام سے الفت ہو جاتی ہے۔ پھر وہ فعل اس سے نہایت آسانی کے ساتھ صادر ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ حال کے تکرار سے خو اور ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۶۸۴۔ ازاں آموخت انساں پیشہ ہارا وزاں ترتیب کرد اندیشہ ہارا

ترجمہ۔ اسی عادت و تکرار سے انسان اپنے پیشے سیکھتے ہیں۔ اور اسی سے اندیشہ اور تفکر کو ترتیب دیتے ہیں۔

شرح۔ یعنی اقوال اور افعال کی عادت اور مشق سے صنعت و حرفت کی تعلیم لیتے ہیں۔ اور ان کو سیکھتے ہیں اور اسی عادت سے تفکر و اندیشہ کی ترتیب اور ترکیب ہوتی ہے اچھے بُرے افعال کی تکرار سے اچھے یا بُرے ملکے پیدا ہوتے ہیں۔ جن سے کامل یا ناقص نفوس میں اچھے یا بُرے اخلاق بنتے ہیں۔ پھر عالم معنی یعنی روز حشر میں وہی ملکات و اخلاق اس عالم کے مناسب الگ الگ صورتوں میں ظاہر ہوں گے۔

۶۸۴۔ ہمہ افعال و احوالِ مدّخر ہویدا گردد اندر روزِ محشر

ترجمہ۔ یہ تمام افعال اور احوال جو جمع کئے ہوئے ہونگے۔ محشر کے دن سب (مختلف شکلوں میں) ظاہر ہو جائیں گے۔

۶۸۵۔ چو عریاں گردی از پیراہنِ تن شود عیب و ہنر یکبارہ روشن

ترجمہ۔ جب تو جسم کے پیراہن سے عریاں ہو جائے گا۔ تو تمام عیب و ہنر ایک دفعہ ظاہر ہو جائیں گے۔

شرح۔ جب انسانی روح بدن سے قطع تعلق کر کے لباس تعین سے عریان ہو جائیگا۔ تو تمام ملکے ایک ہی دفعہ روشن اور ظاہر ہو جائیں گے نظم

چوں گذشتی از رہ دانش درست خود بہ بینی آنچہ دانستی نخست

جب عقل کے رستے سے اچھی طرح گذر جائیگا۔ تو جو کچھ پہلے جانتا تھا۔ اب دیکھ لے گا۔

دیدۂ باطن چو بینا مے شود ہر چہ پنہاں است پیدا مے شود

جب باطن کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے۔ تو جو پنہان ہے وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

۶۸۶۔ تنت باشد ولیکن بے کدورت کہ بنماید درو چوں آب صورت

ترجمہ۔ تیرا جسم تو ہوگا لیکن کثافت اور کدورت کے بغیر اور اس میں پانی کی طرح شکل نظر آئے گی۔

شرح۔ یعنے اس وقت یہ مثالی بدن اور معنوی جسم ہوگا۔ جس میں عنصری کثافت بالکل نہ ہوگی۔ روشنی سے صاف پانی کی طرح ہوگا۔ اور جو کچھ اس کے سامنے رکھیں۔ اس کا عکس اس میں پڑے گا۔

۶۸۷۔ ہمہ پیدا شود آنجا ضمایر فرو خواں آیتِ تُبْلَی السَّرَائِرُ

ترجمہ۔ تمام باتیں جو ضمیر میں مرکوز ہیں وہاں ظاہر ہو جائینگی (اگر دلیل نقلی چاہیئے تو) آیت یوم تبلی السرائر[۱] پڑھ۔ نظم

[۱] قرآن شریف پ ۳۰ ع ۱۱ جس دن لوگوں کے دلوں کے بھید جانچے جائیں گے ۱۲

نقاب قوت حسی چو از پیش تو بردارند　　اگر گبری سقر یابی و گر مومن جناں بینی

قوت حسی کی نقاب جب تیرے آگے سے اُٹھا دینگے۔ تو اگر تو گبر ہے۔ تو دوزخ پائیگا۔ اور اگر مومن ہے۔ تو جنّت دیکھے گا۔

گر اوباش طبیعت را برون رانی ز دل زان پس　　ہمہ رمز الٰہی را ز خاطر ترجمان بینی

اگر طبیعت کے اوباش کو اپنے سے نکال دے۔ تو اس کے بعد رمز الٰہی کو اپنی ضمیر سے سمجھ لیگا۔

چونکہ جو صفت اس دنیا میں آدمی پر غالب ہوگی۔ وہی عالم محشر میں مناسب صورت میں ظاہر ہو جائیگی۔ فرمایا۔

۶۸۸۔ دگر بارہ بوفق عالم خاص　　شود اخلاق تو اجسام و اشخاص

ترجمہ۔ (یعنی جس طرح پہلے مبدء سے معاش میں آکر ہوا تھا۔ اب) دوبارہ اس خاص عالم (یعنی معاد) کے مطابق تیرے اخلاق مناسب شکلوں میں مجسم اور مشخص ہو جائنگے۔

شرح۔ یعنی جس طرح مبدء کی باطنی قوتوں نے معاش میں اس عالم حسی کے موافق ظہور کیا ہے۔ اسی طرح معاش کی باطنی قوتیں بدنی ہوں یا نفسی معاد میں عالم معادی کے مطابق بالفعل ظہور کرینگی۔ اور تمام اعمال و اخلاق اس عالم کے مناسب شکلیں اور صورتیں اختیار کرینگے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے[۱]

۶۸۹۔ چنان کز قوت عنصر در اینجا　　موالید سہ گانہ گشت پیدا

ترجمہ۔ اسی طرح قوت عنصری سے اس دنیا میں موالید ثلاثہ پیدا ہو گئے ہونگے

۶۹۰۔ ہمہ اخلاق تو در عالم جاں　　گہے انوار گردد گاہ نیراں

ترجمہ۔ اسی طرح تیرے تمام اخلاق عالم ارواح میں کبھی نور بنینگے۔ اور کبھی آگ۔[۲]

شرح۔ یعنی جسطرح قوت عنصری سے موالید ثلاثہ یعنی معدنیات۔ نباتات حیوانات پیدا ہوئے ہیں اور قوت سے فعل میں آئے ہیں۔ اسی طرح تیرے تمام ملکات اور اخلاق اچھے

---

[۱] دیکھو بیت ۲۵۳ ۔ [۲] انوار و نیران نور اور آگ کی جمع ہیں ۔

ہوں یا بُرے عالم جان یعنی عالم مثالی کے برزخ میں نور اور نار کی صورت اختیار کر لیں گے
اچھے نور کی صورت میں ظاہر ہونگے اور بُرے نار کی صورت میں۔

۶۹۱۔ تعین مرتفع گردد ز ہستی   نماند در نظر بالا و پستی

ترجمہ۔ تعین ہستی سے اُٹھ جائیگا۔ اور نظر حق بین میں اونچ نیچ کوئی نہ رہیگی[۱]۔
شرح۔ تعینات اور کثرات کے اُٹھ جانے کا نام قیامت ہے۔ اور نظر حق بین میں اونچ نیچ جو لوازم ہستی ہیں۔ محو ہو جائینگی۔ نظم

زاہد پیوستہ چون در دوست ہجرانی اسیر   کے کنی باور کہ جان ما بجانان واصل است

اے زاہد تو جو ہمیشہ دست ہجراں میں اسیر ہے۔ کس طرح یقین کر سکتا ہے کہ ہماری جان جانان سے واصل ہے۔

ہر کہ غرق بحر وحدت شد خبر دارد زما   ورنہ حال ما چہ داند ہر کہ او بر ساحل است

جو بحر وحدت میں غرق ہو وہ ہمارا حال جانتا ہے۔ ورنہ جو ساحل پہ ہو۔ وہ ہمارا حال کیا جان سکتا ہے۔

چونکہ فنا۔ تغیر اور انتقال عالم صوری دنیوی کے لئے لازم ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۶۹۲۔ نماند مرگ تن در دار حیوان   بیکرنگی بر آید قالب و جاں

ترجمہ۔ عالم ارواح میں جسمانی موت نہیں رہے گی۔ کیونکہ جسم اور روح دونوں ایک ہی رنگ میں ظاہر ہوں گے۔ یعنی جسم بھی روح کی طرح لطیف و مجرد ہوگا۔
شرح۔ عالم ارواح میں جسم اور تن نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ جسم اس عالم کے لائق نہیں اور یہ جسمانی موت جو اس دنیا میں ہے۔ وہاں نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ دار حیات ہے وہاں کی زندگی دائمی ہوگی۔ جسے زوال نہ ہوگا۔ روح اور بدن متحد ہو کر ایک ہی رنگ یعنی لطافت اور تجرد میں ظاہر ہوں گے۔ اور تضاد اُٹھ جائیگا۔

۶۹۳۔ بود پا و سر و چشم تو چوں دل   شود صافی ز ظلمت صورت گل

---

[۱] دیکھو بیت ۶۹۹ ۱۲

ترجمہ۔ پاؤں سر اور چشم سب دل کی طرح ہو جائیں گے۔ کیونکہ جسم انسانی تعین کی ظلمت سے صاف ہو جائے گا۔

شرح۔ یعنی تیرے تمام اجزا اور قوتیں دل کی مانند۔ علم و شہود کی صفت سے متصف ہو جائیں گی۔ اور سب دانا اور بینا۔ گویا شنوا ہونگی اور قوای مدرکات میں سے ہر ایک کو تمام قوتیں حاصل ہو جائینگی۔ صورت عنصری کی ظلمت اور کثافت دور ہو جانے سے سب نورانی اور لطیف محض ہو جائیں گے۔ اور اعضا کے درمیان کوئی فرق نہ رہے گا۔ کیونکہ تعین اٹھ جائے گا۔ اور حقیقت تو سب میں برابر ہوتی ہے۔ نظم۔

پس بدانی آن کہ رستی از بدن گوش و بینی چشم مے باید شدن

بدن سے رہائی پانے کے بعد تو جان لیگا۔ کہ کان ناک کو بھی آنکھ ہو جانا چاہیئے

راست گفتہ است آن شہ شیریں زبان چشم گردد مو بمو ئے عارفان

اس شیریں زبان بادشاہ نے سچ فرمایا ہے کہ عارفوں کا بال بال آنکھ ہو جاتا ہے۔

۶۹۴۔ کند ہم نور حق بر حق تجلی نہ بینی بے جہت حق را تعالیٰ

ترجمہ۔ نور حق تیرے سامنے متجلی ہوگا۔ اور حق کو بزرگ و بلند بے وجہ نہیں دیکھے گا۔ یعنی عالم دنیا میں تو سن سنا کر حق کو بزرگ و تعالے مانتا تھا مگر وہاں اپنی آنکھ سے دیکھے گا۔

شرح۔ یعنی جب تیر التعین جو نور وحدت کے مشاہدہ سے مانع آتا ہے۔ دور ہو جائیگا۔ اور روح بدن اور اعضا متحد اور نورانی ہو جائینگے۔ تو نور الہٰی جہت کی کیفیت کے بغیر کمال اطلاق سے تجلی کرے گا۔ اور تو ذو الجلال کے جمال کا مشاہدہ کرے گا۔ اور علم الیقین عین الیقین ہو جائے گا۔

۶۹۵۔ دو عالم را ہمہ برہم زنی تو ندانم تا چہ مسکینہا کنی تو

ترجمہ۔ پھر تو تو دونوں جہان کو درہم برہم کردے گا۔ اور خدا جانے اور

کیا کیا مستیاں کرے۔

شرح۔ یعنے طالب صادق جو دُنیا اور عقبیٰ دونوں کو ترک کرکے دیدار محبوب کی عشق کی آگ میں جل رہا ہو۔ اس پر جب جمال محبوب کا نور تجلی چمکا تو اسے اس قدر لذت حاصل ہوگی۔ کہ دونوں جہان کو درہم برہم اور نیست کردے گا۔ اور شراب تجلی کے سبب اس سے مستیاں اور بےخودیاں ظاہر ہونگی۔ نظم

ساقی بدہ مئے کہ بود مستیش فنا   تا وارہاندم زخیال منی و ما

اے ساقی وہ شراب دے۔ جس کی مستی فنا ہو۔ تاکہ مجھے ماؤ منی کے خیال سے آزاد کردے۔

زاں بادہ کہ چوں کہ بنوشیم جرعۂ   فارغ کُن۔ زغصۂ دنیا و دین مرا

وہ شراب کہ جب اس کا ایک گھونٹ پیا جائے۔ تو مجھے دین وُدنیا کے دھندوں سے فارغ البال کردے۔

۱۹۶۔ سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ چہ بود بنیدیش   طہوری چیست صافی گشتن از خویش

ترجمہ۔ سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شراباً طہوراً[1] کیا ہے۔ اسے سوچ۔ طہور سے یہ مراد ہے کہ اس شراب کی مستی میں اپنے تعین و ہستی سے صاف ہو جائے۔

شرح۔ یعنی اس آیت کو سوچ اور غافل نہ ہو۔ کیونکہ اہل اللہ کو کئی حالات ایسے پیش آتے ہیں۔ جو فہم اور عقل سے بالا ہوتے ہیں۔ اور طہور کے معنے یہ ہیں کہ ہستی کی لذت اور اپنے تعین سے صاف اور پاک ہو جائے۔ کہ نہ اس سے کوئی فعل صادر ہو سکے۔ اور نہ اس کی ذات صفات رہے۔

۱۹۷۔ زہے شربت زہے لذت زہے ذوق   زہے دولت زہے حیرت زہے شوق

ترجمہ۔ یہ شربت اس کی لذت اور اس کا ذوق سب عجیب ہیں۔ یہ حالت عجب دولت جاوید ہے۔ اور حیرت اور اس کے باوجود شوق تعجب انگیز ہے۔

شرح۔ غایت تعجب سے فرمایا۔ کہ عجب شیریں شربت ہے جو ساقی باقی کے ہاتھ سے پیتے ہیں۔ اس کا ذوق بھی اس قدر ہے۔ کہ چکھنے والوں کے سبلے خود

[1] قرآن شریف پ ۲۹ ع ۱۹۔ ان کا پروردگار ان کو پاکیزہ شراب پلوائیگا۔

کئے دیتا ہے۔ اور عجب دولت جاوید اس سعادتمند کو ہاتھ لگی۔ جسے یہ وقت نصیب ہوا۔ عجب حیرت اور استغراق اس نور کے مشاہدہ سے پیدا ہوتا ہے۔ شوق اور آرزو بھی عجب ہے۔ کہ حیرت اور سکر کے باوجود مشتاق ہر لحظہ نیا دیدار دیکھنے میں نظم

اے بے خبر از حالت رندان خرابات　　زان مے نچشیدی کہ شدی سوئے مناجات

اے (زاہد) جو رندان خراباتی کے حالات سے بے خبر ہے۔ تونے وہ شراب نہیں۔ جو نماز اور دعا کی طرف جاتا ہے۔

زآن بادہ طلب کن کہ از و موسی عمراں　　نوشید و چنان بیخبر افتادہ بمیقات

وہ شراب طلب کر جس کو پی کر حضرت موسیٰؑ وعدے کے وقت بے خبر ہو گئے تھے۔

زیں بادہ اگر مست شوی ہر دو جہاں را　　محکوم تو سازند نے لطف و عنایات

اگر تو اس شراب سے مست ہو جائے۔ تو دو نو جہان تیرے محکوم ہو جائیں گے اس قدر لطف و عنایات ہونگی۔

نوشیدن می از کف ساقی سقاہم　　در پیش اسیر است بہ از جملہ عبادات

سَقَاهُمْ کے ساقی کے ہاتھ سے شراب پینا۔ اسیر کے نزدیک تمام عبادتوں سے بہتر ہے۔ چونکہ وَمَنْ قَتَلْتُهُ مُحَبَّتِیْ فَعَلَیَّ دِیَتُهُ وَمَنْ عَلَیَّ دِیَتُهُ فَاَنَا دِیَتُهُ کے حکم کے مطابق اپنے آپ سے فنا ہو جانا عین بقا باللہ ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۲۹۸۔ **خوشا آں دم کہ ما بے خویش باشیم　　غنی مطلق و درویش باشیم**

ترجمہ۔ کیا ہی اچھا ہوگا۔ وہ وقت کہ ہم بے خود ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس حالت میں ہم بالکل غنی (باقی باللہ) اور درویش (فانی فی اللہ) ہوں گے۔

شرح۔ یعنی وہ وقت اور ساعت اچھی ہوگی۔ کہ ہم نور احدی کے تاب تجلی سے

ل حدیث قدسی ہے۔ جس کو میری محبت نے مار دیا۔ تو اس کی خون بہا مجھ پر ہے اور جس کی خون بہا مجھ پر ہو۔ میں خود اس کی خون بہا ہوں۔ یعنی جو میری محبت میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔ میں اس کا ہو جاتا ہوں۔

اپنی خودی سے بے خود ہو جائیں گے۔ اِس گروہ کی اصطلاح میں درویش وہ ہے۔ کہ اپنے حال کے مطابق نور تجلی میں نیست ہو گیا ہو۔ اور اپنی خودی سے بقا باللہ پالی ہو۔ پس جو کوئی اِس مرتبہ تک پہنچ جائے۔ وہ درویش ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ سے نیست ہو گیا۔ اور غنی مطلق بھی ہے۔ اِس اعتبار سے کہ اسے بقا باللہ حاصل ہو گئی ہے۔

۶۹۹۔ نہ دین و عقل نے تقویٰ نہ ادراک فتادہ مست و حیران بر سر خاک

ترجمہ۔ دین۔ عقل۔ تقویٰ۔ ادراک کچھ بھی نہیں۔ ہماری تو حالت یہ ہے۔ کہ مست اور حیران ہو کر زمین پر پڑے ہیں۔

شرح۔ یعنی اِس مرتبہ بیخودی میں یہ سب باتیں جو ہستی اور تعین کے لوازم ہیں۔ ہم میں نہیں۔ اور شراب طہور سے مست و بیخود ہو کر ذلت اور بیخودی کی خاک پر پڑے ہیں۔ اور اپنی خودی سے بے خبر ہیں۔ نظم

بار مستی عاشقان جان باز صد بار بہ از صلاح و پرہیز

جان لٹا دینے والے عاشقوں کی بار مستی۔ (زاہدان خشک) کے زاہد اور پرہیز سے سو بار اچھی ہے۔

۷۰۰۔ بہشت و حور و خلد اینجا چہ سنجد کہ بیگانہ دراں خلوت نہ گنجد

ترجمہ و شرح۔ بہشت۔ حور۔ خلد وغیرہ یہاں کسی حساب میں نہیں (کیونکہ یہ سب بیگانے ہیں) اور اِس خلوت خانہ میں بیگانہ کی گنجائیش نہیں (وہاں تو ہستی سالک کی بھی گنجایش نہیں ہوتی)

۷۰۱۔ چو رویت دیدم و خوردم از اں مے ندانم تا چہ خواہد شد پس از وے

ترجمہ۔ جب میں نے تیرا چہرہ دیکھ لیا۔ اور وہ شراب پی لی۔ تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ اِس کے بعد کیا ہو گا۔

شرح۔ یعنی چونکہ وہ حال دائمی نہیں ہوتا۔ اور ہر وصال کے لئے فراق لازمی ہے اِس لئے معلوم نہیں کہ جمال دیکھنے اور شراب طہور پینے کے بعد کیا حالت

ہو گی ۔ نظم

یک نفس دوری زروئے ہمچو ماہ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مے نماید پیش عاشق سال و ماہ

چاند جیسے چہرے سے ایکدم کی جُدائی ۔ عاشق کو سال اور مہینے نظر آتے ہیں

من کجا و صبر در ہجران کجا ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ یا بکش یا ہر زمان رویم نما

میں کہاں اور جدائی میں صبر کہاں ۔ یا مجھے مار ڈال یا ہر وقت منہ دکھا تا رہ

چونکہ جسمانی رکاوٹوں کے سبب ہر نزدیکی کے بعد دوری ضرور ہوتی ہے

اس لئے فرمایا ۔

۷۰۲ ‌ پے ہر مستئے باشد خمارے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ دریں اندیشہ دل خوں گشت بارے

ترجمہ ۔ ہر مستی کے بعد خمار ہوتا ہے اس لئے اس شراب طہور کی مستی کے

لئے بھی خمار ہو گا ۔ اور اسی فکر سے میرا دل خون ہو گیا ہے ۔

شرح یعنی حال چونکہ بدلتا رہتا ہے ۔ اور اسے دوام نہیں ہے اور ہر مستی

کے بعد خمار ہوتا ہے اور مختلف اوقات میں مختلف احوال پیش آتے ہیں

اس لئے اس اندیشہ میں کہ شاید یہ حال ہمیشہ نہ رہے ۔ مرا دل خون ہو گیا ہے

اور یہ اشارہ ہے ۔ تغیر حالات کی طرف جو مقام تلوین میں پیش آتے ہیں تمکین

میں یہ خطرہ نہیں ہوتا ۔ نظم

گر نماید دوست در دوزخ جمال ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ہست آں دوزخ بہشت اہل حال

اگر دوست اپنا جمال دوزخ میں دکھا دے ۔ تو اہل حال کے لئے وہی دوزخ

بہشت ہے ۔

در بہشت ار وعدہ دیدار نیست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ جان عاشق را بجنت کار نیست

اور اگر بہشت میں دیدار کا وعدہ نہ ہو ۔ تو ایسے بہشت سے عاشق کی

کو کیا غرض ۔

سوال دوازدہم

جس کا مطلب یہ ہے کہ مظہر اور ظاہر دونوں ایک چیز ہیں۔ پھر ایک دوسرے سے الگ کیسے ہو گئے۔

۷۰۳۔ قدیم و محدث از ہم چون جُدا شد۔ کہ این عالم شد آن دیگر خدا شد؟

ترجمہ۔ قدیم اور محدث ایک دوسرے الگ کیسے ہو گئے۔ جو یہ (محدث) عالم ہو گیا۔ اور وہ (قدیم) خدا بن گیا۔

شرح۔ قدیم وہ ہے۔ جس پر کسی کو ذاتی سبقت نہ ہو۔ اور کسی علت سے اس کا استناد نہ ہو سکے۔ اور محدث اس کے خلاف ہے۔ یعنی جس پر کسی اور کو ذاتی سبقت ہو۔ اور کسی علت سے اس کا استناد ہو سکے۔ اہل حق کے نزدیک ذات و زمان میں قدیم واجب الوجود ہے۔ اور محدث عالم ہے۔ یعنی تعینات اور کثرات پھر ان کے نزدیک واجب الوجود ہی ہے۔ جس نے مظاہر کی صورتوں میں تجلی کیا ہوا ہے۔ اس لئے سوال کیا کہ جب محدث قدیم کی نمود ہے۔ تو ایک دوسرے سے الگ کیسے ہو گئے۔

جواب

موحدوں کے اعتقاد کے مطابق

۷۰۴۔ قدیم و محدث از ہم خود جدا نیست۔ کہ از ہستی است باقی دائماً نیست۔

ترجمہ۔ قدیم اور محدث ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔ کیونکہ نیست (محدث) ہمیشہ ہستی (قدیم) سے ہی قائم ہے۔

شرح۔ یعنی قدیم اور محدث ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔ قدیم کا ظہور ہمیشہ محدثات میں ہے۔ اور محدث یعنی ممکن تجلی حق کے سوا عدم ہے۔ اور محدث کی بقا ہستی مطلق یعنی واجب الوجود سے ہی ہے۔

۷۰۵۔ ہمہ آنست و این مانند عنقاست   جز از حق جملہ اسم بے مسمّی است

ترجمہ و شرح ۔ یعنی اصل میں جو کچھ بھی ہے قدیم ہے۔ اور یہ محدث جو عنقا کی طرح ہے نام کے سوا اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ نظم

بغیر یار درین دار نیست دیارے   خیال غیر اگر ہست پیش نادان است

یار کے بغیر اور کوئی اس گھر میں رہنے والا نہیں کسی دوسرے کا خیال اگر ہو گا۔ تو کسی نادان کے نزدیک ہوگا۔

فنا نگشتہ خلاصی مجوز دست فراق   بوصل دوست رسیدن نہ کار آسان است

فنا ہوئے بغیر جدائی کے ہاتھ سے خلاصی کی طلب نہ کر۔ کیونکہ وصل دوست تک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

۷۰۶۔ عدم موجود گردد این محال است   وجود از روئے ہستی لایزال است

ترجمہ ۔ عدم کا موجود ہونا محال ہے کیونکہ وجود ہستی کی رو سے (تعین کی رو سے نہیں) لایزال[1] ہے۔

شرح ۔ عدم موجود نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ قلب حقائق محال ہے اور وجود جو ممکن نہیں ہے۔ وہ تعین سے قطع نظر کر کے ہستی کی رو سے لایزال ہے۔ اور تعین و تشخص کا خیال کریں۔ تو وہ بالکل عدم اور فنا ہے

۷۰۷۔ نہ آن این گردد و نے این شود آن   ہمہ اشکال گردد بر تو آسان

ترجمہ ۔ نہ قدیم محدث ہوتا ہے نہ محدث قدیم (اس کو سمجھ لے۔ تو) سب مشکلات تجھ پر آسان ہو جائینگی۔

شرح ۔ یعنی نہ قدیم محدث ہوتا ہے اور نہ ممکن واجب۔ ورنہ قلب حقائق لازم آتا ہے۔ پس ہستی اور وجود مطلق جو قدیم ہے۔ ہمیشہ اپنے وجوب اور قدم پر باقی ہے۔ اور ممکن اپنی عدمیت پر۔ جب اس کو سمجھ لیا۔ تو سب مشکلات اور شبہات تجھ پر آسان ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہی بیان کئی دفعہ گذر چکا ہے۔ نظم

---

[1] لایزال جو زوال پذیر نہ ہو۔

جہان در ظلمت نابود بودے مختفی دائم ۔ گر انوار جمال تو نمیکردی جہاں روشن

جہان ہمیشہ نیستی کی ظلمت میں پوشیدہ رہتا اگر اس کو تیرے جمال کا نور منور کرتا

صفات عالم افروزت زمرآت جہاں پیدا ۔ زعکس پرتو ذاتت ہمہ دورزماں روشن

تیری عالم افروز صفات جہاں کے آئینہ میں ظاہر ہیں۔ اور تیری ذات کے پرتو کے عکس سے سارا جہان روشن ہے۔

۷۰۸۔ جہاں خود جملہ امر اعتباریست ۔ چو آن یک نقطہ کاندر دور ساریست

ترجمہ۔ سارا جہان صرف اعتباری اور وہمی چیز ہے۔ جس طرح کہ ایک نقطہ سارے دائرے میں سرایت کرتا ہے (یعنی ایک نقطہ کی تیز حرکت سے دائرہ نظر آتا ہے حقیقت میں نقطہ ہی ہوتا ہے[1]

۷۰۹۔ برو یک نقطۂ آتش بگرداں ۔ کہ بینی دائرہ از سرعت آں

ترجمہ۔ جا۔ اور آگ کے ایک نقطہ (چنگاری) کو گھما تاکہ اس کی حرکت کی تیزی سے تجھے دائرہ نظر آئے۔

۷۱۰۔ یکے گر در شمار آید بنا چار ۔ نگردد واحد از اعداد بسیار

ترجمہ۔ ایک کو اگر خواہ مخواہ گننے جائیں۔ تو گننے سے ایک کبھی نہیں ہو سکتا۔

۷۱۱۔ حدیث ما سوی اللہ را رہا کن ۔ بعقل خویش ایں را زاں جدا کن

ترجمہ۔ غیر حق کا ذکر چھوڑ دے۔ اور اپنی عقل سے اس محدث کو اس قدیم سے الگ کر۔

شرح۔ یعنی جب یہ جان لیا۔ کہ وجود کے بغیر سب عدم ہیں۔ تو غیر حق کا ذکر چھوڑ دے کیونکہ کثرات کے وجود اعداد کے وجود کی مانند ہے۔ واحد عددی کی نسبت سے۔ یا دائرے کے وجود کی مانند نقطہ گردان کی نسبت سے پس اپنی عقل سے جو نور قدس سے منور ہے۔ ان تعینات اور محدثات کو اس قدیم واحد مطلق سے جدا کر۔

---

[1] دیکھو بیت ۱۵ ۔

۷۱۲۔ چہ شک داری درین کین جون خیال است — کہ با وحدت دوئی عین محال است

ترجمہ۔ اس میں تجھے کیا شک ہے۔ کہ یہ (محدث) خیال کی مانند ہے۔ کیونکہ وحدت کے ساتھ دوئی بالکل ناممکن ہے۔

شرح۔ یعنی اس بات میں کہ محدثات کا وجود محض خیال اور نمود بے بود ہے۔ کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وجود مطلق کی وحدت کے ساتھ دوئی بالکل محال اور محض گمراہی ہے۔

۷۱۳۔ عدم مانند ہستی بود یکتا — ہمہ کثرت ز نسبت گشت پیدا

ترجمہ۔ جس طرح ہستی ایک ہے۔ اسی طرح عدم بھی ایک ہے۔ یہ کثرت نسبت وتعین سے پیدا ہوئی ہے۔

شرح۔ یعنے جس طرح ہستی ایک معنے ہے۔ اسی طرح عدم بھی ایک مفہوم ہے اور اس میں کوئی تمیز نہیں۔ اس میں تعدد ہوتا ہے۔ پس وجود اور عدم دونوں میں کثرت کا تصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غیر ہستی، نیستی کے سوا اور کچھ نہیں اور غیر نیستی ہستی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس سب کثرتیں نسبت سے پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ نسبت اور تعینات ذات یعنی صفات کی وجہ سے اسماء ایک دوسرے سے الگ الگ ہوئے ہیں۔ پس کثرات نسب یعنی شئونات ذاتیہ سے پیدا ہوتی ہے۔

۷۱۴۔ ظہور اختلاف وکثرت شان — شدہ پیدا ز بوقلمون امکان

ترجمہ۔ امکان کی بوقلمونی سے مختلف شانوں کا ظہور اور ان کی کثرت پیدا ہوتی ہے۔

شرح۔ امکان کی رنگ برنگی یعنی ممکنات کی اعیان ثابتہ اسماء الٰہی کے شواہد ہیں یعنی ان سے اسماء الٰہی کا ظہور ہے۔

۷۱۵۔ وجود ہر یکے چون بود واحد — بواحدانیت حق گشتہ شاہد

ترجمہ۔ چونکہ سب میں وجود ایک ہی ہے (یعنی ایک ہی حقیقت سب میں ساری ہے) اس لئے وہ سب حق تعالے کی واحدانیت کے گواہ ہیں۔

شرح۔ موجودات میں سے ہر ایک موجود ایک خاصیت اور تعین سے مخصوص ہے جس میں کوئی دوسری چیز شریک نہیں۔ اور اگر شریک اس میں وحدت کا وہ خاص ظہور نہ ہوتا۔ تو وہ موجود کبھی متعین ہی نہ ہوتا۔ ہر موجود میں اسی وحدت کا ہونا وحدانیت کی دلیل ہے۔ اور اس بات کی نفی ہے۔ کہ کوئی اور اس کا شریک ہو سکے اس کی دلیل یہ ہے کہ سب چیزوں کا وجود حقیقت میں ایک چیز ہے۔ اور ہر موجود کی اپنے غیر سے تمیز خاص نسبت اور صفت کے ساتھ مخصوص ہونے سے ہوتی ہے جس صفت کا وہ مظہر ہے۔ پس ضرور ہے کہ ہر موجود وحدانیت کا شاہد ہو۔ نظم۔

دلیل وحدت او غیر حق کیست　　چو موجودے بعالم غیر حق نیست

حق کے سوا کون اس کی وحدت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے جہان میں کوئی موجود ہی نہیں۔

سوال سیزدہم

۴۱۶۔ چہ خواہد مرد معنی زیں عبارت　　کہ دارد سوئے چشم و لب اشارت

ترجمہ۔ مرد حقیقت کا اس عبارت سے کیا مطلب ہوتا ہے۔ جس سے آنکھ اور لب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۴۱۷۔ چہ جوید از رخ و زلف و خط و خال　　کسے کاندر مقاماتست و احوال

ترجمہ۔ جو شخص مقامات اور احوال میں ہے رُخ۔ زلف۔ خط اور خال سے اس کی کیا مراد ہے۔

شرح۔ یعنی چونکہ یہ سب صورت کے لوازم ہیں۔ ان سے معنوی حالات میں کیا مراد ہوتی ہے۔

جواب

۴۱۸۔ ہر آں چیزے کہ در عالم عیان است　　چو عکسے ز آفتاب آں جہان است

ترجمہ - جو چیز بھی اس عالم میں ظاہر ہے - اُس جہان (عالم معنی) کے آفتاب کا عکس ہے -

شرح - یعنے جو کچھ بھی عالم امکان میں ظاہر ہوا ہے یا ہوتا ہے - ذات صفات اور اسمار الٰہی کے آفتاب کے انوار کا عکس ہے - جو ممکنات کی صورتوں میں ظہور کرکے اس عالم میں نمود پیدا کرتے ہیں -

۷۱۹ - جہان چوں خط و خال و زلف و ابروست که ہر چیزے بجائے خویش نیکوست

ترجمہ - جہاں (یعنی موجودات کے مراتب) خط - خال - زلف اور ابرو کی مانند ہیں اور ہر ایک چیز اپنی اپنی جگہ خوب ہے -

شرح - جب یہ ثابت ہوگیا - کہ ذرات موجودات' صفات اسمار الٰہی کے انوار کا عکس ہیں - پس انسان کی صورت جامعہ میں چشم - لب - زلف - خال وغیرہ جو صورت انسانی کے کمال کا موجب ہیں - اور جن کے بغیر اس میں نقص رہتا ہے واحد حقیقی کی خاص خاص صفات کی حقیقت سے ظاہر ہیں - اور ان کے درمیان پوری ہی مشابہت ہوگی - اس لئے فرمایا کہ موجودات یعنی جہان کے مراتب زلف - خال - خط اور ابرو کی مانند ہیں - اور جن میں سے تمام خاص خاص اسما و صفات کے دلیل و مظہر ہیں - اور اپنے آپ میں نہایت خوبی سے واقع ہوئے ہیں جس طرح یہ انسان کی صورت اور سیرت کے کمال کا موجب ہیں - اسی طرح موجودات کے مراتب بھی نہایت خوبی اور انتہائی کمال و جمال سے واقع ہوئے ہیں -

چشم سے اعیان و استعدادات میں شہود حق کی طرف اشارہ ہے - اور صفات کو جو اس رخ کی حاجب (پردہ دار) ہیں - ابرو سے تعبیر کرتے ہیں - لب سے نفس رحمانی کی طرف اشارہ ہے - اور زلف سے جسمانی صورتوں میں تجلی جلالی کی طرف - اور خط سے مظاہر روحانی میں حقیقت کے ظہور کی طرف - اور رخ سے حقیقت کی طرف جو ظہور اور خفا دونوں پر شامل ہے - اور خال سے نقطۂ وحدت من حیث الحقائق کی طرف جو کہ کثرات کا مبدا اور منتہا ہے -

۷۲۰۔ تجلی گہ جمال و گہ جلال است — رخ وزلفِ آں معانی را مثال است

ترجمہ تجلی کبھی جمالی ہوتا ہے۔ کبھی جلالی۔ رخ اور زلف انہیں حقیقتوں کی مثالیں ہیں۔

شرح۔ یعنی حق کا تجلی کبھی جمالی ہوتا ہے۔ جس کے لئے لطف و رحمت لازمی ہیں۔ اور کبھی جلالی ہوتا ہے۔ جس کے لئے قہر و غضب لازمی ہیں۔ حقیقت میں جمال اور جلال دونوں ایک دوسرے کے لئے لازمی ہیں پس مہرویوں کا رخ نور اور لطف کے مناسب ہے اور بتوں کی زلف ظلمت اور پریشانی کے مشابہ ہے۔ دونوں کی مناسبت ظاہر ہے۔ نظم

گر نیستی شعاع جمالش جہان و جان — ناچیز بودے از سطوات جمال او

اگر اس جمال کی شعاع نہ ہوتی۔ تو جہان اور جان اس کے جلال کے قہر و غضب سے ناچیز ہو جاتے۔

ورنہ نقاب روئے جمالش شدے جلال — عالم بسوختے ز فروغ جمال او

اور اگر جلال اس کے جمال کے چہرہ کا نقاب نہ بنتا۔ تو اس کے جمال کے فروغ سے سارا جہان جل جاتا۔

چونکہ قہر جلال کے لئے اور رحمت جمال کے لئے لازم ہے اس لئے فرمایا۔

۷۲۱۔ صفات حق تعالیٰ لطف و قہر است — رخ و زلفِ بتاں را زاں دو بہر است

ترجمہ۔ لطف اور قہر اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ اس لئے بتوں کی رُخ اور زلف ان دونوں وصفوں سے بہرہ ور ہیں۔

شرح۔ یعنی بتان ماہ پیکر کے رخسارہ اور زلف کو ان دونوں وصفوں سے بہرہ ہے۔ کیونکہ نشاہ انسانی سب صفتوں کا جامع ہے۔

۷۲۲۔ چو محسوس آمد ایں الفاظ مسموع — نخست از بہر محسوس اند موضوع

ترجمہ۔ چونکہ یہ الفاظ محسوس پر (مستعمل ہوتے) سنے گئے ہیں۔ اس لئے پہلے محسوس کے لئے ہی بنائے گئے تھے۔

شرح یعنی رخ ۔ خال ۔ خط وغیرہ محسوس ہیں ۔ اس لئے پہلے معانی محسوسہ کے لئے وضع کئے گئے تھے ۔ کیونکہ اوّل تو الفاظ اور معانی محسوسیت میں مشترک ہیں ۔ دوسری وجہ کے متعلق فرمایا ۔

۷۲۳۔ ندارد عالمِ معنی نہایت کجا بیند مر اورا لفظِ غایت

ترجمہ ۔ (دوسرے) عالم معنی بے نہایت ہے ۔ پس الفاظ جو محدود ہیں اسے کیسے دیکھ سکتے ہیں (یعنی کیونکر بیان کر سکتے ہیں)

شرح ۔ عالم معانی یعنی ذات صفات ۔ اور اسمائے الٰہی کا عالم بے انتہا ہے ۔ پھر اس کی ہر ایک حقیقت کے مختلف درجے ہیں ۔ اس لئے وہ عالم ظرف الفاظ میں سما نہیں سکتا ۔

۷۲۴۔ ہر آں معنی کہ شد از ذوق پیدا کجا تعبیر لفظی یابد اورا

ترجمہ و شرح ۔ یعنی جو معانی (ارباب کشف پر) ذوق و وجدان کے طریقے سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ الفاظ انہیں تعبیر نہیں کر سکتے ۔

۷۲۵۔ چو اہلِ دل کند تفسیرِ معنی بمانندے کند تعبیرِ معنی

ترجمہ و شرح ۔ یعنی جب اہل دل چاہتے ہیں ۔ کہ ان معانی کی تفسیر کریں ۔ (جو ان کے دلوں پر جلوہ کرتے ہیں) تو وہ ان کو محسوسات کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں ۔ جو ان معانی کے مناسب ہو ۔

۷۲۶۔ کہ محسوسات زاں عالم چو سایہ است کہ ایں چوں طفل و آں مانندِ دایہ ست

ترجمہ ۔ یہ عالم محسوسات اس عالم کے سایہ کی مانند ہے ۔ کیونکہ یہ عالم بچہ کی طرح ہے اور وہ دایہ کی مانند ہے ۔

شرح ۔ جس طرح سایہ نور سے ظاہر ہے اور اس کے بغیر عدم ہے اسی طرح تمام عالم اسماء و صفات الٰہی کے آفتاب کے نور سے ظاہر ہیں ۔ اور یہ عالم اس عالم سے اسی طرح پرورش پاتا ہے ۔ جس طرح بچہ دایہ سے ۔

۷۲۸۔ بہ محسوسات خاص از عرفِ عام است چہ داند عام کاں معنی کدام است

ترجمہ وشرح ۔ یعنی اِن الفاظ کی محسوسات پر دلالت ایسی ہے ۔ جیسے عرف عام عرف خاص میں بدل جائے ۔ عوام الناس کیا جانیں کہ وہ معانی یعنی اِن الفاظ کے اصلی موضوع لہٗ کون سے ہیں ۔

۷۲۹ ۔ نظر چوں در جہانِ عقل کردند از آنجا لفظہا را نقل کردند

ترجمہ ۔ جب انہوں نے جہانِ عقل میں نظر دوڑائی ۔ (اور ان کے معانی کو نہ پاسکے) تو الفاظ کو وہاں سے نقل کرکے (اِن محسوسات کے لئے استعمال کرنے لگے) ۔

شرح ۔ یعنی جو لوگ اربابِ شہود میں سے نہیں ۔ جب انہوں نے یہ الفاظ سنے ۔ اور جہانِ عقل میں نظر دوڑائی ۔ تو عقل کے طریقے سے اِن کے معانی کو بالکل نہ سمجھ سکے ۔ پس مجبور ہوکر اِن الفاظ کو اصلی معنوں سے نقل کرکے اِن خاص محسوسات کے لئے استعمال کرنے لگ گئے ۔ اور پہلے معانی متروک کردیئے

۷۳۰ ۔ تناسب را رعایت کرد عاقل چو سوئے لفظ معنے گشت نازل

ترجمہ ۔ جب معانی الفاظ کی طرف اترے تو اہلِ عقل نے تناسب عقل کی رعایت کو مدِ نظر رکھا ۔

شرح ۔ یعنی اِن الفاظ کو جب اِن معنی محسوسہ پر نقل کیا ۔ جو اِن معانی حقیقی کے درجے سے نیچے اترتا ہے تو حتے الامکان تناسب عقلی کی رعایت کو مدِ نظر رکھا تاکہ کسی لفظ کی تخصیص کسی معنی کے ساتھ ترجیح بلا مرجح نہ ہو جائے

چونکہ تشبیہ تام ممکن نہیں اِس لئے فرمایا ۔

۷۳۱ ۔ ولے تشبیہ کلی نیست ممکن ز جست وجوئے آن مے باش ساکن

ترجمہ وشرح ۔ لیکن اِن دونوں معنوں کے درمیان تشبیہ تام ممکن نہیں ۔ کیونکہ محسوس اور معقول میں فرق ہے ۔ پس پوری پوری مشابہت کی تلاش نہ کر ۔ کیونکہ جس چیز کا وجود نہ ہو ۔ اس کا طالب نہیں ہونا چاہیئے ۔

۷۳۲ ۔ بدین معنی کسے را بر تو دق نیست کہ صاحب مذہب اینجا غیرِ حق نیست

ترجمہ۔ ان معنوں کے متعلق کوئی تجھ پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ کیونکہ صاحب مذہب یہاں حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

شرح یعنی اگر تو ان الفاظ کا اطلاق حق تعالیٰ پر کرے تو کوئی تجھ پر گرفت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ صاحب مذہب یہاں حق کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور مذہب حق ضرور سچا ہوگا۔ نظم

مذہب عشق از ہمہ دینہا جدا است   عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

مذہب عشق تمام دینوں سے جدا ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملت خدا ہی ہے۔

جو کچھ ارباب حال پر بطور مکاشفہ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ عقل کے مدرکات سے کہیں بالا ہے اور تکالیف اہل عقل پر ہوتی ہے۔ جو استغراق اور بیخودی کے مقام میں ہوتے ہیں۔ ان پر کسی تکلیف کا حکم نہیں۔

میدرد میدوزد این خیاط کو   می بسوزد این نفاط کو

پھاڑتا ہے اور سیتا ہے۔ یہ کون خیاط ہے۔ پھونکتا ہے اور جلاتا ہے یہ نفاط[1] کون ہے۔

ساعتے کافر کند صدیق را   ساعتے مومن کند زندیق را

کبھی صدیق کو کافر کر دیتا ہے۔ اور کبھی زندیق (کافر) کو مومن۔

ما شکاریم این چنیں دامی کراست   گوئے چوگانیم چوگانی کجاست

جال کس کا ہے۔ جس کے ہم شکار ہیں۔ ہم چوگان کی گیند ہیں۔ چوگان کہاں ہے۔ تمام تکالیف عقل سے ہی ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا۔

۳۴۳۔ لیک تا با خودی زنہار زنہار   عبارات شریعت را نگہدار

ترجمہ۔ لیکن جب تک تو اپنے آپ میں ہے۔ خبردار ایسا نہ کر اور شریعت کے احکام کو مان۔

شرح۔ اگرچہ دونوں صاحب مذہب حق ہے۔ لیکن جب تک سالک اپنے آپ میں ہو۔ اور اس کی عقل برقرار ہو اسے چاہیئے کہ مخالف شرع الفاظ اور عبارتیں زبان پر نہ لائے۔ کیونکہ ارباب طریقت نے اس کی اجازت نہیں دی۔

[1] نفاط۔ نفط والا۔ نفط معرب نفت ہے جس کے معنے ہیں مٹی کا تیل۔ یا ایک قسم کا مصالحہ جسے جہاں ڈالیں آگ لگ جاتی ہے ۱۲

۷۳۴۔ کہ رخصت اہلِ دل را در حال ست فنا و سکر پس دیگر دلال ست

ترجمہ۔ اہلِ حال کو (عبارتِ شریعت سے گذرنے کی) اجازت تین حالتوں میں ہے۔ اول فنا۔ دوم۔ سکر۔ سوم دلال۔

شرح۔ اوّل فنا یعنی قدم اور حدوث کے درمیانی تمیز کا زائل ہو جانا۔ دوم سکر یعنی جمال محبوب میں حیرانی اور سراسیگی جو محبوب کے اچانک ظاہر ہونے سے پیدا ہو۔ اور جس سے تمیز جاتی رہے اور بیخودی میں معلوم نہ ہو کہ کیا کہتا ہے سوم دلال یعنی غایت ذوق سے جلوۂ محبوب میں سالک کے دل کا اضطراب اور قلق۔ ان تین حالتوں میں اہل دل کو اجازت ہے کہ اپنی اپنی حالت کو جن الفاظ میں چاہیں بیان کریں مگر یہ اجازت اہل دل اور اہل وجد کو ہے۔ اہل تقلید کے متعلق نہیں۔

۷۳۵۔ ہر آنکس کو شناسا این حالت بداند وضع الفاظ و دلالت

ترجمہ۔ جو شخص ان تینوں حالتوں کو جانتا ہے۔ اسے الفاظ کا استعمال اور معنے معلوم ہیں۔

۷۳۶۔ ترا گر نیست احوال و مواجید[۱] مشو کافر زنا دانی بہ تقلید

ترجمہ۔ اگر تجھے یہ حال اور وجد حاصل نہیں ہے۔ تو (اہل کمال کی) تقلید سے (ان عبارات کو استعمال کرکے) خواہ مخواہ کافر نہ ہو۔

شرح۔ یعنی اگر تو حال و مکاشفہ سے ان مراتب تک نہیں پہنچا۔ تو اہل کمال کی تقلید میں ایسے کلمات منہ سے نکال کر کافر نہ ہو۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ وہ کس حال میں یہ باتیں کہہ گئے ہیں۔ کیونکہ اس حال کے بغیر ان کلمات کا کہنا کفر ہے۔

۷۳۷۔ مجازی نیست احوال حقیقت نہ ہر کس یابد اسرار طریقت

ترجمہ۔ حالات حقیقت محض مجازی (اور اعتباری) نہیں ہیں۔ اور ہر

[۱] مواجید جمع ہے وجد کی ۱۲

ہر ایک آدمی اسرار طریقت (یعنی حالات حقیقت) سے واقف ہو سکتا ہے۔

شرح - کوئی آدمی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ جن احوال حقیقت کی خبر انبیا علیہم السلام اور اولیا علیہم الرحمۃ نے دی ہے۔ وہ مجازی اور غیر واقعی ہیں۔ اور حقیقی نہیں۔ کیونکہ یہ سب کاملوں کے احوال ہیں۔ اور ہر ایک آدمی اسرار طریقت کو دریافت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسرار طریقت کو پانے کے لئے کئی شرطیں ہیں۔ اسرار طریقت وہی احوال حقیقت ہیں۔ کیونکہ طریقت سِر شریعت ہے۔ اور حقیقت سِر طریقت شریعت کے بغیر طریقت وسوسہ ہے۔ اور طریقت کے بغیر حقیقت زندقہ نظم

گر تو خواہی دولتِ طاعت کنی — طاعت صد سالہ یک ساعت کنی

اگر تو طاعت کی دولت چاہتا ہے۔ اور سو سال کی طاعت ایک گھڑی میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تو مکن یک لحظہ طاعت را رہا — پس مکن تو طاعت خود را بہا

تو طاعت کو ایک لحظہ بھی نہ چھوڑ۔ اور طاعت کو اپنا وسیلہ بنا۔

۳۴۶۔ گر از اے دوست نا یاید ز اہلِ تحقیق — مر این را کشف باید یا کہ تصدیق

ترجمہ۔ اے دوست۔ اہل تحقیق غیر واقعی بات ہرگز نہیں کرتے (جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں سچ ہے) لیکن ان کے کلام کی تصدیق کے لئے کشف چاہئیے یا تحقیق (بتوفیق الٰہی) (شرح) بطور اشارہ فرماتے ہیں کہ اے میرے دوست اہل تحقیق لاف زنی اور غیر واقعی بات نہیں کرتے۔ اور ان کے سخن کی تحقیق دو طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ سلوک کی راہ سے مقام کشف تک پہنچے۔ اور ان حالات کا مشاہدہ خود کرلے۔ دوسرے یہ کہ توفیق الٰہی سے اولیا اللہ کی باتوں کو سچ مان لے۔

۳۴۷۔ بگفتم وضعِ الفاظ و معانی — ترا سربستہ گر داری بدانی

ترجمہ۔ الفاظ کی بناوٹ اور معانی کو میں نے بیان کر دیا ہے۔ اب تو ان کو جانتا ہے۔ پس تجھے آزادی ہے۔ کہ جیسے چاہے استعمال کرے۔

شرح - یعنی الفاظ کی بناوٹ اور معانی کے متعلق اپنی رائے اور دیگر صوفیوں کے رائے دونوں کو بیان کر دیا ہے۔ دونوں حالتوں میں سربستہ کو مجمل طریقہ سے ظاہر کر دیا ہے۔ اگر تو اس طریقہ کو مدنظر رکھے۔ اور اس کی محافظت کرے تو تو جان لیگا۔ کہ ہر ایک لفظ کے کیا معنی ہیں۔

۴۷۔ **نظر کن در معانی سوئے غایت لوازم را یکایک کن رعایت**

ترجمہ - ہر ایک معنے کے مقصود پر غور کر۔ اور ان کے ہر ایک لازم کی رعایت کر۔

شرح - یعنی ان میں سے ہر ایک معنی پر غور کر۔ اور دیکھ کہ مقصود کیا ہے چونکہ معانی کے مراتب بے شمار ہیں۔ اس لئے ہر مرتبے میں اس کے لوازم کی پوری پوری رعایت کر اور ہر لازم کی الگ الگ تشخیص کر۔ تاکہ تشبیہ اور تنزیہہ کی حدود قائم ہو جائیں۔ اور جسمانیت کا وہم نہ ہو۔

۴۸۔ **بوجہ خاص ازاں تشبیہ مے کن ز دیگر وجہہا تنزیہہ مے کن**

ترجمہ - (ان لوازم میں سے) کسی خاص وجہ سے تشبیہ کر اور باقی وجوہات سے تنزیہ کر۔

شرح - یعنی ان لوازم میں سے جو ہر مرتبہ میں معانی کو حاصل ہیں۔ کسی خاص وجہ کے ساتھ تشبیہ کر اور ایسے الفاظ استعمال کر جو ان خاص معنوں پر دلالت کریں۔ اور اس مرتبہ لوازم کی دوسری وجوہات سے تنزیہ کر۔ مثلاً کوئی شخص چشم کہے۔ اور اس سے صفت بصری مراد لے۔ اس مناسبت سے کہ تجلیات اور ظہورات کے اخیری مراتب یعنی شہادت میں بصر کا لازم یعنی بصیری ہے۔ اور اس خاص وجہ سے تشبیہ کرے۔ اور باقی وجوہات مثلاً یہ کہ وہ چشم جسم ہے۔ اور اجسام کے لوازم میں سے ہے۔ ان سے تنزیہ کرے۔ کیونکہ وہ چشم کے مانند نہیں۔ اور جسمیت سے منزّہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تنزلات۔ افعال۔ آثار کے ہر رتبہ میں دیکھنا چاہئے۔

جو سب کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور سب کے نقشوں میں عیاں ہے۔ اور تشبیہ و تنزیہ یہ دونوں حق تعالے کے تجلیات اور ظہورات کے مراتب کی رعایت سے واقع ہوتی ہیں۔ حقیقت میں تشبیہ اور تنزیہ اعتباری باتیں ہیں۔ کیونکہ حق کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ تشبیہ کس کے ساتھ ہوگی۔ اور تنزیہ کس سے تعالیٰ اللہ عن الاشباہ والاضداد والامثال والانداد[1]۔

۴۲۔ چو شد این قاعدہ یکسر مقرر نمایم زان مثال چند دیگر

ترجمہ۔ جب یہ قاعدہ اچھی طرح سے مقرر ہوگیا۔ تو اب میں چند مثالیں اور بیان کرتا ہوں۔

شرح۔ یعنی جب قاعدہ مقرر اور ثابت ہوگیا۔ کہ ہر ایک معنے کہ لوازم کی رعایت کرنی چاہیئے۔ اور خاص وجہ سے تشبیہ اور باقی وجہوں سے تنزیہ کرنی چاہئے۔ اب اس قاعدہ کے بیان کے لئے ان معانی اور لوازم میں سے ہر ایک کی چند مثالیں بیان کرتا ہوں۔ اور اجمال سے تفصیل میں لاتا ہوں۔ تاکہ خاص و عام بہرہ ور ہوں۔

اشارت

چشم و لب

۴۳۔ نگر کز چشم شاہد چیست پیدا رعایت کن لوازم را بدانجا

ترجمہ۔ دیکھ کہ محبوب کی چشم سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کے لوازم کو وہاں یعنی عالم معنی میں مد نظر رکھ۔

شرح۔ یعنی دیکھ کہ شاہد یعنی محبوب حاضر کی چشم سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ پس صفات چشم کے لوازم کی رعایت کو عالم معنی میں مد نظر رکھ اور اشارات سے غافل نہ ہو

---

[1] تشبیہ۔ ضد۔ مثل اور مقابل سے اللہ کبیر بلند ہے۔

۷۴۴۔ ز چشمش خواست بیماری و مستی — ز لعلش نیستی در عین ہستی

ترجمہ۔ اس کی چشم سے بیماری اور مستی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے لب سے عین ہستی میں نیستی ہے۔

شرح۔ یعنی بیماری اور مستی جو بُعد۔ فراق۔ اور خودی کے خیال سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور لب جان بخش جس سے نفس رحمانی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے لوازم واجب الوجود کے احاطہ میں امکان کی نمائش ہے۔ نظم

پیشتر بے رخت چہ بود جہاں — سایۂ در عدم سرائے خراب

تیرے رخ کے بغیر جہان کیا تھا۔ ویران عدم سرائے میں ایک سایہ سا تھا۔

زاستوا مہر طلعت تو بتافت — سایہ از رنگ مہر یافت خضاب

جب تیرے طلعت کا آفتاب چمکا۔ تو اس کے سایہ نے آفتاب کے رنگ سے خضاب پایا۔

۷۴۵۔ ز چشم اوست دلہا مست مخمور — ز لعل اوست جانہا جملہ مستور

ترجمہ و شرح۔ یعنی اس پری پیکر کی چشم شوخ کے آثار سے ہے کہ لوگوں کے دل پندار کی مستی اور غم فراق کے خماری ہیں۔ اور اس کے لب سے ارواح مجردہ حجاب عزت میں پوشیدہ اور اپنے وجود کے صفات نقص سے مبرا ہے۔

۷۴۶۔ ز چشم او ہمہ دلہا جگر خوار — لب لعلش شفائے جان بیمار

ترجمہ و شرح۔ یعنی اس کے چشم کے لوازم سے ہے۔ کہ تمام دل جگر خوار یعنی غم فراق میں گرفتار ہیں۔ اور اس کے لب کے آثار سے ہے۔ کہ جان بیمار کو شفا اور شربت وصال کی راحت نصیب ہوتی ہے۔ اور جسم کو نیستی کی مرض سے ہستی کی صحت تک رسائی ہوتی ہے۔ نظم

تا چشم بتم چہ فتنہ انگیخت — کز ہر طرفے ہزار غوغا ست

میرے معشوق کی آنکھ نے کونسا فتنہ برپا کیا۔ کہ ہر طرف سے ہزار غوغا

(سنائی دینا) ہے۔

تا جام لبت کدام مے داد　　کز جرعۂ او دو کون شیداست

تیرے لب کے جام نے کونسی شراب دی۔ کہ ایک گھونٹ سے دونوں جہان مست ہیں۔

باغیست جہاں زعکس رویت　　خرم دل آنکہ در تماشاست

تیرے چہرے کے عکس سے جہان ایک باغ بنا ہوا ہے۔ خوش ہے وہ دل جو دیکھتا ہے۔

۴۷۔ بچشمش گرچہ عالم در نیاید　　لبش ہر ساعتے لطفے نماید

ترجمہ و شرح۔ یعنی استغنا اور بے التفاتی جو لوازم چشم ہیں۔ ان کے سبب عالم کو ہستی کی نظر میں نہیں لاتا۔ بلکہ اسے اپنی نیستی میں ہی چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن اس کا لب جان بخش اپنے لطف کے ساتھ فیض رحمانی کے تجدد سے عالم کو مقام ہستی میں قائم رکھتا ہے۔ نظم

دل و جان ہمہ عالم فدائے لعل نوشینش　　کہ چوں جام طرب نوشد دو عالم جرعہ دان سازد

سارے جہان کی دل اور جان اس کے لعل نوشین پر فدا ہے۔ کیونکہ جب وہ خوشی کا جام پیتا ہے۔ تو دو نو عالم کو جرعہ دان بنا لیتا ہے۔ (یعنی اس کی خوشی سے دونوں عالم خوش ہو جاتے ہیں)

۴۸۔ دمے از مردمی دلہا نوازد　　دمے بیچارگاں را چارہ سازد

ترجمہ۔ کبھی تو (اس کی چشم) اپنے کرم سے دلوں پر نوازش کرتی ہے۔ اور کبھی (اس کا لب) بیچاروں کی چارہ سازی کرتا ہے۔

شرح۔ یعنی کمال استغنا کے باوجود اس کی چشم مست کرم و مردمی سے مشتاق عاشقوں کے دلوں کی جمال معشوق کے مشاہدہ سے نوازش کرتی ہے۔ اور کبھی اس کا لب جان پرور عدم آباد کے بیچاروں کی وجود کے فیض سے چارہ سازی کرتا ہے اور نیستی سے ہستی میں لاتا ہے۔

۷۴۹۔ بشوخی جان دہد در آب و در خاک   بدم دادن زند آتش بر افلاک

ترجمہ۔ (اس کی چشم) اپنی شوخی سے (انسان) کے آب و گل میں جان بخشتی ہے۔ اور (اس کا لب جان بخش) دم دینے سے آسمانوں پر آگ لگا دیتا ہے۔

شرح۔ یعنی اس کی چشم شوخی اور بے باکی سے انسان کے بدن عنصری کی آب و گل کو روح اضافی بخشتی ہے۔ کیونکہ وہ اس میں جامعیت انسانی کی استعداد دیکھتی ہے اور اس کا لب جان بخش وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کے دم دینے سے جامعیت سے مایوسی کی آگ آسمانوں اور فرشتوں کو لگا دی۔ نظم

نہ فلک راست مسلم نہ ملک را حاصل   آنچہ در سر سویدائے بنی آدم است

نہ آسمان کو میسر ہے نہ فرشتوں کو حاصل ہے۔ جو کچھ کہ بنی آدم کے سویدا کے بھید میں ہے۔

۷۵۰۔ از و ہر غمزہ دام و دانۂ شد   وز و ہر گوشۂ میخانۂ شد

ترجمہ۔ اس کا ہر ایک غمزہ چشم (دلوں کے لئے) جال ہے۔ جس میں دانے بکھرے ہوئے ہیں۔ اور اس کے لب سے ہر ایک گوشہ میخانہ بن گیا ہے۔

شرح۔ غمزہ ایک دلربائی کی حالت ہے جو معشوقوں کی آنکھ بند کرنے اور کھولنے سے واقع ہوتی ہے۔ بند کرنا عدم التفات کی طرف اشارہ ہے۔ اور کھولنا مروت اور دلنوازی کی طرف۔ اور انہیں دو صفتوں کے آثار خوف و رجا کا موجب ہیں۔ یعنی اس چشم کا ہر ایک غمزہ دام اور دانہ ہے۔ دانے کی بو سے مرغ دل دام بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور دانہ اس لئے کہا کہ رنج و راحت ایک دوسرے کے ساتھ لگی ہوتی ہیں۔ نظم

گر گریزی بر امید راحتے   زاں طرف ہم پیشت آید محنتے

۱؎ دم دادن دھوکا دینا ۱۲

اگر تو راحت کی اُمید پر بھاگے۔ تو اس طرف سے بھی تجھے رنج ہی ملیگا۔

۷۵۱۔ زغمزہ میدہد ہستی بغارت ببوسہ میکند بازش عمارت

ترجمہ و شرح۔ غمزہ یعنے استغنا اور عدم التفات سے ہستی عالم کو نیستی میں تباہ کر دیتا ہے۔ اور لب اول کے بوسہ یعنی نفخ روح اور احیا سے نیست شدہ عالم کو دوبارہ ایجاد سے تعمیر کر دیتا ہے۔

۷۵۲۔ زچشمش خون ما در جوش دائم زلعلش جان ما مدہوش دائم

ترجمہ۔ اس کی چشم سے ہمارا خون ہمیشہ جوش مارتا ہے۔ اور اس کے لب سے ہماری جان ہمیشہ مست رہتی ہے۔

شرح۔ یعنی اس کی چشم فتان کے استغنا سے ہمیشہ ہمارا خون جوش مارتا رہتا ہے۔ اور حرمان کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور اس کا لب ہماری جان کے منہ میں اس قدر شراب وصال ڈالتا ہے۔ کہ ہماری جان مست اور بے خبر ہے۔ اور ہستی سے اپنی ہستی کا راہ نہیں لیتی۔ نظم

مرا کہ لعل لب ساقی است و جام شراب ازاں جو نرگس مست تو ام مدام خراب

چونکہ تیرا لب لعل ساقی ہے۔ اس لئے تیری نرگس مست (چشم) سے ہمیشہ بدمست رہتا ہوں۔

بدیں صفت کہ منم مست و ساقی باقی عجب کہ باز شناسم شراب راز شراب

اس خیال سے کہ میں مست ہوں اور ساقی باقی ہے۔ اگر میں کبھی ایک شراب کو دوسرے سے تمیز کر سکوں تو تعجب ہوگا۔

چونکہ دلربائی لوازم چشم میں سے ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۷۵۳۔ بغمزہ چشم او دل میرباید بعشوہ لعل او جان میفزاید

ترجمہ۔ اس کی آنکھ غمزے سے دل کو لوٹتی ہے۔ اور اس کا لب عشوہ سے جان بخشتا ہے۔

شرح۔ غمزہ یعنی ظہور و خفا سے اس کی چشم عیار عاشقوں کے دل لوٹتی

ہے۔ اور محبوب کو دل میں کبھی پوشیدہ اور کبھی ظاہر کرتی ہے۔ اور اس کا لب لعل، لطف اور فریبندگی سے جان کو بڑھاتا ہے۔ اور مراتب کمال تک پہنچاتا ہے۔

۷۵۴۔ چو از چشم و لبش جوئی کنارے مر این گوید نہ آن گوید کہ آرے

ترجمہ۔ جب تو اس کی چشم اور لب کے پاس جگہ تلاش کرے۔ تو آنکھ کہتی ہے ’نہیں‘ اور لب کہتا ہے ’ہاں‘۔

شرح۔ یعنی جب عاشق وصل کا ارادہ اور قرب کی خواہش کرتا ہے۔ تو استغنا جو لوازم چشم سے ہے۔ اس شیفتہ کو مقام منع میں رکھتا ہے۔ لیکن لب سرگشتگی اور دوری سے قبول کے گوشے میں لے آتا ہے۔

۷۵۵۔ ز غمزہ عالمے را کار سازد بہ بوسہ ہر زماں جاں مے نوازد

ترجمہ۔ غمزہ (چشم) سے جہان کا کام تمام کرتا ہے۔ اور بوسہ (لب) سے ہر وقت جان بخشتا ہے۔

شرح۔ یعنی یہ نیست کر دیتا ہے۔ اور وہ جان نوازی کرتا ہے۔ یعنی ہستی بخشتا ہے۔ نظم

یک بوسہ ربودم ز لبت دل دگرے خواست فرمود فراق تو کہ فرمان دیگر نیست

میں نے تیرے لب کا ایک بوسہ لے لیا۔ تو دل نے ایک اور مانگا۔ مگر تیرے فراق نے فرمادیا۔ کہ بس اور نہیں۔

۷۵۶۔ از و یک غمزہ و جاں دادن از ما از و یک بوسہ استادن از ما

ترجمہ۔ اس کے ایک غمزہ پر ہم جان دینے کو تیار ہیں۔ اور اس کے ایک بوسہ پر ہم کھڑے ہو جاتے ہیں

شرح۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ہستی و نیستی جو اعیان عالم کو حاصل ہوتی ہے۔ چشم اور لب کے مقتضیات سے ہے۔

۷۵۷۔ ز لمحِ یا ابتصار[1] شد حشر عالم ز نفخِ روح پیدا گشت آدم

ترجمہ۔ آنکھ کی جھپک سے عالم کی حشر بپا ہو گئی ہے۔ اور روح پھونکنے سے آدمؑ پیدا ہوئے۔

شرح۔ یعنے آنکھ کے ذرا سے دیکھنے سے اور تجلی جلالی کے کرشمے سے عالم کی حشر یعنی جمع ہو گئی اور تفرقہ اور کثرت سے جمع اور وحدت تک پہنچ گئے۔ مطلب یہ کہ سب فنا ہو گئے۔ اور موجود حقیقی کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ یہ چشم کے لوازم سے ہے اور نفخ روح سے آدمؑ جو جان عالم ہیں پیدا ہوئے۔ اور یہ لوازم لب سے ہے۔

۷۵۸۔ چو از چشم و لبش اندیشہ کردند جہانے مے پرستی پیشہ کردند

ترجمہ۔ جب اُس کی چشم اور لب کے متعلق غور کیا۔ تو ایک جہان نے مے پرستی اختیار کر لی (یعنی مست ہو گئے)

شرح۔ یعنی شہود تفصیلی جو فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کے حکم کے مطابق مقتضیات ذاتی سے ہے۔ اِس کی تحت کی مستی اور ہستی حقیقی کی شراب ہو فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ کے ساقی نے نیستی کے جام میں ڈالی ہے۔ جب اِن دونوں کے متعلق غور کیا۔ تو اِس ہستی کی تاثیر سے سب نمیت کی شراب سے مست ہو گئے۔ نظم۔

---

[1] دیکھو قرآن شریف پ ۱۴ ع ۱۰ اور پ ۲۷ ع ۱۰۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۳ تحقیقات جدیدہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ جسم کے اجزا ئیات جلد جلد فنا ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے اجزا آتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد انسان کے جسم میں سابق کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ بلکہ بالکل ایک نیا جسم پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ فوراً پرانے اجزا کی جگہ نئے اجزا قائم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کسی وقت جسم کا فنا ہونا محسوس نہیں ہوتا۔ ۱۲
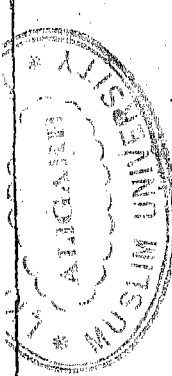
ساقی چہ شد کہ جملہ جہان مے پرست شد
این خود چہ بادہ بود کہ ذرات مست شد
این رُو چہ رُوئے بود کہ یک جلوہ چونکہ کرد
عالم کہ نیست بود از آں جلوہ ہست شد

ساقی یہ کیا ہوا کہ سارا جہان مے پرست ہو گیا
یہ شراب کیا تھی جس سے ذرے بھی مست ہو گئے
یہ چہرہ کیسا چہرہ تھا کہ جب اس نے جلوہ کیا
تو عالم جو "نیست" تھا اس جلوہ سے "ہست" ہو گیا

چونکہ موجودات کی ہستی حقیقت میں "نمود بے بود" اور خیالی ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۵۹۔ بچشمش در نیاید جملہ ہستی   درو چوں آید آخر خواب مستی؟

ترجمہ۔ اس کی چشم میں سارے عالم کی کچھ قدر نہیں۔ (کیونکہ یہ خواب و مستی کی مانند ہے) پس خواب و مستی اس میں کیسے آسکتی ہے۔

شرح۔ یعنی حق جل جلالہٗ کی نظر بصیری میں عالم کی ہستی نہیں سماتی۔ اور اس کی کچھ قدر نہیں ہے۔ اور حق تعالےٰ کے شہود علمی میں ثابت الوجود اشیاء کے بغیر کوئی چیز مشہود نہیں ہوتی۔ اور عالم کی ہستی ایک خواب کی مانند ہے۔ جو سونے والے کو نظر آتی ہے اور واقع کے مطابق نہیں ہوتی۔ یا مستی اور غفلت کی مانند ہے۔ "جو نابود" کو بود شمار کرتی ہے۔ اور حق تعالےٰ ان دونوں سے پاک ہے۔ پس اس کی بصیری اور علمی نظر میں ہستی کی کچھ قدر نہیں ہے۔

۶۰۔ وجودِ ما ہمہ مستی است یا خواب   چہ نسبت خاک را با ربّ ارباب

ترجمہ۔ ہماری ہستی محض مستی یا خواب ہے۔ پس اس خاک کو (تمام پروردگاروں کے پروردگار سے کیا نسبت (ہو سکتی ہے)

شرح۔ یعنی ہم موجودات عالم حقیقت میں ایک خواب و مستی یا وہم سے

زیادہ کچھ نہیں۔ اور خاک سے مُراد ممکنات کا وجود ہے۔ جو ذلت اور نیستی کے لیئے ضرب المثل ہے۔ اور ربّ ارباب سے مراد حق تعالےٰ ہے۔ اسم اعظم کے اعتبار سے۔ پس اس کو اُس کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اور اس کی نظر میں اس کی کیا قدر ہو سکتی ہے؟

(۷۰) خرد دارد ازیں صد گونہ آشفت   کہ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ چرا گفت؟

ترجمہ۔ عقل کو اس بات سے سو طرح کی حیرانی اور تعجب ہے۔ کہ اگر یہ حال ہے۔ جو بیت سابق میں بیان ہُوا۔ تو وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ خدا تعالےٰ نے کس لیئے فرمایا۔

شرح۔ یہ پہلے بیت سے استدراک ہے۔ یعنی اگرچہ حق تعالےٰ کی نظر میں ہمارے وجود کی کچھ قدر نہیں۔ تاہم عقل کو ہزار خوشی ہے۔ اس بات سے کہ حق تعالےٰ اپنے کلام پاک میں حضرت موسےٰؑ سے فرمایا۔ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ یعنی میں نے اپنی محبت تم پر ڈال دی اور تجھے اپنا محبوب بنالیا پس بچپن سے لیکر بلوغت تک تم میری نگرانی میں رہے۔ پس اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ کی نظر میں ہم کچھ چیز ہیں۔ اور اس حدیث قدسی سے بھی پایا جاتا ہے۔ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنِّيْ لَكَ مُحِبٌّ فَبِحَقِّيْ عَلَيْكَ كُنْ لِّيْ

ترجمہ۔ اے ابن آدم میں تیرا دوست ہوں۔ پس تجھ پر میرا حق ہے۔ کہ تو بھی میرا دوست ہو۔ اِن سے انسان کی قدر معلوم کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آپ سے غافل ہونا چاہیئے۔

اشارت دوم

زلف

(۷۱) حدیث زلف جاناں بس دراز است   چہ شاید گفت ازاں کاں جائے راز است

ترجمہ پ ۱۶ ع ۱۱ یعنی میں نے اپنی محبت تم پر ڈال دی تھی۔ جس سے غرض یہ تھی۔ کہ تم ہماری نگرانی میں پرورش پاؤ۔

ترجمہ۔ زلفِ جاناں کی بات بہت لمبی ہے۔ اِس کے متعلق کیا کہا جائے کیونکہ وہ تو راز اور اخفا کی بات ہے۔

شرح۔ یعنی زلفِ جاناں کی بات دُور دراز ہے۔ جو ضبط اور حصر میں نہیں آسکتی۔ زلف کی درازی سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ موجودات اور تعینات شمار سے باہر ہیں۔ اور وجہ شبہ یہ ہے۔ کہ جس طرح زلف روئے محبُوب کا پردہ ہے اسی طرح تعینات واحد حقیقی کے چہرے کے حجاب ہیں اور ہر تعین کی خصوصیات کا بیان کہاں ہوسکتا ہے۔ یہ تو راز اور اخفا کا مقام ہے۔ نہ کہ اظہار کا۔ کیونکہ اِن بھیدوں کا ظاہر کرنا فتنہ اور طعن کا موجب ہوتا ہے۔ نظم

سخن زلف مشوش بگذار دل ازیں شیفتہ تر نتواں کرد
ابتلا ہاست دریں کار مرا کہ ازاں ہیچ خبر نتواں کرد

زلف مشوش کی بات چھوڑ دے کیونکہ دل اِس سے زیادہ پریشان نہیں ہوسکتا۔
اِس کام میں مجھے اِس قدر مصیبتیں درپیش ہیں کہ اُن کا کچھ بیان ہو ہی نہیں سکتا۔

۲۴۳۔ مپرس از من حدیثِ زلفِ پرچیں مجنبانید زنجیر مجانین

ترجمہ۔ اِس پُر پیچ زلف کی بات مجھ سے نہ پوچھ (کیونکہ وہ تو مجنونوں کو قید کرنے والی زنجیر ہے) دیوانوں کی زنجیر مت ہلاؤ (کیونکہ اسے ہلانے سے اُن دیوانگی زیادہ ہوتی ہے)۔

شرح۔ یعنی مجھ عاشق بیدل سے معشوق کی زلف پُر پیچ کی بات نہ پوچھ کیونکہ عشاق کی گرفتاری یعنی احکام کثرت کی قیود میں تقید اِس قدر ظاہر ہے۔ کہ شرح اور بیان کی ضرورت نہیں۔ (ہر ایک تقید گویا اِس زلف کا ایک شکن ہے) مجنبانید زنجیر مجانین، یعنی زلف معشوق کی زنجیر ہے جس سے

عشق کے دیوانوں کا تقید کثرت کی قیود میں ہے۔ وہ ان کو چھوڑتی نہیں۔ کہ میدانِ وصال میں اُڑیں اور فراق سے رہائی پائیں۔ نظم

ہر دم بیاد رویش جمع آورم دل وجان | باز م کند پریشان سودائے زلف دلبر
از رُخ نقاب زلفت بردار تا نماند | نام ونشان بعالم از مومن و ز کافر

میں اس کے چہرے کی یاد میں ہر وقت دل وجان کو جمع کرتا ہوں۔
لیکن دلبر کی زلف کا سودا پھر پریشان کر دیتا ہے۔
اپنے چہرے سے زلف کا پردہ اٹھا دے تاکہ مومن اور کافر کا
نام ونشان نہ رہے۔

۷۶۴۔ زِ قدش راستی گفتم سخن دوش | سر زلفش مرا گفتا کہ خاموش

ترجمہ۔ کل میں نے اس کے قد راست کا ذکر کیا۔ مگر اس کی زلف کی چوٹی نے کہا کہ چپ رہ۔

شرح۔ قامت معشوق یعنی حضرت الٰہیہ کے اعتدال جو وجوب و امکان کا برزخ ہے۔ کل اس کی راستی اور اعتدال کے متعلق میں نے ذکر کیا۔ مگر معشوق کی زلف نے اپنی نوک (زبان) سے کہا کہ چپ رہ۔ اور اس بات کو ظاہر نہ کر کیونکہ عالم میں اسمائی و صفاتی تضاد اور کجی و تخالف کا ظہور ہے مطلب یہ کہ زلف کی درازی نے جو کثرت کی مظہر ہے۔ قد کی راستی کو چھپا لیا۔

۷۶۵۔ کجی بر راستی زو گشت غالب | وزو در پیچش آمد راہ طالب

ترجمہ۔ اسی (زلف) کی کجی راستی اور اعتدال پر غالب آگئی۔ اور اس غلبہ سے طالب کا راستہ پُرپیچ اور ٹیڑھا ہو گیا۔

شرح۔ کجی۔ انحراف۔ تضاد۔ اور تخالف (یعنی تقید و تشخص) راستی اور اعتدال یعنی تعینات پر غالب آ گئے۔ اور راستی اور اعتدال جو تجلی ذاتی ہے۔ اور تمام ذرات عالم میں یکساں ہے۔ اس کو اسمائی اور صفاتی تخالف کے ظہور نے چھپا لیا۔ اس زلف کی کجی سے طالب کا راستہ ٹیڑھا اور

دشوار ہوگیا - یعنی کثرت کی قیود اور احکام کے سبب اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مراتب کثرت کو طے کر کے مقام وحدت تک پہنچے - اور مطلوب سے جا ملے - نظم

عاشق دیوانہ چوں خواہد کہ بیند روئے یار   زلف او آشفتہ گشتہ پیچ وتابی میکند

عاشق دیوانہ جب یار کا منہ دیکھنا چاہتا ہے - تو اس کی زلف پریشان ہو کر پیچ و تاب کھاتی ہے -

۷۷۶ - ہمہ دلہا از و گشتہ مسلسل   ہمہ جانہا از و بودہ مقلقل

ترجمہ - تمام دل اسی (زلف) سے زنجیر میں قید ہیں - اور تمام جانیں اسی سے جوش و خروش میں ہیں -

شرح - یعنی اس کی زلف سے دل احکام کثرت کی زنجیر میں مقید ہیں - اور جانیں کثرت کی گرفتاری سے جوش و خروش میں ہیں - نظم

اگر یکبار زلف یار از رخسار برخیزد   ہزاراں جان مشتاقان ز ہر سو زار برخیزد

اگر زلف یار اس کے رخسار سے ایک بار ہٹ جائے تو مشتاقوں کی ہزاروں جانیں ہر طرف سے زار و نزار اٹھ کھڑی ہوں -

۷۷۷ - معلق صد ہزاراں دل ز ہر سو   نشد یک دل بروں از حلقۂ او

ترجمہ - ہر طرف ہزاروں دل اس کی زلف سے وابستہ ہیں - اُن میں سے ایک دل بھی اپنے حلقہ سے باہر نہیں ہو سکتا -

شرح - یعنی جس طرف دیکھیں - ہزاروں دل اُس کی زلف سے وابستہ ہیں - اور ہر ایک دل علیحدہ علیحدہ حلقہ میں بند ہے اور حلقے بھی بے نہایت ہیں -

۷۷۸ - اگر زلفین خود را بر فشاند   بعالم در یکے کافر نماند

ترجمہ - اگر اپنی دونوں زلفوں کو الگ الگ کر دے - تو زمانہ میں ایک بھی کافر نہ رہے -

شرح - یعنی اگر تعینات جمالی و جلالی کے پردوں کو ایک دوسرے سے

الگ الگ کر دے۔ تو ضرور ہے۔ کہ جو تعینات کے پردے کے پیچھے پنہاں ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ اور تمام جہان توحید الٰہی کے جمال کا مشاہدہ کرے۔ اور مشرک بھی موحد ہو جائیں۔

چونکہ کثرت وحدت کا حجاب ہے فرمایا:۔

۷۶۹۔ وگر بگذاردش پیوستہ ساکن　　نماند در جہاں یک نفس مومن

ترجمہ:۔ اور اگر (ان زلفوں کو) ہمیشہ ساکن ہی رہنے دے (اور کبھی اپنے چہرے سے نہ اٹھائے) تو جہان میں ایک بھی مومن حقیقی نہ رہے۔

شرح۔ یعنی اگر تعینات کی ظلمت ہمیشہ ایک حالت میں رہے اور وحدت کے چہرے سے حجاب کثرت کو کبھی نہ اٹھائے۔ تو جہان میں ایک بھی حقیقی مومن نہ رہے۔ جس نے توحید عیانی کا مشاہدہ کیا ہوا ہو۔

چونکہ کثرت کی ظلمت نور وحدت کا حجاب ہے اس لئے فرمایا:۔

۷۷۰۔ چو دام فتنہ می شد چنبر او　　بشوخی باز کرد از تن سر او

ترجمہ۔ جب اس زلف کا حلقہ فتنہ کا جال بن گیا۔ تو شوخی سے اس کے سر کو تن سے الگ کر دیا۔ (یعنی زلفوں کو کاٹ کر چھوٹا کر دیا۔

شرح۔ چنبر زلف یعنی دائرہ کونی جو موجودات ممکنہ کے مراتب سے بہم پہنچا ہے۔ اس راہ کے طالبوں کے لئے دام۔ فتنہ اور امتحان بن گیا۔ اور شوخی اور تندی سے سر زلف کو اس کے تن سے الگ کر دیا۔ یعنی اسے چھوٹا کر دیا۔ تاکہ پردہ کثرت کے نیچے سے جمال وحدت نظر آ جائے۔ نظم۔

چون نقاب زلف مشکین از جمال خود کشود　　صبح صادق در شب دیجور ناگہ رو نمود

اپنے جمال سے زلف مشکیں کا پردہ اٹھا دیا۔ تو گویا اندھیری رات میں صبح صادق ظاہر ہو گئی۔

چونکہ کثرت کا مٹانا وحدت کے ظہور کا باعث ہے فرمایا:۔

۷۷۱۔ اگر زلفش بریدہ شد چہ غم بود　　کہ گر شب کم شد اندر روز افزود

ترجمہ۔ اگر اس کی زلف کاٹی گئی۔ تو کیا غم ہے۔ کیونکہ اگر رات (زلف) کم ہو گئی۔ تو دن (چہرہ) میں زیادتی ہو جائے گی۔

شرح۔ یعنی جس قدر تعینات اور کثرات کی رات کی ظلمت کم ہو جاتی ہے۔ اسی قدر روز وحدت کا ظہور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہر تعین میں دو وجہیں ہیں۔ وجہ وحدت اور وجہ کثرت۔ پس وجہ کثرت کا محو ہونا وجہ وحدت کے ظہور کا موجب ہوتا ہے

۷۷۲۔ چوں او بر کاروانِ عقل رہ زد بدستِ خویشتن بر رُخ گرہ زد

ترجمہ۔ جب اس نے عقل کے کاروان کو لوٹا۔ تو اپنے ہاتھ سے اس پر (اپنی زلف کی) گرہ دیدی۔

شرح۔ یعنی جب محبوب حقیقی نے کاروان عقل کو لُوٹا۔ یعنی عقل کو معارف کشفی اور توحید حقیقی کی نقد و جنس سے خالی کر دیا۔ تو اپنے ہاتھ سے زلف تابدار کی گرہ دیدی۔ تاکہ قیود مشکلہ میں گرفتار ہونے کے سبب توحید حقیقی تک راہ نہ پا سکے۔

۷۷۳۔ نیاید زلفِ او یک لحظہ آرام گہے صبح آورد گاہے کند شام

ترجمہ۔ اس کی زلف کبھی ایک لحظہ بھی آرام نہیں لیتی۔ (اور اپنی جنبش سے) کبھی صبح لاتی ہے۔ کبھی شام کر دیتی ہے۔

شرح۔ زلف کی بیقراری سے وجودات کے سلسلہ کا تغیر و تبدل مراد ہے صبح سے وحدت اور شام سے کثرت مراد ہے۔ اور یہ دونوں باتیں سالک کی نسبت سے ہیں۔ کبھی اس پر نور وحدت چمکتا ہے۔ اور سب مظاہر میں حق کو دیکھتا ہے۔ اور کبھی اس پر کثرت کے احکام اس قدر غالب ہو جاتے ہیں کہ نور توحید کا مشاہدہ نہیں کرنے دیتے۔ نظم

پیدا ست حُسنِ دوست ز ذرات کن فکاں از بس کہ ظاہر است نمائد چنیں نہاں

حسن دوست کن فکان کے ذرے ذرے سے ظاہر ہے۔ جو اس قدر

پوشیدہ نظر آتا ہے۔ وہ کس قدر ظاہر ہے۔

۷۷۴۔ زروئے و زلف خود صد روز و شب کرد بسے بازیچہ ہائے بوالعجب کرد

ترجمہ۔ (اس عالم کے ایک روز و شب کا تو ذکر کیا ہے) سو روز و شب اپنی زلف اور چہرے سے پیدا کر دئے۔ اور کئی عجب عجب تماشے ظاہر کئے۔

شرح۔ یعنی محبوب نے اپنے چہرے اور زلف سے سو رات دن پیدا کر دیئے ایک رات دن جو اس عالم میں پیدا کیا ہے۔ اس کا کیا ذکر ہے۔ کیونکہ تمام نور اور ظلمت صوری ہو یا معنوی سب اسی کے رخ اور زلف کے لوازم سے ہیں۔ اسی زلف و رخ کے وسیلہ سے کئی عجب عجب تماشے نظر آتے ہیں۔ کبھی دن نظر آتا ہے۔ کبھی رات۔ کبھی ابر ہوتا ہے کبھی آفتاب۔ کبھی زندیق کو موحد کر دیتے ہیں۔ اور کبھی مومن کو کافر۔ عام خلقت کی نسبت سے کبھی خوف ہوتا ہے۔ کبھی امید۔ اور سالکوں کی نسبت سے کبھی قبض اور کبھی بسط۔ قبض اور بسط دو بے اختیاری حالتیں ہیں۔ جو انسانی قوت سے نہ حاصل ہو سکتی ہیں۔ نہ زائل۔ قبض حجاب کی حالت میں دل کا سکڑنا ہے۔ اور بسط کشف کی حالت میں دل کا پھیلنا ہے۔ عارفوں کا قبض عام لوگوں کے خوف کی طرح ہے اور ان کا بسط عام لوگوں کے رجا (امید) کی طرح

۷۷۵۔ دل آدم در آن دم شد مخمر کہ دادش بوئے آن زلف معطر

ترجمہ۔ یعنی آدم کی طبیعت اس وقت بنائی گئی۔ جب اس زلف معطر سے کثرت اور جامعیت کی خوشبو اس کو ملی۔ نظم۔

اس کی زلف عنبر بو نے تمام عالم کے دماغ کو معطر کر دیا۔

چونکہ حقیقت انسانی کی جامعیت کا مظہر دل ہے۔ اس لئے فرمایا۔

۷۷۶۔ دل ما دارد از زلفش نشانے کہ خود ساکن نمیگردد زمانے

ترجمہ۔ ہمارے دل میں اس کی زلف کی ایک نشان ہے۔ یعنی زلف کی طرح وہ بھی کسی وقت آرام نہیں لیتا۔

لہ دیکھو بیت نمبر ۷۷۳۔

شرح - یعنی ہمارا دل جو انسان کا خلاصہ ہے - اور اسماء و صفات کی جامعیت سے زلف محبوب کا نمونہ اُس میں ہے - ایک لحظہ آرام نہیں لیتا (دیکھو بیت ۲۷۳) اور ہمیشہ تجلیات ذاتی کے مشاہدہ سے پھر تا رہتا ہے -

۷۷۴ - از و ہر لحظہ کار از سر گرفتیم   زجان خویشتن دل بر گرفتیم

ترجمہ - اُس (زلف یا دل) کے سبب ہم نے کام (یعنی سلوک و ریاضت) نئے سرے سے شروع کر دیا - گویا کہ اپنی جان سے دل کو ہٹا لیا (یعنی جان کا خیال چھوڑ دیا - کیونکہ جو رستہ اختیار کیا تھا - وہ خوف و خطر سے پُر ہے) -

شرح - اس زلف یا دل کے سبب ہمیں سلوک نئے سرے سے شروع کرنا پڑتا ہے - کیونکہ سالک لوگ جب مراتب کمال تک پہنچتے ہیں - تو لوازم زلف کی تاثیر سے اور اپنی جامعیت کے سبب ان کا دل پھر احکام کثرت کے خیالات کی طرف رغبت کرتا ہے - اور اُن میں مشغول ہو جاتا ہے - اور اس سے چارہ نہیں - اس لئے پھر کوشش کرنا چاہیئے - کہ ان خیالات کی نفی کرکے ان مراتب تک رسائی حاصل کرے - اور چونکہ راہ دُور اور پُر خطر ہے اس لئے ہم نے اپنی جان سے ہاتھ دھو لئے ہیں - اور آسائش کے فکر کو بالائے طاق رکھ کر اپنے آپ کو قضا کے حوالے کر بیٹھے ہیں - نظم

چوں قضا آمد شود دانش بخواب   مہ سیاہ گردد بگرد آفتاب

جب قضا آتی ہے تو عقل سو جاتی ہے - چاند آفتاب کے پاس سیاہ ہو جاتا ہے -

چونکہ دل کا انقلاب اور عدم سکون اس لئے ہے کہ وہ قضا اور کثرت اسمائی کا مظہر ہے - اس لئے فرمایا -

۷۷۵ - ازاں گردد دل از زلفش مشوش   کہ از رویش دلے دارد بر آتش

ترجمہ - اس کی زلف سے عاشقوں کا دل اس لئے پریشان رہتا ہے کہ اُس کے چہرہ کے سبب ہمیشہ دل بیقرار اور مضطرب رہتا ہے -

شرح۔ یعنی عاشقوں کا دل زلف محبوب سے اس لئے مشوش ہے۔ کہ روئے محبوب کی خواہش سے دل آتش شوق میں سوزاں ہے۔ اور زلف یعنی کثرت جمال جاناں کے مشاہدہ سے روکتی ہے۔

اشارت سوم

رُخ اور خط

رُخ کا ذکر سوال میں نہیں۔ تاہم خط کی مناسبت سے فرمایا۔

۷۷۹۔ رُخ اینجا مظہر حسن خدائیست　　مراد از خط جناب کبریائیست

ترجمہ۔ رُخ اس جگہ حسن خدائی کا مظہر ہے۔ اور خط سے مراد جناب کبریائی ہے۔

شرح۔ 'اینجا' اس لئے کہ دوسرے موقعوں پر اور معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی اس جگہ رُخ سے ہمارا مطلب حسن خدائی کے مظہر سے ہے۔ جو اسما و صفات کے کمالات کی جمعیت کا نام ہے۔ جو لازم ذات ہیں۔ اسی جمعیت سے اشیائے متفرقہ مسخر ہوتی ہیں۔ جناب کبریائی سے ارواح مجردہ کا عالم مراد ہے۔ جو وجود کے باقی مراتب میں سے مرتبہ اطلاق کے بہت قریب ہے۔

۷۸۰۔ رخش خطے کشید اندر نکوئی　　کہ از ما نیست بیرون خوبروئی

ترجمہ۔ اس کے رُخ نے خوبصورتی کی حد قائم کر دی ہے (اور کہدیا) کہ کوئی خوبصورتی ہم سے پرے نہیں ہے۔

شرح۔ یعنی رُخ محبوب نے نیکوئی اور لطافت میں ایک خط کھینچا ہوا ہے جس میں حسن و جمال کے تمام نکتے اور باریکیاں پائی جاتی ہیں۔ اور کوئی خوب صورتی اور ملاحت اس خط سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

۷۸۱۔ خط آمد سبزہ زار عالم جاں　　ازاں کردند نامش دار حیواں

ترجمہ۔ خط عالم ارواح کا سبزہ زار ہے۔ اور اسی لئے اس کا نام

دار حیواں ہے۔

شرح۔ جس طرح رُخ پر خط اُگتا ہے۔ اسی طرح عالم ارواح کے تعینات ذات الٰہی کے اردگرد ہیں۔ کیونکہ وہ غیب ہویت سے بالکل قریب ہیں۔ یعنی خط جس سے تعینات ارواح مراد ہیں۔ عالم جان کا سبزہ زار ہے کیونکہ جس طرح سبزہ زندگی کا پہلا ظہور ہے۔ اُسی طرح مرتبۂ ارواح ظہورات کا پہلا مرتبہ ہے۔ اور غیب مطلق اور شہادت کے درمیان برزخ ہے سبزہ زار ہونے کے باعث اس کا نام دار حیواں ہے اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ الدَّارَ الْآخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ (قرآن مجید پ ۲۱ ع ۳۔ دار الآخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے)

عالم ارواح کو دار الآخرت اس لئے کہا۔ کہ بدن سے جُدا ہونے کے بعد ارواح مطہرہ کی بازگشت اسی عالم ارواح میں ہوتی ہے۔

۸۲۔ زتاریکیٔ زلفش روز شب کن ز خطش چشمۂ حیواں طلب کن

ترجمہ۔ اس کی زلف کی تاریکی سے دن کو رات کردے (اور پھر اس ظلمات میں) اس (سبزۂ) خط میں سے چشمۂ حیواں کی تلاش کر۔

شرح۔ تعینات و کثرات کے روز کو شب کردے۔ یعنی اسے مٹادے جب کثرت صوری کو تو نے محو کردیا۔ تو عالم ارواح کو بھی عبور کر۔ اور آبِ حیواں کی طرح سبزہ میں گرفتار ہو کر تعینات کی ظلمات میں چشمۂ حیواں تلاش کر۔

۸۳۔ خضروار از مقام بے نشانی بجو از خطش آبِ زندگانی

ترجمہ۔ خضر کی طرح مقام بے نشانی (مرتبۂ ذات مطلق) میں پہنچکر اس کے خط (چشمۂ ذات) سے آبِ حیات طلب کر

شرح۔ یعنی جب تو کثرت کی ظلمات سے گزر جائے۔ اور مقام وحدت تک پہنچ جائے۔ تو مقام بے نشانی یعنی مرتبۂ ذات مطلق میں چشمۂ ذات سے خضر کی طرح آبِ حیات پی۔ نظم

کے خورد خضر لبت از آب حیوان شربتے　　تا تو ظلمت را تصور کردہ آبحیات

تیرے لب کا خضر آب حیوان سے کس طرح پانی پئے۔ تو تو ظلمت کو آبحیات سمجھے ہوئے ہے۔

۷۸۴۔ اگر روئے خطش بینی تو بیشک　　بدانی کثرت از وحدت یکایک

ترجمہ۔ اگر اس (محبوب) کے رُخ اور خط کو اچھی طرح دیکھے۔ تو کثرت (شب) کو وحدت (روز) سے بالکل الگ دیکھ لے۔

شرح۔ یعنی اگر محبوب کا منہ اور خط دیکھے۔ تو وحدت جو روز ہے۔ کیونکہ جمعیت اور نور رکھتی ہے۔ اور کثرت جو شب ہے۔ کیونکہ تفرقہ اور ظلمت رکھتی ہے۔ دونوں کو الگ الگ جان لے۔

۷۸۵۔ ز زلفش باز دانی کارِ عالم　　ز خطّش باز خوانی سرِّ مبہم

ترجمہ اس کی زلف سے عالم کا معاملہ (کثرت) کو سمجھ لے۔ اور اُس کے خط سے مبہم یعنی خط کثرت ہے۔ جو وحدت کے چہرہ کے ارد گرد ہے۔ اور عالم غیب اور شہادت کے درمیان واسطہ ہے 'باز دانی' اور 'باز خوانی'، کار اور خط کی مناسبت سے فرمایا۔ زلف اور خط دونوں کو کثرت سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ زلف خط سے زیادہ ہے۔ اس لئے زلف سے مطلق کثرت مراد ہے اور خط سے صرف عالم ارواح کی کثرت۔

۷۸۶۔ کسے کو خطش از روئے نکو دید　　دل من روئے او در خطِّ او دید

کوئی ہوگا۔ جس نے اس کے خط یعنی (کثرت) کو اس کے خوبصورت چہرے (یعنی وحدت) میں دیکھا ہو۔ میرا دل تو اس کے چہرہ (وحدت) کو اس کے خط (کثرت) میں دیکھتا ہے۔

شرح۔ اگر کسی نے محبوب کے خط کو اس چہرہ سے دیکھا ہو۔ یعنی کثرت کو وحدت سے دیکھا ہے۔ اور اس کے نزدیک حق خلق کا آئینہ ہے۔ تو گویا وہ ذوالعقل ہے پس وہ خلق کو ظاہر اور حق کو باطن جانتا ہے۔ لیکن میرے دل

نے روئے محبوب کو اس خط میں دیکھا۔ یعنی کثرت سے وحدت کا مشاہدہ کیا۔
پس میرے نزدیک خلق حق کا آئینہ ہے۔ یعنی میں حق کو ظاہر اور خلق کو باطن جانتا
ہوں۔ گویا ذوالعینین ہوں۔

۷۸۷۔ مگر رخسار او سبع المثانیست کہ ہر حرفے از و بحر المعانی است

ترجمہ۔ اس کا رخسار شاید سبع المثانی ہے کیونکہ سبع المثانی ہی کا ہر
حرف بحر معانی ہے۔ (دیکھو بیت ۲۰۵)

شرح۔ یعنی رخسارۂ محبوب میں تمام معانی اور کمال شامل ہیں۔ اس لیے
وہ سورہ فاتحہ کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح فاتحہ تمام آیات قرآنی پر مشتمل ہے
اسی طرح حق تعالےٰ کی ذات تمام اسماء صفات کے معانی پر مشتمل ہے۔ اور
جس طرح فاتحہ دو بار نازل ہوئی تھی۔ اور اس میں سات آیتیں ہیں۔ جس کے
سبب اُسے سبع المثانی کہتے ہیں۔ اسی طرح ذات حق تعالےٰ کے دو رتبہ ہیں
علم اور عین اور ان میں سات اعتبار کلی لازم ہیں۔ جن کو سات صفات ذاتیہ
کہتے ہیں۔ یعنی حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادت۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ پس
دونوں کے درمیان مشابہت ظاہر ہے۔ اس مشابہت کو زیادہ مضبوط
کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ جس طرح سبع المثانی کا ہر ایک حرف بحر معانی ہے
اُسی طرح حق تعالےٰ کا رُخ بھی تمام تجلیات پر شامل ہے۔ اور اُسے اصطلاح
میں سر التجلیات کہتے ہیں۔

۷۸۸۔ نہفتہ زیر ہر موئے ازاں باز ہزاراں بحر علم از عالم راز

ترجمہ اور شرح۔ یعنی رخسار محبوب کے ہر ایک بال کے نیچے عالم اسرار
غیب کے ہزاروں بحر علم پوشیدہ ہیں۔ یعنی وجہ الٰہی کی بے انتہا تجلیات میں
سے ہر تجلی کے نیچے علم اور معرفت کے ہزاروں بحر مخفی ہیں۔ کیونکہ ہر
تجلی میں سب تجلیات شامل ہوتی ہیں۔ اور اس بحر کے غوطہ زنوں کو اولیاء
اللہ کہتے ہیں۔

۷۸۹ - ببیں برآب قلبِ عرشِ رحماں   زخطِ عارضِ زیبائے جاناں

ترجمہ - قلب یعنی عرش رحمان کو پانی پر دیکھ - کیونکہ جانان کے عارض زیبا پر خط ہے -

شرح - یعنی دیکھ کہ قلب جو عرش رحمان ہے عارض محبوب کی آب پر ظاہر ہوا ہے - لطافت کے سبب آب سے تشبیہ دی گئی ہے - اور قلب انسان چونکہ عالم ارواح میں سے ہے - اس لئے اُسے عارض جانان کے خط سے تشبیہ دی گئی ہے - اور قلب انسان چونکہ عالم ارواح میں سے ہے - اس لئے اُسے عارض جانان کے خط سے تشبیہ دی گئی - اور یہ اس آیۃ کی طرف اشارہ ہے - کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ [1] یعنی قلب انسانی خط بر روئے آب کی طرح ہے - جو محبوب کے رُخ پر ظاہر ہُوا ہے -

اشارت چہارم

خال

خال سے وحدت کی طرف اشارہ ہے جو کثرت کا مبدء و منتہا ہے -

۷۹۰ - بر آں رخ نقطۂ خالش بسیط است   کہ اصل و مرکزِ دورِ محیط است

ترجمہ - اُس رخ پر نقطۂ خال بسیط ہے - جو (دائرہ موجودات کے) محیط کا مرکز اور اصل ہے -

شرح - رخ محبوب (یعنی وجہ ذات باعتبار ظہور) پر نقطۂ خال یعنی وحدت حقیقت واقع ہے - اس حقیقت کا تجلی اگرچہ بے انتہا آئینوں میں ہے مگر اس سے اس میں کوئی تعدد یا انقسام لازم نہیں آتا - کیونکہ وہ نقطۂ خال دائرہ وجود کے محیط کا اصل اور مرکز ہے - اور وجود ہی سب موجودات

---

[1] قرآن پارہ ۱۲ ع ۱ - اُس کا تخت پانی پر تھا -

پر محیط ہے۔ جس طرح دائرہ کی سطح اگرچہ مرکز کی حقیقت ہی ہوتی ہے۔ مگر اُس کے پھیلنے سے نقطۂ مرکز میں کوئی انقسام لازم نہیں آتا۔ اسی طرح دائرۂ موجودات میں نقطۂ وحدت حقیقت ہے۔ جو منبسط ہو کر سب کی صورتوں میں تجلی کر رہا ہے۔ اور تمام دائرہ موجودات اسی کی انبساط کی صورتیں ہیں۔ لیکن وہ جیسے کہ پہلے محض بسیط تھا۔ ویسے ہی اب ہے اور اُس کی وحدت میں کوئی۔ تعدد لازم نہیں آتا۔

۷۹۱۔ ازو شد خطِ دورِ ہر دو عالم   وزو شد خطِ نقش قلب آدم

ترجمہ۔ اسی نقطۂ خال (وحدت) سے دونوں جہان کا خط حاصل ہوا۔ اور اسی سے قلب آدم کا سلسلہ حاصل ہوا۔

شرح۔ یعنی نقطۂ خال غیب و شہادت کے دونوں عالموں کا خط ہے اور اس بے انتہا لمبے خط کی اصل نقطۂ وحدت یعنی خال ہے۔ آدم اگرچہ عالم ہی سے ہے لیکن جامعیت کی خصوصیت سے ممتاز ہے۔ اس لئے اس کا الگ ذکر کیا ہے کہ اسی نقطۂ وحدت سے قلب آدم کے نفس کا خط و خال حاصل ہوا۔ نظم۔

یک نقطہ بیش نیست درین دور سوارہ   ہرگز محیط دائرہ پرکار آمدہ
آن وحدتست بہر ظہور صفات خویش   ز اعیان ممکنات باطوار آمدہ

اس پھرنے والے دور میں صرف ایک ہی نقطہ ہی ہے جو دائرہ پرکار کا محیط ہے۔ وہی وحدت ہے۔ جو اپنی صفات کے اظہار کے لئے ممکنات کی اعیان میں اطوار میں ظاہر ہوتی ہے۔

چونکہ نشأۃ انسانی وحدت اور کثرت کا آئینہ ہے اس لئے حقیقت نے انسان کے قلب میں ظہور کیا ہے۔ فرمایا۔

۷۹۲۔ از آں حالِ دلِ پُرخون تباہ است   کہ عکسِ نقطۂ خالِ سیاہ است

ترجمہ و شرح۔ دل پُرخون (یعنی سویدائے دل) کا حال اس لئے تباہ ہے

کہ وہ اُس خال سیاہ کے نقطہ کا اثر ہے۔ دل پر خون سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اسے سویدا کہتے ہیں۔ وہ اپنی ظلمت اور احاطہ کے سبب اس خال سیاہ یعنی ہویت غیبیہ کا عکس ہے۔ کیونکہ جس طرح وہ نقطہ خال موجودات کی ہستی اور زندگی کا منبع ہے۔ اُسی طرح یہ خون سیاہ کا نقطہ (یعنی سویدا) انسان کی زندگی اور کمال کا منبع ہے اور یہ بھی ہویت غیبی کی طرح دل میں پنہاں ہے۔

۷۹۳۔ زخالش حال دل جز خون شدن نیست کزاں منزل رہ بیروں شدن نیست

ترجمہ۔ اُس کے خال سے دل کا حال سوائے خون ہونے کے کچھ نہیں کیونکہ وہ اس منزل میں بند ہے اور باہر نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔

شرح۔ خال محبوب یعنی اطلاق اور غیب ہویت کے مرتبہ سے دل کا حال یہی ہے کہ وہ خون ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں شعور کا گذر نہیں ہے۔ اور اس جبل تمام سے رہائی کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس لئے کہ سب کچھ اس مرتبہ میں شامل ہے اور اس سے باہر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ نظم

بہر آشوب دل سودائیاں خال فتنہ برُخ زیبا نہاد

سودائیوں کے دل کو مضطرب کرنے کے لئے فتنہ کا خال خوبصورت چہرہ پر رکھ دیا۔

چونکہ مصنف کی غرض اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ دل نقطۂ خال کا عکس ہے اس لئے فرمایا۔

۷۹۴۔ بوحدت در نباشد ہیچ کثرت دو نقطہ نبود اندر اصل وحدت

ترجمہ۔ وحدت میں کوئی کثرت نہیں ہوتی۔ اور اصل وحدت میں دو نقطے (متصور) نہیں ہو سکتے۔

شرح۔ یعنی وحدت حقیقی میں دوئی کی گنجائش نہیں۔ اور اصل وحدت میں دو نقطے متصور نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ دل اور خال سیاہ

کے دو لفظوں میں سے ایک اصل ہو اور ایک اُس کا عکس۔

۷۹۵۔ ندانم خالِ او عکسِ دلِ ماست ویا دل عکسِ خالِ روئے زیباست

ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ اُس کا خال ہمارے (سویدائے) دل کا عکس ہے یا ہمارا دل اُس کے روئے زیبا کے خال کا عکس ہے۔

شرح۔ جاننا چاہیئے۔ کہ تنزل و ترقی کے لحاظ سے وجود کے مدارج دوری ہیں۔ اور قوس تنزل میں ابتدائی نقطۂ وحدت ہے۔ اور آخری نقطۂ انسان۔ لیکن قوس عروج میں اِس کے برخلاف ابتدائی نقطۂ انسان کا دل ہے کیونکہ انسان کی نشاۃ کاملۂ احدیتہ الجمع کی صورت ہے۔ اِس لیئے فرمایا۔ کہ اِن دو لفظوں میں سے ایک اصل ہوگا۔ اور دوسرا اُس کا عکس۔ کیونکہ نقطۂ دل تو ہمیں نظر آتا ہے اور نقطۂ خال پوشیدہ ہے۔ اِس لیئے ہم نہیں جانتے۔ کہ یہ اصل ہے یا وُہ۔

اشعار آئندہ بھی اِسی معنی کے متعلق ہیں۔

۷۹۶۔ ز عکسِ خالِ او دل گشت پیدا ویا عکسِ دلِ آنجا شد ہویدا

ترجمہ۔ (میں نہیں جانتا کہ) اِس کے عکس سے دل پیدا ہوا ہے۔ یا دل کا عکس وہاں (خال کی صورت میں) ظاہر ہوا ہے۔

۷۹۷۔ دلِ اندر روئے او یا او ست در دل بمن پوشیدہ شد این رازِ مشکل

ترجمہ۔ دل اُس کے رُخ میں ہے۔ یا وہ دل میں ہے یہ مشکل راز مجھ پر پوشیدہ ہے۔

شرح۔ دِل روئے محبوب میں خال کی طرح واقعہ ہے۔ یعنی وجہ ذات اصل ہے۔ اور دل اُس کے خال کا عکس۔ یا اُس کا رُخ دل میں ہے یعنی دل اصل ہے اور اُس کا خال اِس اصل کا عکس ہے۔ یہ راز نہایت مشکل ہے۔ اور دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ جس بات کو معتبر مانیں اُسی پر چند اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔

۷۹۸۔ اگر ہست این دل ما عکس آن خال چرا میباشد آخر مختلف حال

ترجمہ ۔ اگر ہمارا دل اس نقطہ خال کا عکس ہے۔ تو پھر دل کی حالت ہمیشہ مختلف کیوں ہوتی رہتی ہے۔

شرح ۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ نقطۂ خال اصل ہے۔ کیونکہ وہ قدیم ہے۔ اور 'نیست' کا مبدء ہے۔ تو پھر نقطۂ دل جو اُس کا عکس ہے منقلب حال کیوں رہتا ہے۔ اپنے اصل کی طرح اُسے بھی ساکن اور ایک قرار پر رہنا چاہیئے۔

۷۹۹۔ گہے چون چشم مخمورش خراب است گہے چون زلف او در اضطراب است

ترجمہ ۔ (دل) کبھی اُس کی چشم مخمور کی طرح خراب ہوتا ہے۔ اور کبھی اُس کی زلف کی طرح مضطرب ہے۔

۸۰۰۔ گہے روشن چو آن روی چو ماہ است گہے تاریک چون خال سیاہ است

ترجمہ ۔ کبھی اُس چاند جیسے چہرے کی طرح روشن ہے اور کبھی خال سیاہ کی طرح تاریک ہے۔

۸۰۱۔ گہے مسجد بود گاہی کنشت است گہے دوزخ بود گاہی بہشت است

ترجمہ ۔ (دل) کبھی مسجد ہے۔ کبھی مندر۔ کبھی دوزخ ہے کبھی بہشت۔

شرح ۔ مسجد سے معانی کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو مرتبہ محمدی صلعم ہے اور کنشت سے صورت کی محبت مراد ہے۔ جو موسیٰ کا مقام ہے۔ دوزخ سے صفات نفسانی اور بہشت سے صفات رُوحانی کی طرف اشارہ ہے۔ نظم

گہ خوب خویم گاہ زشت گہ کعبہ ام گاہے کنشت

گہ دوزخم گاہے بہشت ہذا جنون العاشقین

کبھی ہیں اچھوں کا اچھا ہوں کبھی بُرا کبھی کعبہ ہوں کبھی مندر

کبھی دوزخ ہوں کبھی بہشت ۔ یہ عاشقوں کا جنون ہے

چونکہ مرتبہ کی بلندی۔ ترقی اور کمال میں کوئی چیز دل کامل کے برابر نہیں اس لیئے فرمایا :-

۸۰۲۔ گہے برتر شود از ہفتم افلاک　　گہے افتد بزیر تودۂ خاک

ترجمہ۔ کبھی ساتویں آسمان سے بھی زیادہ بلند ہوتا ہے۔ کبھی مٹی کے ڈھیر کے نیچے جا پڑتا ہے۔

۸۰۳۔ پس از زہد و ورع گردد دگر بار　　شراب و شمع و شاہد را طلبگار

ترجمہ۔ زہد اور پرہیزگاری کے بعد پھر شراب۔ شمع اور معشوق کا طلبگار ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یہ بیت بھی سالک کے حال کے تنزل کا بیان ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور اگر صوفیوں کے خیال کے مطابق لیں۔ تو شراب اور شمع دونوں معنوی ہیں۔

سوال چہاردہم

۸۰۴۔ شراب و شمع و شاہد را چہ معنی است　　خراباتی شدن آخر چہ دعوی است

ترجمہ۔ شراب۔ شمع اور شاہد سے کیا مراد ہے اور خراباتی ہونے کا دعوے کیا ہے۔

جواب

۸۰۵۔ شراب و شمع و شاہد عین معنی ست　　کہ در ہر صورتے او را تجلی ست

ترجمہ۔ شراب شمع اور شاہد وہ حقیقت ہے۔ جو (موجودات کی) ہر ایک صورت میں تجلی دکھا رہی ہے۔

شرح۔ یعنی یہ شراب شمع اور شاہد اگر حقیقت میں دیکھیں تو وہ معنی اور حقیقت ہیں۔ جو تمام موجودات کی صورت میں اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔ یہ جواب مشرب عرفان کے مطابق ہے۔ اور پہلے جواب کا سوال بھی اس طریقہ پر ہو سکتا تھا۔ اب اولیاء اللہ کے مطابق فرمایا۔

۸۰۶۔ شراب و شمع ذوق و نورِ عرفان   ببین شاہد کہ از کس نیست پنہاں

ترجمہ۔ شراب ذوق اور شمع نورِ عرفان ہے۔ پس دیکھ لے شاہد (حق تعالےٰ) تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔

شرح۔ یعنی شراب ذوق سے عبارت ہے۔ جو جلوۂ محبوب سے اچانک سالک کے دل پر ظاہر ہوتا ہے اور اُسے مست کر دیتا ہے۔ اور شمع نورِ عرفان ہے۔ جو عارف کے دل میں چمکتا ہے۔ اور شاہد حق ہے۔ ظہور اور حضور کے اعتبار سے۔

۸۰۷۔ شراب اینجا زجاجہ شمع مصباح   بُود شاہد فروغِ نورِ ارواح

ترجمہ۔ شراب یہاں قندیل ہے اور شمع چراغ ہے۔ اور شاہد نورِ ارواح کی روشنی ہے[1]۔

شرح۔ یعنی اہلِ کمال کے نزدیک شراب زجاجہ ہے۔ اور زجاجہ وہ مظاہر حسی ہیں۔ جن میں عالمِ مثالی یعنی غیب و شہادت کے برزخ کے اندر حق تعالےٰ ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے مبتدی سالک کی تانیس کے لئے جو جمالِ مطلق کے شہود کے مرتبہ تک نہ پہنچا ہو۔ اور اس کو تجلّی افعالی کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں تانیس کہتے ہیں۔ شمع وہ مصباح اور نورِ تجلّی ہے۔ جو زجاجہ کی صورت میں ظہور کر رہا ہے۔ اور شاہد ارواح کے نور کی روشنی ہے۔ یعنی نورِ تجلّی کا فروغ ہے جو پاک روحوں سے مخصوص ہے اسے تجلّی نوری کہتے ہیں۔

۸۰۸۔ ز شاہد بر دلِ موسیٰ شرر شد   شرابش آتش و شمعش شجر شد

ترجمہ۔ شاہد سے موسیٰؑ کے دل پر شرر پیدا ہو گئے۔ اُن کی شراب وہی آتش اور اُن کی شمع وہی شجر ہو گیا[2]۔

شرح۔ شاہد یعنی نورِ تجلّی کے فروغ سے موسیٰؑ کے دل پر شرر پیدا ہوئے۔

---

[1] دیکھو قرآن شریف پارہ ۱۸ ع ۱۱۔

[2] دیکھو قرآن شریف پ ۹ ع ۷ اور بیت ۲۲۲۔

یعنی وہ آگ موسےٰ کے دل میں پڑی۔ اور اُن کے لئے آگ شراب بن گئی۔ کیونکہ اس آگ کے مشاہدہ سے اُن پر ذوق اور بے خودی طاری ہو گئی۔ اور اُن کی شمع شجر سے بن گئی۔ کیونکہ شجر (یعنی درخت) سے نور ظاہر ہوا۔

۸۰۹۔ شراب و شمع جاں آن نور اسریٰ است — ولے شاہد ہماں آیات کبریٰ است

ترجمہ۔ آنحضرت صلعم کی شراب اور شمع شبِ معراج کا نور ہے۔ مگر آپ کا شاہد بھی وہی آیات کبریٰ ہیں۔

شرح۔ یعنی مشربِ محمدی صلعم کی نسبت سے شراب اور شمع وہ نور ہے۔ جو معراج کی رات آنحضرت صلعم نے مشاہدہ فرمایا تھا۔ اور آنحضور کا شاہد وہ آیات کبریٰ ہیں۔ جن کا شہود اسمائیؑ اور صفاتی تجلیات سے اس صورت جامعیت پر ہوا۔ جو آنحضرت صلعم کے دل مبارک سے مخصوص تھی۔

۸۱۰۔ شراب و شمع و شاہد جملہ حاضر — مشو غافل ز شاہد بازی آخر

ترجمہ۔ شراب شمع اور شاہد سب موجود ہیں (یعنی ختم نہیں ہو گئے) لہٰذا تو بھی شاہد بازی سے ہرگز غافل نہ ہو۔

شرح۔ اگرچہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن ذاتی۔ اسمائیؑ۔ اور صفاتی تجلیات کا مشاہدہ اور ذوق جن کی تعبیر شراب۔ شمع اور شاہد سے کی جاتی ہے۔ باقی ہیں۔ اور مقام ولایت سے مخصوص ہیں۔ پس شراب شمع اور شاہد سب تیرے لئے موجود ہیں۔ ان سے غافل نہ ہو۔

۸۱۱۔ شراب بیخودی درکش زمانے — مگر از دست خود یابی امانے

ترجمہ۔ بے خودی اور فنا کی شراب پی لے۔ ممکن ہے کہ اس سے تو اپنی خودی اور ہستی سے رہائی پائے۔ (اور محبوب سے مل جائے)

شرح۔ یعنی شراب فنا پی جا۔ تاکہ تو مست اور نیست ہو جائے (کیونکہ فنا تجلیٔ ذاتی کا لازمہ ہے) ممکن ہے کہ تو اپنی تعین اور ہستی سے امان پائے اور

لہ دیکھو قرآن شریف پندرھویں پارے کا آغاز۔

فراق سے چھوٹ جائے۔ کیونکہ تعین اور ہستی موجب حجاب ہیں۔ نظم

پاک کن رنگ خودی از خویشتن تا زخود بینی جمال ذوالمنن

سد خود را از رہ خود دور کن از وصالش جان و دل معمور کن

اپنے آپ سے خودی کا رنگ دور کر۔ تاکہ تجھے اپنے آپ میں رب ذوالمنن کا جمال نظر آجائے۔

خودی کی رکاوٹ کو اپنے رستہ سے نکال دے۔ اور اس محبوب کے وصال سے دل وجان کو آباد کرلے۔

چونکہ اپنے آپ سے فنا ہو جانا بقا باللہ کا موجب ہے فرمایا:۔

۸۱۲۔ بخور مے تا زخویشت وا رہاند وجود قطرہ با دریا رساند

ترجمہ۔ شراب پی تاکہ تجھے اپنے آپ سے رہائی دلائے۔ اور قطرہ کے وجود کو بحر (حقیقت) میں ملا دے۔

شرح۔ یعنی تجلی جمال کی شراب پی۔ تاکہ تیری خودی مٹ جائے۔ اور تیری ہستی مجازی جو حقیقت کے بحر اعظم کا ایک قطرہ ہے۔ اس کی تعین کو دور کرکے اسی بحر اعظم تک پہنچا دے۔

۸۱۳۔ شراب بے خور کہ جامش روئے یار است پیالہ چشم مست بادہ خوار است

ترجمہ۔ شراب پی کیونکہ روئے یار جام ہے اور بادہ خوار کی چشم مست پیالہ ہے

شرح۔ چشم کو پیالے کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی ہے کہ (بادہ خوار حقیقی) اپنی آنکھ سے شراب تجلی پیتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چشم محبوب مراد ہو۔ اور مست بادہ خوار اس کی صفت ہو۔ یعنی جمال محبوب کی تجلی کی شراب اسی کے آنکھ کے پیالہ سے نوش کر۔ کیونکہ حقیقت میں دیکھنے والا اور دیکھا گیا وہی ہے۔

۸۱۴۔ شرابے را طلب بے ساغر و جام[ف] شراب بادہ خوار ساقی آشام

ف دیکھو حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۳۷۷ پر۔

۸۱۵۔ شرابے خور ز جام وجہ باقی ۔۔۔ سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ اورا ست ساقی

ترجمہ وشرح ۔ وجہ باقی یعنی حق تعالےٰ کے جام سے شراب پی۔ کیونکہ سقاہم ربہم شراباً طہوراً[۱] کے مطابق ایسے شخصوں کے لیے خدا تعالےٰ خود ساقی ہے۔

۸۱۶۔ طہور آن می بود کز لوث ہستی ۔۔۔ ترا پاکی دہد در وقت مستی

ترجمہ۔ شراب طہور وہ شراب ہے۔ کہ (جب تو اسے اچھی طرح پی لے تو) مستی کے وقت تجھے خودی اور ہستی کے داغ سے پاک کرتی ہے۔

۸۱۷۔ بخور مے وار ہاں خود را ز سردی ۔۔۔ کہ بد مستی بہ است از نیک مردی

ترجمہ شراب پی اور اپنے آپ کو سردمہری سے آزاد کر۔ کیونکہ بد مستی (یعنی خودی سے آزادی) نیک صورتی سے اچھی ہے۔

شرح۔ یعنی محبت کی شراب پی اور افسردگی جو زہد خشک اور صورت آرائی کے لیے لازم ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ بدمستی یعنی ظاہری صورت کا عدم تقید اس نیک مردی سے بہتر ہے۔ جو ظاہری صورت میں ہو۔ اور باطن میں پندار کی سردی۔ نظم

دل کہ پاکیزہ بود جامۂ ناپاک چہ باک ۔۔۔ سر کہ بے مغز بود نغزی دستار چہ سود

دل اگر پاکیزہ ہو تو ناپاک کپڑے سے کیا ڈر ہے۔ اور سر میں اگر دماغ نہ ہو تو اچھی دستار سے کیا فائدہ۔

۸۱۸۔ کسے کو افتاد از درگاہِ حق دور ۔۔۔ حجابِ ظلمت او را بہتر از نور

ترجمہ۔ جو شخص (اپنے علم وعمل کے غرور میں) حق تعالےٰ کی درگاہ سے دور جا پڑے۔ اس کے لئے حجاب ظلمانی (یعنی خواہشات نفسانی کی گرفتاری) حجاب نورانی (یعنی علم وعمل کے غرور) سے بہتر ہے۔

شرح۔ علوم اور اعمال سے غرض یہ ہے۔ کہ معرفت حاصل ہو۔ اگر

[۱] مفاتیح الاعجاز میں بیت ۸۱۶ درج ہے مگر اس کے ذیل میں شرح ۸۱۵ کی ہے بیت ۸۱۶ کے متعلق کسی نسخے سے کوئی مدد نہیں مل سکی نہ مجھے اس کی کوئی سمجھ آئی ہے۔

[۱] دیکھیے بیت ۴۹۶۔

اِن سے غرور اور انانیت پیدا ہو اور حق سے دوری کے موجب ہوں۔ تو وہ صورت میں طاعت ہیں۔ مگر حقیقت میں گناہ۔ خواہشات نفسانی اور ظلمانی حجاب ہیں۔ اور یہی علوم۔ عبادتیں نورانی حجاب ہیں۔ ظلمانی حجاب نورانی سے اس لئے بہتر ہے۔ کہ اُس میں کرنے والے کو اس بات کا علم ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ کرتا ہوں۔ وہ پشیمانی اور محتاجی کا باعث ہوگا۔

۸۱۹۔ کہ آدم را ز ظلمت صد مدد شد ز نور ابلیس ملعون ابد شد

ترجمہ۔ کیونکہ آدم کو ظلمت (یعنی گناہ) سے بہت کچھ فایدہ ہوا۔ حالانکہ ابلیس اپنی نورانیت کے سبب ہمیشہ کے لئے ملعون ہوگیا۔

شرح۔ یعنی آدمؑ سے گناہ سرزد ہوا۔ جس پر انہوں نے عرض کی ربنا ظلمنا[لے] اور یہ اُن کی برگزیدگی کا موجب ہوگیا۔ اور ابلیس اپنی نورانیت کے غرور میں خلقتنی من نار[لے] کہہ کر ہمیشہ کے لئے ملعون ہوگیا۔

۸۲۰۔ اگر آئینۂ دل را زدودست چو خود را بیند اندر وے چہ سود است

ترجمہ۔ اگر دل کے آئینہ کو زنگ سے صاف کرکے اس میں اپنے آپ کو ہی دیکھے تو ایسی صفائی سے کیا فایدہ۔

شرح۔ یعنی دل کو غیر کے زنگار سے ذکر۔ فکر اور سلوک کے مصقلہ کے ساتھ صیقل کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس میں حق کا جمال نظر آئے نہ کہ وہ انانیت کا

لے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پ ۸ ع ۹۔

ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آپ کو آپ تباہ کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں فرمائے گا۔ اور ہم پر رحم نہیں کرے گا۔ تو ہم بالکل برباد ہو جائینگے۔

لے قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ پ ۸ ع ۹

ترجمہ۔ ابلیس بولا۔ میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا اور اُس کو خاک سے پیدا کیا۔

موجب ہو۔ کیونکہ جو تصفیہ خود بینی سکھائے۔ اس کا نہ ہونا۔ ہونے سے بہتر ہے۔ نظم۔

اوّل زخودی خود گذر کن و آن گاہ نگر بروئے مقصود
از ہستی خویش چو نیست گشتی از جملہ حجابہا گذشتی

پہلے اپنی خودی سے گذر جا۔ اس وقت اپنے مقصود کو دیکھ۔
جب تو اپنی ہستی سے نیست ہو جائیگا۔ تو گویا تمام پردوں کو طے کرے گا۔

۸۲۱۔ ز روئیش پرتوے چوں بر مے افتاد بسے شکلِ خیالی بر وے افتاد

ترجمہ۔ جب اُس کے چہرے کا پرتو مے محبت پر پڑا۔ تو اس میں کئی خیالی شکلیں پیدا ہو گئیں۔

شرح۔ یعنی جب ذات حق کے چہرے سے محبت ذاتی کی شراب پر ایک پرتو پڑا۔ اور محبت کی ہواؤں سے دریائے ذات میں موجیں اُٹھیں۔ تو مے محبت اور دریائے حقیقت میں حباب پیدا ہو گئے۔ نظم

منم کہ بر سر دریائے بے نہایت تو مثال ہر دو جہان چوں حباب می بینم

میں دونوں جہان کو تیرے بے نہایت دریا پر بلبلے کی طرح دیکھتا ہوں۔

۸۲۲۔ جہانِ جاں بر او شکلِ حباب است حبابش اولیائے را قباب است

ترجمہ عالم ارواح اس سمندر پر حباب کی شکل رکھتا ہے۔ اور اولیا اسی کے گنبدوں کے نیچے پوشیدہ ہیں۔

شرح۔ یعنی عالم اشباح اور عالم ارواح بحر ذات پر حباب کی طرح ہیں یعنی حباب کی شکل و صورت رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں بحر کے سوا اور کچھ نہیں اور اولیا اللہ ان حبابوں کے گنبدوں کے نیچے مستور اور مخفی ہیں۔

۸۲۳۔ شدہ زو عقلِ کل حیران و بیہوش فتادہ نفس کل را حلقہ در گوش

ترجمہ۔ اس سے عقل کل حیران اور متعجب ہو گئی۔ اور نفس کل کے کان میں حلقہ غلامی پڑ گیا۔

۸۲۴۔ ہمہ عالم چو یک خمخانۂ اوست　　دلِ ہر ذرۂ پیمانۂ اوست

ترجمہ۔ تمام عالم اُس کا ایک میخانہ ہے۔ جس میں ہر ایک ذرہ کا دل (یعنی حقیقت) اِس کا ایک پیمانہ ہے۔

شرح۔ یعنی عقل کل جو تمام مخلوقات میں سے اوّل ہے۔ محبت فطری کی شراب میں مدہوش ہے اور نفس کل جو دوسرے مرتبے پر ہے۔ اس کے ارادہ کا فرمان بردار ہے اور تمام عالم غیب اور عالم شہادت اُس کا ایک خمخانہ ہے۔ جو حق تعالےٰ کے وجود کی شراب سے بھرا ہوا ہے اور ہر ذرے کا دل (یعنی حقیقت) اپنی اپنی قابلیت کے مطابق محبت حق کی شراب کا پیمانہ ہے۔

۸۲۵۔ خرد مست و ملائک مست و جاں مست　　ہوا مست و زمیں مست آسماں مست

ترجمہ۔ عقل مست ہے۔ فرشتے مست ہیں۔ اور روح مست ہے۔ ہوا مست ہے۔ زمین اور آسمان مست ہیں۔

۸۲۶۔ فلک سرگشتہ از وے در تکاپوے　　ہوا در دل بامید یکے بوے

ترجمہ۔ آسمان اِس (شراب) سے سرگشتہ اور دوڑ دھوپ میں ہیں۔ کیونکہ اُس کے سونگھنے کی اُمید کی ہوا (خواہش) اُن کے دلوں میں بھری ہوئی ہے۔

۸۲۷۔ ملائک خوردہ صاف از کوزۂ پاک　　بجرعہ ریختہ دُردے بر این خاک

ترجمہ۔ فرشتوں نے پاک برتنوں سے صاف (شراب) پی لی اور ایک بار پی کر تلچھٹ اِس خاک (زمین) پر پھینک دی۔

شرح۔ صاف سے یہ مراد ہے کہ ان کا تعین صفات طبعی کی کدورت سے پاک ہے۔ اور ایک بار شراب پینے سے درد کو اس زمین پر پھینک دیا۔

۸۲۸۔ عناصر گشتہ از اں یک جرعہ سرخوش　　فتادہ گہ در آب و گہ در آتش

ترجمہ۔ اس ایک جرعہ سے عناصر مست ہو کر کبھی آب میں پڑتے ہیں اور کبھی آگ میں۔

۸۲۹- زبوئے جرعۂ کافتاد بر خاک ‌ ‌ برآمد آدمی تا شد بر افلاک

ترجمہ- جو تلچھٹ زمین پر پڑی تھی- اس کی بو سے آدمی ظاہر ہوا- اور وہاں سے آسمانوں پر پہنچا-

۸۳۰- زعکس او تن پژمردہ جاں گشت ‌ ‌ زتابش جان افسردہ رواں گشت

ترجمہ- اس کے عکس سے زندگی تن پژمردہ ہو گئی- اور اس کی گرمی سے روح جان سے تنگ آگئی-

۸۳۱- جہان خلق ازو سرگشتہ دائم ‌ ‌ زخان و مان خود برگشتہ دائم

ترجمہ- عالم خلقت اسی شراب سے ہمیشہ مست ہے اور ہمیشہ اپنے گھر بار سے آوارہ ہے-

۸۳۲- یکے از بوئے دردش عاقل آمد ‌ ‌ یکے از رنگ صافش ناقل آمد

ترجمہ- کوئی تو اس کی تلچھٹ کی بو سے عاقل ہو گیا- اور کوئی اس کے صاف رنگ سے ناقل بن گیا- (یعنی عقلی و نقلی دلائل استعمال کرنے لگے)

شرح- یعنی اس کی تلچھٹ کی بو سے کوئی تو عاقل ہو گیا- یعنی معقولات میں غور و خوض کرنے لگا- اور اشیاء کی شناخت میں عقل کی متابعت شروع کی- اور کوئی اس شراب کے صاف رنگ سے ناقل بنا- یعنی نقلی دلیلوں سے راہ حق کو طے کیا-

۸۳۳- یکے از نیم جرعہ گشتہ صادق ‌ ‌ یکے از یک صراحی گشتہ عاشق

ترجمہ- (عقل و نقل سے گذر کر ارباب ذوق ہیں- جن میں سے) کوئی تو آدھے گھونٹ سے صادق اور ثابت ہو گیا ہے اور کوئی صراحی سے عاشق-

شرح- یعنی ارباب ذوق جو عقل و نقل کی دوڑ دھوپ سے بالا ہیں- ان میں سے کوئی آدھے گھونٹ سے ثابت اور صادق ہو گیا ہے- اور حق تعالےٰ کی محبت- اخلاص اور صدق کی راہ میں ثابت قدم ہے اور نیک

اعمال اور پسندیدہ اخلاق میں کوشاں ہے۔ اور یہ مرتبہ نجیبوں اور ابراروں کا کا ہے۔ دوسرا ایک صراحی سے عاشق ہوگیا ہے۔ اور صورت کی پابندیوں پر توجہ نہیں کرتا۔ اس کی شراب گویا تجلیات اسمائی کے مٹکے سے ہے۔ اور یہ مرتبہ ابدالوں۔ امینوں۔ اور اوتادوں کا ہے۔ نظم

مست این مے ہر کسے از جام دیگر گشتہ است آن یکے از یک پیالہ مست واین از یک سبو

اس شراب کے الگ الگ جام سے ہر ایک مست ہوا ہے وہ تو ایک پیالہ سے اور یہ ایک مٹکے سے۔

۸۳۴۔ بیکے دیگر فرو بُردہ بیک بار مے و خمخانہ و ساقی و میخوار

ترجمہ۔ ایک اور (آیا اور) شراب میخانہ ساقی میخوار جو کچھ تھا۔ سب چڑھا گیا۔

شرح۔ یہ تجلیات ذاتی کے جام سے مست ہوا ہے اور قطبوں کا طریقہ ظہور و اظہار کی محبت کے سبب یہی ہے کہ اپنے آپ کو پی جاتے ہیں نظم

اے ساقی از آن مے کہ دل و دین من است پُر کن قدحے کہ جان شیرین من است

گر ہست شراب خوردن آئین کسے معشوق بجام خوردن آئین من است

اے ساقی جو شراب میرا دل اور دین ہے اس سے ایک پیالہ بھر کیونکہ یہ میری جان شیریں ہے۔

اگر کسی کا طریقہ شراب پینا ہے۔ تو میرا طریقہ معشوق کو پی جانا ہے

۸۳۵۔ کشیدہ جملہ و ماندہ دہن باز زہے دریا دلی! رند سرافراز!

ترجمہ۔ سب کچھ پی کر منہ کھلے کا کھلا ہی رہا۔ اے رند سر بلند خوب دریا دلی اور حوصلہ ہے!

شرح۔ یعنی سب کچھ پی گیا۔ مگر ابھی منہ کھلا ہے کہ ھل من مزید[1]؟ کیونکہ اطلاق ذاتی کا مرتبہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جس کا ذکر ہوا اور اس سے

---

[1] قرآن پ ۲۶ ع ۱۰ کیا کچھ اور بھی ہے؟

تمام تعینات بھر جاتی ہیں۔ نظم۔

بسے پیمود بر دل بادہ ساقی — ولیکن پُر نشد پیمانۂ دل
بیا بشنو ز رندان خرابات — اگر نشنیدۂ افسانۂ دل

ساقی نے دل کو کئی پیمانے دیئے۔ لیکن اس کا ظرف پُر نہ ہوا۔
رندانِ خراباتی سے آکر سُن لے۔ اگر تونے دل کا افسانہ نہیں سُنا ہوا۔

اور چونکہ ہستی مطلق کا بحر محیط اُس کا دل اور حقیقت ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ دریا دل ہو گیا۔ اور چونکہ تمام وجوبی اور امکانی تعینات کو محو اور فنا کے تیشے سے کاٹ کر دور کر چکا ہے۔ اس لئے (رتبے) سرافراز ہو گیا۔

۸۳۶۔ در آشامید ہستی را بیک بار — فراغت یافتہ ز اقرار و انکار

ترجمہ۔ ہستی کو ایک ہی بار چڑھا گیا۔ اور تمام اقرار اور انکار سے فارغ ہو گیا۔

شرح۔ کیونکہ نہ وہ کسی کے انکار و اقرار کی پرواہ رکھتا ہے اور نہ خود کسی کا اقرار و انکار کرتا ہے۔

۸۳۷۔ شدہ فارغ ز زہد خشک و طامات[1] — گرفتہ دامن پیر خرابات

ترجمہ۔ زہد خشک اور خود نمائی سے پاک ہو گیا اور پیر خرابات (مرشد کامل) کا دامن تھام لیا۔[2]

اشارت
خراباتی

۸۳۸۔ خراباتی شدن از خود رہائیست — خودی کفر است اگر خود پارسائیست

[1] شرح۔ طامات خود نمائی ہے۔ اور خرابات وحدت کی طرف اشارہ ہے خواہ افعالی ہو خواہ ذاتی خواہ صفاتی۔

ترجمہ۔ خراباتی ہونا اپنے آپ سے رہا ہونا ہے۔ خودی کفر ہے۔ خواہ پارسائی بھی ہو۔

شرح۔ ارباب احوال اپنے آپ کو خراباتی کہتے ہیں۔ خراباتی وہ سالک ہے جو اپنے آپ سے آزاد ہو جائے۔ کیونکہ فعل اور ہستی کو اپنی طرف منسوب کرنا حقیقت میں کفر ہے اور پارسائی طبیعت اور شہوت کے مقتضیات سے روگردانی ہے۔

۸۳۹۔ نشانے دادہ اند اہل خرابات کہ اَلتَّوْحِیْدُ اِسْقَاطُ الْاِضَافَات

ترجمہ۔ اہل خرابات نے خبر دی ہے۔ کہ توحید یہ ہے کہ نسبتیں اور اضافتیں چھوڑ دی جائیں۔

شرح۔ یعنی توحید یہ ہے۔ کہ صنعت وجود کو غیر حق سے منسوب نہ کریں نظم

تاب انوار جلالت بہر اظہار کمال   پرتوے بر ظلمت آباد جہاں انداختہ

خود ہمہ ہستی شدہ و آنگہ برائے روئے پوش   نام ہستی گہ بریں و گہ بر آں انداختہ

تیرے جلال کے نور کی چمک نے اظہار کمال کی خاطر جہان کے ظلمت آباد پر ایک پرتو ڈالا۔

سب ہستی تو خود ہی ہے پھر اپنی روپوشی کے لئے ہستی کا نام کبھی اس پر رکھتا ہے کبھی اُس پر۔

چونکہ مقام وحدت میں غیریت کا وہم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فرمایا۔

۸۴۰۔ خرابات از جہان بیمثالیست   مقام عاشقان لاابالیست

ترجمہ۔ خرابات جہان بے مثالی سے ہے۔ اور یہ عاشقان بے باک کا مقام ہے۔

شرح۔ یعنی خرابات جو مقام وحدت ہے۔ نقوش اور اشکال کی فنا کے سبب جہان بے مثالی سے ہے۔ یعنی مثالی اور خیالی صورتوں سے پاک ہے اور یہ مقام بے پرواؤں کا ہے۔ جو کسی صوری قید میں مقید نہیں ہوتے۔ نظم

درخرابات ما گذر نکند ہر کہ از خویشتن سفر نکند

ہمارے خرابات میں نہیں آسکتا۔ جو کوا پنے آپ سے نہ گذر جائے

۸۴۱۔ خرابات آشیانِ مرغِ جان است خرابات آستانِ لامکان است

ترجمہ۔ خرابات مرغ روح کا آشیانہ (بازگشت) ہے اور خرابات (یعنی توحید صفاتی) لامکان (توحید ذاتی) کا دروازہ ہے۔

شرح۔ یعنی مقام وحدت روح انسانی کی بازگشت ہے۔ اور سیر عروجی کی انتہا۔ اور توحید صفاتی کا مقام توحید ذاتی کا دروازہ ہے۔ نظم

خواہی کہ درُونِ حرم عشق خرامی درمیکدہ بنشیں کہ رہ کعبہ دراز است

اگر تو حرم عشق میں ٹہلنا چاہے۔ تو میکدے میں بیٹھ۔ کیونکہ کعبہ والا رستہ بہت لمبا ہے۔

۸۴۲۔ خراباتی خراب در خراب است کہ در صحرائے او عالم سراب است

ترجمہ۔ خراباتی خراب در خراب ہے۔ (یعنی بالکل فنا و برباد) کیونکہ اس کے صحرا میں عالم سراب کی طرح (نمود بے بود) ہے۔

شرح صفات کو مٹانا پہلی خرابی ہے۔ اور پھر ذات کو فنا کرنا خراب اندر خراب، اور یہ صحرا جو اطلاق ذاتی کا میدان ہے۔ اس میں عالم سراب کی طرح نمودِ بے بُود ہے۔

۸۴۳۔ خراباتیست بیحد و نہایت نہ آغازش کسے دیدہ نہ غایت

ترجمہ و شرح۔ خراباتی یعنی وحدت ذاتی کا اطلاق محدود نہیں ہے۔ اس کا مبدء اور منتہا کسی کو معلوم نہیں۔

۸۴۴۔ اگر صد سال در وے میشتابی نہ خود را و نہ کس را باز یابی

ترجمہ و شرح۔ اگر اس صحرا میں تو سو سال تک بھاگتا پھرے تو بھی نہ اپنا نشان پائے۔ اور نہ کسی کا (کیونکہ اس عالم میں تمام تعینات بے بود ہیں)۔

۸۴۵۔ گروہے اندر وبے پاؤ بے سر نہ جملہ مومن و نے نیز کافر

ترجمہ و شرح - جو لوگ اس میں رہتے ہیں - نہ ان کا سر ہے نہ پاؤں - نہ پورے پورے مومن ہیں - نہ پورے پورے کافر - (کیونکہ کبھی وہ کافر ہیں کبھی مومن)

۸۴۶ - شرابِ بیخودی در سر گرفتہ   بترک جملہ خیر و شر گرفتہ

ترجمہ - بے خودی کی شراب ان کے سر میں چڑھی ہوئی ہے - اور نیکی اور بدی دونوں کو خیرباد کہہ بیٹھے ہیں -

۸۴۷ - شرابے خوردہ ہر یک بے لب و کام   فراغت یافتہ از ننگ و از نام

ترجمہ - ہر ایک نے لب اور تالو کے بغیر شراب پی ہے - اور ننگ و نام سے فارغ ہو بیٹھے ہیں

۸۴۸ - حکایت ماجرائے شطح و طامات   خیالِ خلوت و نورِ کرامات

ترجمہ - خلافِ شرع اور خودنمائی کے ماجرے کا ذکر اور خلوت اور نور کرامات کا خیال (یعنی ان سب سے فارغ ہیں)

۸۴۹ - ببوئے دُردِ کے از دست دادہ   ز ذوقِ بیخودی مست اوفتادہ

ترجمہ تلچھٹ کی بو ان پر غالب آگئی - اور بے خودی کے ذوق سے مست پڑے ہیں -

۸۵۰ - عصا و رکوہ و تسبیح و مسواک   گرو کردہ بہ دُردے جملہ را پاک

ترجمہ - عصا - چھاگل تسبیح اور مسواک (آلات پارسائی) سب کے سب تلچھٹ کے عوض رہن رکھ دیئے - (یعنی اسباب زہد و پارسائی سے فارغ ہو کر خرابات میں شامل ہو گئے -

۸۵۱ - میانِ آب و گل افتان و خیزان   بجائے اشک خون از دیدہ ریزان

ترجمہ - پانی اور کیچڑ میں گرتے پڑتے اور آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون بہاتے (چلے) -

تشریح - یہ حال مقام محمود کے بعد پیش آتا ہے - کیونکہ جو حالت اوپر کے بیان [illegible] گئی ہے اس کی لذت سے واپس آنے پر افسوس آتا ہے -

۸۵۲۔ گہے از بیخودی در عالم راز　　شدہ چوں شاطران گردن افراز

ترجمہ۔ کبھی عالم راز میں بے خودی سے سربلند شاطروں کی طرح گردن اُٹھا کر چلتے ہیں۔

شرح۔ جس کسی کو ساری عمر میں ایک لحظہ بھی یہ دولت نصیب ہو اس کے لئے بیشک شادمانی اور سودا کا مقام ہے۔ نظم

گر چنان دولت بعمرے یکزمان دستم دہد　　برسرافرازان عالم گردن افرازی کنم

اگر ساری عمر میں ایک گھڑی بھی ایسی دولت مجھے ہاتھ لگے تو جہان کے سرفرازوں میں گردن اُٹھا کر چلوں۔

۸۵۳۔ گہے از روسیاہی رو بدیوار　　گہے از سرخروئی بر سر دار

ترجمہ۔ کبھی (تنزل کی) روسیاہی سے شرمندہ ہو کر سارے جہان سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور کبھی (ترقی کی) سرخروئی سے سُولی پر چڑھتے ہیں۔

شرح۔ یعنی کبھی تو جمعیت کے مقام عالی سے تنزل کر کے عالم کثرت میں آجاتے ہیں۔ اور تقید کی روسیاہی اور عدمیت کی ظلمت کی شرم سے تعین مجازی کی دیوار کی طرف منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کبھی تعین اور تفرقہ سے ترقی کر کے عالم جمع میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور تجلی ذاتی کی شراب کی سرخروئی سے منصور حلاج کی طرح دار ملامت پر چڑھتے ہیں۔ نظم۔

درخرابات فنا تا از مئے وصلیم مست　　شور وغوغائے انا الحق در جہان انداختیم

جب سے ہم فنا کے میخانہ میں شراب وصل سے مست ہیں سارے جہان میں انا الحق کا شور و غوغا ڈال دیا ہے۔

۸۵۴۔ گہے اندر سماع و شوق جانان　　شدہ بے پا و سر چوں چرخ گرداں

ترجمہ۔ کسی وقت سماع اور شوق محبوب میں چرخ گرداں کی طرح نہ سر کی ہوش رہتی ہے نہ پاؤں کی۔

شرح۔ یہ حالت خودی کی پوری پوری فنا اور سکر سے حاصل ہوتی ہے۔

۸۵۵۔ بہر نغمہ کہ از مطرب شنیدہ بایشاں وجدے ازاں عالم رسیدہ

ترجمہ۔ جو نغمہ مطرب سے سنائی دیتا ہے۔ اس سے انہیں عالم غیب سے ایک وجد حاصل ہوتا ہے۔

۸۵۶۔ سماعِ جاں نہ آخر صوت و حرف است کہ در ہر پردۂ سرّے شگرف است

ترجمہ۔ روحانی سماع آخر یہ آوازیں اور حروف نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے ہر پردے میں ایک عجیب راز پنہاں ہے۔

۸۵۷۔ ز سر بیروں کشیدہ دلق دہ تو مجرد گشتہ از ہر رنگ و ہر بوئے

ترجمہ۔ دس تہوں والی گدڑی کو سر سے پرے پھینک دیا۔ اور (ریا و ہستی کے) ہر رنگ و بو سے پاک ہو گئے۔

شرح۔ یعنی ان اسرار نہفتہ کو سنتے وقت حواس عشرہ کی دلق کہنہ کو سر سے پرے پھینک دیا۔ اور گوش محبت سے ان اسرار کو سننے لگ گئے۔ ریا اور ہستی کی رنگ و بو سے بالکل پاک ہیں۔ اور ان میں تصنع اور ظاہرداری بالکل نہیں۔ نظم

گرد ہستیہا ز دامن رو فتہ پائے ہمت بر دو عالم کو فتہ

از میاں برخاستہ گفت و شنود زہرواں غیب در عین شہود

دامن سے ہستیوں کی گرد جھاڑی ہوئی ہے اور ہمت کا پاؤں دونوں عالم میں (پھیر کر) ٹھکا ہوا ہے۔

اب یہ حالت ہے کہ تمام گفت و شنود درمیان سے اُٹھ گئی ہے اور عالم غیب میں چلنے والے عین شہود میں پہنچ گئے ہیں۔

چونکہ خراباتیوں کا مقام مرتبہ اطلاق وحدت اور لاتعین ہے۔ فرمایا

۸۵۸۔ فرو شستہ بداں صافِ مروق ہمہ رنگِ سیاہ و سبز و ازرق

ترجمہ۔ اس صاف اور خالص شراب کے ساتھ انہوں نے تمام رنگ سیاہ سبز اور نیلا وغیرہ دھو ڈالے ہیں۔

شرح - مختلف رنگ جو نورِ وجوبی اور ظلمت امکانی کے ملنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی ارواح اور اجسام کے تعینات۔ اِن سب کو اِن خرابا تیوں نے تختہ وجود سے دھو ڈالا ہے۔

۸۵۹- یکے پیمانہ خوردہ از مئے صاف شدہ زاں صوفی صافی ز اوصاف

ترجمہ - صاف شراب کا ایک پیالہ پی کر صوفی بن گئے۔ تمام اوصاف سے پاک اور مُبرّا۔

۸۶۰- بجاں خاکِ مزابل پاک رُفتہ زہر چہ آں دیدہ از صد یک نگفتہ

ترجمہ - جان (یعنی صدق اخلاص) کے ساتھ گلخنوں کو خاک سے صاف کر دیا۔ اور جو کچھ دیکھا تھا۔ اس میں سے سوواں حصہ بھی نہ کہا۔ (اگرچہ بہت کچھ کہا تھا)

شرح - یعنے مقام عبودیت میں اس صدق اخلاص کے ساتھ جو جان سے اُٹھتا ہے۔ صفات ضمیمہ کی خاک کو طبع اور نفس کے گلخنوں سے دُور کر دیا۔ اور کشف و شہود کے مراتب میں جو کچھ دیکھا تھا۔ باوجود مستی اور بے خودی میں بہت کچھ کہنے کے اِس کا سوواں حصہ بھی نہیں کہا۔

۸۶۱- گرفتہ دامنِ رندانِ خمّار زشیخی و مریدی گشتہ بیزار

ترجمہ - رندان میخوار کا دامن تھام لیا۔ اور پیری اور مریدی سے بیزار ہو گئے۔

۸۶۲- چہ شیخی و مریدی این چہ قیدست چہ جائے زہد و تقویٰ این چہ شیدست

ترجمہ - پیری اور مریدی کیا۔ یہ کیا بندش ہے۔ زہد و تقویٰ کا کونسا مقام ہے اور کیا دھوکا ہے۔

شرح - یہ اِس شخص کے متعلق ہے۔ جو مقام استغراق میں واصل ہو لیکن کسی دوسرے شخص سے منسوب کرنا کفر ہے۔

۸۶۳- اگر روئے تو باشد درکہ و مہ بُت و زنار و ترسائی تُرا بہ

ترجمہ - تیری توجہ چھوٹے بڑے (کی امتیاز) میں ہے۔ حالانکہ تیرے

لئے یہ بہتر ہے۔ کہ بُت (وحدت) کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور زنار خدمت باندھ لے۔ اور تفرید و تجرید اختیار کرلے۔

شرح۔ یعنی تو رسوم کی قید اور عالم تفرقہ کی عادات میں گرفتار ہے اور تیری توجہ کثرت میں ہے۔ یعنی ایک کو چھوٹا جانتا ہے اور ایک کو بڑا۔ تیرے لئے بہتر یہ ہے۔ کہ وحدت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ کیونکہ بت سے مراد وحدت ہے اور خدمت اور ریاضت کا زنار کمر میں باندھ لے اور ترسائی یعنی تفرید و تجرید اختیار کرلے۔ تاکہ تو اطلاق وحدت کے مقام تک پہنچ جائے اور جان لے کہ سب کچھ ایک ذات اور ایک حقیقت ہے۔ کیونکہ مرتبہ وحدت میں کوئی اختیار تفرقہ اور کثرت نہیں ہے۔

اس سوال کے جواب سے بالکل فارغ ہوکر اگلا سوال شروع کیا۔ کہ چند اور الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جن کو ارباب کمال استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر یہ وہ الفاظ ان کے حال کے مطابق نظر نہیں آتے۔ اس لئے فرمایا۔

سوال پانزدہم

۸۹۴۔ بُت و زنار و ترسائی درین کوئے ❊ ہمہ کفر است ورنہ چیست برگوئے؟

ترجمہ و شرح۔ یعنی ارباب حال اور اہل کمال کے کوچہ میں بُت، زنار اور ترسائی سب کفر ہیں۔ اگر کفر نہیں تو بتلائیے اور کیا ہے۔ اور ان الفاظ سے کیا مقصود ہے؟

جواب

صوفیائے موحد کے مشرب کے مطابق جو غیر حق کو موجود نہیں سمجھتے

اشارت اوّل

بُت

۸۶۵۔ بُت اینجا مظہر عشق است و وحدت بُوَد زنّار بستن عقد خدمت

ترجمہ۔ بُت یہاں عشق اور وحدت کا مظہر ہے اور زنّار باندھنے سے عقد خدمت باندھنا مراد ہے۔

شرح۔ عشق سے یہاں حقیقت مطلقہ مراد ہے۔ جس کے لئے تمام عالم کے ذرّے آئینوں کی طرح ہیں۔ پس فرمایا۔ یہاں یعنی اہل کمال کے مذہب میں بُت عشق کا مظہر ہے۔ چونکہ بت کی صورت میں حق تعالےٰ ظاہر ہوتا ہے۔ اِس لئے تمام اہل کمال کا رُخ اِسی طرف رہتا ہے اور اِس اعتبار سے ہر مظہر کو بُت کہہ سکتے ہیں۔ اور زنّار محبوب حقیقی کے طاعت کا عقد ہے۔ خواہ کسی مرتبہ میں ہو۔

۸۶۶۔ چو کفر و دیں بُوَد قایم بہ ہستی شود توحید عین بت پرستی

ترجمہ۔ چونکہ کفر اور دین دونوں ہستی سے قایم ہیں۔ اس لئے بت پرستی بھی توحید ہی ہے۔ (کیونکہ بُت بھی اُس کی ہستی مطلق سے قائم ہیں)۔

شرح۔ یعنی کفر اور دین جو متضاد باہمی ہیں۔ دونوں وجود سے قائم ہیں اور وجود مطلق، حق تعالےٰ ہے۔ پس توحید یعنی حق تعالیٰ کو ایک ماننا عین بُت پرستی ہوگی۔ کیونکہ اگر کفر اور بُت کو من حیث الحقیقت غیر جانو۔ تو یہ شرک ہے اور اِس طرح تم توحید حقیقی کے قائل نہیں رہو گے۔

۸۶۷۔ چوں اشیا ہست ہستی را مظاہر از انجملہ یکے بُت باشد آخر

ترجمہ۔ چونکہ تمام چیزیں ہستی مطلق کی مظاہر ہیں۔ اور بُت بھی آخر انہیں میں سے ایک (مظہر) ہے۔

شرح۔ یعنی چونکہ تمام موجودات حق کی ہستی کے مظاہر ہیں۔ اور ان تمام

مظاہر میں سے ایک (مظہر) بُت بھی ہے۔ اور تمام کافر اِسی کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن آیت وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ[1] کے مطابق ضروری ہے۔ کہ تمام کافر حق تعالیٰ کے عابد ہوں۔ خواہ کسی طریقے سے عبادت کریں۔ نظم

اصنام سومنات ز حُسنِ تو جلوہ کرد   شد عابدِ تو عابدِ اصنامِ سومنات

لات و منات را ز سرِ شوق سجدہ کرد   کافر چو دید حُسنِ تو را از منات و لات

سومنات کے بتوں کا جلوہ تیرے حُسن سے ہے ان سومنات کے بتوں کا عابد گویا تیرا عابد ہے۔

لات اور منات کو شوق سے سجدہ کر دیا۔ کیونکہ کافر نے لات و منات میں تیرا ہی حُسن پایا۔

شرح۔ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[2] کے مطابق اے مردِ دانا غور کر کہ بت ہستی اور وجود کا مظہر ہے۔ اِس لئے باطل نہیں۔ کیونکہ ہر موجود کے ضمن میں کئی حکمتیں اور فائدے ہیں۔

۸۶۹۔ بدان کہ ایزد تعالیٰ خالق اوست   ز نیکو ہر چہ صادر گشت نیکوست

ترجمہ۔ یہ سمجھ لے۔ کہ بُت کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور نیک سے جو کچھ صادر ہو وہ نیک ہی ہوتا ہے۔ (اِس لئے بُت بھی بُرا نہیں)

۸۷۰۔ وجود آنجا کہ باشد محض خیر است   اگر شرّیست در وے آن ز غیر است

ترجمہ۔ وجود جہاں بھی ہو سراسر نیکی ہے۔ اگر کہیں شر اور بدی ہو بھی تو وہ وجود سے نہیں۔ بلکہ کسی اور (یعنی عدم) سے ہے

شرح۔ حکیموں اور عالموں کے نزدیک یہ مسئلہ مقرر ہے۔ کہ وجودِ محض خیر (یعنی سراسر نیکی) ہی ہے۔ جو شر اور بدی وجود میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ عدم

[1] قرآن شریف پ۱۵ ع ۳۔ اور تیرے پروردگار نے حکم قطعی فرما دیا کہ لوگو! اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔

[2] قرآن شریف پ۴ ع ۱۱۔ اور آسمان اور زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں۔

۸۶۸۔ نکو اندیشہ کن اے مردِ عاقل ؛ کہ بت از روئے ہستی نیست باطل۔ ترجمہ۔ اے عقلمند مرد۔ خوب سوچ۔ کہ بت بھی از روئے حقیقت باطل نہیں۔

سے ہوتی ہے۔ مثلاً زید نے عمرو کو مار ڈالا۔ پس زید کا مارنے کی طاقت رکھنا خیر ہے اور تیغ کا تیز ہونا خیر ہے اور عمر کے عضو کا اس فعل (یعنی قتل) کو قبول کرنا بھی خیر ہے۔ لیکن ان سب کے ذریعہ سے زندگی کا تلف ہو جانا شر ہے یعنی شر ہمیشہ عدم کی طرف عاید ہوتی ہے۔ وجود جہاں بھی ہو۔ نیکی ہی نیکی ہے اس لئے بُت بھی وجود کے سبب خیر ہونا چاہیئے۔ بد اور شر نہیں ہو سکتا۔

۸۷۱۔ **مسلماں گر بدانستے کہ بت چیست بدانستے کہ دین در بُت پرستیست**

ترجمہ۔ اگر مسلمان سمجھ لے۔ کہ بت حقیقت میں کیا ہے۔ تو اُسے سمجھ آجائے کہ سچا دین بُت پرستی میں ہے۔

شرح۔ یعنی اگر مسلمان جو توحید کا قایل اور بُت کا منکر ہے۔ جان لے کہ بُت کیا ہے۔ اور کس کا مظہر ہے۔ تو سمجھ جائے۔ کہ سچا دین بُت پرستی میں ہے۔ کیونکہ بُت ہستی مطلق کا مظہر ہے۔ پس بُت بھی من حیث الحقیقت حق ہے۔

مُسلمان کا دین اور عادت حق پرستی ہے۔ اور بُت پرستی بھی حق پرستی ہے۔ اس لئے بُت پرستی ہی مسلمانوں کا دین ہے۔

۸۷۲۔ **وگر مشرک زبت آگاہ گشتے کجا در دین خود گمراہ گشتے**

ترجمہ۔ اور اگر مشرک بُت (کی حقیقت) سے واقف ہو جائے۔ تو اپنے مذہب میں گمراہ کیوں ہو۔

شرح۔ یعنے مشرک جو بُت کی پرستش کرتا ہے۔ اگر اس بات سے آگاہ ہو جائے۔ کہ حق نے ہی اس کے بُت میں ظہور کیا ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ اس کا معبود ہے۔ تو پھر اپنے مذہب میں گمراہ کیوں ہو۔ بلکہ موحد ہو جائے۔

۸۷۳۔ **ندید او از بت الا خلق ظاہر بدیں علت شد اندر شرع کافر**

ترجمہ۔ اس (مشرک) نے بُت کی ظاہری صورت (یعنی تعین) کے سوا

کچھ نہیں دیکھا۔ (یعنی حقیقت کو نہیں دیکھا) اسی واسطے شرعاً کافر ہے۔

شرح۔ یعنی مشرک نے بُت کی تعین کو ہی دیکھا۔ اس واسطے شرع میں وہ کافر ہے۔ اگر بُت پرست کی نظر اس کی حقیقت پر ہوتی۔ تو وہ شرع کی رُو سے کافر نہ ہوتا

۸۲۴۔ تو ہم گر زو نہ بینی حق پنہاں — بشرع اندر نخوانندت مسلماں

ترجمہ۔ تو بھی اگر بُت میں حقیقت مخفی کو نہ دیکھے تو شرع میں تجھے مسلمان نہیں کہیں گے۔

شرح۔ بُت پرست شرع میں اس لئے کافر ہے کہ وہ خلق ظاہر یعنی بت کی صورت کو دیکھتا ہے۔ تو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اگر اس مشرک کی طرح سوائے ظاہری صورت کے اور کچھ نہ دیکھے۔ اور بُت کی تعین کے پردے میں حق کو نہ دیکھے۔ تو تو بھی شرع میں مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ کافر ہے جو حق کو بُت کی صورت میں چھپاتا ہے۔

۸۲۵۔ ز اسلام مجازی گشتہ بیزار — کرا کفر حقیقی شد پدیدار

ترجمہ۔ جس پر کفر حقیقی ظاہر ہو جائے۔ وہ اسلام مجازی سے بیزار ہو جاتا ہے۔

شرح۔ یہ بیت ایک مقدر سوال کا جواب ہے۔ یعنی دین اسلام میں ممکنات کا وجود واجب کے وجود سے الگ جانتے ہیں۔ مگر تم یہ کہتے ہو۔ کہ جو شخص بُت میں حق پنہاں کو دیکھے۔ وہ شرعاً مسلمان نہیں۔ پس یہ بات دین اسلام کے خلاف اور کفر ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ ممکن اور واجب کو الگ الگ ماننا اسلام مجازی ہے۔ اسلام حقیقی نہیں۔ (اور کفر حقیقی یہ ہے کہ بُت میں بھی اس حقیقت پر نظر رکھے۔) اور جب تک اسلام مجازی سے [illegible] جائے۔ کافر حقیقی نہیں ہو سکتا۔ یہ کفر صورت میں کفر نظر آتا ہے مگر [illegible] حقیقت میں اصلی اسلام یہی ہے۔ نظم

مُسلمانان نگہدارید دین خود — کہ شمس الدین تبریزی مُسلمان بُد

مسلمانو اپنا دین سنبھال لو۔ کیونکہ شمس الدین تبریزی بھی مسلمان تھا۔

۸۷۶۔ درونِ ہر تنے جانیست پنہاں — بزیر کفر ایمانیست پنہاں

ترجمہ۔ ہر ایک جسم اور صورت کے اندر ایک روح (یعنی حقیقت) مخفی ہے گویا ہر کفر کی تہ میں ایمان پوشیدہ ہے۔

شرح۔ یعنی ہر ایک تعین اور صورت جو نظر آتی ہے۔ اُس میں حقیقی روح مخفی ہے۔ اور ہر ایک کفر کی تہ میں ایمان مخفی ہے وہ روحِ حقیقی ہستی واجب ہے۔ جس نے صورت میں تجلی کیا ہوا ہے۔ نظم

چوں دور شد نقاب جلال از جمال دوست — گردد عیاں کہ عابد حق بود بُت پرست

دوست کے جمال سے اگر جلال کا پردہ اُٹھ جائے۔ تو صاف ظاہر ہو جائے کہ بُت پرست بھی عین حق پرست ہے۔

کیونکہ تیرے رُخ کے جمال سے بے بہرہ ایک ذرہ بھی نہیں۔ جو کچھ بھی ہے تیرے روئے حسن کا آئینہ ہے۔

۸۷۷۔ ہمیشہ کفر در تسبیح حق است — وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ گفت اینجا چہ دق است

ترجمہ۔ کفر بھی ہمیشہ حق تعالےٰ کی تسبیح (میں شامل) ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ نے خود فرمایا ہے۔ کہ کوئی چیز نہیں جو تسبیح نہ کرتی ہو۔ (پس کفر بھی موجودہ چیزوں سے صادر ہوتا ہے)۔ اِس میں کوئی اعتراض نہیں۔

(شرح) یعنی کفر اشیائے موجودہ سے صادر ہوتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ حق تعالےٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے کلام میں خود فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ[1] پس کفر بھی تسبیح میں شامل ہے۔ اور اس میں کسی کو اعتراض کی گنجایش نہیں۔

[1] پ ۱۵ ع ۵۔ ترجمہ۔ اور جتنی چیزیں ہیں۔ سب اُس کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہیں۔

۸۷۸۔ چہ میگویم کہ دُور افتادم از راہ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ بعد ما جاءت

ترجمہ۔ اب اور کیا کہوں کہ پہلے ہی میں اصل راہ سے دور جا پڑا ہوں۔ اور قرآن کریم میں قل اللہ کے بعد ذرھم آیا ہے۔

شرح۔ یعنی یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اس میں شرع کے طریقہ سے دُور جا پڑا ہوں لہٰذا اس لئے کہ حد اعتدال سے بڑھ گیا ہوں۔ اور یا اس لئے کہ بات زیادہ [illegible] ہو گئی ہے۔ اور توحید کے ذکر کو اس قدر بلند کر دیا ہے۔ کہ ہر ایک آدمی [illegible] نہیں پہنچ سکتا۔ اور اپنی نافہمی سے نادان لوگ طعن اور انکار پر آجاتے ہیں۔ جو اُن کی بدبختی۔ بُعد اور حرمان کا موجب ہوتا ہے۔ پس جو لوگ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے۔ اور حقائق معانی کے اظہار میں مبالغہ نہ کر۔ جبکہ قرآن مجید میں آچکا ہے۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون[1] یعنی اسم جامع اللہ کو پڑھ اور جو لوگ اسماء جزئیہ میں گرفتار ہیں۔ اور حقیقت کو نہیں پہنچے۔ ان کو اپنے کھیل تماشے کی مصروفیت میں پڑا رہنے دے۔

۸۷۹۔ بر آن خوبی رخ بت را کہ آراست کہ گشتے بت پرست ار حق نمیخواست

ترجمہ۔ اس خوبی سے بت کا چہرہ کس نے سجایا ہے؟ اگر حق تعالے کی مرضی نہ ہو۔ تو کون بت پرست ہو سکتا ہے۔

۸۸۰۔ ہم او کرد و ہم او گفت و ہم او بود نکو کرد و نکو گفت و نکو بود

ترجمہ۔ یہ سب کچھ اُسی نے کیا۔ اسی نے کہا۔ وہی تھا۔ (اور سب کچھ اچھا کہا۔ اچھا کیا۔ اور اچھا تھا۔

۸۸۱۔ یکے بین و یکے گو و یکے دان بدین ختم آمد اصل و فرع ایمان[2]

ترجمہ۔ ایک دیکھ۔ ایک کہہ۔ اور ایک جان۔ پس اسی پر اصل اور فرع کا خاتمہ ہے۔

---

[1] پ ۷ ع ۱۶۔ ترجمہ۔ کہہ اللہ پھر ان کو کھیل کود میں جھک مارنے دو۔ دیکھو بیت ۴۷۵

[2] اصل۔ جڑ۔ فرع۔ شاخ۔

شرح۔ یعنی چاہیئے کہ تیری نظر شہود میں حق کے سوا کوئی نہ سمائے اور زبان سے اقرار کر کہ موجود حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ اور دل سے اِس بات کی تصدیق کر کہ جو کچھ موجود ہے حق ہی ہے۔ اور اِس کے سوا سب عدم ہے۔ کیونکہ ایمان کی اصل اور فرع اسی توحید پر ختم ہوتی ہے۔ نظم

در یکے رو در دوئی یک سوئے باش   یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش
ہر کہ در دریائے وحدت گم نشد   گر ہمہ آدم بود مردم نہ شد

ایک میں (مستغرق ہو) جا اور دوئی سے ایک طرف ہٹ جا۔ ایک دل ایک قبلہ و یک رو ہو جا۔

جو آدمی وحدت کے دریا میں گم نہ ہو جائے۔ اگرچہ سارا آدمی ہو مگر انسان نہیں کہلا سکتا۔

۸۸۲۔ نہ من میگویم این بشنو ز قرآن   تفاوت نیست اندر خلق رحمان

ترجمہ۔ یہ میں (اپنی طرف سے) نہیں کہتا۔ بلکہ قرآن سے سن لے۔ کہ خدائے رحمان کی خلقت میں تفاوت نہیں ہے۔

شرح۔ یعنی یہ جو کہا ہے۔ کہ ایک دیکھ ایک کہہ اور ایک جان یہ من گھڑت بات نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ[1] یعنی خدائے رحمان کی آفرینش میں تفاوت نہیں۔ اور وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ[2] کے مطابق تمام موجودات فیض ذاتی وجودی میں برابر ہیں۔ اور تفاوت تجلّی رحیمی میں ہے۔ جس طرح اجمال کے بعد تفصیل ہوتی ہے۔

---

[1] پ ۲۹ ع ۱۔

[2] حدیث قدسی ہے۔ ترجمہ۔ میری رحمت سب چیزوں پر حاوی ہے

اشارت دوم

زُنّار

۸۸۳۔ نظر کردم بدیدم اصلِ ہر کار — نشانِ خدمت آمد عقدِ زُنّار

ترجمہ۔ میں نے ہر ایک معاملہ کی اصل کو غور سے دیکھا۔ (تو معلوم ہوا کہ) زنار باندھنا خدمت (اور طاعت) کا نشان ہے۔

شرح۔ یعنی میں نے کشف کے طریقہ پر ہر ایک معاملہ کو نظر غور سے دیکھا۔ اور معلوم کیا۔ کہ زنار پہلے پہل اس لئے بنایا گیا تھا۔ کہ وہ خدمت اور طاعت کا نشان ہو۔

۸۸۴۔ نباشد اہلِ دانش را معوّل — زہر چیزے مگر بر وضعِ اوّل

ترجمہ۔ اہل دانش کے نزدیک وضع اول کے سوا اور کوئی چیز معتبر نہیں ہوتی۔ (اور زنار کی وضع اول نشان خدمت ہے)۔

شرح۔ اہل دانش جو معاملات کی حقیقتوں اور الفاظ کی معانی پر دلالت کرنے کی وضع کو جانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک وضع اول ہی معتبر ہے۔ اس لئے وہ دیکھتے ہیں۔ کہ پہلے پہل یہ لفظ کس معنی کے لئے بنایا گیا۔ پھر اسی اصلی موضوع لہ پر اعتماد کرتے ہیں۔

۸۸۵۔ میاں بر بند چوں مرداں بمردی — در آ در زمرۂ اَوْفُوْا بِعَہْدِی[۱]

ترجمہ۔ مردوں کی طرح ہمت کے ساتھ کمر خدمت باندھ۔ اور اوفوا بعہدی والے گروہ میں داخل ہو جا۔

شرح۔ یعنی حق تعالےٰ کی خدمت کا زنار مردوں کی طرح اپنی کمر میں باندھ۔ اور ا[...]

---

[۱] قرآن شریف پ ۱ ع ۵ (ترجمہ) اس اقرار کو پورا کرو۔ جو تم نے ہم سے کیا تھا۔

جماعت میں سے ہو جا۔ جو اللہ تعالےٰ کے حکم اوفوا بعہدی کے ساتھ مخاطب کئے گئے ہیں۔ اور عبودیت کا حق بجالا۔ نظم

زنار عشق تو کہ چوں کفار بستہ ایم	در کفر و دین عشق تو مردانہ بودہ ایم

تیرے عشق کا زنار کافروں کی طرح باندھا ہوا ہے۔ تیرے عشق کے کفر اور دین میں ہم بڑے جوانمرد ہیں

۸۸۶۔ برخش علم و چوگان عبادت	ز میداں در ربا گوئے سعادت

ترجمہ و شرح۔ یعنی علم فرائض کے گھوڑے پر چڑھ کر عبادت حق کے چوگان سے سعادت ابدی یعنی اللہ تعالےٰ کی معرفت کی گیند کو دنیا کے میدان سے لیجا۔

۸۸۷۔ ترا از بہر ایں کار آفریدند	اگرچہ خلق بسیار آفریدند

ترجمہ۔ تجھے اسی کام (یعنی ایفائے عہد ازلی) کے لئے پیدا کیا۔ ورنہ یوں تو اور بھی بہت سی مخلوقات پیدا کی گئی۔

شرح۔ یعنی اے انسان تو عہد ازلی کی ایفا کے واسطے پیدا کیا گیا ہے تاکہ علم و عمل کے ذریعہ حق تعالےٰ کی معرفت حاصل کرے۔ اگرچہ بہت سی مخلوقات پیدا کی گئی۔ لیکن بار امانت کی تحمل انسان سے مخصوص ہے۔ اس لئے یہ اختیاری عبادت جو مقام وحدت تک پہنچاتی ہے۔ انسان کے سوا کسی کے واسطے نہیں ہے۔ نظم

خلقت آدم برائے جست و جوست	ہر کہ جویا نیست چوں نقش سبوست

ہر کہ طالب نیست انسانش مخواں	رنگ و صورت دارد اما نیست جاں

آدم کی پیدائش تلاش (حق) کے لئے ہے۔ جو اس تلاش میں نہیں وہ نقش سبو ہے (انسان نہیں)

جو (حق کا) طالب نہیں ہے اسے انسان نہ کہو۔ صورت ہی صورت ہے روح نہیں۔

۸۸۸۔ پدید چوں علم و با قدرست اعمال	بسا فرۃ العین است احوال

ترجمہ - علم باپ کی طرح ہے اور عمل ماں کی طرح - اور اُن کا نتیجہ یعنی احوال آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

شرح - احوال کا نتیجہ جو ارباب کمال کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو حاصل کرنے میں علم باپ کی جگہ ہے۔ اور عمل ماں - جب تک یہ دونوں جمع نہ ہوں - نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔

۸۸۹ - نباشد بے پدر انسان شکے نیست مسیح اندر جہاں بیش از یکے نیست

ترجمہ - بغیر باپ کے انسان پیدا نہیں ہوتا - اس میں شک نہیں عیسٰے سارے جہان میں ایک سے زیادہ نہیں۔

شرح - یعنی ماں اکیلی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا حضرت عیسٰے سارے جہان میں ایک ہی ہیں - جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے - اسی طرح عمل کے بغیر علم سے احوال حاصل نہیں ہو سکتے - ہاں البتہ کبھی مرشد کامل کے حکم سے ایسا ہو جاتا ہے (مگر یہ النادر کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے)

۸۹۰ - رہا کن ترہات و شطح و طامات خیال نور و اسباب کرامات[۱]

ترجمہ - شرح سے بیہودہ گیاں - خلاف شرع باتیں اور خود نمائی - نور کا خیال اور کرامت و فضیلت کے اسباب سب کو چھوڑ دے - کیونکہ مرتبہ انسانی کا کمال فنا اور نیستی میں ہے - نہ کہ ان باتوں میں - نظم

مے خور و رند باش لیکے خود نما مباش
ے نوش در طریقت ما بہ ز خود فروش

زنہار نیک خلق و بد خود نہاں مکن
عیب کساں بپوش ولیکے عیب خود مپوش

شراب پی اور رند ہو جا - لیکن خود نما نہ ہو - ہمارے مذہب میں مے نوش خود نما سے بہتر ہے۔

دوسروں کی نیکی اور اپنی بدی ہرگز نہ چھپا - دوسروں کے عیب چھپا لیکن اپنے عیب نہ چھپا۔

[۱] دیکھو بیت ۵۴۴ -

۸۹۱۔ کرامات تو اندر حق پرستیست　　جز این کبر و ریا و عجب و مستیست

ترجمہ۔ تیری فضیلت اور کرامت حق پرستی میں ہے۔ اس کے سوا سب کچھ کبر۔ ریا۔ عجز ریا اور مستی ہے۔

۸۹۲۔ درین ہر چیز کو نہ از باب فقر است　　ہمہ اسباب استدراج و مکر است

ترجمہ۔ اس طریقہ میں جو چیز بھی ہے۔ اگر اُسے فقر سے تعلق نہیں تو وہ استدراج[۱] اور مکر ہے۔

شرح۔ یعنی عبادت۔ ریاضت اور فقر کے طریقہ میں جو حالت سالک کو پیش آئے اگر وہ فقر کے باب اور سلوک کی شرائط میں سے نہ ہو۔ اور اس کا ظہور سالک کی انانیت کا موجب ہو۔ تو وہ سب استدراج اور مکر کے اسباب ہیں

صوفیوں کی اصطلاح میں مکر کے معنی ارادت نعمت با مخالف و ابقاءِ حال با سوءِ ادب بحق، ہیں یعنی اس بات کے باوجود کہ خدا تعالےٰ کی مخالفت کرتا ہے خدا تعالےٰ اس سے صوری اور معنوی نعمتوں کو بند نہیں کر لیتا۔ اور باوجود اس کے کہ خدا کے سامنے بے ادب ہے۔ خدا تعالےٰ اس کو احوال سے محجوب نہیں کرتا۔ اور یہ اس لئے ہے۔ کہ زیادہ مغرور ہو۔

۸۹۳۔ ز ابلیس لعین بے شہادت　　شود پیدا ہزاراں خرق عادت

ترجمہ۔ ابلیس جو لعین ہے اور کسی کو نظر نہیں آتا۔ اس سے بھی ہزاروں خرق عادت[۲] ظاہر ہوتی ہیں۔

شرح۔ یعنی ابلیس جو قوت واہمہ کا نام ہے۔ اور حق تعالےٰ کا ملعون ہے۔ اور اسے معانی کلیہ معقولہ کا شہود حاصل نہیں۔ ان سب کے باوجود اس سے ہزاروں خرق عادت ظاہر ہوتی ہیں۔

---

[۱] استدراج۔ خرق عادت جو کافر سے ظاہر ہو۔

[۲] خرق عادت وہ بات جو عادت اور معمول کے خلاف ہو۔ کرامت معجزہ وغیرہ۔

۸۹۴۔ گہ از دیوار آید گاہ از بام گہے در دل نشیند گہ در اندام

ترجمہ وشرح۔ کبھی دیوار سے آتا ہے (یعنی دیوار بھی اس کو روک نہیں سکتی) اور کبھی چھت سے آتا ہے کبھی دل میں (وسواس پیدا کرنے) آتا ہے کبھی دوسرے اعضا میں جاتا ہے۔ (اور برے اعمال کراتا ہے یہ سب اس کے خرق عادت ہیں)

۸۹۵۔ ہمے داند ز تو احوال پنہان در آرد در تو کفر و فسق و عصیان

ترجمہ وشرح۔ تیرے مخفی حالات جان لیتا ہے اور تجھ میں کفر فسق اور عصیان کو لاتا ہے (یعنی اعضائے انسانی میں اسے پورا تصرف حاصل ہے۔)

۸۹۶۔ شد ابلیست امام و در پی تو بدو لیکن بنہ پہا کے رسی تو

ترجمہ وشرح۔ ابلیس تیرا امام ہے اور تو اس کا پیرو ہے۔ لیکن اس (پیروی اور امامت) سے تو اس کی خوارق تک نہیں پہنچ سکتا۔

۸۹۷۔ کرامات تو گر در خود نمائیست تو فرعونی و این دعوی خدائیست

ترجمہ وشرح۔ یعنی خرق عادت سے غرض خود نمائی ہوتی ہے تاکہ تجھے لوگ بزرگ سمجھیں اور تیرے معتقد ہو جائیں۔ پس تو فرعون ہے اور یہ تیرا دعویٰ خدائی ہے۔

۸۹۸۔ کسے کو راست با حق آشنائی نیاید ہرگز از وے خود نمائی

ترجمہ وشرح۔ یعنی جس کو حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ اور یہ جانتا ہو کہ حق کے سوا سب کچھ عدم ہے۔ تو وہ خود نمائی ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خدا کی آشنائی اپنے آپ سے بیگانگی ہے۔

۸۹۹۔ ہمہ روئے تو در خلق است زنہار مکن خود را دریں علت گرفتار

ترجمہ وشرح۔ یعنی اظہار کرامت سے یہ پایا جاتا ہے کہ تیرا دل بالکل خلقت کی طرف متوجہ ہے۔ تاکہ ان کو اپنا معتقد بنائے یہ معنوی بیماریوں میں سے سب سے بڑی بیماری ہے۔ اور اس سے کبر اور ریا پیدا ہوتے ہیں پس تو اس بیماری میں ہرگز ہرگز اپنے آپ کو مبتلا نہ کر کیونکہ قبول خلق زہر قاتل ہوتا ہے۔

۹۰۰۔ چو با عامہ نشینی مسخ گردی چہ جائے مسخ بلکہ فسخ گردی

ترجمہ۔ اگر تو عوام (کالانعام) سے ہم نشینی اختیار کرے گا۔ تو حیوانی مرتبہ تو درکنار جمادات اور نباتات کے مرتبہ پر پہنچ جائیگا۔

شرح۔ تناسخیوں کے چار فرقے ہیں۔ پہلا فرقہ وہ ہے جو کہتے ہیں۔ کہ انسان کا روح انسان کے بدن میں ہی انتقال کرتا ہے۔ یہ نسخ ہے دوسرے فرقے کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ انسان کا روح حیوانات کے بدن میں انتقال کرتا ہے۔ یہ مسخ ہے تیسرے فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کا روح معدنیات اور نباتات میں انتقال کرتا ہے پھر کسی صورت میں منتقل ہوجاتا ہے اسے رسخ کہتے ہیں۔ چوتھے فرقے والے کہتے ہیں۔ کہ روح جمادی۔ نباتی۔ حیوانی اور انسانی مظاہر میں دورہ کرتا ہے۔ جب ایک دورہ ختم کرلیتا ہے تو اس کو چھوڑ کر دوسرے دورہ کی ابتدا کرتا ہے۔ اس کو فسخ کہتے ہیں۔ اس گروہ میں سے بعض کے نزدیک روح انسانی کا نباتی اور جمادی اجسام میں انتقال کرنے کا نام فسخ ہے۔ اسی لیے شیخ (مصنفؒ) فرماتے ہیں۔ کہ اگر عوام (کالانعام) کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرے گا۔ تو جمادات اور نباتات کے مرتبہ پر پہنچ جائے گا۔ اور صفات انسانی بلکہ صفات حیوانی کے کمالات سے بالکل محروم رہ جائیگا۔

۹۰۱۔ مبادا ہیچ با عامت سروکار کہ از فطرت شوی ناگہ نگونسار

ترجمہ۔ تجھے چاہیئے۔ کہ عوام کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ ہو۔ ورنہ فطری کمالات سے اچانک منہ کے بل نیچے گرے گا۔

شرح۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ فطری قابلیت اور انسانی کمال سے محروم نہ رہے۔ تو تجھے چاہیئے۔ کہ عوام الناس کے ساتھ کسی قسم کا سروکار نہ رکھے۔ ورنہ اچانک مراتب فطرت کی بلندی سے نیچے گرجائے گا۔ اور اَسْفَلَ السَّافِلِیْن[۱] کے ساتھ گرفتار ہوجائے گا۔

---

[۱] قرآن مجید پ۔ ۳۰ ع ۲۰۔ ترجمہ سب سے کمتر (مخلوق) ادنیٰ سے ادنیٰ۔

٩٠٢۔ تلف کردی بہرزہ نازنین عمر   نکوئی درچہ کار است اینچنین عمر

ترجمہ۔ تم نے اپنی پیاری عمر بیہودگیوں میں ضائع کر دی تاب اس (آخری) عمر میں نیکی سے کیا حاصل۔

٩٠٣۔ بجمعیّت لقب کردند تشویش   خرے را پیشوا کردہ نبے پیش

ترجمہ۔ "تشویش" کا نام ان دعوام) نے جمعیت رکھ دیا ہے۔ اور گدھے (جیسے بیوقوف) کو اپنا پیشوا بنالیا۔ عجب بیوقوف ہیں۔

شرح۔ یعنی وہ دھوکے باز شیخ (پیر) اس بات سے ڈرتا ہے کہ عام لوگ جو اس کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں اس میں نقصان نہ آئے۔ اور اس لیے اس کے دل میں تشویش ہے۔ مگر اس کے مرید اس تشویش کو اجتماع ظاہری اور جمعیت باطنی کہتے ہیں۔

٩٠٤۔ فتادہ سروری اکنون بجہال   ازاں گشتند مردم جملہ بدحال

ترجمہ۔ اس زمانے میں پیشوائی بیوقوفوں کے حصے میں آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام لوگ بدحال اور گمراہ ہو گئے[1]

٩٠٥۔ نگر دجّال اعور تا چگونہ   فرستادست درعالم نمونہ

ترجمہ۔ دیکھو۔ کس طرح کانے دجال نے زمانے میں (زہد اور پرہیزگاری کا) نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔

٩٠٦۔ نمونہ باز بیں اے مرد حساس   خراو راداں کہ نامش ہست جساس

ترجمہ۔ اے عقل مند انسان اس نمونہ کو (غور سے) دیکھ اور سمجھ لے کہ یہ وہی گدھا ہے۔ جس کا نام جساس ہوگا[2]

---

[1] مصنف علیہ الرحمۃ آج سے چھ سو سال پہلے کا رونا روتے ہیں۔ آجکل تو بس خدا ہی حافظ ہے۔

[2] جساس ایک گدھے کی شکل کا جانور ہوگا۔ ساٹھ گز اونچا۔ اور قیامت سے کچھ پہلے نمودار ہوگا۔

۹۰۷۔ خراں را ببیں ہمہ ورتنگ آں خر شدہ از جہل پیش آہنگ آں خر

ترجمہ۔ اِن گدہوں کو دیکھو کہ اسی کے بھائی بند ہیں (یعنی سب ایک تھیلی کے بٹے ہیں) اور اپنی بیوقوفی سے اِس گدھے کے پیشرو ہیں۔

۹۰۸۔ چو خواجہ قصۂ آخر زماں کرد بچندیں جا ازیں معنی بیاں کرد

ترجمہ۔ آنحضرت صلعم نے جہاں آخری زمانہ کا ذکر فرمایا ہے۔ وہاں کئی جگہوں پر یہی حال بیان فرمایا ہے۔

۹۰۹۔ بہ ببیں اکنوں کہ کور و کر شباں شد علوم دیں ہمہ بر آسماں شد

ترجمہ۔ دیکھو! اِس وقت اندھے اور بہرے محافظ (دین) بن گئے ہیں۔ اور دینی علوم آسمان پر چلے گئے (یعنی زمین پر کوئی عالم نہیں رہا)

۹۱۰۔ نماند اندر زمانہ رِفق و آزرم نمیدارد کسے از جاہلی شرم

ترجمہ۔ زمانے میں نرمی اور حیا بالکل نہیں رہے۔ کوئی شخص بیوقوفی اور جہالت سے شرم نہیں کرتا۔

۹۱۱۔ ہمہ احوالِ عالم واژگون است اگر تو عاقلی بنگر کہ چون است

ترجمہ۔ سارے زمانہ کا حال برگشتہ ہے اگر تو عقلمند ہے۔ تو دیکھ (اِس کی حالت) کیا ہے۔

۹۱۲۔ کسے کز بابِ لعن و طرد و مقتست پدر نیکو بد اکنوں شیخ وقت است

ترجمہ۔ (اِس وقت) جو ملعون۔ مردود اور مقہور ہے۔ چونکہ اِس کا باپ نیک تھا۔ اِس لئے وہ زمانے کا پیر بنا ہُوا ہے۔

۹۱۳۔ خضر میکشت آن فرزندِ طالح کہ آں را بُد پدر یا جد صالح

ترجمہ۔ خضر ع نے اِس بُرے فرزند کو مار ڈالا تھا۔ جس کا باپ یا دادا نیک تھا۔[1] (یعنی نسب کوئی فضیلت نہیں)

۹۱۴۔ کنوں با شیخ خو کردی توای خر خرے را گر خری ہست از تو خرتر

---

[1] دیکھو۔ قرآن مجید پ ۱۵ ع ۲۲۔

ترجمہ۔ اے گدھے۔ تو نے اب ایسے گدھے کو اپنا شیخ بنا لیا ہے۔ کہ تو اگر گدھا ہے۔ تو وہ تجھ سے بھی زیادہ گدھا ہے۔

۹۱۵۔ چو او لا یعرف الھر من البر[1] چگونہ پاک گرداند ترا بہتر

ترجمہ۔ جب وہ خود نیکی بدی کی تمیز نہیں کر سکتا۔ تو وہ تیرا بھلا کیونکر پاک کر سکتا ہے۔

۹۱۶۔ وگر دارد نشانِ باب خود پور چہ گویم چوں بود نورٌ علی نورٌ

ترجمہ۔ ہاں اگر (باپ بھی نیک ہو۔ اور) بیٹے میں اپنے باپ کے نشانات پائے جائیں۔ تو پھر کیا کہنے۔ نور پر نور ہے۔

شرح۔ یعنے جس بیٹے میں اپنے باپ کا کمال ہو۔ اس کی تعریف کیا ہو سکتی ہے۔ وہ تو نیکی میں نورٌ علی نور ہے۔

۹۱۷۔ پسر کو نیک رائے و نیک بخت است چو میوہ زبدہ وہ درخت است

ترجمہ۔ جو بیٹا نیک رائے اور نیک بخت ہو۔ وہ میوہ کی طرح ہے۔ جو درخت سے چنا گیا ہو۔

۹۱۸۔ ولیکن شیخ دیں کے گردد آنکو نداند نیک از بد۔ بد ز نیکو

ترجمہ۔ لیکن وہ شخص دینی شیخ کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو بدی سے نیکی اور نیکی سے بدی کی تمیز نہیں کر سکتا۔

شرح۔ یعنی صرف نسب سے کوئی شیخ نہیں ہو سکتا۔

۹۱۹۔ مریدی علم دیں آموختن بود چراغ دل بنور افروختن بود

ترجمہ۔ مریدی تو دینی علم کا سیکھنا تھا۔ اور چراغ دل کو نور سے روشن کرنا۔

۹۲۰۔ کسے از مردہ علم آموخت ہرگز؟ ز خاکستر چراغ افروخت ہرگز؟

ترجمہ۔ کبھی کسی نے مردہ سے بھی علم سیکھا ہے؟ یا کبھی راکھ سے چراغ جلایا ہے؟

---

[1] لا یعرف الھر من البر ای لا یعرف من یکرہہ ممن یبرہ۔

یعنی وہ تمیز نہیں کر سکتا کہ اس کو برا کون جانتا اور اچھا کون سمجھتا ہے (صراح)

شرح۔ یعنی مرید بری تو دینی علوم کا سیکھنا۔ اور چراغِ دل کا روشن کرنا ہے وہ ناداں شیخ زادہ اور جاہل شیخ جس کا تو معتقد ہے۔ جہالت کا مردہ اور نادانی کی راکھ ہے۔ نہ کبھی کسی نے مردہ سے علم سیکھا ہے نہ راکھ سے چراغ جلایا ہے۔ نظم۔

باش مہمان کریماں اے پسر ۔ بالئیماں کم نشین جانِ پدر

اے بیٹے کریموں کا مہمان ہو۔ اور کنجوسوں کے ساتھ کم بیٹھ۔

ہر چہ جوئی از محل خود بجوے ۔ در زمستان از گل وریحاں مگوے

جس چیز کی تلاش ہو مناسب جگہ سے اسے تلاش کر۔ سردیوں میں گل ریحان کا ذکر نہ کر۔

این چنیں کس را اگر تابع شوی ۔ رہ نیابی عاقبت گردی غوی

اگر تو ایسے شخص کا پیرو ہو جائیگا۔ تو راہ نہیں پائیگا۔ بلکہ گمراہ ہو جائیگا[1]۔

۹۲۱۔ مرا در دل ہمیں آید کزیں کار ۔ بہ بندم بر میانِ خویش زنّار

ترجمہ۔ میرے دل میں آتا ہے۔ کہ اس معاملہ کے متعلق یہی کروں کہ اپنی کمر سے زنّار باندھ لوں[2]۔

۹۲۲۔ نہ زاں معنی کہ من شہرت ندارم ۔ بلے دارم ولے زاں ہست عارم

ترجمہ۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ میں شہرت نہیں رکھتا۔ (اور اس طرح شہرت حاصل کروں) شہرت تو کافی ہے۔ مگر مجھے اس سے شرم آتی ہے۔

۹۲۳۔ شریکم چوں خسیس آمد دریں کار ۔ خمولم بہتر است از شہرہ صد بار

ترجمہ۔ چونکہ اس (پیری) کے معاملے میں میرے ساتھی (یعنی دوسرے مشائخ) کمینے ہیں۔ اس لئے میری گمنامی شہرت سے سو دفعہ اچھی ہے۔

۹۲۴۔ دگر بارہ رسید الہامے از حق ۔ کہ ز حکمت مگیر از ابلہی دق

ترجمہ۔ پھر حق تعالےٰ کی طرف سے ایک الہام پہنچا۔ کہ اپنی بیوقوفی سے حکمت الٰہی

---

[1] کاش ہمارے زمانہ کے پیر اور مریدان ابیات کو غور سے پڑھیں۔ اور ان سے سبق حاصل کریں۔
[2] تاکہ دوسرے جاہل شیخوں سے تمیز ہو سکے۔

پر اعتراض نہ کر۔

شرح۔ یعنی اِن باتوں سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ قضا پر راضی نہیں۔ اور ایسے خیالات ہر ایک کے دل میں آیا ہی کرتے ہیں۔ اِن کے بعد خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام پہنچا۔ کہ اس جہان کے وجود اور ظہور میں حکمتیں ہیں۔ اِن پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔

۹۲۵۔ اگر کنّاس نبوَد در ممالک ہمہ خلق او فتند اندر مہالک

ترجمہ۔ اگر ملکوں میں کوئی خاکروب نہ ہو۔ تو تمام خلقت (کی صحت) خطروں میں پڑ جائے۔

شرح۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ عوام الناس جو نادان پیر کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ تو اس مریدی میں بھی ارادت۔ صدق۔ اخلاص خدمت۔ انکسار عجز و نیاز وغیرہ تو ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ بے محل ہے۔ گویا حقیقت میں اس نادان شیخ نے اِن کے نفس اور طبع کے گلخن کو بعض بُری صفات کی پلیدیوں اور ناپاکیوں سے پاک صاف کر دیا ہے اور فقرا اور حق والوں کے ظاہری آداب و رسوم ان میں پیدا ہو جائینگی۔ اگر وہ یہ کناسی نہ کریں۔ تو شریف بزرگوں کو یہ کمینہ کام کرنا پڑے۔

۹۲۶۔ بوَد جنسیّت آخر علّتِ ضم[1] چنیں آمد جہاں واللّٰہُ اَعلَم

ترجمہ۔ ہم جنسی میل جول کا سبب ہوتی ہے۔ جہان کا طریقہ ایسا ہی ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

شرح۔ یعنی جنسیت کی مناسبت اجتماع و انضمام کا موجب ہوتی ہے اور ہر صورت میں اپنی جنس کی کشش ہوتی ہے۔ جہان کا طریقہ یہی ہے۔ کہ ہر جنس اپنی جنس کو جذب کرتی ہے۔

۹۲۷۔ ولیکے از صحبتِ نااہل بگریز عبادت خواہی از عادت بپرہیز

---

[1] الجنسیۃ علۃ الضم کا ترجمہ ہے۔

ترجمہ۔ لیکن (پھر بھی) نالایق کی صحبت سے بھاگ۔ اور اگر عبادت مقصود ہو۔ تو عادت سے پرہیز کر۔

شرح۔ یعنی ہر چند جنسیت علت ضم ہے لیکن نااہل اور جاہل کی صحبت سے بھاگنا چاہیئے۔ کیونکہ صحبت کا اثر ضرور ہو جاتا ہے۔ اور یہ حکم کلی ہے کہ اگر حق تعالےٰ کی عبادت کرنی مقصود ہو۔ تو عادت اور رسم سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور عبادت اخلاص سے ہونی چاہیئے۔

۹۲۸۔ نگردد جمع با عادت عبادت　　عبادت میکنی بگذر ز عادت

ترجمہ۔ عبادت عادت کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اگر عبادت کرنی ہو۔ تو عادت سے گزر جا۔

شرح۔ یعنی عبادت وہ ہے۔ جو محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ یہ نہیں کہ عبادت عادت ہو جائے۔ کیونکہ حقیقی عبادت عادت اور طبیعت کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عام لوگوں کی عبادت قرب حقیقی تک نہیں پہنچاتی۔ ورنہ عبادت کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے۔

اشارت سوم

ترسائی

۹۲۹۔ ز ترسائی غرض تجرید دیدم　　خلاص از ربقۂ تقلید دیدم

ترجمہ۔ ترسائی سے (ارباب کمال کی) غرض تجرید ہے۔ اور تقلید کے پھندے سے رہائی۔

شرح۔ یعنی حضرت عیسےٰ پر دنیاوی علاقوں اور تعلقات سے تجرید اور تفرید غالب تھی اور ترسائی سے حضرت عیسےٰ کی پیروی مراد ہے لیکن ارباب کمال کے نزدیک ترسائی یہ ہے۔ کہ قیود۔ رسوم اور عادات سے تجرد اور تقلید کے قید سے خلاصی حاصل

کرتا ہے۔

۹۳۰۔ جنابِ قدسِ وحدت دیرِ جانست　　کہ سیمرغِ بقا را آشیانست

ترجمہ۔ وحدت کی درگاہِ پاک ارواح کا معبد ہے۔ کیونکہ سیمرغِ بقا کا آشیانہ ہے۔

شرح۔ یعنی وحدتِ ذاتی کی پاک درگاہ جو کثرت کے تمام رنگوں سے پاک ہے روح کی دیر ہے۔ یعنی وحدت کا دیار ارواحِ انسانی کا معبد ہے۔ انہیں ارواح کو مجرد ہونے کے سبب سیمرغِ بقا کہا ہے۔ گویا وہ سیمرغِ بقا کا آشیانہ ہے کیونکہ بقا کی اصل و حقیقت ہے۔ جو اختلاف یعنی نشاء فنا سے پاک ہے۔

۹۳۱۔ ز روح اللہ پیدا گشت ایں کار　　کہ از روح القدس آمد پدیدار

ترجمہ۔ یہ کام (تجرید و تفرید) روح اللہ یعنی حضرت عیسیٰؑ سے شروع ہوا۔ جو کہ روح القدس سے پیدا ہوئے تھے۔

شرح۔ روح اللہ یعنی حضرت عیسیٰ سے شروع ہوا۔ کہ کثرت اور رسوم کی قید سے پاک اور مجرد ہوں۔ تاکہ وحدت ذاتی کے مقدس دیر میں پہنچنا نصیب ہو۔ اور عیسیٰ کا تعین اللہ تعالیٰ کی احدیت الجمع کے باطن سے ہے۔ اور اسلئے ان کو روح اللہ کہتے ہیں صورت کے لحاظ سے حضرت جبرائیلؑ انکے نافخ ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ کے حقیقی بیٹے تھے۔ ان سے یہ معجزات ظاہر ہوئے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا۔ پرندوں کو پیدا کرنا۔ اندھے اور جذامی کو تندرست کرنا۔

۹۳۲۔ ہم از اللہ در پیشِ تو جانیست　　کہ از روح القدس در وے نشانیست

ترجمہ۔ اے انسان تیرا روح بھی اللہ کا ہی ہے۔ کیونکہ تجھ میں روح القدس یعنی جبرائیل کا نشان [illegible] یعنی علم۔

شرح۔ جس طرح حضرت عیسیٰ روح اللہ ہے۔ اے انسان تجھ میں بھی وَنَفَخْتُ [illegible] کے مطابق اسی کا روح اور حقیقت ہے۔ اور روح القدس یعنی

[illegible]

[illegible] شریف پ ۱۴ ع ۲ اور پ ۲۳ ع ۱۴

جبرائیل جو علم کی صورت متمثلہ ہیں۔ ان کا نشان بھی تجھ ہیں ہے۔

۹۳۳۔ اگر یابی خلاص از نفسِ ناسوت   درآئی در جنابِ قدسِ لاہوت

ترجمہ۔ اگر تو بشریت سے رہائی پالے تو حقیقت وحدت کی جناب پاک میں داخل ہو جائے۔

شرح۔ ناسوت[1] سے بشریت مراد ہے۔ اور لاہوت سے وحدت جامع کی حقیقت تمام اشیا میں نفس ناسوت ایک لطیف بخار ہے۔ جس میں حیات۔ حس و حرکت اور ارادہ کی قوت ہے۔ جسے حکیم روح حیوانی کہتے ہیں۔ یعنی عالم تجرد اور وحدت ذاتی کے مقام میں پہنچنے سے روکنے والا نفسِ ناسوت ہی ہے۔ اگر اس سے رہائی پالے تو باطنی تجرید و تفرید سے حضرت عیسٰے کی طرح لاہوت کی پاک جناب میں داخل ہو کر حَیٌّ لَا یَمُوْتُ[2] ہو جائے۔ نظم

دستِ غیرت گلخنِ غولانِ نفسی کردہ پاک   رُخت جان بر گلشن این سقف مینا می کشد

دستِ غیرت نفس کے غولوں کی کوٹھی کو صاف کر کے اس مینائی چھت کے گلشن پر رخت جان بچھا رہا ہے۔

چوں حجاب ماسوی از دیدہ دل دور شد   شبنم اندر پائے کثرت سوی دریا می کشد

جب دل کی آنکھ سے ماسوے اللہ کا پردہ اُٹھ گیا۔ تو گویا شبنم کثرت سے دریا کی طرف آتی ہے۔

۹۳۴۔ ہر آں کس کو مجرّد چوں ملک شد   چو روح اللہ بر چہارم فلک شد

ترجمہ۔ ہر ایک شخص جو فرشتوں کی طرح مجرّد ہو جائے۔ وہ حضرت عیسٰی کی طرح چوتھے آسمان پر چلا جاتا ہے۔

شرح۔ یعنی ہر ایک شخص جو نفسانی صفات اور طبیعی خواہشات سے فرشتوں کی طرح پاک ہو جائے۔ وہ چوتھے آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ اور وہاں اپنا مقام کرتا

---

[1] تسکین [illegible] پہلے ناسوت سے [illegible] اس [illegible] ۔۔۔۔۔ کر وہ مقام [illegible]

[2] پ ۱۵ [illegible] ۳۔ ایسا زندہ جو مرتا نہیں۔

ہے۔ کیونکہ قطبوں کے روح وہیں سے آتے ہیں اور وہیں جاتے ہیں۔

تمثیل

نفس ناطقہ بلند مراتب پر کس طرح پہنچتا ہے

۹۳۵۔ او محبوس طفلِ شیر خوارہ　　بنزد مادر اندر گاہوارہ

ترجمہ و شرح۔ یعنی جس طرح وہ بچہ جو ابھی دودھ پیتا ہو اپنی ماں کے نزدیک گہوارے میں بند رہتا ہے اسی طرح جس شخص نے نفس ناسوتی سے رہائی نہ پائی ہو۔ اور طبیعت کا دودھ پیتا ہو۔ وہ بھی اس بچہ کی طرح مادر عناصر کے پاس گہوارہ بدن میں محبوس ہے۔

۹۳۶۔ چو گشت او بالغ و مرد سفر شد　　اگر مرد است ہمراہ پدر شد

ترجمہ۔ جب وہ جوان ہو کر سفر کے قابل ہو جائے۔ تو اگر مرد ہوگا تو باپ کیساتھ چل دے گا۔

شرح۔ یعنی جب بچہ بالغ ہو گیا۔ نیک و بد کی تمیز اس میں پیدا ہو گئی۔ اور اس قابل ہو گیا۔ کہ وطن سے باہر سفر کر کے صوری و معنوی امور کو حاصل کر سکے پھر اگر اس میں سمجھ دا[illegible] اور معاملہ فہم مردوں کی خاصیت ہو گی۔ تو باپ کے ہمراہ چل پڑے گا۔ تاکہ اس سے کام سیکھے اور علم پڑھے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس وقت کسی شخص میں معنوی سفر کی قابلیت پیدا ہو جائے تو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ کہ مادر طبیعت سے الگ ہو جائے اور عالم علوی کی طرف توجہ کرے کیونکہ وہ بمنزلہ باپ کے ہے اور کمالات معنوی حاصل کرے۔

۹۳۷۔ عناصر مر ترا چون اُم سفلیست　　تو فرزند و پدر آبائے علویست

ترجمہ۔ عناصر اربعہ تیری سفلی مائیں ہیں۔ تو فرزند ہے اور افلاک علوی باپ ہے۔

شرح۔ [illegible] اے انسان عناصر اربعہ تیری مائیں ہیں جو سفلی مرتبہ رکھتی ہیں [illegible] باپ سے نیچے ہوتی ہے۔ اور تیرے باپ افلاک ہیں۔ اور تو فرزند ہے۔

جو ان کے ازدواج سے پیدا ہوا ہے۔

۹۳۸۔ ازاں گفت است عیسیٰ گاہ اسرا　　کہ آہنگ پدر دارم ببالا

ترجمہ۔ اسی واسطے حضرت عیسیٰ نے (آسمان پر) چڑھتے وقت فرمایا کہ میں آسمان پر اپنے باپ کی طرف جاتا ہوں۔

شرح۔ منقول ہے۔ کہ عیسیٰ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے فرمایا کہ اِنّی ذَاہِبٌ اِلٰی اَبِیْکُمُ السَّمَاوِیِّ[1]۔ اس بیت میں اس نقل کی طرف اشارہ ہے۔

۹۳۹۔ تو ہم جانِ پدر سوئے پدر شو　　بدر رفتند ہمراہان بدر شو

ترجمہ۔ اے جان پدر تو بھی باپ کی طرف جا تیرے ہمراہی رخانۂ طبیعت سے) نکل آئے ہیں۔ تو بھی نکل آ۔

شرح۔ ہمراہاں سے مراد وہ سالک ہیں جو قطع تعلق کر کے خانۂ طبیعت سے نکل آئے ہیں۔ اور عالم علوی کی طرف متوجہ ہیں۔

۹۴۰۔ اگر خواہی کہ گردی مرغِ پرواز　　جہانِ جیفہ پیشِ کرگس انداز

ترجمہ۔ تو اگر بلند پرواز پرندہ ہونا چاہتا ہے۔ تو مردار دنیا کو گدھوں کے آگے ڈال دے[2]۔

شرح۔ آداب سلوک اور ترکِ دنیا کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر مراتبِ عالیہ پر پہنچنا ممکن نہیں۔

۹۴۱۔ بدوناں دہ مراین دنیائے غدّار　　کہ جز سگ را نشاید داد مردار

ترجمہ۔ اس دغاباز دنیا کو کمینوں کو دے ڈال۔ کیونکہ مردار کتّے کے سوا کسی اور کو دینا مناسب نہیں۔

۹۴۲۔ نسب چہ بود مناسب را طلب کن　　بحق رو آور و ترکِ نسب کن

---

[1] ۔ میں تمہارے آسمانی باپ کی طرف جا رہا ہوں۔

[2] اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ ۔ دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔ (حدیث)

ترجمہ۔ نسب کیا ہے ۔ کسی سے نسبت پیدا کر حق کی طرف متوجہ ہو۔ اور نسب کو چھوڑ دے۔

شرح۔ یہ ان کی طرف اشارہ ہے جن کو نسب صوری راہ سلوک سے روکتا ہے اور مرشد کی طلب کو عار سمجھتے ہیں۔

۹۴۳۔ ہر بحر نیستی سر کو فرو شد فَلَآ اَنسَابَ نقد وقت او شد

ترجمہ۔ جو شخص عدم اور نیستی کے سمندر میں ڈوب گیا۔ تو فَلَآ اَنسَاب اس کیلئے رائج سکہ ہو گیا (یعنی دوسروں کے لئے تو وعدہ ہی ہے۔ اس کے لئے عملی طور پر اسی وقت ظاہر ہو جائے گا)۔

شرح۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ[1] یعنی جو کوئی دریائے عدمیت میں غوطہ لگائے۔ تو جن باتوں کا دوسرے لوگوں کے لئے قیامت میں وعدہ ہے۔ وہ ان کو اسی دنیا میں دیکھ لے گا۔

۹۴۴۔ ہر آں نسبت کہ پیدا شد ز شہوت ندارد حاصلے جز کبر و نخوت

ترجمہ و شرح۔ ہر ایک رشتہ جو شہوت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے غرور اور تکبر کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ اور یہ صفات ذمیمہ ہیں۔

۹۴۵۔ اگر شہوت نبودے درمیانہ نسبہا جملہ مے گشتے فسانہ

ترجمہ۔ اگر ان کے درمیان شہوت نہ ہوتی۔ تو ساری رشتہ داریاں قصہ کہانی (خواب و خیال) ہو جاتیں۔

۹۴۶۔ چو شہوت درمیانہ کارگر شد یکے مادر شد آں دیگر پدر شد

ترجمہ۔ جب ان کے درمیان شہوت نے اثر کیا۔ تو ایک ماں ہو گئی اور دوسرا باپ ہو گیا۔

شرح۔ مطلب یہ ہے۔ کہ انسان سے اصل غرض اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور

---

[1] قرآن شریف پ ۱۸ ع ۶۔ ترجمہ پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ تو لوگوں میں رشتہ داریاں باقی نہیں رہیں گی۔

نسب حقیقی بس یہی ہے۔ باقی سب اسی کی بدولت ہیں۔ اور اس پر فخر بیجا ہے۔

۹۴۷۔ نمیگویم کہ مادر یا پدر کیست
کہ با ایشاں بجز منت بایدت نیست

ترجمہ و شرح۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ماں باپ کون ہیں (یعنی میں انکی تحقیر اور مذمت نہیں کرتا) کیونکہ ان کے ساتھ عزت اور حرمت سے تجھے رہنا چاہئے۔

۹۴۸۔ نہادہ ناقصے را نام خواہر
حسودے را لقب کردہ برادر

ترجمہ۔ عقل کی ناقص کا نام بہن ہے اور حاسد کو بھائی کہتے ہیں۔

۹۴۹۔ عدوئے خویش را فرزند خوانی
ز خود بیگانہ خویشاوند خوانی

ترجمہ۔ اپنے دشمن کو تو فرزند کہتا ہے۔ اور بیگانے کو اپنا رشتہ دار کہتا ہے۔

۹۵۰۔ مرا باری بگو تا خال و عم کیست
وز ایشاں حاصلے جز درد و غم چیست؟

ترجمہ۔ مجھے بتا تو سہی کہ ماموں اور چچا کون ہیں۔ اور ان سے درد و غم کے سوا کیا حاصل ہے؟

شرح۔ کمال حقیقی تمام نسبتوں کے مٹا دینے میں ہے۔ پس ان رشتوں کو اپنے ساتھ منسوب کیوں کیا جائے۔

۹۵۱۔ رفیقانے کہ با تو در طریق اند
پئے ہزل[1] اے برادر ہم رفیق اند

ترجمہ۔ جو ہمراہی راہ طریقت میں تیرے ساتھ ہیں۔ اے بھائی وہ بھی کھیل تماشے میں تیرے ساتھ ہیں[1]

۹۵۲۔ بکوئے جد اگر یک دم نشینی
از ایشاں من چہ گویم تا چہ بینی

ترجمہ۔ اگر تو جد (کام اصل مطلب) کے کوچے میں ایک دم بھی بیٹھے۔ تو میں کیا کہوں۔ کہ تو ان سے کیا دیکھے گا۔

۹۵۳۔ ہمہ افسانہ و افسون و بند است
بجان خواجہ کاینہا ریش خند است

ترجمہ۔ (تو دیکھے گا کہ) سب قصہ کہانی۔ جادو اور خواب و خیال ہیں آنحضرت صلعم کے جان کی قسم یہ تمسخر اور ہنسی ہیں

---

[1] ہزل۔ کھیل تماشہ۔ مزاح وغیرہ اور جد اس کے برخلاف کام مطلب کوشش وغیرہ۔

شرح۔ یعنی رفیقانِ طریقت جو منزل اور جد میں ہمراہی کرتے ہیں۔ حقیقت میں ان کا تعلق بھی دوسری رشتہ داریوں کی طرح قصہ کہانی اور دھوکا ہے۔ اور انسان کو پابندیوں میں قید رکھتی ہیں۔ اور عالم تجرد مقام اطلاق اور کمال انسانی کے مرتبہ تک پہنچنے نہیں دیتیں اور اصلی مقصد سے محروم رکھتی ہیں۔

۹۵۴۔ بمردی وارہاں خود را چو مرداں ولیکن حق کس ضائع مگرداں

ترجمہ۔ مردوں کی طرح جوانمردی کے ساتھ اپنے آپ کو آزاد کر مگر کسی کے حقوق (شرعی) کو ضائع نہ کر۔

شرح۔ یعنی دل جو سارے انسان کا خلاصہ ہے۔ اس کو تمام آلائشوں سے پاک رکھ۔ لیکن کسی شخص کے شرعی حقوق کو ضائع نہ کر۔ اور ظاہر میں شرعی حقوق کی بجاآوری میں مشغول رہ۔ لیکن باطن میں سب سے الگ ہو جا۔

۹۵۵۔ ز شرع ار یک دقیقہ ماند مہمل شوی در ہر دو کون از دین معطل

ترجمہ۔ اگر شرع سے ایک ذرہ بھر بے پروائی کی گئی۔ تو دونوں جہان (صوری ومعنوی) میں تو دین سے خالی رہے گا۔

شرح۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جس طرح شریعت کے احکام اور اوضاع کے بغیر عالم کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کمالات معنوی کا حاصل کرنا بھی احکام شریعت کے بغیر ممکن نہیں۔ یعنی اگر شرع کے احکام میں پوری پوری رعایت نہ کی جاوے۔ تو صورت اور معنی دونوں خالی رہ جاتی ہیں۔

۹۵۶۔ حقوق شرع را زنہار مگذار ولیکن خویشتن را ہم نگہدار

ترجمہ۔ شرعی حقوق کو نہ چھوڑ۔ مگر اپنے آپ کا بھی خیال رکھ۔

شرح۔ یعنی والدین۔ اقربا۔ اور رفقا کے حقوق اور دوسرے شرعی حقوق ہرگز نہ چھوڑ۔ بلکہ سب کی رعایت کا اقرار کر۔ مگر ان میں اس قدر مشغول نہ ہو کہ احکام شرعی کی بجاآوری میں اصلی مقصد یعنی قرب الٰہی کو فوت کر دے۔

۹۵۷۔ زر از روز آں نسبت الا مائہ غم بجا بگذار چوں عیسیٰ مریم

ترجمہ۔ مال و متاع اور بیوی (بچے) مایۂ غم کے سوا کچھ نہیں۔ عیسٰیؑ بن مریمؑ کی طرح ان کو چھوڑ دے۔

شرح۔ یعنی حضرت عیسےٰ کی طرح مال متاع اور بیوی بچوں کا خیال چھوڑ دے تاکہ تو ترقی کے آسمان پر چڑھ جائے۔ کیونکہ (راہ حقیقت) میں ان دونوں سے زیادہ رہزن اور آفت کوئی نہیں۔ پس دونوں کو چھوڑ دے۔ جس طرح حضرت عیسےٰ نے چھوڑا تھا۔

۵۸۹۔ حنیفی شو ز ہر قید و مذاہب ۔۔۔ درآ در دیر دین مانند راہب

ترجمہ۔ ہر ایک مذہب اور پابندی سے آزاد ہو جا۔ اور دین کی عبادت گاہ میں راہب کی مانند (صحبت خلق سے منقطع ہوکر) داخل ہو۔

شرح۔ یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے باپ دادوں کے مذہب کے پابند نہ ہوئے۔[1] اور فرمایا۔ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ[2]۔ تو بھی اسی طرح حنیفی اور ابراہیمی ہو جا۔ مذہبوں کی قید سے نکل آ۔ اور مرتبہ کمال تک پہنچنے میں جو رکاوٹیں ہوں۔ ان کو دور کر دے۔ حنیف لغت میں مسلم اور اسلام میں مستقیم کو کہتے ہیں۔ راہب عیسائیوں کے عابد ہیں۔ جو دنیا سے قطع تعلق کر دیتے ہیں۔ اور دیر ان کی عبادت گاہ۔

اسی مضمون پر مولانا مشرقی نے خوب فرمایا ہے نظم

اگر بینی درین دیوان اشعار ۔۔۔ خراباتی خراباتی و خمار

اگر تو اس دیوان اشعار میں دیکھے۔ کہ اس میں خراباتی خراباتی اور خمار

[1] مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ پ ۳ ع ۱۵۔ ترجمہ۔ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہمارے ایک بندہ فرمانبردار تھے۔ اور مشرکوں سے بھی نہ تھے۔

[2] قرآن شریف پ ۷ ع ۱۵۔ ترجمہ جن چیزوں کو تم شریک خدا مانتے ہو۔ میں تو ان سے بالکل بے تعلق ہوں۔

بت و زنار و ناقوس و چلیپا   مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا

بت۔ زنار۔ ناقوس۔ صلیب۔ آتش پرست۔ عیسائی۔ گبر۔ دیر۔ مینا۔

شراب و شاہد و شمع و شبستان   خروش بربط و آواز مستان

شراب۔ شاہد۔ شمع۔ شبستان۔ بربط کا شور اور مستوں کی آواز

مے و میخانہ و رند و خرابات   حریف و ساقی و مرد مناجات

شراب۔ مے خانہ۔ رند۔ اور خرابات۔ ہم پیشہ۔ ساقی۔ اور سرگوشیاں کرنے والے۔

گرو کردہ بہ بادہ خویشتن را   نہادہ بر سرے جان و تن را

سب نے شراب کے عوض اپنے آپ کو گرو رکھا ہوا ہے۔ اور جان و تن کو شراب پر لگا رکھے ہوئے ہیں۔

خط و خال و قد و بالا و ابرو   عذار و زلف و پیچا پیچ و گیسو

خط۔ خال۔ بلند قد۔ اور ابرو۔ عذار۔ زلف اور گیسو۔ اگر تو ان سب کو دیکھے

مشو زنہار ازاں گفتار و رتاب   برو مقصود ازاں گفتار دریاب

تو اس گفتگو سے پیچ و تاب مت کھا۔ بلکہ دیکھ کہ اس گفتگو کا اصلی مطلب کیا ہے

مپیچ اندر سر و پائے عبارت   اگر ہستی ز ارباب اشارت

عبارت کے سراپا کو دیکھ کر پیچ و تاپ نہ کھا۔ اگر تو اولیا اللہ میں سے ہے

چہ ہر یک را ازیں الفاظ جانیست   بزیر ہر یکے پنہاں جہانیست

کیونکہ ان میں سے ہر ایک لفظ کی ایک جان ہے۔ اور پھر ہر ایک کے نیچے ایک جہان معنی مخفی ہے۔

تو جانش را طلب از جسم بگذر   مسمی جوئے باش از اسم بگذر

تو اس جان معنی کی تلاش کر اور جسم کو چھوڑ دے۔ مسمی کی جستجو کر اور نام کو چھوڑ دے۔

۹۵۹ - تو را تا در نظر اغیار و غیر است   اگر در مسجدی آں عین دیر است

ترجمہ جبتک تیری نظر میں غیر (اغیار سمائے ہوئے) ہیں۔ اگر تو مسجد میں بھی ہو۔ تو وہ بھی (تیرے لئے) بالکل مندر ہے۔

شرح۔ جب تک تیری نظر میں اغیار ہیں۔ یعنی جب تک اشیا کو من حیث الحقیقت غیرِ حق جانتا ہے جو ازروئے حقیقت شرک ہے۔ تو خواہ مسجد میں بھی ہو۔ وہ بھی تیرے لئے مندر ہی ہے۔

۹۶۰۔ چو برخیزد ز پیشت کسوتِ غیر   شود بہر تو مسجد صورتِ دیر

ترجمہ۔ جب تیرے سامنے سے غیر کا لباس اٹھ جائے گا۔ تو دیر کی صورت بھی تیرے لئے مسجد ہو جائے گی۔

شرح۔ تعینات وجود حق کا لباس ہیں۔ کیونکہ وجودِ حق ان میں پوشیدہ ہے اگر یہ غیریت کا لباس تیری بصیرت کی آنکھ سے اٹھ جائے۔ تو تیرے لئے دیر کی صورت مسجد ہو جائے۔ یعنی صاف نظر آجائے۔ کہ مسجد اور مندر ایک ہی تھے۔

۹۶۱ نمیدانم بہر جائے کہ ہستی   خلافِ نفس و عادت کن کہ رستی

ترجمہ۔ میں نہیں جانتا۔ (کہ تو کیا کچھ کہتا ہے) جہاں کہیں بھی ہو۔ نفس اماّرہ اور عادت کے خلاف عمل کر تاکہ تو (حجاب خودی سے) رہائی پائے۔

شرح۔ یعنی تو جو کہتا ہے۔ کہ یہ مسجد ہے۔ اور وہ دیر ہے۔ یہ کفر ہے اور وہ اسلام ہے۔ میں نہیں جانتا۔ کہ اس سے کیا مطلب ہے۔ جہاں چاہے جا۔ لیکن نفسِ اماّرہ کی مخالفت کر۔ تو خودی کے حجاب سے خلاصی پائیگا۔ نظم

گر رضائے حق ہمے جوئی دلا   پیشۂ خود کن خلافِ نفس را

اے دل اگر تجھے رضائے حق کی خواہش ہے۔ تو نفسِ اماّرہ کے خلاف عمل کرنے کو اپنا پیشہ بنالے۔

در خلافِ نفس شو ثابت قدم   تاکہ رہ یابی باسرارِ قدم

نفس کے خلاف عمل کرنے میں ثابت قدم ہو جا۔ تاکہ تو قدیم راز دل کو پالے۔

تا نگردد نفس تابع روح را　　　کے دوا یابی دلِ مجروح را

جب تک نفس روح کے تابع نہو جائے۔ دل مجروح کی دوا تجھے کیسے ملے گی۔

۹۶۲- بت و زنار و ترسائی و ناقوس　　　اشارت شد ہمہ بر ترک ناموس

ترجمہ۔ بت۔ زنار عیسائیت اور سنکھ وغیرہ سے ترک ناموس کی طرف اشارہ ہے

شرح۔ یعنی ارباب کمال جو یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان سے ان کی مراد ناموس (یعنی عزت اور شہرت) کو ترک کرنا ہے۔ کیونکہ جھوٹے مذہب اصل میں اسی ناموس سے پیدا ہوئے ہیں۔

۹۶۳- اگر خواہی کہ باشی بندۂ خاص　　　مہیا شو برائے صدق و خلاص

ترجمہ۔ اگر تیری خواہش ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا خاص بندہ ہو جائے۔ تو خلق سے منہ موڑ لے۔ تاکہ تو کبر اور ریا کے بھنور میں نہ گر پڑے۔ صدق یہ ہے۔ کہ جو کچھ اصل میں ہو وہی ظاہر کرے۔ اور اخلاص یہ ہے کہ غیر سے پاک ہو جائے حقیقت میں صدق یہ ہے۔ کہ خدا اور خلق خدا دونوں کے ساتھ ظاہر و باطن اور دل و زبان سے سچ بولے۔ اور اخلاص یہ ہے کہ ہر وقت دل خدا کی طرف لگا رہے۔ اور خلقت اور ان کی نیکی بدی سے قطع نظر کرے۔ نظم

صدق و اخلاص است زاد رہروان　　　صدق پیش آور کہ تا بینی عیان

آنچہ دادند اولیا از وے نشان　　　گر نداری صدق و اخلاص یقین

در رہِ مرداں مرو جائی نشین

صدق اور اخلاص مسافروں کی زاد راہ ہے صدق پیدا کر تاکہ تو صاف دیکھ لے جس چیز کا اولیاء اللہ نے نشان بتایا ہے۔ اور اگر تجھ میں صدق اخلاص اور یقین نہیں ہے تو مردوں کی راہ نہ چل اور اپنی جگہ بیٹھا رہ

۹۶۴- برو خود را از راہِ خویش برگیر　　　بہر یک لحظہ ایمانے ز سر گیر

ترجمہ۔ جا اور خودی کو اپنے رستے سے ہٹا دے۔ اور ہر دم اپنے ایمان کو

از سرِ نو تازہ کرتا رہ۔

شرح۔ اگر تو چاہتا ہے کہ راہ حق میں چلے۔ تو پندار اور خودی کو اپنے رستے سے ہٹا دے۔ کیونکہ تمام حجاب اسی خودی پر جمع ہوتے ہیں اور چونکہ نفس امّارہ ہر وقت بُرے خیالات۔ اعمال اور اوصاف پیدا کر کے تجھے کبر وریا کی ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اس لئے تجھے چاہیئے۔ کہ ان بُرے خیالات کی نفی کے لئے ہر دم اپنے ایمان کو تازہ کرتا رہے۔ نظم

نفس را ہمچو خرِ عیسےٰ بسوز ۔۔۔ پس چو عیسےٰ جان شود جان بر فروز

چو بسوزد منع جاں را کارساز ۔۔۔ تا خوشت روح اللہ آید پیش باز

۹۶۵۔ بباطن نفسِ ما چوں ہست کافر ۔۔۔ مشو راضی بدیں اسلامِ ظاہر

ترجمہ۔ چونکہ ہمارے اندر نفس کافر ہے۔ اس لئے اس ظاہری اسلام سے راضی نہ ہو (بلکہ اس کافر کو مسلمان کرنے کی کوشش کر)

شرح۔ یعنی چونکہ ہمارے نفس میں جبلی شرارت۔ کفر اور نافرمانبرداری ہے۔ اس لئے ہمارے اندر ہمیشہ کافر پنہاں ہے۔ جو ہر وقت ہمارے ہمراہ رہتا ہے پس ظاہری اسلام سے راضی نہ ہو۔

۹۶۶۔ ز نو ہر لحظہ ایماں تازہ گرداں ۔۔۔ مسلماں شو مسلماں شو مسلماں

ترجمہ۔ ہر دم اپنے ایمان کو از سرِ نو تازہ کر یعنی مسلمان ہو مسلمان ہو مسلمان۔

شرح۔ یعنی سالک کو چاہیئے۔ کہ ایک منزل میں دو گھڑی نہ ٹھہرے۔ اور چونکہ معروف (یعنی حق تعالیٰ) غیر متناہی ہے۔ اس کی معرفت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اس لئے ہر وقت اعلیٰ مقام پہنچنے سے اپنا ایمان تازہ کرتا رہے۔ پس بطور مبالغہ فرمایا۔ مسلماں شو مسلماں شو مسلماں۔ یعنی ظاہری اور اجمالی ایمان سے راضی نہ ہو۔ بلکہ از سرِ نو ایمان کو تازہ کر گویا از سرِ نو مسلمان ہو۔

۹۶۷۔ بسے ایماں بود کز کفر زاید ۔۔۔ نہ کفر است آں کز و ایماں فزاید

ترجمہ۔ کئی ایمان کفر سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جس کفر سے ایمان پیدا ہو۔

وہ کفر نہیں ہے۔

شرح۔ سوال ۸ میں دریافت کیا تھا۔ کہ بت و زنار اگر کفر نہیں تو بتاؤ کہ کیا ہیں۔ پس اس کے جواب میں فرمایا کہ بت زنار اور ترسائی مذکورہ بالابیان کے مطابق ایمان کو زیادہ کرتے ہیں۔ پس وہ کفر ہرگز نہیں ہو سکتے۔

۹۶۸۔ ریا و سمعت و ناموس بگذار بیفگن خرقہ و بربند زنار

ترجمہ۔ اپنے نیک اعمال کو دکھانا اور سنانا اور عزت طلبی چھوڑ دے۔ خرقہ پھینک دے اور زنار باندھ لے۔

شرح۔ ریا اعمال میں لوگوں پر نظر رکھنا ہے۔ یعنی ان سب کو چھوڑ دے اور اخلاص اور بے تعینی کا طالب ہو۔ اور خرقہ جو خود نمائی کا موجب ہے اسے چھوڑ دے۔ اور خدمت حق کے عقد کا زنار کمر میں باندھ لے۔ تاکہ زیادہ لوگ تیرے معتقد نہ ہوں۔

۹۶۹۔ چو پیر ما شو اندر کفر فردی اگر مردی بدہ دل را بمردی

ترجمہ۔ ہمارے پیر کی طرح کفر میں فرد و یکتا ہو جا۔ اگر تو مرد ہے جیسے تو مردوں کاموں میں لگ۔

شرح۔ یعنی ہمارے شیخ اور مرشد کامل کی طرح کفر میں بے ہمتا ہو۔ اور کفر میں فرد ہونے کے دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جن کفروں کا بیان اوپر گذر چکا ہے ان کا فرد ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ کفر حقیقی یعنی کثرت کو وحدت میں چھپانے میں یکتا اور تجلی فردی سے عین وحدت ہو جائے۔ نظم

کفر باطل حق مطلق را بخود پوشیدن ست کفر حق خود را بحق پوشیدن است لے ہنر

حق مطلق کو اپنے آپ میں چھپانا جھوٹا کفر ہے۔ اور اپنے آپ کو حق تعالی میں چھپانا حقیقی کفر ہے۔

تا تو در بند خودی حق را بخود پوشیدۂ باچنیں کفرے کجا یابی زکفر ما خبر

جب تک تو نے اپنی خودی میں حق کو چھپایا ہوا ہے۔ ایسے کفر کے ساتھ تو

ہمارے کفر کی خبر کہاں پا سکتا ہے۔

چوں بحق پوشیدہ گردی آنگہے کافر شوی　　چوں شوی کافر ز ایمان آنگہے یابی اثر

جب تو حق میں چھپ جائے گا۔ تو پھر (حقیقی) کافر ہو گا۔ اور جب کافر ہو گا تو پھر ایمان کا نشان معلوم کر سکے گا۔

آنکہ از سر چشمہ کفر حقیقی آب خورد　　بحر کفر ہر دو عالم بود پیشش چوں شمر

جس نے کفر حقیقی کے چشمے سے پانی پیا۔ دونوں عالم کے کفر کا سمندر اس کے سامنے چھوٹا سا تالاب ہے۔

۹۷۰۔ مجرّد شو ز ہر اقرار و انکار　　بترسا زادۂ دل دہ بیکبار

ترجمہ۔ ہر ایک (چیز کے) اقرار اور انکار سے الگ ہو جا۔ اور کسی ترسازادہ کو دل دے دے۔

شرح۔ یعنی ہر ایک شے کے اقرار اور انکار سے مجرّد ہو کر اپنا دل ترسازادہ یعنی شیخ کامل کو دے دے۔ اور اس کے حکم سے باہر قدم نہ رکھ۔ اگر تجھے اس کے افعال کفر معلوم ہوں۔ تو حضرت موسیٰؑ کے سامنے خضر کے افعال کو یاد کر۔ نظم

آں پسر را کش خضر ببرید حلق　　سرّ او را در نیابد عام خلق

وہ بچہ جس کا گلا خضر نے کاٹ دیا تھا۔ اس کے بھید کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔

وہم موسیٰ با ہمہ نور و ہنر　　شد ازاں محجوب خوبی پر مپر

نور اور ہنر کے باوجود حضرت موسیٰؑ کا وہم اس سے محجوب رہا۔

آنکہ از حق یابد الہام خطاب　　ہر چہ فرماید بود عین صواب

جس کسی کو خدا الہام سے مخاطب کرے وہ جو کچھ بھی فرمائے بالکل درست ہے۔

گر خضر در بحر کشتی را شکست　　صد درستی در شکست خضر ہست

خضر نے اگر سمندر میں کشتی کو توڑ دیا۔ (تو کیا ڈر ہے کیونکہ ان کی شکست

ہیں ہزاروں درستیاں ہیں۔

شیخ کامل کو ترسازادہ اس لئے فرمایا کہ کاملوں کا سلسلہ ایک سے دوسرے تک پہنچتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔ گویا سب کا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی اولاد ہیں[1]۔ یہاں تک تمام سوالوں کے جواب ختم ہوگئے۔ اور ہادی کامل کی متابعت پر بات ختم ہوئی۔ پس فرمایا کہ بت اور ترسا بچہ سے مرشد کامل مراد ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور بت جو اس سے مخصوص ہے۔ وہ وحدت ذاتی کی جمعیت ہے۔ جو قطبیت کبریٰ کا مرتبہ ہے۔ اور اس جمعیت کے مرتبہ کو بت سے اس لئے تشبیہ دیتے ہیں۔ کہ تمام موجودات طبعی طور پر یا ارادی طور پر اس کے ساتھ ہیں۔

چونکہ اس جمعیت کے مظہر ہونے کے سبب شیخ کامل کو بھی بت کہتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۹۷۱۔ بت و ترسا بچہ نوریست ظاہر کہ از روئے بتاں دارد مظاہر

ترجمہ۔ بت اور ترسا بچہ روشن نور ہیں۔ جو معشوقوں کے چہروں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح۔ بت اور ترسا بچہ سے زمانے کا کامل مراد ہے جس سے وحدت ذاتی کی جمعیت کا نور ہر زمانے کے کاملوں میں چمکتا ہے ہر ایک زمانے کے مقتضا کے مطابق۔

۹۷۲۔ کند او جملہ دلہا را وشاقی گہے گردد مغنی گاہ ساقی

ترجمہ۔ وہ تمام دلوں کو اپنا غلام بنا لیتا ہے۔ پھر کبھی گانے والا بنتا ہے۔ اور کبھی شراب پلانے والا۔

شرح۔ وشاق بفتح اول بمعنی بندہ ہے۔ یعنی زمانے کا مرشد کامل تمام

---

[1] ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ... [illegible] ... کی بعثت سے پہلے ہو چکے تھے۔

دلوں کو غلام۔ اسیر اور اپنی طرف مائل کر لیتا ہے تاکہ اس کی محبت کے سبب اس کے حکم سے تجاوز نہ کر سکیں۔ اور وہ ان کو ہدایت کر کے معرفت اور توحید کے عالم سے شناسا کر دے۔ اس غرض کو مدنظر رکھ کر وہ مرشد کامل ہر ایک کے حال کے مطابق کبھی گا کر عشق و معرفت کی باتوں سے دلوں کو ہلاتا ہے اور کبھی ساقی بن کر ان کو شراب شوق پلاتا ہے۔ اور ان کو انقطاع اور بیخودی کی طرف مائل کرتا ہے۔

۹۷۳۔ زہے مطرب کہ از یک نغمۂ خوش زند در خرمن صد مومن آتش

ترجمہ۔ عجب مطرب ہے۔ کہ ایک خوش آیند نغمے سے سو مومن کے خرمن (ہستی) میں آگ لگا دیتا ہے۔

شرح۔ یعنی وہ کامل عجب مطرب اور نشاط میں لانیوالا ہے کہ معرفت اور عشق کے ایک نغمے سے سو مغرور زاہد کے خرمن ہستی میں آگ لگا دیتا ہے۔ نظم

ہر جا کہ رسد بوے تو حقا کہ نماند یک گوشہ نشین بر سر سجادہ تقویٰ

جہاں کہیں تیری بو پہنچتی ہے۔ خدا کی قسم وہاں ایک گوشہ نشین بھی پرہیزگاری کے سجادہ پر نہیں رہتا۔

۹۷۴۔ زہے ساقی کہ او از یک پیالہ کند بیخود دو صد ہفتاد سالہ

ترجمہ۔ (وہ کامل) عجب ساقی ہے۔ کہ ایک ہی پیالہ سے دو سو ستر سالہ بوڑھے کو بیہوش کر دیتا ہے۔

شرح۔ یعنی وہ کامل شراب عشق کا عجب ساقی ہے۔ کہ شراب محبت کے ایک پیالہ سے دو سو ستر سالہ بوڑھوں کو بیخود اور بیہوش کر دیتا ہے۔ اس بات کے باوجود کہ بوڑھا پا سکون کا باعث ہوتا ہے۔ وہ شیخ کامل اس پیالہ سے بیخودی اور سکر کے ذریعے ان کو ایک مقام میں دو گھڑی بھی نہیں ٹھہرنے دیتا۔ نظم

جانا ز مے عشق بیچے قطرہ بدل دہ تا در جہان یکدل ہشیار نماند

اے جان شراب عشق کا ایک قطرہ دلوں کو دیدے تاکہ وہ جہان میں کوئی

دل بیمار نہ رہے۔

۹۷۵۔ رود در خانقہ مستِ شبانہ کند افسون صوفی را فسانہ

ترجمہ۔ اگر مئے شبانہ سے مست ہوکر خانقاہ میں جائے۔ تو صوفیوں کے افسون وجادو کو باطل اور قصہ کہانی بنادے۔

شرح۔ رات کی شراب (یعنی شہود جمال مطلق) جو غیب کی بزم ہویت میں پی تھی۔ اس سے مست ہوکر خانقاہ (یعنی سالکان طریقت کی منزل میں جائے) شبانہ اس لئے فرمایا کہ مرتبہ غیب میں شعور کی رسائی نہیں۔ اور ان صوفیوں کے احوال جو سیر الی اللہ اور تلوین کے مقامات میں ہیں۔ اس کامل کے سامنے افسوں کی مانند ہیں جو اس کامل کے ظہور کے سامنے باطل اور بیہودہ ہوجاتے ہیں۔

۹۷۶۔ دگر در مسجد آید در سحر گاہ نہ بگذارد در و یک مرد آگاہ

ترجمہ۔ اور اگر صبح کے وقت مسجد میں آجائے۔ تو ایک شخص کو بھی آگاہ اور بیدار نہ چھوڑے۔

شرح۔ یعنی صبح کے وقت جو عبادت والوں کے خضوع وخشوع کا وقت ہے اگر وہ کامل مسجد میں آجائے۔ تو وہاں ایک شخص بھی آگاہ اور بیدار نہ رہے یعنی سب جان لیں کہ ان کی آگاہی اور بیداری اس کامل کے مقابلے میں عین خواب غفلت ہے۔

۹۷۷۔ رود در مدرسہ چوں مستِ مستور فقیہ از وے شود بیچارہ مخمور

ترجمہ۔ جب مست مستور ہوکر مدرسہ میں جائے۔ تو فقیہ بیچارا خود مخمور ہوجائے (اس کے کمال معرفت کو دیکھ کر اُسے اپنی نادانی کا علم ہوجائے)

شرح۔ مدرسہ جو علوم شرعیہ کی تعلیم کا مقام ہے۔ اگر وہ کامل اسی میں مست مستور ہوکر آجائے۔ دستور اس لئے کہ تجلی ذاتی کی شراب سے اپنی مستی کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور طالبوں کی استعداد کے موافق ایک شمہ بھی بیان فرمائے۔ تو فقیہ بیچارہ احوال وکمالات کی معرفت کے بیان سے حیران وسرگردان

رہ جائے۔ اور فراق ہجراں کے خمار سے مخمور ہو کر جان لے کہ اس کی عقل اس کامل کی معرفت کے مقابلہ میں جہل ہے۔ نظم

علم معنی از کتاب و اوستا حاصلت ناید مکش چندین جفا

علم معنی کتاب اور استاد سے تجھے حاصل نہیں ہوگا۔ پس اتنی تکلیف نہ اُٹھا۔

علم دین کم جو ز اوراقِ کتاب گر ز دل جوئی بود عینِ صواب

علم دین کتاب کے ورقوں سے نہ تلاش کر۔ اگر اُسے دل سے تلاش کرے تو درست ہے۔

گر شوی بیدار ازیں خواب گراں صد نشان بینی ز یار بے نشاں

اگر تو اس خواب گراں سے بیدار ہو جائے۔ تو اس بے نشان دوست کے تجھے سو نشان نظر آجائیں۔

۹۷۸۔ ز عشقش زاہداں بیچارہ گشتہ ز خان و مانِ خود آوارہ گشتہ

ترجمہ۔ اس کے عشق سے زاہد حیران ہیں۔ اور اپنے گھر بار سے آوارہ ہو کر (بیابان میں) پھر رہے ہیں۔

شرح۔ زاہد جنہوں نے محبوب حقیقی کی تلاش میں دنیا کو ترک کر دیا ہوا ہے وہ مرشد کامل کے عشق میں حیران ہیں۔ اور اپنے گھر بار سے آوارہ ہو کر بیابان طلب میں پھر رہے ہیں۔

۹۷۹۔ یکے مومن دگر را کافر او کرد ہمہ عالم پُر از شور و شر او کرد

ترجمہ۔ اسی نے ایک کو مومن اور دوسرے کو کافر کر دیا۔ اور اس طرح سارے زمانے کو شور و شر سے بھر دیا۔

شرح۔ یعنی چونکہ وہ اپنے زمانے کا کامل ہے۔ جس نے اس کے حکم کا اقرار کر لیا۔ گویا اسے مومن کر دیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ اس کو کافر کر دیا۔ پس یہ تمام شور و شر اور کافر و مومن اور فاسق و عابد کی تمیز جو واقع ہوتی ہے۔ اسی صاحب کمال کے سبب ہے۔ یہی حال ہر کامل کے زمانے میں ہوتا ہے۔

۹۸۰۔ خرابات ما از لبش معمور گشته　　مساجد از رخش پرنور گشته

ترجمہ۔ خرابات (میخانے) اسی کے لب سے آباد ہیں اور مسجدیں اسی کے رُخ منور سے پرنور ہیں۔

شرح۔ یعنی خرابات جو نفس رحمانی کے فیض کی مظہر ہے۔ اسی کی طفیل موجود اور آباد ہوئی اور مسجدیں جو تجلی جمالی کی مظاہر ہیں۔ اسی کے رخ سے پرنور ہوئی ہیں اور تقدیس و تحلیل کے چراغوں سے روشن ہیں۔ (نظم)

تو آں انفاس رحمانی کہ جانہا از دمت یابند　　تو آں دریائے غفرانی کزو شوید خجالتہا

تو وہ رحمانی انفاس ہے کہ تیرے دم سے لوگ جانیں پاتے ہیں۔ اور تو وہ مغفرت کا دریا ہے جس سے تمام خجالتیں دھوئی جاتی ہیں۔

ہمائے لطف از یک دم نظر بر حال ما انداز　　سر ہر موئے من یابد ازاں دولت کرامتہا

اگر تیری مہربانی کا ہما ایک دم کے لئے میرے حال پر نظر کرے۔ تو میرے ہر بال کا سر اس دولت سے کرامتیں حاصل کرے۔

۹۸۱۔ ہمہ کار من از وے شد میسر　　بدو دیدم خلاص از نفس کافر

ترجمہ۔ میری تمام مرادیں اسی سے بر آئیں۔ اور اسی کی طفیل مجھے نفس کافر (کے پھندے) سے خلاصی نصیب ہوئی۔

شرح۔ اپنی حالت بیان فرماتے ہیں۔ کہ میری تمام مرادیں مرشد کامل کی ہدایت سے بر آئیں۔ اور معرفت اور قرب حقیقی کی راہ میں مجھے جس چیز کی ضرورت پڑی۔ اس کے ذریعے حاصل ہوگئی۔ اور اسی کے اہتمام سے اپنے کافر نفس اور اس کے مکر و فریب سے خلاصی پائی۔ اور نفس کی غلامی سے حقیقی آزاد ہوگیا۔

۹۸۲۔ دلم از دانش خود صد حجب داشت　　ز عجب و نخوت و تلبیس و پنداشت

ترجمہ۔ میرے دل میں دانش و علم کے سینکڑوں پردے تھے۔ مثلاً غرور، تکبر، مکر، فریب اور غیرہ۔

شرح۔ یعنی میرے دل میں دانش علم۔ اور گمان خودی کے کئی حجاب تھے۔

اور ان نورانی اور علمی حجاب کے سبب کشف و شہود کے مراتب سے محجوب تھا۔
اور کمالات معنوی تک راہ نہ ملتی تھی۔ کہ ناگاہ اقبال کا آفتاب چمکا۔

۹۸۳۔ در آمد از درم آں بت سحرگاہ — مرا از خواب غفلت کرد آگاہ

ترجمہ۔ صبح کے وقت وہ بت (یعنی شیخ کامل) میرے دروازے سے داخل ہوا
اور مجھے خواب غفلت سے بیدار کیا۔

شرح۔ وہ بت یعنی کامل زمانہ صبح کے وقت میرے دروازے سے اندر
داخل ہوا۔ اور مجھے اس خواب غفلت سے بیدار کیا۔ جو ان نورانی پردوں کے سبب
مجھ پر طاری تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا۔ جو کچھ آگاہی مجھے ملی تھی۔ اس کے باوجود
میں خواب غفلت میں ہی تھا۔ اور معرفت الہی کے اسرار سے ناواقف تھا۔

۹۸۴۔ ز روئیش خلوت من گشت روشن — بدو دیدم کہ تا خود چیستم من

ترجمہ۔ اس کے چہرے کی روشنی سے میری خلوت گاہ روشن ہو گئی تو میں
نے اس روشنی سے دیکھا کہ میں کیا ہوں۔

شرح۔ یعنی مرشد کامل کے چہرے کے نور تجلی سے میری جان کی خلوتگاہ روشن
ہو گئی۔ جو کہ پہلے غرور و پنداشت کی ظلمت سے تاریک تھی اور جس کے سبب میں
اپنی حقیقت کو نہیں پا سکتا تھا۔ پھر اس آسمان کمال کے آفتاب کی روشنی میں
میں نے دیکھا کہ میں کون ہوں۔ گویا میرا مقصد حاصل ہو گیا۔

۹۸۵۔ چو کردم بر رخ خوبش نگاہے — برآمد از میان جانم آہے

ترجمہ۔ جب میں نے اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھا۔ تو میری جان
سے آہ نکلی۔

شرح۔ یعنی جب انواع کمال سے آراستہ چہرے کو دیکھا۔ اور ایسی صورت دیکھی
نظر پڑی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ تو میں صدق جان سے عاشق ہو گیا اور کہا نظم

خوشا دردے کہ درمانش تو باشی — خوشا راہے کہ پایانش تو باشی

کیا ہی اچھا ہے وہ درد جس کا دارو تو ہو۔ اور کیا ہی اچھا ہے وہ راستہ

جس کا انجام تو ہو۔

خوشا چشمے کہ رخسار تو بیند   خوشا جانے کہ جانانش تو باشی

خوش نصیب ہے وہ آنکھ جو تیرا رخسار دیکھے۔ اور وہ جان جس کا معشوق تو ہو۔

ہمہ شادی و عشرت باشد اے دوست   در آں خانہ کہ مہمانش تو باشی

اے دوست سب شادی اور خوشی ہے اس گھر میں جس میں تو مہمان ہو۔

مشو پنہاں ازاں عاشق کہ پیوست   ہمہ پیدا و پنہانش تو باشی

اس عاشق سے پنہاں نہ ہو جس کا ظاہر و باطن ہمیشہ تو ہی ہو۔

۹۸۶۔ مرا گفتا کہ اے شیاد و سالوس   بسر شد عمرت اندر ننگ و ناموس

ترجمہ۔ مجھے کہا کہ اے مکار۔ فریبی۔ تیری ساری عمر نام و ناموس (اور حب جاہ) میں صرف ہو گئی۔

شرح۔ یعنی لطف اور دلبری سے اس بت رعنا نے مجھ سے کہا۔ کہ اے مکار۔ فریبی۔ تیری عمر نام و ناموس کی طلب اور جاہ و منصب کی محبت میں گزر گئی۔ عمر عزیز کی فرصت کو تو نے غرور۔ خود بینی اور بیہودہ باتوں میں صرف کر دیا اور ایسے محبوب کے جمال سے آج تک محروم رہا۔

۹۸۷۔ ببیں تا علم و کبر و زہد و پنداشت   ترا اے نارسیدہ از کہ وا داشت

ترجمہ۔ اے نارسیدہ اور خام شخص دیکھ! علم۔ کبر۔ زہد اور غرور نے تجھے کس (دولت غیر مترقبہ) سے محروم رکھا۔

شرح۔ یعنی اس مرشد کامل نے مجھے بطور خطاب کہا۔ کہ دیکھ علم اور کبر جو اس علم سے پیدا ہوا۔ اور زہد اور غرور جو اس زہد سے پیدا ہوا۔ انہوں نے تجھے کس سے محروم رکھا۔

۹۸۸۔ نظر کردن بروئیم نیم ساعت   بے ارزد ہزاراں سال طاعت

ترجمہ۔ میرے چہرے کو آدھی گھڑی دیکھنا۔ ہزار سال کی طاعت (اور عبادت)

کے برابر ہے۔

شرح۔ یعنی اس کامل نے فرمایا۔ کہ میں زمانے کا ہادی ہوں۔ میری طرف آدھی گھڑی دیکھنا۔ ہزار سال کی عبادت کے برابر ہے۔ کیونکہ خداتعالے کا قرب شیخ کامل کی ہدایت کے بغیر صرف طاعت سے حاصل نہیں ہو سکتا اسی کے مطابق مولنا روم مثنوی میں فرماتے ہیں نظم

گفت پیغمبر علی را کے علی ۔۔۔ شیر حقی پہلوانی پر دلی

پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے علیؓ۔ تو حق تعالیٰ کا شیر۔ پہلوان اور بہادر ہے

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید ۔۔۔ اندر آ در سایۂ نخل امید

لیکن اپنے شیر ہونے پر بھروسہ نہ کر۔ بلکہ نخل امید کے سایہ کے نیچے آجا۔

ہر کسے گر طاعتے پیش آورد ۔۔۔ بہر قرب حضرت بے چون صمد

اگر ساری دنیا خداتعالیٰ کے قرب کے لئے طاعت پیش کرے۔

تو در آ در سایۂ آں کاملے ۔۔۔ کش نتاند برد از رہ ناقلے

تو تو اس کامل کے سایہ کے نیچے آجا۔ جس کو کوئی مقلد راستے سے ہٹا نہ سکے

پس تقرب جو بداو سوے آلہ ۔۔۔ سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ

وہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب تلاش کرتا ہے۔ اور اس کی اطاعت سے منہ نہ موڑ

زانکہ او ہر خار را گلشن کند ۔۔۔ دیدۂ ہر کور را روشن کند

کیونکہ وہ ہر کانٹے کو گلشن بنا دیتا ہے۔ اور ہر اندھے کی آنکھ کو روشن کر دیتا ہے

یا علی از جملۂ طاعات راہ ۔۔۔ برگزیں تو سایہ لطف الٰہ

اے علیؓ۔ سلوک کی تمام طاعتوں میں سے۔ تو خداتعالے کے لطف کے سایہ کو انتخاب کر

از ہمہ طاعات اینت بہتر است ۔۔۔ سبق یابی بر ہر آں سابق کہ ہست

تمام طاعتوں سے یہی بہتر ہے۔ اس سے تو ہر ایک سابق پر سبقت لے جائیگا

در بشر روپوش گشتہ است آفتاب ۔۔۔ فہم کن واللہ اعلم بالصواب

آدمی میں آفتاب پنہاں ہے۔ اسی کو سمجھ اور راستی کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

۹۸۹ علی الجملہ رخ آں عالم آرائے مرا بامن نمود آں دم سراپائے

ترجمہ۔ آخرکار اس جہان کو آراستہ کرنے والے (کامل) کے چہرے نے مجھے اس وقت میرا سراپا دکھا دیا۔[1]

شرح۔ یعنی بات تو لمبی ہے مگر مختصر یہ کہ وہ مرشد کامل اپنے کمال سے زمانے کو آراستہ کرتا ہے۔ بلکہ حقیقت میں وہ خود زمانے کی آرائش ہے۔ اس نے میرے سراپا کو مجھے دکھایا۔ اس وقت معلوم ہوا۔ کہ میں اپنے آپ کو نہیں جانتا تھا اور نہ خدا کی معرفت مجھے حاصل تھی۔ جو کچھ علوم۔ زہد۔ طاعت وغیرہ اتنی مدت میں حاصل کی تھی۔ سب اس کے جمال باکمال کے ایک مشاہدہ کے برابر نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ اپنی شناخت جو حق تعالےٰ کی شناخت ہے ان سے حاصل نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس کی ایک نظر سے حاصل ہوگئی۔

۹۹۰۔ سیہ شد روئے جانم از خجالت زفوت عمر و ایام بطالت

ترجمہ۔ میری جان کا چہرہ عمر کے گزر جانے اور بیفائدہ وقت ضائع کرنے کی شرمندگی سے سیاہ ہوگیا۔

شرح۔ یعنی وہ علوم اور زہد و تقویٰ جو اتنی مدت میں حاصل کئے تھے۔ اب معلوم ہوا۔ کہ اس کمال حقیقی کے سامنے جو اس کامل کے ذریعے حاصل ہوا۔ وہ سب ہیچ اور عین نقصان تھے۔ پس میری جان کا چہرہ شرمندگی سے سیاہ پڑ گیا۔ کیونکہ عمر عزیز کی مدت یونہی صرف کی اور بیفائدہ باتوں میں ضائع ہوگئی جو اصلی مقصد تھا۔ وہ حاصل نہ کیا۔

۹۹۱۔ چو دید آں ماہ کز روئے چو خورشید بریدم من ز جان خویشتن امید

ترجمہ۔ جب اس چاند (مرشد) نے دیکھا۔ کہ اس کے خورشید جیسے روشن چہرے کے سبب میں اپنی جان سے ناامید ہوگیا ہوں۔

---

[1] یعنی اپنے نفس کی معرفت حاصل ہوگئی۔ وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ اور جس نے اپنے کی معرفت حاصل کرلی اس نے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرلی۔

شرح۔ مرشد کو چاند اسلئے کہا۔ کہ امکان کی تاریکیاں وجوب کے نور سے منور ہو کر روشنی پیدا کرتا ہے یعنی جب اس نے دیکھا کہ اس کے خورشید جیسے چہرے نے میرے دل پر جان اور روشنی ڈالکر مجھے اپنی اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور میں اپنے نقصوں پر آگاہ ہو کر جان سے ناامید ہو گیا ہوں اور اپنے عجز اور نادانی کا اقرار کرتا ہوں۔ تو گویا مجھ میں اس سے فیض حاصل کرنے کی قابلیت پیدا ہو گئی۔

۹۹۲ - یکے پیمانہ پر کردہ بمن داد کزاں آب آتشے اندر من افتاد

ترجمہ۔ تو ایک پیمانہ (شراب معرفت سے) بھرا اور مجھے دیا۔ جس سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

شرح۔ یعنی شراب معرفت اور وجہ باقی۔ کی تجلی سے ایک پیمانہ بھر کر مجھے دیا۔ وہ شراب کثرت کی تمام آلائشوں سے صاف تھی۔ جس نے بیخودی کی آگ میرے تن بدن میں لگا دی۔ اور سوز و گداز پیدا کر دیا۔ پس میں نے کہا نظم

ساقی بدہ آب آتش افروز چوں سوختیم تمام تر سوز

اے ساقی وہ پانی دے۔ جو آگ لگانے والا ہو۔ تاکہ ہم دل جلاں کو اور جلائے

ایں آتش ما بآب بنشاں در آب من آتشے برافروز

ہماری اس آگ (پیاس) کو پانی سے بجھا دے۔ اور ہمارے پانی (آب و گل یعنی جسم) میں آگ لگا دے۔

بخشائے بریں دل جگر خوار رحم آر بریں تن غم اندوز

اس جگر کھانے والے دل پر مہربانی کر۔ اور اس غم اندوز جسم پر رحم کر۔

در ساغر دل شرابے افگن کز پرتو آں شود شبم روز

دل کے پیالہ میں وہ شراب ڈال دے۔ جس کی چمک سے میری رات دن (کی طرح روشن) ہو جائے۔

جب مجھے حریفی اور مے نوشی میں محرم پایا۔ تو فرمایا۔

۹۹۳ - "کنوں گفتا نشے بیرنگ و بے بو نقوش تختۂ ہستی فروشوے"

ترجمہ۔ پھر اس کامل نے مجھ سے کہا۔ اب تو بے رنگ اور بے بو شراب سے لوح وجود کے نقشوں کو دھو ڈال۔

شرح۔ یعنی اس کامل نے فرمایا۔ کہ اب تو تو ہمارا حریف اور ہمتا ہے۔ پس وجہ باقی کی شراب سے جس میں نہ افعال کا رنگ ہے نہ صفات کی بو ہستی کے نقوش یعنے تعینات وکثرات کو دھو ڈال۔ کیونکہ جب تک دوئی کا نقش باقی ہے۔ لوح وجود اغیار کی تحریر سے پاک نہیں ہو سکتی۔

۹۹۴۔ چو آشامیدم آں پیمانۂ پاک — در افتادم ز مستی بر سر خاک

ترجمہ۔ یعنی جب اس کامل کے ارشاد کے مطابق ذات پاک کی شراب کا پیمانہ پی لیا۔ تو میں مستی اور بیخودی سے ذلت اور نیستی کی خاک پر گر پڑا۔

۹۹۵۔ کنوں نے نیستم در خود نہ ہستم — نہ ہشیارم نہ مخمورم نہ مستم

ترجمہ۔ اب میں اپنے آپ میں نہ نیست ہوں نہ ہست۔ ہشیار۔ مخمور یا مست کچھ بھی نہیں ہوں۔ (یعنی ان میں سے کوئی ایک حالت مجھ پر راست نہیں آتی)

شرح۔ یعنی اس وقت میں صحو بعد المحو کے مقام میں ہوں حقیقت میں نہ نیست ہوں۔ کیونکہ اُس حقیقت سے قائم اور اس کی بقا سے باقی ہوں نہ ہست ہوں۔ کیونکہ ہستی مجازی محو ہو چکی ہے اور اصلی عدمیت پر آ گیا ہوں نہ ہوشیار عاقل ہوں۔ کیونکہ بیخودی کے آثار باقی ہیں۔ نہ مخمور ہوں کیونکہ خمار تو فراق سے ہوتا ہے۔ اور میں عین وصال میں ہوں۔ نہ مست ہوں۔ کیونکہ مستی بیخودی اور فنا میں ہوتی ہے اور میں تمکین و بقا کے مقام میں جاگزیں ہوں۔ نظم۔

ہشیارم و مستم چیستم — مجنون عشقم کیستم

ہشیار ہوں یا مست ہوں کیا ہوں۔ عشق کا دیوانہ ہوں۔ کون ہوں۔

نہ ہستم و نے نیستم — ہاں مجنون العاشقین

نہ ہست ہوں نہ نیست ہوں۔ یہ عاشقوں کا جنون ہے۔

تا روئے ساقی دیدہ ام　　جامِ فنا نوشیدہ ام

جب سے ساقی کا منہ دیکھا ہے۔ فنا کا جام پئے ہوئے ہوں۔

سرمستم شوریدہ ام　　ہذا جنون العاشقین

سرمست اور پریشان ہوں۔ یہ عاشقوں کا جنون ہے۔

مخمورِ چشمِ ساقیم　　مست از مے اطلاقیم

چشم ساقی سے مخمور ہوں۔ اور مئے اطلاقی سے مست ہوں۔

گہ فانی و گہ باقیم　　ہذا جنون العاشقین

کبھی فانی ہوں کبھی باقی۔ یہ عاشقوں کا جنون ہے۔

۹۹۶۔ گہہ چوں چشم اودارم سرخوش　　گہے چوں زلفِ او باشم مشوش

ترجمہ۔ کبھی اس کی چشم کی طرح سرخوش ہوں اور کبھی اس کی زلف کی طرح پریشان خاطر (یعنی مقام تلوین میں ہوں)

شرح۔ کبھی چشم محبوب کی طرح سرخوش ہوں۔ یعنی نہ بالکل ہشیار ہوں نہ بالکل مست اور کبھی اس کی زلف پریشان کی طرح آشفتہ وحیران ہوں یہ اشارہ ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ[۱] کے مظہر ہونے کی طرف یعنی مقام تلوین جو جمع اور تفرقہ کے درمیان برزخ ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

۹۹۷۔ گہے از خوئے او در گلخنم من　　گہے از روئے او در گلشنم من

ترجمہ۔ کبھی مقتضائے بشریت سے (طبیعت کی) بھٹی میں ہوں اور کبھی (غلبہ وحدت اور) وجہ باقی کے تجلی سے گلشن (جمعیت) میں ہوں۔

شرح۔ یعنی کبھی صفات بشری کے ظہور کے مطابق طبیعت کی بھٹی میں ساکن ہوں۔ اور کبھی وحدت کے غلبہ سے اور وجہ باقی کے نور تجلی سے توحید اور جمعیت کے گلشن میں مسرور رہوں۔

---

[۱] دیکھو بیت ۶۷۲

خاتمہ

اس میں اس بات کا بیان ہے۔ کہ رنگا رنگ کے پھول جو اس کتاب میں ہیں سب اسی کامل کے گلشن سے لئے گئے ہیں۔

۹۹۸- ازاں گلشن گرفتم شمۂ باز نہادم نام او را گلشن راز

(ترجمہ) میں نے اس گلشن (کے حقائق و معارف) سے چند گوشے (؟) ان کا نام **گلشن راز** رکھ دیا۔

(شرح) یعنی اس گلشن کمال سے اس مظہر حسن و جمال کے چہرے کے مشاہدے کے ذریعے کئی معارف و حقائق دیکھے۔ ان میں سے بعض کو میں نے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ بعض اس لئے کہ جو کچھ وجدان اور کشف سے اس کو حاصل ہوا تھا۔ وہ تمام تحریر اور تقریر میں نہیں آ سکتا۔ پھر ان بعض حقائق و معارف کا نام گلشن راز رکھ دیا۔

چونکہ اکثر اسرار و رموز جو اس کتاب میں درج ہے۔ اپنے وجدان و کشف سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

(۹۹۹) دروا ز دل گلہا شگفتہ کہ تا اکنوں کسے دیگر نگفتہ

(ترجمہ) اس میں اسرار دل کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ جو آج تک کسی اور نے بیان نہیں کئے۔

(شرح) یعنی اس گلشن راز میں وہ اسرار بیان کئے گئے ہیں۔ جن کا منبع [illegible] کا پاک دل ہے۔ اور وہ پھولوں کی طرح کھلے ہوئے ہیں۔ اور یہ اسرار آج تک کسی نے نہیں بیان کئے۔ کیونکہ بعض تو خاص مصنف کو کشف سے حاصل ہوئے ہیں۔ اور اگر کسی نے بیان بھی کئے ہیں تو مختصر ہیں۔ [illegible] نہیں۔

۱۰۰۰۔ زبانِ سوسن او جملہ گویاست　　عیونِ نرگسِ او جملہ بیناست

ترجمہ۔ اس گلشن کی سوسن کی زبانِ حال تمام گویا ہے۔ اور اس کی نرگس کی آنکھیں تمام بینا ہیں۔

شرح۔ یعنی اس گلشن کی زبانِ حال تمام گویا ہے۔ کیونکہ کسی غیر کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچا اور آج تک اچھوت اور پوشیدہ ہیں۔ اور اس گلشن کی نرگس تمام دیکھنے والی ہے۔ کیونکہ کسی اور کو ان معانی کا شہود حاصل نہ تھا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جو مسائل اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں سب واقعی طور پر مشاہدے اور مکاشفے سے حاصل ہوئے تھے۔ دوسروں سے نقل نہیں کئے گئے۔

۱۰۰۱۔ تامل کن بچشمِ دل یکایک　　کہ تا برخیزد از پیشِ تو ایں شک

ترجمہ۔ (ان معانی میں سے) ہر ایک کو چشمِ بصیرت سے دیکھ اور غور کر۔ تاکہ تیرے دل سے یہ شک دور ہو جائے۔ (کہ یہ معانی دوسروں سے لئے ہوئے ہیں)

شرح۔ بطور ارشاد فرمایا۔ کہ جو حقائق و معانی میں نے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک پر غور کر اور چشمِ بصیرت سے دیکھ اور مشاہدہ کر تاکہ تیرے دل سے یہ شک دور ہو جائے۔ کہ یہ حقائق و معانی دوسروں سے لئے ہوئے ہیں) اور حقیقی طور پر جان لے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ بیان واقعی ہے۔ تاکہ تو بدگمانی سے رہائی پائے اور ارباب کمال کے احوال کو قصہ کہانی سمجھ کر بُعد و حرمان میں گرفتار نہ ہو۔

۱۰۰۲۔ ببیں منقول و معقول و حقائق　　مصفّٰی کردہ در علمِ دقائق

ترجمہ۔ دیکھ کہ منقول، معقول۔ اور حقیقتیں سب علم تدقیق سے صاف کئے گئے ہیں۔

شرح۔ یعنی چشمِ بصیرت کھول اور دیکھ کہ منقول یعنی عقائدِ شرعیہ اور

معقول یعنی مسائل حکمیہ اور حقائق عیانی جو صوفیوں کی اصطلاح ہے۔ دونوں کو علم تدقیق و تحقیق کے ذریعے خلاف شرع اور بیہودہ باتوں کی ملاوٹوں سے صاف کیا گیا ہے۔ اور حد کمال پر پہنچ گئے ہیں۔

۱۰۰۳۔ بچشم منکری منگر درو خوار کہ گلہا گردد از چشم تو خار۔

ترجمہ۔ اس گلشن میں انکار اور دشمنی کی آنکھ سے عیب جوئی نہ کر۔ کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو اس کے تمام پھول تیری نظر میں کانٹے ہو جائیں گے۔

شرح۔ یعنی رضا کی آنکھ میں سب عیب چھوٹے نظر آتے ہیں۔ اور غصے کی آنکھ میں برائیاں ہی نظر آتی ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ گلشن راز کو دشمنی کی نظر سے نہ دیکھ۔ اور عیب جوئی کی آنکھ سے اس پر نظر نہ کر۔ کیونکہ اگر چشم انکار سے دیکھے گا۔ تو تمام پھول جو اس گلشن میں کھلے ہوتے ہیں تجھے کانٹے نظر آئیں گے۔ اور اچھا تجھے برا دکھائی دے گا۔ کیونکہ جو کسی کے اندر موجود ہوتا ہے اسے وہی نظر آتا ہے۔

۱۰۰۴۔ نشان ناشناسی ناسپاسی است شناسائی حق در حق شناسی است

ترجمہ۔ ناشناسی اور جہل کی علامت ناشکری ہے۔ اور خدا شناسی دوسروں کی حق شناسی میں ہے۔

شرح۔ یعنی کسی کی ناشناسی اور جہل کی یہ نشانی ہے۔ کہ وہ ناشکر اور خوش نہ ہونے والا۔ اور ہر ایک چیز میں عیب جوئی کرنے والا ہوتا ہے اور ہمیشہ چون و چرا میں گرفتار رہتا ہے۔ اور خدا شناسی حق شناسی میں ہے یعنی کسی شخص کا حق ضائع نہ کرے۔ خواہ اس سے ایک ہی مسئلہ معلوم ہوا ہو۔ اور مصنف نے تو ہزاروں حقایق اور دقایق اس کتاب میں بیان فرمائے ہیں۔

۱۰۰۵۔ غرض زیں جملہ آں کز گند یاد عزیزے گویدم رحمت بر و باد!

ترجمہ۔ اس سب سے غرض یہ ہے۔ کہ اگر کوئی عزیز یا بزرگ اسے پڑھے

تو دعا کرے کہ اس پر رحمت ہو۔"

شرح۔ یعنی اس کتاب کے مرتب کرنے سے اصلی غرض یہ ہے کہ کوئی عزیز یا بزرگ اس کتاب کو پڑھ کر دعا کرے کہ اس پر خدا کی رحمت ہو جس نے اس قدر معانی جو طالبان معرفت کی ہدایت کا موجب ہیں۔ نظم میں بیان کئے ہیں۔"

چونکہ دعائے خیر کے لئے بہتر ہے۔ کہ مصنف کا نام بھی معلوم ہو۔ اس لئے فرمایا۔

۱۰۰۶۔ بنام خویش کردم ختم پایاں الٰہی عاقبت محمود گرداں

ترجمہ۔ اس کتاب کو میں نے اپنے نام پر ختم کیا ہے۔ یا اللہ عاقبت محمود کر دے۔

شرح۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ مصنف کا نام کیا ہے۔ اس کتاب کو میں نے اپنے نام پر ختم کیا ہے۔" یعنی الٰہی عاقبت محمود گرداں"۔ کیونکہ مصنف کا نام مولنا سعدالدین محمود شبستری ہے۔ شبستر ایک گاؤں ہے۔ تبریز سے آٹھ فرسنگ کے فاصلہ پر آپ کا مولد اور مدفن وہی ہے۔

تمت بالخیر

10.1.56

انڈکس

اصطلاحات تصوف اور دیگر ضروری الفاظ

نوٹ

ہندسے نمبر ابیات کو ظاہر کرتے ہیں

تمت